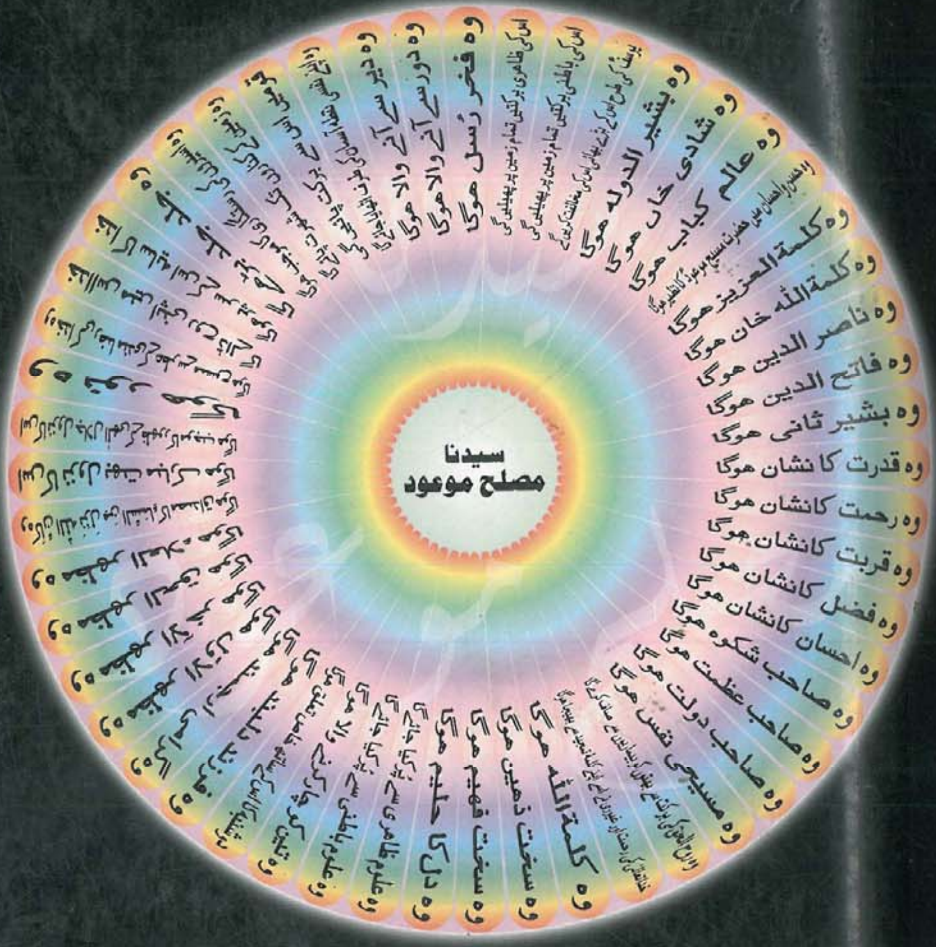
ماہنامہ خالد





**Monthly** **KHALID** C. Nagar

Editor:
Tariq Mahmood Tahir

June, July 2008
Regd. CPL # 139

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ

# خالد

سیدنا
## مصلح موعود
نمبر

جون، جولائی 2008ء
احسان، وفا 1387ہش

جلد نمبر: 55
شمارہ نمبر: 7-6





ٹائٹل ڈیزائننگ: شیخ خالد محمود پانی پتی **پبلشر**: قمر احمد محمود **مینیجر**: عزیز احمد **پرنٹر**: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ
**مطبع**: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ) **مقام اشاعت**: دارالصدر جنوبی
قیمت پرچہ ھذا: -/100 روپے
e-mail:monthlykhalid52@yahoo.com

# "مبارک صد مبارک"




تمام قارئین خالد

کی خدمت میں ادارہ خالد کی طرف سے

**خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی**

کی مبارکباد پیش ہے۔

# پیغام

## حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

### برموقعہ خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء

لندن
09.12.2007

میرے پیارے عزیز احباب جماعت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج خلافت احمدیہ کے سو سال پورے ہو رہے ہیں۔ یہ دن ہمیں سو سال سے زائد عرصے میں پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ کی تاریخ اور اس وقت کی یاد بھی دلاتا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مارچ 1889ء میں اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نے اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر ایک پاک جماعت کے قیام کا اعلان کیا۔ آپ کا مشن اور اس جماعت کے قیام کا مقصد خدا اور بندے میں تعلق پیدا کرنا، بنی نوع انسان کو خدائے واحد کے آگے جھکنے والا بننے کی تعلیم دینا اور اس کے لئے کوشش کرنا، تمام اقوام عالم کو امت واحدہ بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرنا، انسان کو انسان کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا تھا۔ وہ شخص جس کو خدا تعالیٰ نے زمانے کے امام اور مسیح و مہدی کے لقب سے ملقّب کر کے بھیجا تھا۔ قیام جماعت اور آغاز بیعت 1889ء سے 1908ء تک تقریباً انیس سال اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت سے اپنے مشن کو تمام تر مخالفتوں اور نامساعد حالات کے باوجود اس تیزی سے لے کر آگے بڑھا کہ ہر مخالف جو بھی اس جری اللہ کے مقابلہ پر آیا ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنے والا بنا۔ آخر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق کہ ہر انسان جو اس فانی دنیا میں آیا اس نے آخر کو اس دنیا کو چھوڑنا ہے اور وہ شخص جو اللہ کا خاص بندہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق صادق تھا، وہ تو اپنے آقا کی سنت کی پیروی میں رفیق اعلیٰ سے ملنے کے لئے ہر وقت بے چین رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کو جسے امام آخر الزمان بنا کر بھیجا تھا، واپسی کے اشارے دیتے ہوئے یہ تسلی دی کہ گو تیرا وقت اب قریب ہے لیکن چونکہ تجھے میں نے اپنے اعلان کے مطابق امام آخر الزمان بنایا ہے، اس لئے اے میرے پیارے! اے وہ شخص جو میری توحید کے قیام اور

# پیغام

## حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

## برموقعہ خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء

لندن
09.12.2007

میرے پیارے عزیز احباب جماعت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج خلافت احمدیہ کے سو سال پورے ہو رہے ہیں۔ یہ دن ہمیں سو سال سے زائد عرصے میں پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ کی تاریخ اور اس وقت کی یاد بھی دلاتا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مارچ 1889ء میں اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نے اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر ایک پاک جماعت کے قیام کا اعلان کیا۔ آپ کا مشن اور اس جماعت کے قیام کا مقصد خدا اور بندے میں تعلق پیدا کرنا، بنی نوع انسان کو خدائے واحد کے آگے جھکنے والا بننے کی تعلیم دینا اور اس کے لئے کوشش کرنا، تمام اقوام عالم کو امت واحدہ بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرنا، انسان کو انسان کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا تھا۔ وہ شخص جس کو خدا تعالیٰ نے زمانے کے امام اور مسیح و مہدی کے لقب سے ملقب کر کے بھیجا تھا۔ قیام جماعت اور آغاز بیعت 1889ء سے 1908ء تک تقریباً انیس سال اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت سے اپنے مشن کو تمام تر مخالفتوں اور نامساعد حالات کے باوجود اس تیزی سے لے کر آگے بڑھا کہ ہر مخالف جو بھی اس جری اللہ کے مقابلہ پر آیا ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنے والا بنا۔ آخر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق کہ ہر انسان جو اس فانی دنیا میں آیا اس نے آخر کو اس دنیا کو چھوڑنا ہے اور وہ شخص جو اللہ کا خاص بندہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق صادق تھا، وہ تو اپنے آقا کی سنت کی پیروی میں رفیق اعلیٰ سے ملنے کے لئے ہر وقت بے چین رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کو جسے امام آخر الزمان بنا کر بھیجا تھا، واپسی کے اشارے دیتے ہوئے یہ تسلی دی کہ گو تیرا وقت اب قریب ہے لیکن چونکہ تجھے میں نے اپنے اعلان کے مطابق امام آخر الزمان بنایا ہے، اس لئے اے میرے پیارے! اے وہ شخص جو میری توحید کے قیام اور

میرے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت تمام دنیا میں قائم کرنے کا درد رکھتا ہے تو یہ فکر نہ کر کہ تیرے مرنے کے بعد تیرے اس کام کی تکمیل کی انتہائیں کس طرح حاصل ہوں گی۔ تو یاد رکھ کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق جسے میری تائید حاصل ہے۔ اب خلافت علیٰ منہاج النبوت تا قیامت قائم ہونی ہے، اس لئے تیرے بعد یہی نظام خلافت ہے جس کے ذریعہ سے میں تمام دنیا میں اپنی آخری شریعت کے قیام واستحکام کا نظام جاری کروں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی آپ کو اس تسلی کے بعد آپ علیہ السلام نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِىْ ۔ (سورۃ المجادلہ: 22) اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ (1) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (2) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بد قسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک





بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (سورۃ النور: 56) یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے''۔ (رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 304-305)

پھر فرمایا: ''سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا وے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو''۔

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20۔ صفحہ 305-306)

پس جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا وہ وقت بھی آ گیا جب آپ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے اور ہر احمدی کا دل خوف و غم سے بھر گیا لیکن مومنین کی دعاؤں سے قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کرتے ہوئے زمین و آسمان نے پھر ایک بار وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا کا نظارہ دیکھا۔ وہ عظیم انقلاب جو آپ نے اپنی بعثت کے ساتھ پیدا کیا تھا اسے اللہ تعالیٰ نے خلافت کے عظیم نظام کے ذریعہ جاری رکھا۔ آپ کی وفات پر اخبار وکیل میں مولانا ابوالکلام آزاد نے یوں رقم فرمایا۔

''وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔...... مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے اور مٹانے کے لئے اسے امتداد زمانہ کے حوالے کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔'' (اخبار ''وکیل'' امرتسر۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم۔ صفحہ 560)

پس اس انقلاب کا اعتراف غیروں کی زبان اور قلم سے نکلوا کر اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کا خاص تائید یافتہ تھا لیکن غیر کی نظر اس طرف نہ گئی کہ وہ تائید یافتہ جس انقلاب کو برپا کر گیا ہے۔ اس انقلاب کو آپ کی پیروی کرنے والوں کے ذریعہ سے نعمت خلافت کے ذریعہ جاری رکھنے کا بھی اس ذوالعجائب اور قدیر ہستی کا وعدہ ہے اور اس کی تصدیق ہوتے ہوئے ایک دنیا نے حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل... کے انتخاب خلافت کے وقت دیکھا۔ باوجود اس کے کہ مخالفین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ ایک منظم جماعت کو دیکھ رہے تھے۔ باوجود اس کے کہ وہ خلافت کے قیام کا نظارہ دیکھ چکے تھے لیکن انہوں نے جماعت کو، اس جماعت کو جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے قائم کردہ جماعت تھی ایک منظّم کوشش کے تحت توڑنے کی کوشش کی۔ جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا۔





''اُذْکُرْ نِعْمَتِیْ. غَرَسْتُ لَکَ بِیَدِیْ رَحْمَتِیْ وَ قُدْرَتِیْ''

ترجمہ: میری نعمت کو یاد کر۔ میں نے تیرے لئے اپنے ہاتھ سے اپنی رحمت اور اپنی قدت کا درخت لگا دیا ہے۔ (تذکرہ صفحہ 428)

پس اس وعدہ کے مطابق وہ ہمیشہ کی طرح ناکام ہوئے۔ گو کہ یہاں تک مخالفت کی شدت میں بڑھے کہ ایک اخبار نے لکھا:

''ہم سے کوئی پوچھے تو ہم خدا لگتی کہنے کو تیار ہیں کہ مسلمانوں سے ہو سکے تو مرزا کی کل کتابیں سمندر میں نہیں کسی جلتے تنور میں جھونک دیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ آئندہ کوئی مسلم یا غیر مسلم مؤرخ تاریخ ہند یا تاریخ اسلام میں ان کا نام تک نہ لے''۔

(اخبار ''وکیل'' امرتسر 13 رجون 1908ء۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 205-206)

لیکن آج تاریخ احمدیت گواہ ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ ان کا نام لیوا تو کوئی نہیں لیکن خلافت کی برکت سے احمدیت دنیا میں پھول پھل رہی ہے اور کروڑوں اس کے نام لیوا ہیں۔

اپنی بیہودہ گوئیوں میں یہاں تک بڑھے کہ ایک اخبار ''کرزن گزٹ'' نے لکھا جسے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل... نے اپنی پہلی جلسہ کی تقریر میں بیان کیا کہ

''اب مرزائیوں میں کیا رہ گیا ہے۔ ان کا سر کٹ چکا ہے۔ ایک شخص جوان کا امام بنا ہے اس سے تو کچھ ہوگا نہیں۔ ہاں یہ ہے کہ تمہیں کسی (بیت الذکر) میں قرآن سنایا کرے''۔

(تاریخ احمدیت جلد 3۔ صفحہ 221)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل... نے فرمایا سبحان اللہ یہی تو کام ہے۔ خدا توفیق دے۔ بدقسمتی سے جماعت کے بعض سرکردہ بھی خلافت کے مقام کو نہ سمجھے۔ سازشیں ہوتی رہیں لیکن خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا بڑھتا رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق محبّوں کی جماعت بڑھتی رہی اور کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کارگر نہ ہوئی۔

پھر خلافت ثانیہ کا دور آیا تو بعض سرکردہ انجمن کے ممبران کھل کر مخالفت پر کمربستہ ہو گئے لیکن وہ تمام

پس جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا وہ وقت بھی آ گیا جب آپ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے اور ہر احمدی کا دل خوف و غم سے بھر گیا لیکن مومنین کی دعاؤں سے قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کرتے ہوئے زمین و آسمان نے پھر ایک بار وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا کا نظارہ دیکھا۔ وہ عظیم انقلاب جو آپ نے اپنی بعثت کے ساتھ پیدا کیا تھا اسے اللہ تعالیٰ نے خلافت کے عظیم نظام کے ذریعہ جاری رکھا۔ آپ کی وفات پر اخبار وکیل میں مولانا ابوالکلام آزاد نے یوں رقم فرمایا۔

''وہ شخص، بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کے خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا۔..... مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے اور مٹانے کے لئے اسے امتدادِ زمانہ کے حوالے کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازشِ فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔'' (اخبار ''وکیل'' امرتسر۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم۔ صفحہ 560)

پس اس انقلاب کا اعتراف غیروں کی زبان اور قلم سے نکلوا کر اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کا خاص تائید یافتہ تھا لیکن غیر کی نظر اس طرف نہ گئی کہ وہ تائید یافتہ جس انقلاب کو برپا کر گیا ہے۔ اس انقلاب کو آپ کی پیروی کرنے والوں کے ذریعہ سے نعمتِ خلافت کے ذریعہ جاری رکھنے کا بھی اس ذوالعجائب اور قدیر ہستی کا وعدہ ہے اور اس کی تصدیق ہوتے ہوئے ایک دنیا نے حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل... کے انتخابِ خلافت کے وقت دیکھا۔ باوجود اس کے کہ مخالفین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ ایک منظم جماعت کو دیکھ رہے تھے۔ باوجود اس کے کہ وہ خلافت کے قیام کا نظارہ دیکھ چکے تھے لیکن انہوں نے جماعت کو، اس جماعت کو جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے قائم کردہ جماعت تھی ایک منظم کوشش کے تحت توڑنے کی کوشش کی۔ جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا۔





''اُذْکُرْ نِعْمَتِیْ. غَرَسْتُ لَکَ بِیَدِیْ رَحْمَتِیْ وَ قُدْرَتِیْ''

ترجمہ: میری نعمت کو یاد کر۔ میں نے تیرے لئے اپنے ہاتھ سے اپنی رحمت اور اپنی قدرت کا درخت لگا دیا ہے۔ (تذکرہ صفحہ 428)

پس اس وعدہ کے مطابق وہ ہمیشہ کی طرح ناکام ہوئے۔ گو کہ یہاں تک مخالفت کی شدت میں بڑھے کہ ایک اخبار نے لکھا:

''ہم سے کوئی پوچھے تو ہم خدا لگتی کہنے کو تیار ہیں کہ مسلمانوں سے ہو سکے تو مرزا کی کل کتابیں سمندر میں نہیں کسی جلتے تنور میں جھونک دیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ آئندہ کوئی مسلم یا غیر مسلم مؤرخ تاریخ ہند یا تاریخ اسلام میں ان کا نام تک نہ لے''۔

(اخبار ''وکیل'' امرتسر 13 رجون 1908ء۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 205-206)

لیکن آج تاریخ احمدیت گواہ ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ ان کا نام لیوا تو کوئی نہیں لیکن خلافت کی برکت سے احمدیت دنیا میں پھول پھل رہی ہے اور کروڑوں اس کے نام لیوا ہیں۔

اپنی بیہودہ گوئیوں میں یہاں تک بڑھے کہ ایک اخبار ''کرزن گزٹ'' نے لکھا جسے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل... نے اپنی پہلی جلسہ کی تقریر میں بیان کیا کہ

''اب مرزائیوں میں کیا رہ گیا ہے۔ ان کا سر کٹ چکا ہے۔ ایک شخص جو ان کا امام بنا ہے اس سے تو کچھ ہو گا نہیں۔ ہاں یہ ہے کہ تمہیں کسی (بیت الذکر) میں قرآن سنایا کرے''۔

(تاریخ احمدیت جلد 3۔ صفحہ 221)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل... نے فرمایا سبحان اللہ یہی تو کام ہے۔ خدا توفیق دے۔ بدقسمتی سے جماعت کے بعض سرکردہ بھی خلافت کے مقام کو نہ سمجھے۔ سازشیں ہوتی رہیں لیکن خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا بڑھتا رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق محبوں کی جماعت بڑھتی رہی اور کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کارگر نہ ہوئی۔

پھر خلافت ثانیہ کا دور آیا تو بعض سرکردہ انجمن کے ممبران کھل کر مخالفت پر کمربستہ ہو گئے لیکن وہ تمام

سرکردہ علم کے زعم سے بھرے ہوئے، تجربہ کار پڑھے لکھے اس پچیس سالہ جوان کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور اس نے جماعت کی تنظیم، (دعوت الی اللہ)، تربیت، علوم و معرفتِ قرآن میں وہ مقام پیدا کیا کہ کوئی اس کے مقابل ٹھہر نہ سکا۔ جماعت پر پریشانی اور مخالفتوں کے بڑے دور آئے لیکن خلافت کی برکت سے جماعت ان میں کامیابی کے ساتھ گزرتی چلی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے باون سالہ دور خلافت کے حالات پڑھیں تو پتہ چلے کہ اس پسرِ جری اللہ نے کیا کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

دنیائے احمدیت میں حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے بعد پھر ایک مرتبہ خوف کی حالت طاری ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اسے چند گھنٹوں میں امن میں بدل کر قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر کا روشن چاند جماعت کو عطا فرمایا۔ حکومتوں کے ٹکرانے کے باوجود، ظالمانہ قوانین کے اجرا کے بعد تمام مسلمان فرقوں کی منظم کوشش کے باوجود، یہ قافلہ ترقی کی منزلیں طے کرتا چلا گیا۔ پیار و محبت کے نعرے لگاتا ہوا، غریب اقوام کے غریب عوام کی خدمت کرتے ہوئے، انہیں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرتا چلا گیا۔

پھر وہ وقت آیا کہ الٰہی تقدیر کے ماتحت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ بھی اپنے پیدا کرنے والے کے حضور حاضر ہوگئے۔ پھر اندرونی اور بیرونی فتنوں نے سر اٹھایا لیکن خدائی وعدہ کے مطابق جماعت احمدیہ کو خلافت رابعہ کی صورت میں تمکنت دین عطا ہوئی۔ ہر فتنہ اپنی موت آپ مر گیا۔ ظالمانہ قانون کے تحت ہاتھ پاؤں باندھنے والوں اور "احمدیت کے کینسر" کو ختم کرنے کا دعویٰ کرنے والوں کو خدا تعالیٰ نے نیست و نابود کر دیا۔ پاکستان میں ظالمانہ قانون کی وجہ سے خلیفۂ وقت کو ہجرت کرنا پڑی لیکن یہ ہجرت جماعت کی ترقی کی نئی منازل دکھانے والی بنی۔ ایک بار پھر غَرَسْتُ لَکَ بِیَدِی کا وعدہ ہم نے پورا ہوتے دیکھا۔ (دعوت الی اللہ) کی وہ راہیں کھلیں جو ابھی بہت دور نظر آتی تھیں۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کئے گئے وعدے کو کہ "میں تیری (دعوت) کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" خلافت رابعہ کے دور میں MTA کے ذریعہ سے یوں پورا ہوتا دکھایا کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اگر ہم اپنے وسائل کو دیکھیں اور پھر اس چینل کے اجرا کو دیکھیں تو ایمان والوں کے منہ سے بے اختیار اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کے الفاظ نکلتے ہیں۔ اسی چینل نے





آج مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک ہر مخالف احمدیت کا منہ بند کر دیا ہے۔ پس وہی لوگ جو خلیفۂ وقت کو عضو معطل کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے، ان کے گھروں کے اندر MTA نے اس مرد مجاہد کی آواز پہنچا دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام اور خدا تعالیٰ کی آخری شرعی کتاب قرآن کریم کا آسمانی مائدہ آج ہر گھر میں اللہ تعالیٰ کی تائید سے پہنچ گیا۔

پھر کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ کے قانون کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ایک دنیا نے دیکھا اور MTA کے کیمروں کی آنکھ نے سیٹلائٹ کے ذریعہ ایک نظارہ ہر گھر میں پہنچایا۔ وہ نظارہ جو اپنوں اور غیروں کے لئے عجیب نظارہ تھا۔ اپنے اس بات پر خوش کہ خدا تعالیٰ نے خوف کو امن سے بدلا اور غیر اس بات پر حیران کہ یہ کس قسم کے لوگ ہیں یہ کیسی جماعت ہے جسے ہم سو سال سے ختم کرنے کے درپے ہیں اور یہ آگے بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ ایک مخالف نے برملا اظہار کیا کہ میں تمہیں سچا تو نہیں سمجھتا لیکن اس نظارے کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت تمہارے ساتھ لگتی ہے۔

میرے جیسے کمزور اور کم علم انسان کے ہاتھ پر بھی اللہ تعالیٰ نے جماعت کو جمع کر دیا اور ہر دن اس تعلق میں مضبوطی پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ دنیا سمجھتی تھی کہ یہ انسان شاید جماعت کو نہ سنبھال سکے اور ہم وہ نظارہ دیکھیں جس کے انتظار میں ہم سو سال سے بیٹھے ہیں لیکن یہ بھول گئے کہ یہ پودا خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے لگایا ہوا ہے۔ جس میں کسی انسان کا کام نہیں بلکہ الٰہی وعدوں اور تائیدات کی وجہ سے ہر کام ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ الہام پورا فرما رہا ہے کہ "میں تیرے ساتھ اور تیرے پیاروں کے ساتھ ہوں"۔

پس یہ الٰہی تقدیر ہے۔ یہ اسی خدا کا وعدہ ہے جو کبھی جھوٹے وعدے نہیں کرتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ پیارے جو آپ کے حکم کے ماتحت قدرت ثانیہ سے چمٹے ہوئے ہیں، انہوں نے دنیا پر غالب آنا ہے کیونکہ خدا ان کے ساتھ ہے۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ آج اس قدرت کو سو سال ہو رہے ہیں اور ہر روز نئی شان سے ہم اس وعدہ کو پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے جماعت کی مختصر تاریخ بیان کر کے بتایا ہے۔ پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو قدرت ثانیہ سے چمٹ کر اپنی تمام استعدادوں کے ساتھ پورا کرنے کی کوشش کریں۔ آج ہم نے عیسائیوں کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے

سرکردہ علم کے زعم سے بھرے ہوئے، تجربہ کار پڑھے لکھے اس پچیس سالہ جوان کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور اس نے جماعت کی تنظیم، (دعوت الی اللہ)، تربیت، علوم و معرفتِ قرآن میں وہ مقام پیدا کیا کہ کوئی اس کے مقابل ٹھہر نہ سکا۔ جماعت پر پریشانی اور مخالفتوں کے بڑے دور آئے لیکن خلافت کی برکت سے جماعت ان میں کامیابی کے ساتھ گزرتی چلی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے باون سالہ دور خلافت کے حالات پڑھیں تو پتہ چلے کہ اس پسرِ جری اللہ نے کیا کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

دنیائے احمدیت میں حضرت مصلح موعود کی وفات کے بعد پھر ایک مرتبہ خوف کی حالت طاری ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اسے چند گھنٹوں میں امن میں بدل کر قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر کا روشن چاند جماعت کو عطا فرمایا۔ حکومتوں کے ٹکرانے کے باوجود، ظالمانہ قوانین کے اجرا کے بعد تمام مسلمان فرقوں کی منظّم کوشش کے باوجود، یہ قافلہ ترقی کی منزلیں طے کرتا چلا گیا۔ پیار و محبت کے نعرے لگاتا ہوا، غریب اقوام کے غریب عوام کی خدمت کرتے ہوئے، انہیں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرتا چلا گیا۔

پھر وہ وقت آیا کہ الٰہی تقدیر کے ماتحت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ بھی اپنے پیدا کرنے والے کے حضور حاضر ہو گئے۔ پھر اندرونی اور بیرونی فتنوں نے سر اٹھایا لیکن خدائی وعدہ کے مطابق جماعت احمدیہ کو خلافت رابعہ کی صورت میں تمکنت دین عطا ہوئی۔ ہر فتنہ اپنی موت آپ مر گیا۔ ظالمانہ قانون کے تحت ہاتھ پاؤں باندھنے والوں اور ”احمدیت کے کینسر“ کو ختم کرنے کا دعویٰ کرنے والوں کو خدا تعالیٰ نے نیست و نابود کر دیا۔ پاکستان میں ظالمانہ قانون کی وجہ سے خلیفۂ وقت کو ہجرت کرنا پڑی لیکن یہ ہجرت جماعت کی ترقی کی نئی منازل دکھانے والی بنی۔ ایک بار پھر غَرَسْتُ لَکَ بِیَدِی کا وعدہ ہم نے پورا ہوتے دیکھا۔ (دعوت الی اللہ) کی وہ راہیں کھلیں جو ابھی بہت دور نظر آتی تھیں۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کئے گئے وعدے کو کہ ”میں تیری (دعوت) کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“ خلافت رابعہ کے دور میں MTA کے ذریعہ سے یوں پورا ہوتا دکھایا کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اگر ہم اپنے وسائل کو دیکھیں اور پھر اس چینل کے اجرا کو دیکھیں تو ایمان والوں کے منہ سے بے اختیار اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کے الفاظ نکلتے ہیں۔ اسی چینل نے





آج مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک ہر مخالف احمدیت کا منہ بند کر دیا ہے۔ پس وہی لوگ جو خلیفۂ وقت کو عضو معطل کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے، ان کے گھروں کے اندر MTA نے اس مردِ مجاہد کی آواز پہنچا دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام اور خدا تعالیٰ کی آخری شرعی کتاب قرآن کریم کا آسمانی مائدہ آج ہر گھر میں اللہ تعالیٰ کی تائید سے پہنچ گیا۔

پھر کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ کے قانون کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ایک دنیا نے دیکھا اور MTA کے کیمروں کی آنکھ نے سیٹلائٹ کے ذریعہ ایک نظارہ ہر گھر میں پہنچایا۔ وہ نظارہ جو اپنوں اور غیروں کے لئے عجیب نظارہ تھا۔ اپنے اس بات پر خوش کہ خدا تعالیٰ نے خوف کو امن سے بدلا اور غیر اس بات پر حیران کہ یہ کس قسم کے لوگ ہیں یہ کیسی جماعت ہے جسے ہم سو سال سے ختم کرنے کے درپئے ہیں اور یہ آگے بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ ایک مخالف نے برملا اظہار کیا کہ میں تمہیں سچا تو نہیں سمجھتا لیکن اس نظارے کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت تمہارے ساتھ لگتی ہے۔

میرے جیسے کمزور اور کم علم انسان کے ہاتھ پر بھی اللہ تعالیٰ نے جماعت کو جمع کر دیا اور ہر دن اس تعلق میں مضبوطی پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ دنیا سمجھتی تھی کہ یہ انسان شاید جماعت کو نہ سنبھال سکے اور ہم وہ نظارہ دیکھیں جس کے انتظار میں ہم سو سال سے بیٹھے ہیں لیکن یہ بھول گئے کہ یہ پودا خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے لگایا ہوا ہے۔ جس میں کسی انسان کا کام نہیں بلکہ الٰہی وعدوں اور تائیدات کی وجہ سے ہر کام ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ الہام پورا فرما رہا ہے کہ ”میں تیرے ساتھ اور تیرے پیاروں کے ساتھ ہوں“۔

پس یہ الٰہی تقدیر ہے۔ یہ اسی خدا کا وعدہ ہے جو کبھی جھوٹے وعدے نہیں کرتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ پیارے جو آپ کے حکم کے ماتحت قدرت ثانیہ سے چمٹے ہوئے ہیں، انہوں نے دنیا پر غالب آنا ہے کیونکہ خدا ان کے ساتھ ہے۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ آج اس قدرت کو سو سال ہو رہے ہیں اور ہر روز نئی شان سے ہم اس وعدہ کو پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے جماعت کی مختصر تاریخ بیان کر کے بتایا ہے۔ پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو قدرت ثانیہ سے چمٹ کر اپنی تمام استعدادوں کے ساتھ پورا کرنے کی کوشش کریں۔ آج ہم نے عیسائیوں کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے

تلے لانا ہے۔ یہودیوں کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ ہندوؤں کو بھی اور ہر مذہب کے ماننے والے کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ یہ خلافت احمدیہ ہے۔ جس کے ساتھ جڑ کر ہم نے روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو بھی مسیح و مہدی کے ہاتھ پر جمع کرنا ہے۔

پس اے احمدیو! جو دنیا کے کسی بھی خطۂ زمین میں یا ملک میں بستے ہو، اس اصل کو پکڑ لو اور جو کام تمہارے سپرد امام الزمان اور مسیح و مہدی نے اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر کیا اسے پورا کرو۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام نے "یہ وعدہ تمہاری نسبت ہے" کے الفاظ فرما کر یہ عظیم ذمہ داری ہمارے سپرد کر دی ہے۔ وعدے تبھی پورے ہوتے ہیں جب ان کی شرائط بھی پوری کی جائیں۔

پس اے مسیح محمدی کے ماننے والو! اے وہ لوگو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیارے اور آپ کے درخت وجود کی سرسبز شاخیں ہو۔ اٹھو اور خلافت احمدیہ کی مضبوطی کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہو تا کہ مسیح محمدی اپنے آقا و مطاع کے جس پیغام کو لے کر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا، اس حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دو۔ دنیا کے ہر فرد تک یہ پیغام پہنچا دو کہ تمہاری بقا خدائے واحد و یگانہ سے تعلق جوڑنے میں ہے۔ دنیا کا امن اس مہدی و مسیح کی جماعت سے منسلک ہونے سے وابستہ ہے کیونکہ امن و سلامتی کی حقیقی (دینی) تعلیم کا یہی علمبردار ہے، جس کی کوئی مثال روئے زمین پر نہیں پائی جاتی۔ آج اس مسیح محمدی کے مشن کو دنیا میں قائم کرنے اور وحدت کی لڑی میں پروئے جانے کا حل صرف اور صرف خلافت احمدیہ سے جڑے رہنے سے وابستہ ہے اور اسی سے خدا والوں نے دنیا میں ایک انقلاب لانا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو مضبوطیٔ ایمان کے ساتھ اس خوبصورت حقیقت کو دنیا کے ہر فرد تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا مسرور احمد

خلیفة المسیح الخامس





اسی شخص کو جس کو اپنے زعم میں بڑے پڑھے لکھے اور عقلمند اور جماعت کو چلانے کا دعویٰ کرنے والے سمجھتے تھے کہ یہ بچہ ہے اس کے ہاتھ میں خلافت کی باگ ڈور ہے اور یہ کچھ نہیں کر سکتا اسی

# بچے نے دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا

سیدنا حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"حضرت خلیفة المسیح الثانی (نور اللہ مرقدہ) کی خلافت کا دور 52 سال رہا اور ہر روز ایک نئی ترقی لے کر آتا تھا۔ کئی زبانوں میں آپ کے زمانے میں تراجم قرآن کریم ہوئے۔ بیرونی دنیا میں مشن قائم ہوئے افریقہ میں، یورپ میں مشنز قائم ہوئے اور بڑی ذاتی دلچسپی لے کر ذاتی ہدایات دے کر۔ اس زمانے میں دفاتر کا بھی نظام اتنا نہیں تھا۔ خود (مربیان) کو براہ راست ہدایات دے دے کر اس نظام کو آگے بڑھایا اور پھر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ہندو پاکستان میں بلکہ دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی اور خاص طور پر افریقہ میں لاکھوں کی تعداد میں سعید روحوں کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہوئیں۔ پھر دیکھیں آپ نے کس طرح انتظامی ڈھانچے بنائے۔ صدر انجمن احمدیہ کا قیام تو پہلے ہی تھا اس میں تبدیلیاں کیں، ردّ و بدل کی۔ اس کو اس طرح ڈھالا کہ انجمن اپنے آپ کو صرف انجمن ہی سمجھے اور کبھی خلافت کے لیے خطرہ نہ بن سکے۔ پھر ذیلی تنظیموں کا قیام ہے، انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ، آپ کی دُور رس نظر نے دیکھ لیا کہ اگر میں اس طرح جماعت کی تربیت کروں گا کہ ہر عمر کے لوگوں کو ان کی ذمہ واری کا احساس

دلا دوں اور وہ یہ سمجھنے لگیں کہ اب ہم ہی ہیں جنہوں نے جماعت کو سنبھالنا ہے اور ہر فتنے سے بچانا ہے۔ اپنے اندر نیک تبدیلی اور پاک تبدیلی پیدا کرنی ہے۔ اگر یہ احساس پیدا ہو جائے قوم کے لوگوں میں تو پھر اس قوم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تو دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب دنیا کے ہر ملک میں یہ ذیلی تنظیمیں قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے فعال ہیں۔...... تو یہ بھی ایک بہت بڑی انتظامی بات تھی جو حضرت مصلح موعود (نور اللہ مرقدہ) نے جماعت میں جاری فرمائی۔ پھر تحریک جدید کا قیام ہے، جب دشمن یہ کہہ رہا تھا کہ میں قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا اس وقت آپ نے تحریک جدید کا قیام کیا اور پھر بیرون ممالک میں مشن قائم ہوئے۔ پھر وقف جدید کا قیام ہے جو پاکستان اور ہندوستان کی دیہاتی جماعتوں میں (دعوت الی اللہ) کے لیے تھا۔ اب تو یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں پھیل گئی۔ غرضیکہ اتنے کام ہوئے ہیں اور اسی شخص کو جس کو اپنے زعم میں بڑے پڑھے لکھے اور عقلمند اور جماعت کو چلانے کا دعویٰ کرنے والے سمجھتے تھے کہ یہ بچہ ہے اس کے ہاتھ میں خلافت کی باگ ڈور ہے اور یہ کچھ نہیں کر سکتا اسی بچے نے دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا اور تمام دنیا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام کو بھی پورے کرنے والے ہو گئے کہ

میں تیری (دعوت الی اللہ) کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ دوم صفحہ 12، 13)

OOO



# حضرت فضل عمر
# سیدنا مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

(مکرم ومحترم فرید احمد نوید صاحب۔ صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

تاریخ میں بہت کم لوگ ایسے گزرے ہیں جن کا فیض اور روشنی صرف ایک نسل کو نہیں بلکہ بیسیوں انسانی نسلوں کو نور عطا کرنے والا ہو۔ ایسے لوگ مدتوں بعد پیدا ہوتے ہیں اور ہمیشہ کیلئے اپنے پاکیزہ اثرات دنیا میں چھوڑ جاتے ہیں۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی بھی ایسے ہی مبارک اور پاک وجودوں میں سے ایک تھے۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے موعود فرزند بھی تھے اور جماعت احمدیہ عالمگیر کے دوسرے امام کے طور پر آپ اس وقت مسند خلافت پر فائز ہوئے جب آپ کی عمر صرف 25 برس تھی۔ 52 سال تک آپ نے جماعت کی قیادت کی۔ ہر مشکل وقت میں ایک عظیم قائد اور راہنما کے طور پر جماعت کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا اور جماعت کو ترقیات کی اُن راہوں پر گامزن کر دیا جن کی عظیم الشان منزلیں آج ہم بہت نزدیک محسوس کر رہے ہیں۔

آپ کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے اور بہت کچھ لکھا جاتا رہے گا۔ آپ کے بہت سے عشاق جنہوں نے آپ کے ساتھ وقت گزارا آج بھی آپ کی محبت اور خمار میں ڈوبے نظر آتے ہیں۔ آپ کا ذکر کرتے ہوئے عشق کی ایک چمک ان کی آنکھوں میں نظر آتی ہے۔ آپ کے اخلاق، عادات اور احسانات کی میٹھی میٹھی یادیں وہ بڑے ذوق اور شوق سے بیان کرتے ہیں جنہیں سن کر آج بھی وہ لوگ جنہوں نے حضرت مصلح موعود سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں کیا اس محبت میں حصہ دار بن جاتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ واقعی یہ بزرگ اور عظیم الشان وجود ایسے تھے کہ دل خود بخود ان کی محبت میں سرشار ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ہم بھی اسی نسل کا ایک حصہ ہیں جنہوں نے حضرت مصلح موعود سے ملاقات نہیں کی۔ صرف آپ کی دلکش اور حسین سیرت کے واقعات کو پڑھا اور سنا ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ یہ تمام تر واقعات اس عظیم اور پاک وجود کی

سیرت وسوانح کا مکمل احاطہ نہیں کر سکتے اور یقیناً ہزارہا خوبصورت اور محبت بھری یادیں ایسی بھی ہوں گی جو کبھی احاطۂ تحریر میں نہیں لائی جاسکی ہوں گی۔ یہ برگزیدہ وجود ہمارا سرمایہ ہیں اور ہم اس اعتبار سے بہت خوش قسمت ہیں کہ یہ برکتیں اور رحمتیں اور محبتیں اور عظیم الشان مہمات میں عالمگیر ترقیات خلافت احمدیہ کی وجہ سے ہمارے لئے دائمی کر دی گئی ہیں۔ ہم ایک ایسی قوم اور ایسی نسل ہیں جن کا ایک محبت کرنے والا راہنما اور غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک قائد اور امام ہمارے ساتھ ہمیشہ موجود ہے اور یوں خلیفۂ وقت کی راہنمائی اور قیادت میں آگے بڑھتے ہوئے ہمارے دل مطمئن اور مسرور ہیں کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ برکتیں، یہ رحمتیں، یہ ترقیات، یہ روشنی اور نور ہمارے لئے دائمی کر دیا گیا ہے۔

## اظہار تشکر

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کے بابرکت سال میں شائع ہونے والے ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر کے لئے جن احباب نے خصوصی تعاون فرمایا ہے ان کے اسماء بغرض دعا تحریر ہیں:

ان میں مکرم سردار نسیم الغنی صاحب قائد ضلع لاہور، مکرم خواجہ ناصر احمد صاحب قائد ضلع راولپنڈی، مکرم محمد محمود شر ما صاحب قائد ضلع کراچی، مکرم عبدالروٴف ریحان صاحب قائد ضلع اسلام آباد، مکرم چوہدری ممتاز احمد صاحب نائب قائد ضلع لاہور، مکرم میاں سرفراز احمد صاحب ناظم اشاعت ضلع لاہور، مکرم میاں انصر کلیم صاحب ناظم خدمت خلق ضلع لاہور، مکرم شیخ عاطف محمود صاحب ناظم مال ضلع لاہور، مکرم عبدالعلی صاحب، مکرم اسد خالد صاحب، مکرم وسیم بٹ صاحب شامل ہیں۔ اس کے علاوہ لاہور سے مکرم منیر نواز صاحب، مکرم شیخ ظفر احمد صاحب، مکرم مبشر احمد ستکوہی صاحب، مکرم خلیل احمد سولنگی صاحب، مکرم رشید خالد صاحب، مکرم خالد احمد ملک صاحب، مکرم ناصر احمد ملک صاحب، مکرم اظفر نواز صاحب، مکرم چوہدری قیصر حمید صاحب، مکرم عمر فاروق صاحب، مکرم جہانگیر شفیع صاحب، مکرم مرزا اعتراف بیگ صاحب، مکرم کامران شیراز صاحب، مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب، مکرم شیخ مبشر احمد صاحب، مکرم شیخ بشارت احمد صاحب اور راولپنڈی سے مکرم ہمایوں شیخ صاحب، مکرم خواجہ عاصم احمد صاحب، مکرم محمود سعید صاحب، مکرمہ سیدہ لئیقہ پروین بخاری صاحبہ، کراچی سے مکرم محمد افضل خواجہ صاحب، مکرم محمود احمد قریشی صاحب، مکرم خلیل احمد صاحب، OCS کراچی، مکرم بلال حیدر ٹیپو صاحب کراچی اور مکرم نذر محمد کھوکھر صاحب ربوہ شامل ہیں۔

دیگر احباب میں مکرم طارق محمود طاہر صاحب مدیر ماہنامہ خالد اور ان کی مجلس ادارت کے ممبران، بلیک ایرو پرنٹرز لاہور سے مکرم خالد محمود پانی پتی صاحب، مکرم موید ایاز صاحب اور باقی عملہ، مکرم ریاض احمد صاحب ربوہ، مکرم طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ صاحب اور ضیاء الاسلام پریس کا تمام عملہ۔ دفتر اشاعت کے کارکنان مکرم عزیز احمد صاحب، مکرم قمر احمد محمود صاحب، مکرم اقبال احمد زبیر صاحب، مکرم خورشید احمد صاحب، مکرم لطیف احمد صاحب، مکرم زاہد محمود صاحب، مکرم عبدالقیوم صاحب، مکرم نعیم احمد صاحب اور مکرم اسد اللہ صاحب شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو جزائے خیر سے نوازے، ہم سب کو ہمیشہ خلافت احمدیہ سے وابستہ رکھے اور دینی و دنیاوی ترقیات سے نوازتا چلا جائے۔ آمین۔





مدیر کے قلم سے

# اے فضل عمر تجھ کو جہاں یاد کرے گا

سیدنا و امامنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نور اللہ مرقدہٗ کے یوں تو بے شمار ایسے عظیم الشان کارنامے ہیں جن کی نظیر دنیا کے پردے پر ملنا بہت مشکل ہے۔ آپ کے مبارک دور خلافت میں جماعت احمدیہ کے کارواں نے تیز رفتاری سے مختلف جہات میں ترقی کی بے شمار منازل طے کیں۔ سیدنا و امامنا حضرت مصلح موعود کی حیران کن فہم و فراست، حسن تدبر، قائدانہ صلاحیتوں، محنت، استقلال اور غیر معمولی تنظیمی صلاحیتوں کے کئی ایسے عظیم الشان کارنامے ظاہر ہوئے جنہیں دیکھ کر کیا اپنے اور کیا بیگانے سب ہی حیران و ششدر رہ گئے۔

لیکن ان کارناموں میں سے بالخصوص ہمارے پیارے امام حضرت مصلح موعود کا ایک احسان عظیم استحکام خلافت ہے، جس کا پھل آج ہم خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کی خوشیوں کی صورت میں کھا رہے ہیں۔ حضرت مصلح موعود نے اپنے دور خلافت میں اپنے خطبات، تقاریر، کتب، مضامین غرض ہر ذریعہ سے خلافت کی اہمیت کو اس قدر واضح فرمایا کہ ہر مخلص احمدی کو خلافت کا فدائی بنا دیا۔ حضور انور جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اب یہ ہماری جماعت کا کام ہے کہ وہ...... خلافت احمدیہ کو ایسی مضبوطی سے قائم رکھے کہ قیامت تک کوئی دشمن اس میں رخنہ اندازی کرنے کی جرأت نہ کر سکے اور جماعت اپنی روحانیت اور اتحاد اور تنظیم کی برکت سے ساری دنیا کو (دین حق) کی آغوش میں لے آئے۔''

(خلافت کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے وابستہ رہو۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 365، 366)

آپ کے دور خلافت میں اندرونی و بیرونی کئی فتنوں نے سر اٹھایا مگر سب کے سب حضور انور کے آہنی استقلال اور وہبی اولوالعزمی کی سیسہ پلائی دیوار سے سر ٹکرا ٹکرا کر دم توڑ گئے۔ آپ نے خلافت احمدیہ کی عمارت کو نہایت مضبوط بنیادوں پر مستحکم فرمایا اور اس شجرۂ طیبہ کی ایسی آبیاری و نگہداشت کی کہ آج یہ مضبوط جڑوں پر قائم ایک تناور درخت بن چکا ہے جس کی شاخیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں اور خدا کے فضل سے جس کا میٹھا پھل ہر آن کھا کر ہم لطف اٹھا رہے ہیں اور جوں ہی اس مبارک پھل کی چاشنی ہمارے لبوں کو مٹھاس بخشتی ہے، ہمارے دل اپنے محبوب آقا حضرت مصلح موعود کے لیے سراپا دعا بن کر خدائے بزرگ و برتر کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور تڑپ تڑپ کر آپ پر بے شمار رحمتوں کی التجا کرتے ہیں اور

سیدنا حضرت مصلح موعود کے درج ذیل دعائیہ الفاظ میں یہ تمنا کرتے ہیں کہ

''میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم کو ہمیشہ خلافت کا خدمت گزار رکھے اور تمہارے ذریعہ احمدیہ خلافت قیامت تک محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ (دین حق) اور احمدیت کی اشاعت ہوتی رہے اور تم اور تمہاری نسلیں قیامت تک اس کا جھنڈا اُونچا رکھیں اور کبھی بھی وہ وقت نہ آئے کہ (دین حق) اور احمدیت کی اشاعت میں تمہارا یا تمہاری نسلوں کا حصہ نہ ہو۔ بلکہ ہمیشہ ہمیش کے لیے تمہارا اور تمہاری نسلوں کا اس میں حصہ ہو اور جس طرح پہلے زمانہ میں خلافت کے دشمن ناکام ہوتے چلے آئے ہیں تم بھی جلد ہی، سالوں میں نہیں بلکہ مہینوں میں ان کو ناکام ہوتا دیکھ لو۔ آمین''

(خدام الاحمدیہ سے خطاب 21/اکتوبر 1956ء۔ الفضل 24/اپریل 1957ء)

پس آج آپ کے اس احسان عظیم کو یاد کرتے ہوئے خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کے مبارک موقع پر ادارہ خالد اس محسن کی سیرت و سوانح پر مشتمل ایک تاریخی نمبر شائع کرنے کی توفیق پا رہا ہے۔ اس خصوصی نمبر کی تیاری کے سلسلہ میں مکرم و محترم فرید احمد نوید صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی بھرپور نگرانی اور شفقت نے ہمیں اس قابل بنایا کہ یہ رسالہ قارئین کی خدمت پیش کیا جا سکے۔ مکرم اسفند یار منیب صاحب صدر اشاعت کمیٹی و نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے مفید مشورے اور بھرپور تعاون ہمارے لیے بہت کارآمد ثابت ہوئے۔ اسی طرح اس نمبر کی تیاری کے دوران مکرم حافظ محمد ظفر اللہ صاحب مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کا غیر معمولی تعاون بھی ہمیں حاصل رہا۔

مجلس ادارت ماہنامہ خالد کے علاوہ مکرم فرید الرحمٰن احمد صاحب، مکرم محمد احمد فہیم صاحب، مکرم مسعود احمد شاہد صاحب، مکرم سعد محمود باجوہ صاحب، مکرم حافظ عبدالہادی طارق صاحب، مکرم محمد فاتح ناصر صاحب، مکرم بلال احمد منظور صاحب، مکرم کامران قیصر صاحب، مکرم حافظ طاہر اسلام صاحب، مکرم اکرام علی شاکر صاحب، مکرم سرفراز احمد صاحب، مکرم محمد عمران طالع صاحب، مکرم ندیم احمد فرخ صاحب، مکرم ناصر احمد طاہر صاحب، مکرم فضل احمد انجم صاحب، مکرم ذیشان منور صاحب، مکرم عقیل احمد صاحب، مکرم تصور شہزاد صاحب، مکرم نصیر احمد صاحب اور مکرم منیر احمد صاحب نے اس رسالے کی تیاری کے دوران مسلسل اور ان تھک محنت سے کام کیا اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ نیز ایسے تمام دوست جنھوں نے کسی بھی رنگ میں تعاون فرمایا خاکساران کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔

جزاھم اللہ احسن الجزاء

❁❁❁





# حضرت مصلح موعود کی شخصیت

(حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ))

حضور کی شخصیت سے متعلق کچھ لکھنا اس لئے میرے لئے ایک مشکل امر ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ اس مضمون کا حق ادا کرنا میری بساط سے باہر ہے اپنے فہم اور بیان کی تمام قوتیں صرف کر دینے کے باوجود بھی میں حضور کے حسن کا احاطہ کرنے سے بُری طرح قاصر رہوں گا پھر ابھی تو اپنے فہم و بیان کی ساری قوتیں بھی میرے اختیار میں نہیں ابھی تو ذہن کی کیفیت کچھ ایسی ہی ہے جیسے بلندی سے گرنے کے بعد کسی کے اوسان پراگندہ ہو چکے ہوں۔ ایک کھویا کھویا سا نیم خوابیدگی کا عالم ہے صدمہ کا احساس تو ہے مگر اس کی کمیت اور کیفیت کے بیان کی طاقت نہیں مضمون شروع تو کر بیٹھا ہوں لیکن اس کے کسی پہلو پر ہاتھ ڈالتے ہوئے جی سخت گھبرا رہا ہے اور رُک رُک کر پُر درد احتجاج کرتا ہے جیسے کسی ناتواں کو طاقت سے بڑھ کر بوجھ اٹھانے کا حکم دے دیا گیا ہو!

حضور کی زندگی میں بھی حضور کی شخصیت کا ایسا رعب دل پر طاری تھا کہ بسا اوقات پیش ہوتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی تھی آج آپ کے وصال کے بعد آپ کی شخصیت کی یاد بھی ویسی ہی پُر رعب اور پُر شوکت ہے ہمیشہ آپ کے قرب سے ایسا احساس ہوا کرتا تھا جیسا ہمالہ کے دامن میں انسان کو اپنی بے بضاعتی اور بے حقیقتی کا احساس ہوتا ہے۔ خدا گواہ ہے کہ زندگی بھر مجھے کسی دوسرے انسان کے سامنے کمزوری اور بے طاقتی کا ایسا احساس نہیں ہوا۔ بلکہ حضور کے سوا کسی انسان کی شخصیت بھی مجھ پر اس طرح تو کیا ایک ذرہ بھی حاوی نہیں ہو سکی اور ہر دوسرا انسان مجھے اسی سطح پر کھڑا ہوا نظر آتا ہے جس سطح پر میں خود اس سے ہم کلام ہوتا ہوں۔ لیکن جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں میرے مقرب بارگاہِ الٰہی آقا کی شخصیت ایک استثنائی رعب اور نرالی شان اپنے اندر رکھتی تھی وہ ہر انسان پر سایہ ڈالتی تھی مگر اس پر خدا کے سوا اور کسی کا سایہ نہ تھا۔ وہ شخصیت محض ایک بلند و بالا چٹان کا رعب ہی نہیں ایک شاداب جہاں کی وسعت اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھی۔ میں پھر اپنے خدا ہی کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ جس سے بہتر اس محبوب جان کی حقیقت سے کوئی واقف نہ تھا کہ ایسی ہمہ گیر صفات کے حامل انسان شاذ شاذ ہی دنیا کے پردے پر ابھرتے ہیں۔ وہ ایک انسان نہیں ایک امت تھے ایک پھول نہیں ایک گلدستۂ صفات حسنہ تھے پورے چمن کی زینت آپ کی تنہا ذات میں مضمر تھی ہر گل کی بُو سے خوش ہر کلی کی دل آویزی، ہر لالہ کی رنگینی، ہر سرو و صنوبر کا وقار، ہر نرگس و سوسن کا معصوم حسن، ہر قمری کا لحن، ہر بھنورے کی جستجو، ہر مرغ چمن کا سوز و ساز، بہار کی شگفتگی بھی تھی تو

خزاں کی اداسی بھی، ہر صبح کی اُمید بھی تھی تو ہر شام کا تفکر بھی، کاش مجھے قدرت ہو کہ میں اس پیارے وجود کے حسن واحسان کا ایک ایک جز ونکھار کر قارئین کے سامنے لا کھڑا کروں۔ وہ وجود جس کے حسن نے مجھے گرویدہ اور جس کے احسان نے اسیر در بنا رکھا ہے کاش رعب حسن کا یہ پردہ اب تو ہمارے درمیان حائل نہ رہے جبکہ وہ حسن نظّار سوز ہی نظروں سے اوجھل ہو چکا۔

آپ ایک کوہ وقار تھے، وفا کے پتلے، جرأت کا ایک نشان، عدل وانصاف کے بے لاگ ترازو، لطیف احساسات کے آبگینے، سب زندہ لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع، سب سے بڑھ کر حلیم، غیور، ہمدرد، شفیق و مہربان، قانع، متوکل، مہمان نواز، وسیع حوصلہ، وسیع خیال، مردم شناس، ہر صاحب فضیلت کا اکرام کرنے والے، ہر تہی دست پر لطف وعنایت کی نظر رکھنے والے، صاحب لطافت وظرافت، نجیب ونظیف، علوم ظاہری و باطنی سے پُر، ایک باکمال ادیب اور بلند پایہ شاعر، ایک ماہر فن طبیب، تجربہ کار ہومیو پیتھ، ایک عظیم مصنف، ایک بے بدل مقرر، ایک لاجواب منتظم، مؤرخ، مدبر، مفکر، عالمی سیاست کا گہرا ادراک رکھنے والے......

......مبالغہ کیسا میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسے پیارے وجود دنیا میں کم آتے ہیں۔ ذرا جاؤ اور چراغ لے کر ڈھونڈو۔ بستی بستی قریہ قریہ چھان مارو صفات حسنہ میں تمہیں ایک بھی ایسا قد آور جوان نظر نہ آئے گا۔ دنیا کو اخلاقیات کا درس دینے والے بڑے بڑے سورما تو اس کے ٹخنوں تک بھی نہیں پہنچتے۔ سید ولدِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غلام آسماں کے تلے اکیلا تھا۔ آقائے عربی کے حسن واحسان کا یہ خوشہ چین اپنے وقت کے ہر دوسرے انسان پر بازی لے گیا، احمد قادیانی کی دعاؤں کا یہ کرشمہ، حسن واحسان میں خود اسی کی نظیر، بناء اخلاقیات کا یہ بطل جلیل وقت کا رستم زماں ٹھہرا۔ اس کے جوڑ کا اور کوئی پہلوان زندگی بھر اس کے مقابل نہ آیا کیونکہ اس کے جوڑ کے کسی اور پہلوان کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔...... وہ تابندہ و درخشندہ خلیفہ بے مثل ستاروں کے جھرمٹ میں تھا۔ وہ جس کے اجالے کے گرد قمر الانبیاء پروانہ وار گھومتے رہے اور وہ جس کی اطاعت کا جؤا پہنے ''وہ بادشاہ آیا'' جس کو غلام رسول، عبد الرحیم، محمد صادق اور شیر علی سے مصاحب عطا ہوئے۔ جس کے سامنے روشن علی، سرور شاہ اور اسحٰق نے زانوئے تلمذ طے کیا، وہ جس کے ہاتھوں نے جلال الدین اور ابو العطاء جیسے مجاہدین (دین حق) تیار کئے۔......

آپ کا رنگ کھلا ہوا گندمی اور چہرہ مردانہ حسن سے مرقع تھا۔ کشادہ پیشانی، ستواں ناک، روشن بڑی بڑی آنکھیں جو عموماً نیم باز رہتی تھیں لیکن گرد و پیش کے ہر اونچ نیچ حرکت وسکون سے پوری طرح باخبر ہوتی تھیں۔ جب آنکھ اٹھا کر بھرپور نگاہ سے دیکھتے تھے تو وہ پُر تاثیر نظر بے روک ٹوک دل کی گہرائی تک اتر جاتی تھی۔ ایسے مواقع پر بسا اوقات ایسا احساس ہوتا تھا جیسے اندھیرے میں راستہ چلتے اچانک کسی ٹارچ کی بھرپور روشنی چہرہ پر آپڑے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دل کے سب چھوٹے





چھوٹے راز اس روشنی کے نیچے ننگے ہو رہے ہیں۔ لیکن اس سے پرے کون کیا دیکھ رہا ہے اس کا علم کچھ نہیں۔ میرے لئے اس کیفیت کا بیان مشکل ہے مگر ہر صاحب تجربہ جسے حضور نے ان بھرپور متلاشی نظروں سے دیکھا ہوا ہے اس کی کنہ سے خوب خوب واقف ہے۔

عموماً آپ بات بے روک ٹوک کرتے تھے میں نے کبھی آپ کو لفظوں کو چباتے ہوئے نہیں دیکھا۔ روزمرہ کی گفتگو میں بھی تقریر کی سی روانی تھی۔ زبان صاف شستہ اور شگفتہ تھی۔ آواز تمام مردانہ صفات سے آراستہ اور پُر جذب وکشش تھی۔ گفتگو میں تیزی کے وقت بھی بے وقرا پن کبھی نہیں آیا اور کبھی لہجہ میں افراتفری نہیں پائی گئی۔ چہرے کے آثار جذبات اور گفتگو کا پورا پورا ساتھ دیتے تھے۔ اُداس گفتگو کے وقت چہرہ ویسا ہی اداس اور پُر مزاح کلام کے وقت ویسا ہی شگفتہ ہو جاتا تھا۔ چہرے کے اس بے لاگ اظہار میں میں نے تکلف کا شائبہ تک نہیں دیکھا اس چہرہ پر غصہ بھی سجتا تھا، غم بھی سجتا تھا، خوشی بھی سجتی تھی۔ شدید ترین غصے کی حالت میں بھی میں نے اس کے نقوش کو بگڑتے نہیں دیکھا۔ ہاں سورج کی طرح وہ تابناک ضرور ہو جاتا تھا۔ غم کے اثرات آپ کے چہرے کو بے رونق نہیں بلکہ عجب پُر سوز وگداز بنا دیتے تھے۔ جس کا نظارہ دیکھنے والے دل کو پگھلاتا تھا۔ خوشی کے موقع پر چہرے کی تازگی اور شگفتگی نظر کو خیرہ کرتی اور سینے کو مسرت سے بھر دیتی تھی۔

آپ کا قد درمیانہ چھاتی چوڑی اور جسم بھرا ہوا اور مضبوط تھا۔ رفتار تیز تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے احادیث نبوی میں سرور دو عالم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کے بارہ میں جو آتا ہے حضور بھی اسی سنت کی پیروی فرما رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے (رفقاء) بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اسی تیز رفتاری کے ساتھ چلا کرتے تھے۔ حضور کی رفتار نہایت باوقار ہونے کے باوجود اس قدر تیز تھی کہ عام آدمی دوڑ دوڑ کر ساتھ رہنے کی کوشش کرتے تھے۔

(ماہنامہ مصباح نومبر، دسمبر 1965ء)

۞۞۞۞۞

## خلافت کے مقام کی اہمیت

سیدنا حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

''خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اس وقت سب سکیموں، سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفہ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جب تک یہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائیگاں، تمام سکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں۔''

(الفضل 31 جنوری 1936ء)

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

**مبارک صد مبارک**

منجانب

قائد مجلس وارا کین عاملہ مجلس السلام

ضلع اسلام آباد

---

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

**منجانب**

قائد مجلس وارا کین عاملہ

مجلس طاہر ضلع اسلام آباد

---

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

**خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو**

**منجانب**

قائد مجلس وارا کین عاملہ

مجلس فاروق اسلام آباد

---

جماعت احمدیہ عالمگیر کو خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

مبارک ہو

منجانب

قائد مجلس وارا کین عاملہ

مجلس خالد ضلع اسلام آباد

---

محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں

احباب جماعت کو جشن خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

مبارک ہو

منجانب

قائد مجلس وارا کین عاملہ مجلس ناصر ضلع اسلام آباد

---

آسمان سے بارش کی طرح نازل ہونے والے برکات و

افضال مبارک ہوں

منجانب

قائد مجلس وارا کین عاملہ

مجلس مارگلہ ٹاؤن ضلع اسلام آباد

---

خلافت سہارا ہے ہم غمزدوں کا

اسے رکھ سلامت خدائے خلافت

منجانب

قائد مجلس وارا کین عاملہ

مجلس صدیق ضلع اسلام آباد

---

ہم جانثاران احمدیت خلافت احمدیہ کے استحکام کے

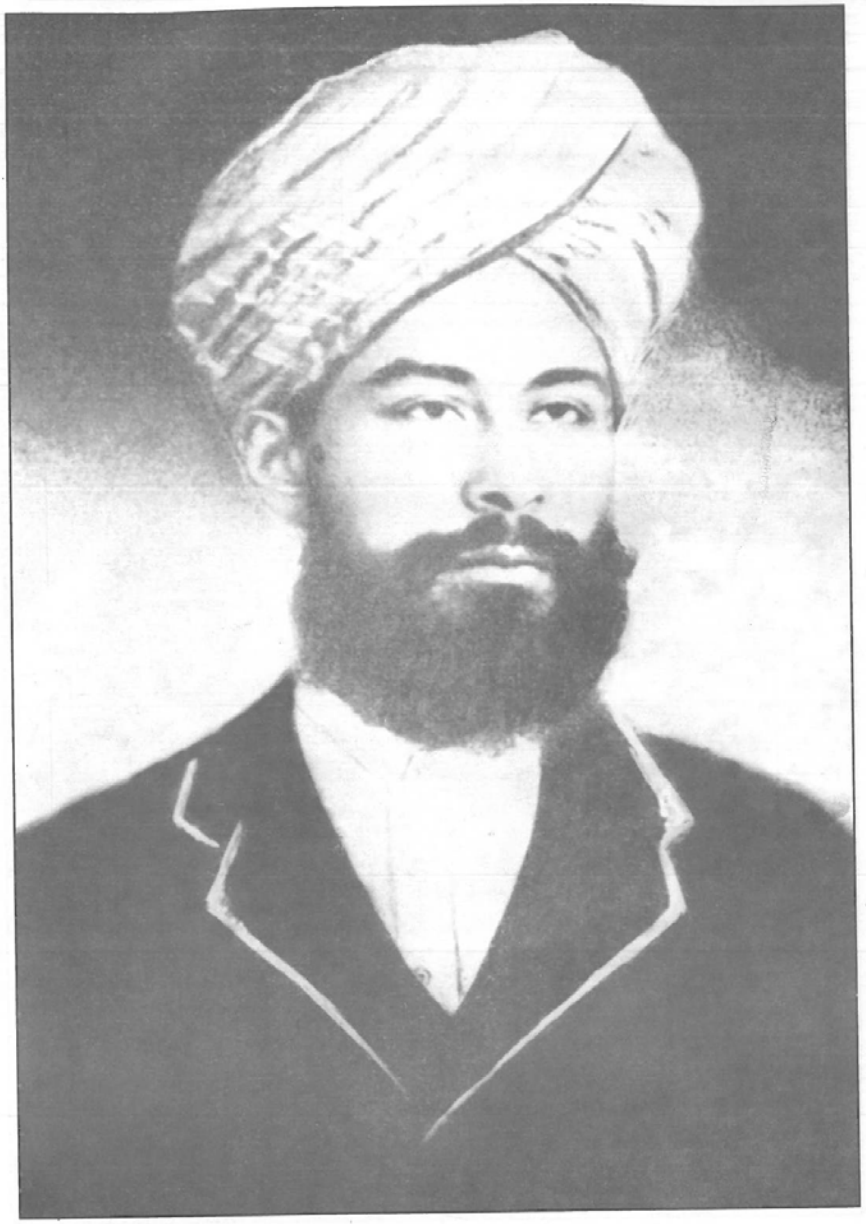
لئے دعا گو ہیں

منجانب

قائد مجلس وارا کین عاملہ

مجلس ظفر ضلع اسلام آباد





شبیہ مبارک سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی



سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی دورہ یورپ سے واپسی پر (1955)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد



کرسی پر۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (گود میں حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم)
دائیں طرف سے کھڑے ۱۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ۲۔ (خادمہ کی گود میں) حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ
۳۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب ۴۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب



یہ تصویر ۱۹۰۴ء کے وسط آخر کی ہے جبکہ
سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور میں مولوی کرم دین کے مقدمہ کے دوران مقیم تھے۔
سیدنا محمود اس وقت مدرسہ تعلیم الاسلام کی دسویں جماعت میں پڑھتے تھے۔



دائیں سے بائیں ۱۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ۲۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب
۳۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب ۴۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ ۵۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد مرحوم



سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی دورہ یورپ سے واپسی پر (1955)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد



کرسی پر۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (گود میں حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم)
دائیں طرف سے کھڑے ۱۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ۲۔ (خادمہ کی گود میں) حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ
۳۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب ۴۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب

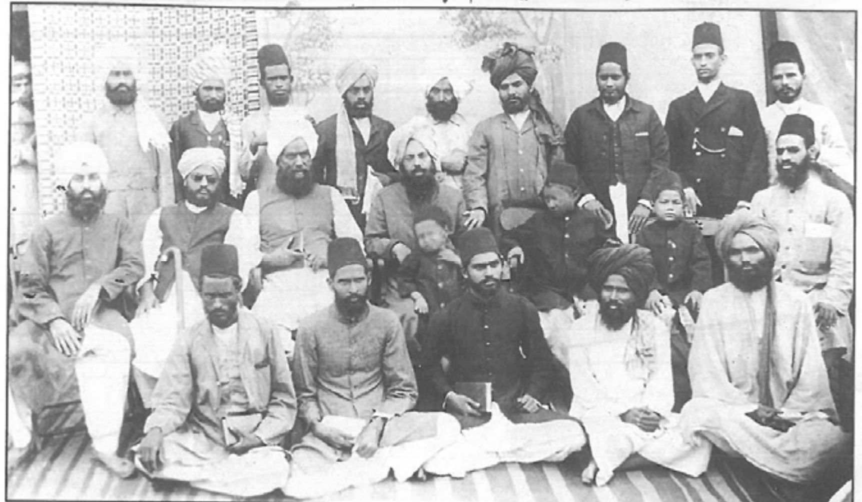


یہ تصویر ۱۹۰۴ء کے وسط آخر کی ہے جبکہ
سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور میں مولوی کرم دین کے مقدمہ کے دوران مقیم تھے۔
سیدنا محمود اس وقت مدرسہ تعلیم الاسلام کی دسویں جماعت میں پڑھتے تھے۔

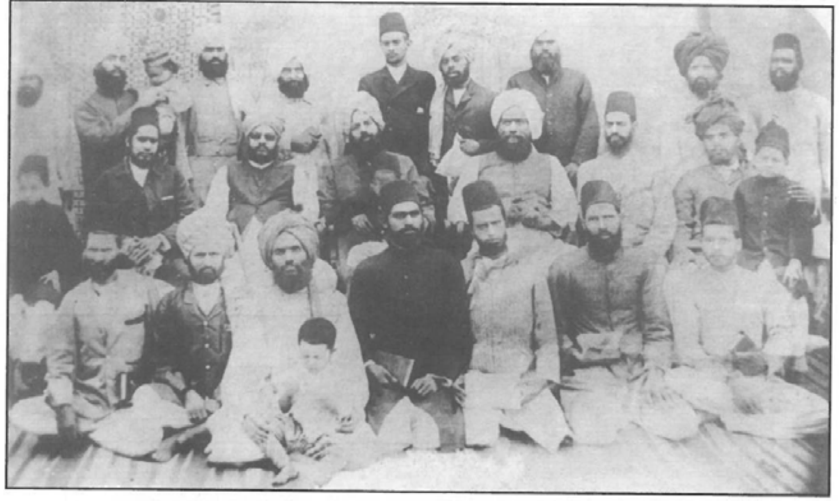


دائیں سے بائیں ۱۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ۲۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب
۳۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب ۴۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ ۵۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد مرحوم

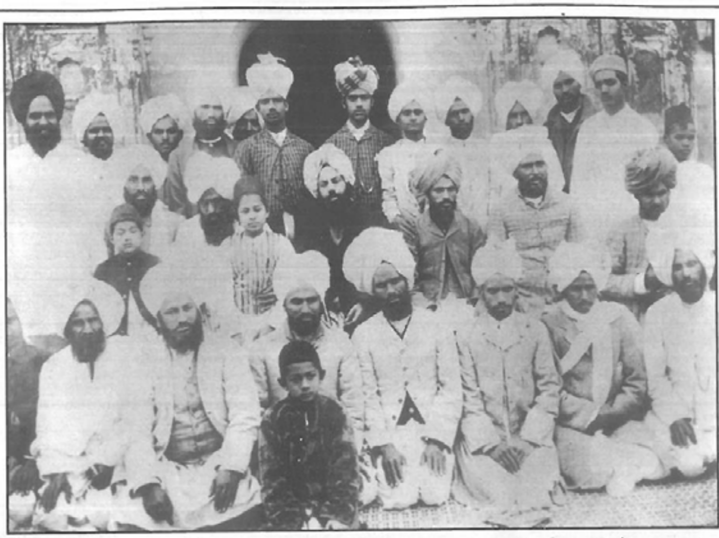
## سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے (رفقاء) کے ساتھ (جون 1899ء)



دائیں سے بائیں:۔ (کرسیوں پر) حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ حضرت سیدنا محمود مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ (گود میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب) حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین صاحب بھیروی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔ حضرت پیر منظور محمد صاحب موجد قاعدہ یسرنا القرآن۔ (کھڑے ہوئے) حضرت منشی کرم علی صاحب کاتب۔ مولوی عبداللہ عرب صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر۔ حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی۔ حضرت حکیم محمد حسین صاحب ''مرہم عیسیٰ''۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی (تراب) مفتی فضل الرحمٰن صاحب۔ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب نو احمدی۔
(فرش پر) حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی۔ حضرت حکیم قطب الدین صاحب۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب۔ ملک شیر محمد صاحب بی۔ اے۔ جموں۔ (؟)

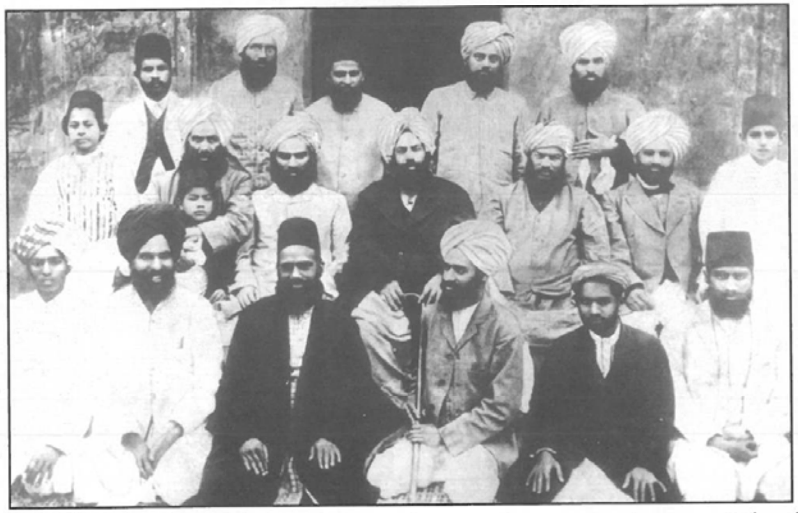


دائیں طرف سے:۔ (کرسیوں پر) ۱۔۲۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب میاں معراج الدین صاحب عمر کی گود میں۔ ۳۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھیروی ۴۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب (خلیفہ اول)۔ ۵۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام (گود میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب) ۶۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔ ۷۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ۸۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (خلیفہ ثانی) (فرش پر بیٹھے ہوئے) ۱۔ منشی کرم علی صاحب کاتب۔ ۲۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب۔ ۳۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی (تراب)۔ ۴۔ ملک شیر محمد صاحب بی اے آف جموں۔ ۵۔ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی جن کی گود میں ان کا بچہ ہے۔ ۶۔ مفتی فضل الرحمٰن صاحب۔ ۷۔ ؟
(پیچھے کھڑے ہوئے) ۱۔ ملک غلام حسین صاحب رہتاسی نان پز حضرت مسیح موعود۔ ۲۔ مولوی حکیم قطب الدین صاحب بدوملہوی۔ ۳۔ مہر نبی بخش صاحب بٹالوی ۴۔ حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ۔ ۵۔ عبداللہ عرب صاحب۔ ۶۔ حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی۔ ۷۔ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب نو احمدی ۸۔ حضرت پیر منظور محمد صاحب موجد قاعدہ یسرنا القرآن جن کی گود میں ان کی بچی ہے۔ ۹۔ مرزا اسماعیل بیگ صاحب پریس مین بعدہ شیر فروش۔



دائیں طرف سے (کھڑے ہوئے) ۱۔؟ ۲۔؟ ۳۔؟ ۴۔ شیخ غلام حسین۔ حاجی پورہ سیالکوٹ ۵۔ میاں بشارت احمد صاحب کلرک ڈاکخانہ سیالکوٹ ۶۔ سید ارشاد شاہ صاحب سیالکوٹی ۷۔؟ ۸۔ حضرت حکیم فضل دین بھیروی صاحب ۹۔ میاں غلام محمد صاحب کاتب ۱۰۔ شیخ محمد اکبر صاحب حاجی پورہ سیالکوٹ ۱۱۔ میاں خدا بخش صاحب سیالکوٹ چھاؤنی ۱۲۔ شیخ مولا بخش سیالکوٹی۔ (کرسیوں پر) ۱۔؟ ۲۔؟ ۳۔ حضرت منشی اللہ دتہ صاحب سیالکوٹ موری دروازہ ۴۔ حضرت میاں نظام دین صاحب سیالکوٹ ۵۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ۶۔ حضرت حکیم حسام الدین صاحب (گود میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) ۷۔ میاں فضل دین صاحب زرگر سیالکوٹی (گود میں صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب) (فرش پر) ۱۔؟ ۲۔ مستری شہاب الدین صاحب جموں ۳۔ منشی محمد عبداللہ صاحب سیالکوٹی ۴۔ میاں محمد دین صاحب کانسٹیبل سیالکوٹی ۵۔ منشی رحیم بخش صاحب سیالکوٹی (گود میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب) ۶۔ شیخ جان محمد صاحب وزیر آبادی ۷۔ حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب

## خطبہ الہامیہ کی مبارک تقریب کا گروپ فوٹو (11 اپریل 1900ء)



دائیں سے بائیں بیٹھے ہوئے۔ حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب۔ حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحب۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ مرزا خدا بخش صاحب۔ شیخ مولا بخش صاحب۔ شیخ عبدالرزاق صاحب ولد شیخ عبدالرحمٰن صاحب
کرسیوں پر۔ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ حضرت مولوی غلام حسن صاحب پشاوری۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاول)۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب (مولانا موصوف کی گود میں)
کھڑے ہوئے۔ عبدالحمید ابن شیخ رحمت اللہ صاحب۔ حکیم فضل الٰہی صاحب لاہوری۔ منشی تاج الدین صاحب۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب۔ حضرت میر حامد شاہ صاحب۔ ماسٹر غلام محمد صاحب سیالکوٹی۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی)

# سیدنا محمود
## اورآپ کے بھائی



قمرالانبیاء
حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے
(1893ء تا 1963ء)



حضرت مرزا شریف احمد صاحب
(1895ء تا 1961ء)



حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
(1889ء تا 1965ء)

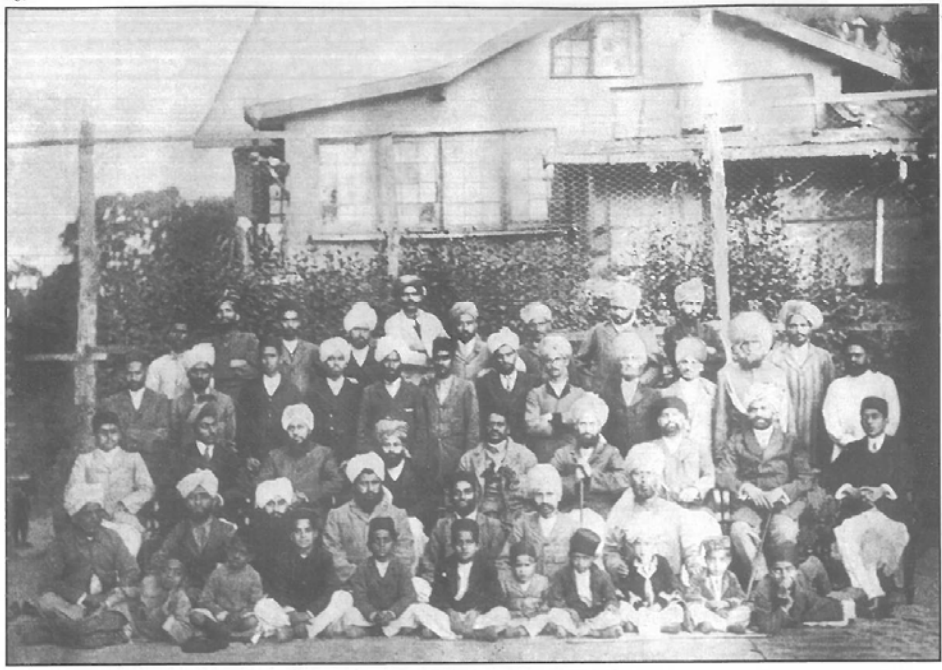


حضرت مرزا سلطان احمد صاحب
(1853ء تا 1931ء)



صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب
(1899ء تا 1907ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی اہلیہ میں سے دو صاحبزادگان تھے۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب۔ مرزا فضل احمد صاحب کی کوئی تصویر دستیاب نہیں ہو سکی۔ (ادارہ)

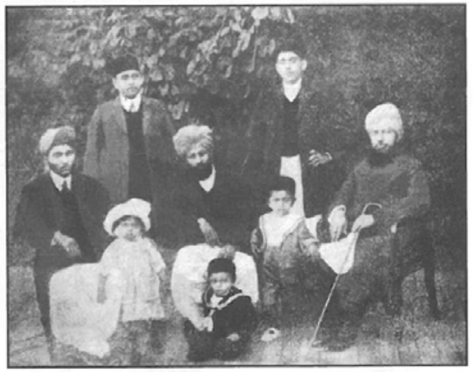


سیدنا محمود شملہ میں (1913ء)



سیدنا محمود کا ہندوستان کے دینی مدارس کا دورہ (لکھنؤ اپریل 1912ء)

کرسیوں پر (دائیں سے بائیں) ۱۔ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب ۲۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ۳۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔ کھڑے ہوئے (دائیں سے بائیں) ۱۔ سید عبدالحئی عرب صاحب ۲۔ ؟ ۳۔ ؟ ۴۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب ۵۔ حضرت قاضی سید امیر حسین صاحب



کرسیوں پر دائیں سے بائیں ۱۔ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب ۲۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ۳۔ حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب (پیچھے کھڑے ہونے والے) ۱۔ نواب عبدالرحیم خاں صاحب خالد بیرسٹرایٹ لاء ۲۔ نواب عبدالرحمٰن خاں صاحب
دائیں سے بائیں ۱۔ نواب محمد احمد خاں صاحب ۲۔ مرزا منصور احمد صاحب (حضور کے قدموں میں) ۳۔ حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ

پیشگوئی مصلح موعود

# مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے

(مکرم لقمان احمد شاد صاحب)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

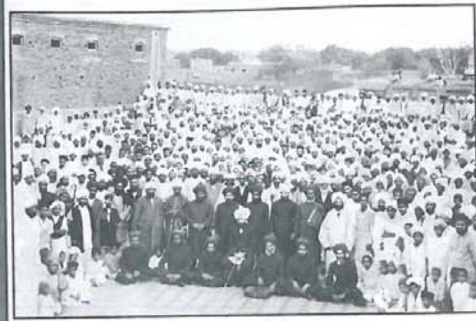
''20رفروری 1886ء پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ و اِعلامہ عزّ وجل خدائے رحیم وکریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جَلَّ شَانُہٗ وَ عَزَّاِسْمُہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ ''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین (حق) کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰﷺ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذُرّیت و نسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔

مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا، (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا



## دورۂ یورپ 1924ء





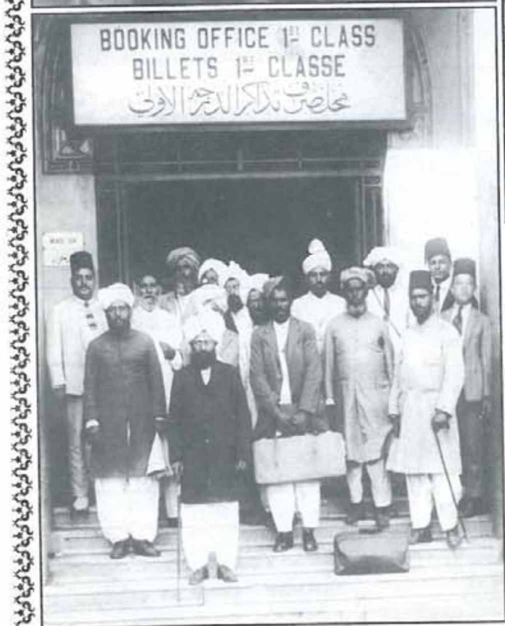
انگلستان روانگی سے قبل قادیان کے احباب کے ساتھ (11رجولائی 1924ء)



یورپ روانگی سے قبل امرتسر ریلوے سٹیشن پر لاہور اور امرتسر کے احمدی احباب کے ساتھ (12جولائی 1924ء)



پیرس (فرانس) کی زیرِ تعمیر (بیت الذکر) میں




یورپ جاتے ہوئے قاہرہ کے ریلوے سٹیشن پر

پیشگوئی مصلح موعود

# مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے

(مکرم لقمان احمد شاد صاحب)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

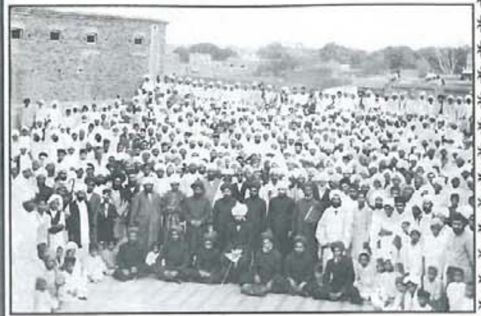
’’20رفروری 1886ء پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ واِعلامہ عزّ وجل خدائے رحیم وکریم بزرگ وبرتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے(جَلَّ شَانُہٗ وَ عَزَّاِسْمُہٗ ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ’’میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین (حق) کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذُرّیت ونسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔

مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا، (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاۤءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا

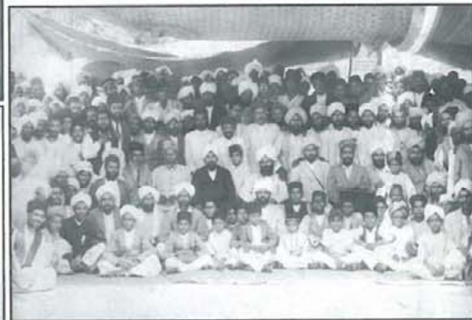


## دورۂ یورپ 1924ء





انگلستان روانگی سے قبل قادیان کے احباب کے ساتھ (11رجولائی 1924ء)



یورپ روانگی سے قبل امرتسر ریلوے سٹیشن پر لاہور اور امرتسر کے احمدی احباب کے ساتھ (12 جولائی 1924ء)




یورپ جاتے ہوئے قاہرہ کے ریلوے سٹیشن پر



پیرس (فرانس) کی زیرِ تعمیر (بیت الذکر) میں

ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 95،96)

## مصلح موعود کی دیگر علامات

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''اس لڑکے کے مفصلہ ذیل نام ہوں گے۔ بشیر الدولہ کیونکہ وہ ہماری فتح کے لیے نشان ہوگا، کلمۃ اللہ خان یعنی خدا کا کلمہ، عالم کباب، وَرڈ، شادی خاں، کلمۃ العزیز وغیرہ۔ کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا جس سے حق کا غلبہ ہوگا۔'' (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 109 حاشیہ)

اسی طرح دو اور الہامی نام ناصر الدین اور فاتح الدین بھی حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمائے ہیں۔

(بدر 21/جون 1906ء)

نیز آپ فرماتے ہیں:

''مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔ (سبز اشتہار۔ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 467 حاشیہ)

ایک اور جگہ پر فرمایا:

''ایک اولوالعزم پیدا ہوگا۔ وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ تیری ہی نسل سے ہوگا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ''۔ (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 442-443)

''سَيُوْلَدُ لَكَ الْوَلَدُ وَ يُدْنٰى مِنْكَ الْفَضْلُ اِنَّ نُوْرِىْ قَرِيْبٌ ...... اور تجھے ایک بیٹا عطا ہوگا اور فضل تجھ سے قریب کیا جائے گا۔'' (یقیناً میرا نور نزدیک ہے)

(دافع الوساوس۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 266-267)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کھڑا کیا جائے گا جس میں میں روح القدس کی برکات پھونکوں گا۔ وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہوگا اور مظہر الحق والعلاء ہوگا گویا خدا آسمان سے نازل ہوا۔ وَ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا میں (دین حق) سے مراد یہی سلسلہ ہوگا۔ یہ باتیں انسان کی باتیں نہیں یہ اس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔''

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 181-182)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''سوائے وے لوگو! جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔'' (سبز اشتہار۔ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 463)





## حضرت مصلح موعود کی پیدائش

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 12 جنوری 1889ء کو شرائط بیعت پر مشتمل ایک اشتہار بعنوان تکمیل (دعوت الی اللہ) شائع فرمایا جس میں آپؑ نے اپنے بیٹے بشیر الدین محمود احمد کی پیدائش کی خبر دی۔

''خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی 1888ء و اشتہار دسمبر 1888ء میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہوگا اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ سو آج 12 جنوری 1889ء میں مطابق 9 جمادی الاول 1306ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاول کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدائے عزوجل اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کر لے۔ مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا:

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدہٗ ز راہ دور آمدہٗ

پس اگر حضرت باری جل شانہٗ کے ارادہ میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاول بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے ظہور میں آئی تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو۔ ورنہ وہ بفضلہٖ تعالیٰ دوسرے وقت پر آئے گا اور ہمارے بعض حاسدین کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری کوئی ذاتی غرض اولاد کے متعلق نہیں اور نہ کوئی نفسانی راحت ان کی زندگی سے وابستہ ہے۔ پس یہ ان کی بڑی غلطی ہے کہ جو انہوں نے بشیر احمد کی وفات پر خوشی ظاہر کی اور بغلیں بجائیں۔ انہیں یقیناً یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ہماری اتنی اولاد ہو جس قدر درختوں کے تمام دنیا میں پتے ہیں اور وہ سب فوت ہو جائیں تو ان کا مرنا ہماری سچی اور حقیقی لذت اور راحت میں کچھ خلل انداز نہیں ہوسکتا۔ ممیت کی محبت میت کی محبت سے اس قدر ہمارے دل پر زیادہ تر غالب ہے کہ اگر وہ محبوب حقیقی خوش ہو تو ہم خلیل اللہ کی طرح اپنے کسی پیارے بیٹے کو بدست خود ذبح کرنے کو تیار ہیں کیونکہ واقعی طور پر بجز اس ایک کے ہمارا کوئی پیارا نہیں۔ جَلَّ شَانُهٗ وَعَزَّ اسْمُهٗ. فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 160، 161 حاشیہ)

## مصلح موعود کی نشاندہی

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:

''محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے۔اس کے پیدا ہونے کے بارے میں اشتہار دہم جولائی 1888ء میں اور نیز اشتہار یکم دسمبر 1888ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا پیشگوئی کی گئی اور سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا اور یہ اشتہار محمود کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ چنانچہ اب تک ہمارے مخالفوں کے گھروں میں صدہا یہ سبز رنگ اشتہار پڑے ہوئے ہوں گے اور ایسا ہی دہم جولائی 1888ء کے اشتہار بھی ہر ایک کے گھر میں موجود ہوں گے پھر جب کہ اس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کوئی بھی فرقہ باقی نہ رہا جو اس سے بے خبر ہو۔تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے 12رجنوری 1889ء کو مطابق 9رجمادی الاول 1306ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا اور اس کے پیدا ہونے کی میں نے اس اشتہار میں خبر دی ہے جس کے عنوان پر تکمیل (دعوت الی اللہ) موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے جس میں بیعت کی دس شرائط مندرج ہیں اور اس کے صفحہ 4 میں یہ الہام پسر موعود کی نسبت ہے:

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدۂ ز راہ دور آمدۂ''

(تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 219)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:

''پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کیلئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کے میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔'' (سراج منیر۔روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 36)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے فرمایا:

''ایسا ہی جب میرا پہلا لڑکا فوت ہو گیا تو نادان مولویوں اور اُن کے دوستوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں نے اس کے مرنے پر بہت خوشی ظاہر کی اور بار بار اُن کو کہا گیا کہ 20 فروری 1886ء میں یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے۔پس ضرور تھا کہ کوئی لڑکا خوردسالی میں فوت ہو جاتا تب بھی وہ لوگ اعتراض سے باز نہ آئے۔تب خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے لڑکے کی مجھے بشارت دی۔ چنانچہ میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے۔ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے۔وہ اگرچہ اب تک جو یکم ستمبر 1888ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ سات کی جس کے مطابق جنوری 1889ء میں لڑکا





پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے۔''

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 373، 374)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے فرمایا:

''میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے۔ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے (بیت الذکر) کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ محمود۔تب میں نے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کیلئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا جس کی تاریخ اشاعت یکم دسمبر 1888ء ہے اور یہ اشتہار مؤرخہ یکم دسمبر 1888ء ہزاروں آدمیوں میں شائع کیا گیا اور اب تک اس میں سے بہت سے اشتہارات میرے پاس موجود ہیں۔''

(تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 214)

پھر فرمایا:

''پھر ایک اور نشان یہ ہے جو یہ تین لڑکے جو موجود ہیں ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ محمود جو بڑا لڑکا ہے اس کی پیدائش کی نسبت اس سبز اشتہار میں صریح پیشگوئی معہ محمود کے نام کے موجود ہے جو پہلے کی وفات کے بارے میں شائع کیا گیا تھا۔ جو رسالہ کی طرح کئی ورقوں کا اشتہار سبز رنگ کے ورقوں پر ہے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 299)

### کروں گا دور اس مَہ سے اندھیرا

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مَہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(کلام حضرت اقدس مسیح موعودؑ)

### ماموریت اور خلافت کے درمیان کا مقام

1936ء میں مجلس مشاورت سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود نے اعلان فرمایا:

''میں اس لئے ہی خلیفہ نہیں ہوں کہ حضرت خلیفہ اول کی خلافت کے دوسرے دن جماعت احمدیہ کے لوگوں نے جمع ہو کر میری خلافت پر اتفاق کیا بلکہ اس لئے بھی خلیفہ ہوں کہ حضرت خلیفہ اول کی خلافت سے بھی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے الہام سے فرمایا تھا کہ میں خلیفہ ہوں گا۔پس میں خلیفہ نہیں بلکہ موعود خلیفہ ہوں۔ میں مامور نہیں مگر میری آواز خدا تعالیٰ کی آواز ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اس کی خبر دی تھی۔ گویا اس خلافت کا مقام ماموریت اور خلافت کے درمیان کا مقام ہے۔'' (رپورٹ مجلس مشاورت 1936 صفحہ 17، 18)

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے
خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

**منجانب**
قائد مجلس واراکین عاملہ
مجلس نور ضلع اسلام آباد

---

محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں
احباب جماعت کو جشن خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ مجلس بلال ضلع اسلام آباد

---

آسمان سے بارش کی طرح نازل ہونے والے برکات و افضال مبارک ہوں

منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ
مجلس مسرور ضلع اسلام آباد

---

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

**مبارک صد مبارک**

منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ
مجلس فضل ضلع اسلام آباد

---

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

**منجانب**
قائد مجلس واراکین عاملہ
ضلع سرگودھا

---

جماعت احمدیہ عالمگیر کو خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ
سلانوالی ضلع سرگودھا

---

ہم جانثاران احمدیت خلافت احمدیہ کے استحکام کے لئے دعا گو ہیں

منجانب

وقاص محمود سوہی۔ 81 جنوبی ضلع سرگودھا

---

خلافت سہارا ہے ہم غمزدوں کا
اسے رکھ سلامت خدائے خلافت

منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ
9 چک پنیار ضلع سرگودھا





# محمود کی آمین

حمد و ثنا اُسی کو جو ذات جاودانی ہمسر نہیں ہے اُس کا کوئی نہ کوئی ثانی
باقی وہی ہمیشہ غیر اُس کے سب ہیں فانی غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی
سب غیر ہیں وہی ہے اک دل کا یار جانی
دل میں مرے یہی ہے سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِی

تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنائیں گایا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِی

ہے آج ختم قرآں نکلے ہیں دل کے ارماں تُو نے دکھایا یہ دِن مَیں تیرے منہ کے قرباں
اَے میرے ربِّ محسن کیونکر ہو شکرِ احساں
یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِی

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا دے اِس کو عمر و دولت کر دُور ہر اندھیرا
دِن ہوں مُرادوں والے پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِی

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

آسمان سے بارش کی طرح نازل ہونے والے برکات و

افضال مبارک ہوں

منجانب

زاہد علی جنجوعہ صاحب

فیصل آباد

محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں

احباب جماعت کو جشن خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

مبارک ہو

منجانب

قائد و اراکین عاملہ گوکھووال ضلع فیصل آباد

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

**مبارک صد مبارک**

منجانب

راشد منور

فیصل آباد

خلافت سہارا ہے ہم غمزدوں کا

اسے رکھ سلامت خدائے خلافت

منجانب

شہباز احمد، نوید احمد شاہد

کاشف منور، شاہد نثار

فیصل آباد

محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں

احباب جماعت کو جشن خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

مبارک ہو

منجانب

آصف ضیاء کاہلوں۔ فیصل آباد

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

**منجانب**

راشد وقاص، فاروق احمد، احمد نبیل

فیصل آباد

ہم جانثاران احمدیت خلافت احمدیہ کے استحکام کے

لئے دعا گو ہیں

منجانب

قائد مجلس و اراکین عاملہ

کریم نگر ضلع فیصل آباد

آسمان سے بارش کی طرح نازل ہونے والے برکات و

افضال مبارک ہوں

منجانب

قائد مجلس و اراکین عاملہ

دارالفضل ضلع فیصل آباد





# ”میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں“

## حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا پُر جلال حلفیہ بیان

جب اللہ تعالیٰ نے 5 اور 6 رجنوری 1944ء کی درمیانی رات کو ایک رؤیا کے ذریعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی پر یہ منکشف فرمایا کہ آپ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں تو آپ نے 20 رفروری 1944ء کو ہوشیار پور کے مقام پر ایک عظیم الشان جلسہ میں اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔ آپ کا یہ اعلان خاص تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ مزید برآں اس کا لفظ لفظ اس امر پر گواہ ہے کہ آپ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے اصل اور حقیقی مصداق ہیں۔ آپ نے فرمایا:

”آج (20 رفروری 1944ء) سے پورے اٹھاون سال پہلے جس کو آج انسٹھواں سال شروع ہو رہا ہے 20 رفروری کے دن 1886ء میں اس شہر ہوشیار پور میں اس مکان میں جو کہ میری انگلی کے سامنے ہے ایک ایسے مکان میں جو کہ اس وقت شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کا طویلہ کہلاتا تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ وہاں رہائش کا اصلی مقام نہیں تھا بلکہ ایک رئیس کے زائد مکانوں میں سے وہ ایک مکان تھا جس میں شاید اتفاقی طور پر کوئی مہمان ٹھہر جاتا ہو یا سٹور بنا رکھا ہو یا حسب ضرورت جانور باندھے جاتے ہوں قادیان کا ایک گمنام شخص جس کو خود قادیان کے لوگ بھی پوری طرح نہیں جانتے تھے لوگوں کی اس مخالفت کو دیکھ کر جو (دین حق) اور بانیٔ (دین حق) سے وہ رکھتے تھے اپنے خدا کے حضور علیحدگی میں عبادت کرنے اور اس کی نصرت اور مدد طلب کرنے کے لئے آیا اور چالیس دن علیحدگی میں اس نے خدا تعالیٰ سے تضرع کے ساتھ دعائیں کیں۔ ان دعاؤں کے نتیجہ میں خدا نے اس کو ایک نشان دیا۔ وہ نشان یہ تھا کہ میں تم کو نہ صرف یہ کہ جو تمہارے ساتھ میرے وعدے ہیں ان کو پورا کروں گا بلکہ ان وعدوں کو زیادہ شان اور زیادہ عظمت کے ساتھ پورا کرنے کیلئے میں تمہیں ایک خاص بیٹا دوں گا۔ وہ (دین حق) کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا۔ کلام الٰہی کے معارف لوگوں کو سمجھائے گا۔ رحمت اور فضل کا نشان ہوگا اور دینی اور دنیوی علوم جو (دین حق) کی اشاعت کے لئے ضروری ہیں اسے عطا کئے جائیں گے۔ اللہ اسے لمبی عمر دے گا یہاں تک کہ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت حاصل کریں گی۔

یہ اعلان بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ نے یہیں ہوشیار پور سے شائع فرمایا اور اس وقت شائع فرمایا جب ابھی تک سلسلہ احمدیہ کا کوئی وجود نہیں تھا۔ قادیان ایک چھوٹی سی بستی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جہاں تک دنیوی

وجاہت کا تعلق ہے اس کے لحاظ سے ذاتی طور پر کوئی عزت حاصل نہیں تھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کا خاندان ایک معزز زمیندار خاندان تھا، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سلطنت مغلیہ کے عہد میں اس خاندان کو بڑی عزت کے ساتھ دیکھا جاتا تھا، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کے عہد میں بھی اس خاندان کے افراد کو بعض معزز عہدے حاصل رہے۔ لیکن وہ خاندان قدیم عزت کھو چکا تھا اور بعض وجوہ سے انگریزی زمانہ میں اس کی جائیداد کا اکثر حصہ ضبط ہو چکا تھا اور اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیوی حیثیت ایک معمولی زمیندار کی سی تھی اور پھر آپؑ کو اپنی عزت بڑھانے کا بھی شوق نہ تھا۔ باپ نے انہیں بار بار توجہ دلائی کہ وہ ملازمت اختیار کر لیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ ایسا شخص اس زمانہ میں اعلان کرتا ہے کہ میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ (دین حق) کو پھیلائے گا اور پھر میرے کام کو لمبا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ مجھے ایک خاص بیٹا دے گا جو 9 سال کے اندر پیدا ہوگا اور ان ان خاص صفات سے متصف ہوگا اور میرا جانشین ہوگا اور دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ یہ خبر ایسی زبردست خبر ہے کہ کوئی انسان ایسی خبر دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آخر یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔

جس لڑکے کا میں نے ذکر کیا ہے وہ مَیں ہی ہوں۔ میرے ذریعہ اس پیشگوئی کی بہت سی شقیں پوری ہو چکی ہیں اس لئے جماعت کا اصرار تھا کہ میں اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا اعلان کروں مگر میں خاموش رہا۔ حتیٰ کہ گذشتہ جنوری کے مہینہ میں لاہور میں مجھے ایک رؤیا دکھایا گیا۔ جس میں مجھے بتایا گیا کہ اس پیشگوئی کا میں ہی مصداق ہوں......

مَیں اس واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں نے جو رؤیا بتائی ہے وہ مجھے اسی طرح ہوئی ہے۔ الا ماشاء اللہ کچھ خفیف سا فرق نظارہ کے بیان کرنے میں ہو گیا ہو تو علیحدہ بات ہے۔ پس میں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے۔......

مَیں آسمان کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں، زمین کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں، ہوشیار پور کی ایک ایک اینٹ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ یہ سلسلہ دنیا میں پھیل کر رہے گا۔ حکومتیں اگر اس کے مقابلہ میں کھڑی ہوں گی تو مٹ جائیں گی، بادشاہتیں کھڑی ہوں گی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی۔ لوگوں کے دل سخت ہوں گے تو فرشتے ان کو اپنے ہاتھ سے ملیں گے یہاں تک کہ وہ نرم ہو جائیں گے اور ان کے لئے احمدیت میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا۔''

(الفضل 24رفروری 1944ء)

❁❁❁❁❁





# پسرش یادگار مے بینم

(مرتبہ: مکرم عبدالرحمٰن صاحب)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحب حکمت ہے۔ (الجمعۃ: 4،3)

(اردو ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیاں

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے اس موقع پر آپؐ پر سورۃ الجمعہ...... نازل ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: میں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے ان کو جواب نہ دیا یہاں تک کہ انہوں نے (یعنی ابو ہریرہؓ) نے تین دفعہ سوال کیا اور ہم میں سلمان فارسیؓ تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ سلمان فارسی پر رکھا پھر آپؐ نے فرمایا: اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی چلا جائے تو ان میں سے کچھ مرد یا ایک مرد اسے واپس لے آئے گا۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ باب وَ آخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حدیث مبارکہ میں آنے والے لفظ ''رِجَالٌ'' کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ دین جب خطرہ میں ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کیلئے اہل فارس میں سے کچھ افراد کو کھڑا کرے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان میں سے ایک فرد تھے اور ایک فرد میں ہوں لیکن رجال کے ماتحت ممکن ہے کہ اہل فارس میں سے کچھ اور لوگ بھی ایسے ہوں جو (دین حق) کی عظمت قائم رکھنے اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لئے کھڑے ہوں۔'' (روزنامہ الفضل 22رستمبر 1950ء لاہور)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَ يُوْلَدُ لَهٗ.

(مشکوٰۃ کتاب الفتن باب نزول عیسیٰ)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام دُنیا میں تشریف لائیں گے وہ شادی کریں گے اور ان کو اولاد دی جائے گی۔

## ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ پیش گوئی کہ ''مسیح موعود کی اولاد ہوگی'' یہ اس

بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین (حق) کی حمایت کرے گا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں خبر آچکی ہے۔" (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 325)

## صحفِ قدیمہ کی پیشگوئیاں

حضرت مسیح کی آمدِ ثانی اور روحانی بادشاہت کے متعلق یہود کی شریعت کی کتاب طالمود میں لکھا ہے کہ:

ترجمہ: مسیح کے قیام کے متعلق ربیوں میں اختلاف پایا جاتا ہے کچھ کہتے ہیں کہ چالیس سال کچھ کہتے ہیں ستر سال کچھ کا کہنا ہے کہ تین نسلیں لیکن کچھ کہتے ہیں کہ اس کا عرصہ دنیا کی پیدائش سے یا نوح کے زمانے سے لے کر اب تک کے زمانے تک کا ہوگا کچھ دوسرے کہتے ہیں کہ مسیح کی (روحانی) بادشاہت ہزاروں سال تک لمبی ہوگی کیونکہ جب کوئی اچھی حکومت قائم ہوتی ہے تو وہ جلدی ختم نہیں ہوتی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب وہ (یعنی مسیح) فوت ہو جائے گا تو اس کی (روحانی) سلطنت اس کے بیٹے اور پوتے میں منتقل ہو جائے گی۔ اس رائے کے ثبوت میں یسعیاہ باب 42 آیت 4 کو پیش کیا جاتا ہے جس میں کہا گیا ہے وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدل کو قائم نہ کرلے۔

(طالمود از جوزف بارکلے ایل ایل ڈی مطبوعہ لنڈن 1878 صفحہ 37)

## مجدد ساسانِ اوّل کی پیش گوئی

زرتشتی مذہب کے صحیفۂ دساتیر میں دینِ زرتشت کے مجدد ساسانِ اوّل کی درج کردہ ایک پیش گوئی درج کی جاتی ہے۔ اس پیش گوئی کے اصل الفاظ تو پہلوی زبان میں ہیں جسے زرتشتی اصحاب نے فارسی زبان میں ڈھالا ہے۔

ترجمہ: "پھر ایک عرصہ بعد ان کی آپس میں خانہ جنگی شروع ہوگی اور خاک پرستی شروع کر دیں گے اور روز بروز ان میں دشمنی اور جدائی بڑھتی چلی جائے گی۔ پس تمہیں اس سے فائدہ پہنچے گا اور اگر زمانہ میں ایک روز بھی باقی ہوگا تو کسی کو تیرے فرزندوں (فارسی الاصل) میں سے کھڑا کروں گا جو تیری عزت و آبرو کو قائم کرے گا اور پیغمبری اور سرداری تیرے فرزندوں سے نہیں اٹھاؤں گا۔" (سفرنگ دساتیر صفحہ 189 مطبوعہ 1280ھ)

(ترجمہ از موعود اقوام عالم از مولانا عبدالرحمن بشر صفحہ 21،20)

## حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کی پیش گوئی

حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے اپنے منظوم کلام میں آنے والے موعود اقوام عالم کے متعلق بڑی صراحت کے ساتھ پیش گوئی فرمائی اور امام مہدی و مسیح موعود کی وفات کے بعد اس کے عظیم فرزند کے متعلق بھی پیشگوئی فرمائی۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"دورِ اُو چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم"

(الاربعین فی احوال المھدیین از حضرت شاہ اسماعیل شہید صفحہ 47)

جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اس کے نمونہ پر اس کا فرزند یادگار رہ جائے گا۔

✿✿✿✿✿

ہم جانثاران احمدیت خلافت احمدیہ کے استحکام کے لئے دعا گو ہیں

منجانب

شفیق احمد بٹ واہل وعیال

حلقہ جنرل ہسپتال لاہور

---

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

**منجانب**

قائد مجلس وارا کین عاملہ

گلشن احمد ضلع کراچی

---

جماعت احمدیہ عالمگیر کو خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

منجانب

مبارک احمد کھوکھر واہل وعیال

حلقہ ڈیفنس لاہور

---

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

**منجانب**

قائد مجلس وارا کین عاملہ

فیصل ٹاؤن لاہور

---

محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں

احباب جماعت کو جشن خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

منجانب

قائد مجلس وارا کین عاملہ گلشن پارک لاہور

---

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

**مبارک صد مبارک**

منجانب

قائد مجلس وارا کین عاملہ

علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

---

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

**منجانب**

قائد مجلس وارا کین عاملہ

ڈرگ کالونی کراچی

---

آسمان سے بارش کی طرح نازل ہونے والے برکات و افضال مبارک ہوں

منجانب

قائد مجلس وارا کین عاملہ

ڈرگ روڈ کراچی





# ملت احمد کے ہمدردوں میں غمخواروں میں ہوں

ملت احمد کے ہمدردوں میں غمخواروں میں ہوں
بے وفاؤں میں نہیں ہوں میں وفاداروں میں ہوں

فخر ہے مجھ کو کہ ہوں میں خدمت سرکار میں
ناز ہے مجھ کو کہ اُس کے ناز برداروں میں ہوں

سر میں ہے جوشِ جنوں دِل میں بھرا ہے نُور وعِلم
میں نہ دیوانوں میں شامل ہوں نہ ہشیاروں میں ہوں

پوچھتا ہے مجھ سے وہ کیونکر ترا آنا ہوا
کیا کہوں اُس سے کہ میں تیرے طلبگاروں میں ہوں

مَیں نے مانا تو نے لاکھوں نعمتیں کی ہیں عطا
پر مَیں اُن کو کیا کروں تیرے طلبگاروں میں ہوں

شاہدوں کی کیا ضرورت ہے کسے انکار ہے
میں تو خود کہتا ہوں مولیٰ میں گنہگاروں میں ہوں

حملہ کرتا ہے اگر دشمن تو کرنے دو اُسے
وہ ہے اغیاروں میں مَیں اُس یار کے یاروں میں ہوں

ظلمتیں کافور ہو جائیں گی اِک دن دیکھنا
مَیں بھی اِک نورانی چہرہ کے پرستاروں میں ہوں

اہلِ دنیا کی نظر میں خوابِ غفلت میں ہوں مَیں
اہلِ دل پر جانتے ہیں یہ کہ بیداروں میں ہوں

ہوں تو دیوانہ مگر بہتوں سے عاقل تر ہوں میں
ہوں تو بیماروں میں لیکن تیرے بیماروں میں ہوں

مدتوں سے مرچکا ہوتا غم و اندوہ سے
گر نہ یہ معلوم ہوتا میں تیرے پیاروں میں ہوں

جانتا ہے کس پہ تیرا وار پڑتا ہے عدُو
کیا تجھے معلوم ہے کس کے جگر پاروں میں ہوں؟

ساری دنیا چھوڑ دے پر مَیں نہ چھوڑوں گا تجھے
درد کہتا ہے کہ مَیں تیرے وفاداروں میں ہوں

ہو رہا ہوں مست دید چشم مستِ یار میں
لوگ یہ سمجھے ہوئے بیٹھے ہیں مے خواروں میں ہوں

عِشق میں کھوئے گئے ہوش و حواس و فکر و عقل
اب سوالِ دید جائز ہے کہ ناداروں میں ہوں

گو مرا دل محزن تیر نگاہِ یار ہے
پر یہ کیا کم ہے کہ اس کے تیر برداروں میں ہوں

(کلام حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ)





# بچپن کے چند واقعات

(مکرم محمد شفیق عادل صاحب)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سے مروی ہے:

''حضرت صاحب علیہ السلام ایک دفعہ سالانہ جلسہ پر تقریر کر کے واپس گھر تشریف لائے تو حضرت میاں صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی) سے جن کی عمر اس وقت 10، 12 سال کی ہوگی پوچھا کہ میاں یاد بھی ہے کہ آج میں نے کیا تقریر کی تھی؟ میاں صاحب نے اس تقریر کو اپنی سمجھ اور حافظہ کے موافق دہرایا تو حضرت صاحبؑ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے ''خوب یاد رکھا ہے۔''

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 111، 112)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی چشم دید شہادت ہے کہ

''چونکہ عاجز نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت 1890ء کے اخیر میں کر لی تھی اور اس وقت سے ہمیشہ آمد و رفت کا سلسلہ متواتر جاری رہا۔ میں حضرت اولوالعزم مرزا بشیر الدین محمود احمد کو ان کے بچپن سے دیکھ رہا ہوں کہ کس طرح ہمیشہ ان کی عادت حیا اور شرافت اور صداقت اور دین کی طرف متوجہ ہونے کی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دینی کاموں میں بچپن سے ہی ان کو شوق تھا۔ نمازوں میں اکثر حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ جامع (بیت الذکر) میں جاتے اور خطبہ سنتے۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے جب آپ کی عمر دس سال کے قریب ہوگی آپ (بیت) اقصیٰ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز میں کھڑے تھے اور پھر سجدہ میں بہت رو رہے تھے۔''

(روزنامہ الفضل 20 رجنوری 1928ء)

حضرت شیخ محمد اسماعیل سرساوی صاحب کا بیان ہے

''ہم نے اپنی آنکھوں سے آپ کے بچپن کو دیکھا اور پھر اسی بچپن میں آپ کے ایثار اور آپ کی نیکی اور تقویٰ کو خوب دیکھا۔ ہم نے دیکھا کہ آپ کے قلب میں دین کا ایک جوش موجزن تھا اور بچپن ہی سے آپ دعاؤں میں اس قدر محو اور غرق ہوتے تھے کہ ہم تعجب سے دیکھا کرتے تھے کہ یہ جوش ہم میں کیوں نہیں؟ آپ بعض وقت دعا میں ایسے محو ہوتے تھے کہ ہم ہاتھ اٹھائے اٹھائے تھک جاتے تھے لیکن آپ کو اپنی محویت میں اس قدر بھی معلوم نہ رہتا کہ کس قدر وقت گزر گیا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سورج گرہن کی نماز پڑھنے کے لئے ہم (بیت) اقصیٰ میں جمع ہوئے۔ نماز مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے پڑھائی اور نماز کے بعد مولوی صاحب نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے عرض کی کہ ''میاں آپ دعا شروع کریں'' آپ نے دعا شروع فرمائی مگر آپ اس دعا میں

ایسے محو ہوئے کہ آپ کو یہ خبر ہی نہ رہی کہ میرے ساتھ اور لوگ بھی دعا میں شریک ہیں۔ دعا میں جس قدر لوگ شامل تھے ان کے ہاتھ اٹھے اٹھے اس قدر تھک گئے کہ وہ شل ہونے کے قریب ہو گئے اور کئی کمزور صحت کے لوگ تو پریشان ہو گئے ۔تب مولوی محمد احسن صاحب نے جو خود بھی تھک چکے تھے دعا کے خاتمہ کے الفاظ بلند آواز میں کہنے شروع کئے جسے سن کر آپ نے دعا ختم فرمائی۔

حضرت شیخ محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنے اس بیان میں مزید لکھا ہے کہ ہم نے بار ہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے، ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار سنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ لڑکا جس کا پیشگوئی میں ذکر ہے وہ میاں محمود ہی ہیں اور ہم نے آپ سے یہ بھی سنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ”میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ میں بعض اوقات ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں۔“ (الحکم 28 دسمبر 1939ء)

حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی تحریر فرماتے ہیں ”تشحیذ الاذہان کا پہلا اور ابتدائی نام انجمن ہمدردان (دین حق) تھا جو بالکل ابتدائی ایام اور پرانے زمانہ کی یادگار ہے جبکہ سیدنا محمود بمشکل آٹھ نو برس کے تھے۔آپ کے دینی شغف اور روحانی ارتقا کی یہ پہلی سیڑھی تھی جو حقیقتاً آپ ہی کی تحریک، خواہش اور آرزو پر قائم ہوئی تھی کھیل کود اور بچپنے کے دوسرے اشغال میں انہماک کے باوجود آپ کے دل میں خدمت (دین) کا ایسا جوش اور جذبہ نظر آیا کرتا تھا جس کی نظیر بڑے بوڑھوں میں بھی شاذ ہی ہوتی ہے۔آپ کی ہر ادا میں اس کا جلوہ اور ہر حرکت میں اس کا رنگ غالب و نمایاں ہے۔ (الحکم 7 تا 14 اکتوبر 1939ء))

سیدنا حضرت محمود بچپن میں ٹوپی پہنا کرتے تھے لیکن ایک دفعہ عید کے روز آپ نے ٹوپی پہن رکھی تھی کہ حضور علیہ السلام نے آپ کو دیکھ کر فرمایا میاں تم نے عید کے دن بھی ٹوپی پہنی ہے۔آپ نے اسی وقت ٹوپی اتار دی اور پگڑی باندھ لی اور کچھ عرصہ بعد ٹوپی کا استعمال ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا۔ ہمارے ملک کے بچوں میں ایک دلچسپ کھیل رائج ہے کہ ایک لڑکا بیٹھ جاتا ہے اور باقی سب لڑکے اس کے سر پر اوپر نیچے مٹھیاں بند کر کے رکھتے چلے جاتے ہیں۔آپ بھی بچپن میں یہ کھیل کھیلا کرتے تھے مگر یہ ابتدائی عمر کی بات ہے ورنہ تعلیمی دور اور اس کے بعد آپ کی پسندیدہ کھیل بیڈمنٹن اور فٹبال تھی جو اپنے زمانہ خلافت سے قبل آپ ایک عرصہ تک کھیلتے رہے۔

ان ورزشی کھیلوں کے علاوہ شکار سے بھی آپ کو رغبت تھی ...... آپ کشتی رانی اور تیراکی بھی کرتے تھے۔ چنانچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک چھوٹی کشتی بھی جہلم سے منگوا کر دی تھی اور آپ کو تیرنا سکھانے کیلئے ابوسعید عرب مقرر ہوئے تھے...... حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب جو پہلی مرتبہ 1905ء میں قادیان آئے تو انہوں نے اپنی آنکھوں سے حضور کو ڈھاب میں کشتی چلاتے دیکھا ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 18، 19)

# ”وہ جلد جلد بڑھے گا“

(مکرم عبدالسمیع خان صاحب)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب 12رجنوری 1889ء کو پیدا ہوئے۔ اتفاقاً آپ کی جو کھلائی مقرر کی گئی وہ شدید امراض میں مبتلا تھی اور اس کے سات آٹھ بچے سِل اور دِق سے مر چکے تھے۔ اس عورت نے آپ کے والدین سے اجازت لئے بغیر آپ کو دودھ پلا دیا اور اس طرح سِل اور دِق اور خنازیر کے جراثیم آپ کے اندر چلے گئے۔ اس کے نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں۔

”جب وہ (یعنی حضرت صاحبزادہ صاحب) دو سال کا ہوا تو پہلے اسے کھانسی ہوئی اور پھر وہ شدید خنازیر میں مبتلا ہو گیا اور کئی سال تک مدقوق و مسلول رہا۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ ایک بہت بڑا نشان ظاہر کرنا تھا۔ اس لئے خدا نے اس کو بچا لیا۔ لیکن خنازیر کا مرض برابر برابر اسے رہا۔ بلکہ بعض دفعہ خنازیر کی گلٹیاں پھول کر گیند کے برابر ہو جاتیں اور مسلسل بارہ تیرہ سال تک ایسا ہی ہوتا رہا۔ ڈاکٹر اور طبیب مختلف ادویہ کی اسے مالش کراتے اور کھانے کے لئے بھی کئی قسم کی دوائیں دیتے۔ جب وہ لڑکا جوان ہوا تو اس بیماری نے دوسری شکل اختیار کر لی اور اسے سات آٹھ مہینے متواتر بخار آتا رہا۔ اطباء کہتے تھے کہ اس کا بچنا مخدوش ہے اور اب شاید ہی یہ جانبر ہو سکے۔ اس وجہ سے وہ مدرسے میں بھی پڑھ نہیں سکتا تھا۔ جب وہ مدرسے میں جاتا تو چونکہ اس کی آنکھوں میں ککرے بھی تھے اس لئے وہ بورڈ کی طرف نہیں دیکھ سکتا تھا۔“

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 150)

## دعاؤں میں انہماک

حضرت مولوی شیر علی صاحب جو بچپن میں آپ کے استاد تھے فرماتے ہیں۔

”ایک دن کچھ بارش ہو رہی تھی مگر زیادہ نہ تھی۔ بندہ وقت مقررہ پر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سیڑھیوں کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور نے دروازہ کھولا۔ بندہ اندر آ کر برآمدہ میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ آپ کمرہ میں تشریف لے گئے میں نے سمجھا کہ کتاب لے کر باہر برآمدہ میں تشریف لائیں گے مگر جب آپ کے باہر تشریف لانے میں کچھ دیر ہو گئی تو میں نے اندر کی طرف دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ آپ فرش پر سجدہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ آج بارش کی وجہ سے شاید آپ سمجھتے تھے کہ میں حاضر نہیں ہوں گا اور جب میں آ گیا ہوں تو آپ کے دل میں خاکسار کے لئے دعا کی تحریک ہوئی ہے اور آپ بندہ کیلئے دعا فرما رہے ہیں۔ آپ بہت

دیر تک سجدہ میں پڑے رہے اور دعا فرماتے رہے۔"

(روزنامہ الفضل 5 رنومبر 1938ء)

حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظ کا بیان ہے۔

"ایک دفعہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات (بیت) مبارک میں گزاروں گا اور تنہائی میں اپنے مولا سے جو چاہوں گا مانگوں گا۔ مگر جب میں (بیت) میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اس کے اس الحاح کی وجہ سے میں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا اور میں نے دعا کی کہ یا الٰہی یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے وہ اس کو دے دے اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ میں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا میاں آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ "میں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی مجھے میری آنکھوں سے (دین حق) کو زندہ کر کے دکھا۔" (روزنامہ الفضل 16 فروری 1968ء)

## فرشتوں سے تعلق

پندرہ برس کی عمر میں 1905ء میں آپ کو پہلا الہام ہوا جو عربی زبان میں تھا۔ اس کا ترجمہ یہ ہے "وہ لوگ جو تجھ پر ایمان لائیں گے ان لوگوں پر جو تیرے مخالف ہوں گے قیامت تک غالب رہیں گے۔"

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 580)

بچپن میں آپ کے استاد حضرت سید سرور شاہ صاحب نے ایک دفعہ آپ سے پوچھا کہ کیا آپ کو بھی کوئی الہام ہوتا ہے یا خوابیں آتی ہیں؟ تو فرمایا:

"خوابیں تو بہت آتی ہیں اور میں ایک خواب تو قریباً روز ہی دیکھتا ہوں اور جونہی میں تکیہ پر سر رکھتا ہوں اس وقت سے لے کر صبح کو اٹھنے تک یہ نظارہ دیکھتا ہوں کہ ایک فوج ہے جس کی میں کمان کر رہا ہوں اور بعض اوقات ایسا دیکھتا ہوں کہ سمندروں سے گزر کر آگے جا کر حریف کا مقابلہ کر رہا ہوں اور کئی بار ایسا ہوا ہے کہ اگر میں نے پار گزرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں پائی تو سرکنڈے وغیرہ سے کشتی بنا کر اس کے ذریعہ پار ہو کر حملہ آور ہو گیا ہوں۔"

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 33)

1907ء میں آپ کو ایک فرشتہ نے رؤیا میں سورۃ الفاتحہ کی تفسیر سکھائی۔ فرماتے ہیں:

"یہ رؤیا اصل میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیج کے طور پر میرے دل اور دماغ میں قرآنی علوم کا خزانہ رکھ دیا ہے۔" (انوار العلوم جلد 17 صفحہ 571)

## علم قرآن

جلسہ سالانہ 1906ء پر حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے پہلی پبلک تقریر فرمائی۔ یہ پُر معارف تقریر جو آپ نے صرف سترہ برس کی عمر میں فرمائی تھی رد





شرک میں تھی۔ اور "چشمہ توحید" کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئی۔ تقریر کیا ہے نکات اور حقائق قرآنی کا ایک خزانہ ہے۔ پہلے حصہ میں آپ نے عیسائیت کے زوال اور دین کی ترقی کی خبر دی۔ تقریر کے دوسرے حصہ میں آپ نے سورۃ لقمان کے رکوع ثانی کی نہایت لطیف تفسیر فرمائی۔ اس پہلی تقریر کے وقت آپ کی کیفیت قابل شنید ہے۔ فرمایا:

"اب میں خود اس تقریر کو پڑھ کر حیران ہو جاتا ہوں کہ وہ باتیں کس طرح میرے منہ سے نکلیں اور اگر اب بھی وہ باتیں بیان کروں تو یہی سمجھوں گا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے سمجھائی ہیں۔"

اس دور کی ایک دوسری یادگار تقریر وہ ہے جو آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد جلسہ سالانہ پر کی۔ اس تقریر کے متعلق حضرت مولوی شیر علی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ "اس وقت آپ کی آواز اور آپ کی ادا اور آپ کا لہجہ اور طرز تقریر حضرت مسیح موعودؑ کی آواز اور طرز تقریر سے ایسے شدید طور پر مشابہ تھے کہ اس وقت سننے والوں کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کی یاد تازہ ہو گئی...... جب تقریر ختم ہو چکی تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا کہ "میاں نے بہت سی آیات کی ایسی تفسیر کی ہے جو میرے لئے بھی نئی تھی۔" (روزنامہ الفضل 5 رنومبر 1938ء)

یہ واقعہ آپ کے علم قرآن کے علاوہ آپ کی زبردست قوت بیانیہ اور فن تقریر میں درک پر بھی گہری روشنی ڈالتا ہے۔ آپ کو خدا نے سلطان البیان بنایا تھا۔

فروری 1910ء سے آپ نے قرآن کریم کا درس دینا شروع کر دیا۔ 1913ء میں آپ دن میں دو دفعہ یعنی فجر اور ظہر کی نمازوں کے بعد درس دینے لگے۔ مکرم محمد ایوب صاحب کو چند روز اس درس میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ وہ لکھتے ہیں:

"اس قلیل عرصہ میں مجھ پر حضور کے عشق و فہم قرآن کریم، طہارت و تقویٰ، تعلق باللہ، اجابت دعا اور مطہر زندگی کا گہرا اثر ہوا جو کہ باوجود مرور زمانہ کے دل سے ہرگز دور نہیں ہوا۔" (الفضل 3 ردسمبر 1938ء)

## انجمن ہمدردان (دین حق)

1897ء میں جبکہ آپ کی عمر آٹھ نو سال کی تھی، قادیان کے احمدی نوجوانوں کی ایک انجمن ہمدردان (دین حق) قائم ہوئی جس کے سرپرست حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیروی تھے اور اس کے ساتھ ممبران میں سے ایک سرگرم ممبر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد تھے۔ یہ انجمن دراصل آپ کی ہی تحریک، خواہش اور آرزو پر قائم ہوئی تھی۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی فرماتے ہیں۔

"ہماری انجمن میں ایک مرتبہ سیدنا حضرت نور الدین اعظم شریک تھے۔ ہمارے آقا نامدار سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے نور نظر، لخت جگر نے ...... تقریر فرمائی۔ تقریر کیا تھی علم و معرفت کا دریا اور روحانیت کا ایک سمندر تھا۔ تقریر کے خاتمہ پر حضرت نور الدین اعظم کھڑے ہوئے اور آپ نے تقریر کی بے حد تعریف کی۔ قوت بیان

اور روانی کی داد دی، نکات قرآنی اور لطیف استدلال پر بڑے تپاک اور محبت سے مرحبا، جزاک اللہ کہتے دعائیں دیتے نہایت اکرام کے ساتھ گھر تک آپ کے ساتھ آکر رخصت فرمایا۔'' (الحکم 7/اکتوبر 1939ء صفحہ 4)

1899ء میں آپ اس انجمن کے صدر منتخب ہوئے۔

## انجمن تشحیذ الاذہان

1900ء میں آپ نے ایک نئی انجمن کی بنیاد رکھی جس کا نام حضرت مسیح موعودؑ نے تشحیذ الاذہان رکھا۔ اس مجلس کی غرض و غایت یہ تھی کہ نوجوانان احمدیت کو دعوت الی اللہ کے لئے تیار کرے۔ انجمن کے تحت ایک مجلس ارشاد بھی قائم کی گئی جس کا مقصود داعیان الی اللہ کی فوج میں بھرتی ہونے والے نوجوانوں کو علمی ہتھیار چلانے میں مشاق بنانا تھا۔ یعنی تحریر و تقریر میں کمال حاصل کرنا۔

## رسالہ تشحیذ الاذہان

مارچ 1906ء سے آپ کی ادارت میں رسالہ تشحیذ الاذہان نکلنا شروع ہوا۔ جس نے صحافت احمدیہ میں ایک جدید طرز کی بنیاد رکھی۔ اس نے (دین حق) کا درد رکھنے والے نوجوانوں میں خدمت (دین حق) اور اشاعت (دین حق) کی ایک نئی روح پھونک دی۔ آپ نے اس رسالہ میں ابتدا ہی سے بعض مستقل عنوان قائم کر دیئے...... یہ رسالہ دراصل انجمن تشحیذ الاذہان کا آرگن تھا اور یہ نام حضرت مسیح موعودؑ نے رکھا تھا۔ تشحیذ کے پہلے شمارہ میں آپ نے چودہ صفحات کا ایک شاندار انٹروڈکشن لکھا۔ جسے پڑھ کر حضرت خلیفہ اول مولانا حافظ نورالدین نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور مبارک باد دی۔ نیز خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کو خصوصیت سے اس کے پڑھنے کی ہدایت کی۔ مولوی محمد علی صاحب نے ریویو آف ریلیجنز اردو میں اس پر ریویو کیا۔ اور مضمون کا آخری حصہ درج کر کے لکھا۔ اس وقت صاحبزادہ صاحب کی عمر اٹھارہ سال کی ہے اور تمام دنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی خیال ان کے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور (دین حق) کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے ایک خارق عادت بات ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 62،61)

## انجمن انصار اللہ

1911ء کے اوائل میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی اجازت سے دعوت الی اللہ کی غرض سے ایک انجمن انصار اللہ قائم فرمائی جس کے ممبران کا یہ فرض قرار دیا کہ وہ خدمت دین کیلئے اپنے وقت کا کچھ نہ کچھ حصہ لازماً دیں اور لوگوں کے لئے پاک نمونہ بنیں۔ اس انجمن کی بنا آپ نے ایک رؤیا کی وجہ سے رکھی تھی جس میں جماعت کے بہت سے احباب شامل ہوئے۔ اس انجمن نے جماعت میں داعیان الی اللہ کی ایک جمعیت تیار کر دی جس نے آئندہ چل کر جماعت احمدیہ کی ترقی اور اشاعت میں بھاری حصہ لیا۔ 1913ء میں جب حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کو لندن میں بطور (مربی) سلسلہ بھجوانے کا فیصلہ کیا گیا تو رقم کی نایابی کی وجہ سے معاملہ ملتوی ہوتا نظر آیا تب اس انجمن کا صدر محمود آگے بڑھا اور اس انجمن نے رقم جمع کر کے حضرت چوہدری صاحب کو لندن بھجوایا۔

جنوری 1914ء میں آپ نے حضور کی اجازت سے پرسوز دعاؤں کے ساتھ ہندوستان بھر میں (دعوت) دین کیلئے ایک سکیم تیار کی جس کے بعض حصے یہ تھے۔

1۔ ہندوستان کے تمام شہروں اور قصبوں میں خاص طور پر جلسے کئے جائیں۔ 2۔ مختلف مقامات میں واعظ مقرر کئے جائیں۔ 3۔ ہر زبان میں ٹریکٹ شائع ہوں۔ 4۔ مناسب مقامات پر سکول کھولے جائیں۔

## قوت تحریر

تشحیذ الاذہان میں چھپنے والے آپ کے بلند پایہ مضامین اور اس کے متعلق اپنوں اور غیروں کے تاثرات کا ذکر گزر چکا ہے۔ آپ کو تو خدا نے سلطان القلم کا مثیل بنانا تھا۔ چنانچہ آپ کی پہلی تصنیف ''صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے'' 1908ء میں شائع ہوئی جبکہ آپ کی عمر صرف انیس سال تھی اور اس میں آپ نے ان مخالفین سلسلہ کے اعتراضات کے مفصل اور مدلل جواب دیئے جو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات سے متعلق کئے تھے۔

جون 1913ء میں آپ نے قادیان سے ایک نیا اخبار ''الفضل'' جاری کیا جو سلسلہ کی ایک لمبی تاریخ کا راز دان ہے۔

## شعر و سخن

1903ء میں آپ نے شعر و سخن کی دنیا میں قدم رکھا۔ ابتداءً آپ شاد تخلص فرماتے تھے۔ آپ کا عارفانہ کلام پہلی مرتبہ مئی 1913ء میں شائع ہوا۔ اپنی شاعری کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

''میرے اشعار میں سے ایک کافی حصہ بلکہ میں سمجھتا ہوں ایک چوتھائی یا ایک ثلث حصہ ایسا نکلے گا جو درحقیقت قرآن شریف کی آیتوں کی تفسیر ہے یا حدیثوں کی تفسیر ہے۔...... اسی طرح کئی تصوف کی باتیں ہیں جن کو ایک چھوٹے سے نکتہ میں حل کیا گیا ہے۔''

(روزنامہ الفضل 25/اکتوبر 1955ء)

## سلسلہ کے انتظامی امور میں شرکت

جنوری 1906ء میں جب نظام وصیت کا نظم و نسق چلانے کیلئے صدر انجمن احمدیہ کا قیام عمل میں آیا تو حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کو بھی مجلس معتمدین کے ارکان میں بطور ممبر نامزد فرمایا۔ اس حیثیت سے ابتدائی دور میں آپ کا ایک تاریخ ساز کارنامہ مدرسہ احمدیہ کو کلی تباہی سے محفوظ رکھنا ہے۔ جب انجمن کے بعض سرکردہ ممبروں (جو بعد میں لاہوری جماعت میں شامل ہوگئے) کی خوشنما تقریروں کے نتیجہ میں مدرسہ احمدیہ بند ہوتا نظر آ رہا تھا۔ اس وقت حضور کی ایک بے پناہ جذباتی مگر مدلل تقریر نے دل پھیر دیے اور یہی مدرسہ احمدیہ ہے جو جماعت کی علمی

اور تربیتی درسگاہ ہے اور آج جامعہ احمدیہ کے نام سے مصروف عمل ہے۔

1910ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے مدرسہ احمدیہ کی نگرانی آپ کو سونپ دی اور آپ نے بڑے انہماک اور محنت اور حکمت اور دعاؤں کے ساتھ اس کا معیار بہت بلند کیا۔

24/جولائی 1910ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے سفر ملتان کے دوران آپ کو پہلی دفعہ امیر مقامی مقرر فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے عہد خلافت کے آخری ایام میں آپ نے نظام قدرت ثانیہ کے قیام اور استحکام کے لئے زبردست جدو جہد فرمائی جو اپنی ذات میں ایک تفصیلی مضمون ہے۔ حضور کے ارشاد پر نمازوں کی امامت وغیرہ کے فرائض بھی آپ ہی سرانجام دیتے رہے۔ 13/مارچ 1914ء کو آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی زندگی کا آخری جمعہ پڑھایا اور اگلے دن 14/مارچ 1914ء کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پچیس سال کی عمر میں منصب خلافت پر فائز کر دیا۔ آپ جب خلیفہ بنے تو آپ سے بہت بڑی عمر کے لوگ موجود تھے۔ جو بظاہر زیادہ عالم اور منتظم تھے مگر خدا کی نظر انتخاب نے آپ کو چن لیا اور پورے باون سال تک آپ کے جلد جلد بڑھنے کا دنیا نے ایک حیرت انگیز مشاہدہ کیا۔

## ہماری ذمہ داری

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے پیشگوئی مصلح موعود پر سو سال پورے ہونے کے مبارک موقع پر 23/فروری 1986ء کو لندن میں جلسہ مصلح موعود سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اس دنیا کی اصلاح کے لئے بکثرت احمدیوں کی ضرورت ہے جو مصلح موعود کی صفات سے آراستہ ہوں، جوان تمام ہتھیاروں سے لیس ہوں جو مصلح موعود کو عطا کئے گئے تھے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود کو خدا تعالیٰ نے یہ مضمون ایک رؤیا کے ذریعے سمجھایا۔ جب آپ کو تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتا ہوا دکھایا گیا تو اکیلے دوڑتا ہوا نہیں دکھایا گیا بلکہ بتایا گیا کہ ایک جماعت تیرے پیچھے اسی تیز رفتاری کے ساتھ دوڑ رہی ہے مگر وہ جماعت پیچھے رہتی چلی جارہی ہے اور فاصلے دونوں کے درمیان بڑھتے جارہے ہیں یہاں تک کہ مصلح موعود ایسی تیز رفتاری کے ساتھ اس موعود مقام تک پہنچتے ہیں کہ وہ ساتھی جو پیچھے پیچھے بھاگ رہے تھے وہ بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔

اس پیشگوئی میں جہاں مصلح موعود کے لئے ایک خوشخبری بھی تھی وہاں ایک انذار کا پہلو بھی ہے اور جہاں انذار کا پہلو بھی ہے وہاں توجہ اور امید کا پہلو بھی ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جماعتی دوڑ تو ہمیشہ جاری رہے گی تم مصلح موعود کے تصور کے پیچھے ہمیشہ دوڑتے رہو اور اپنی رفتار کو تیز تر کرو اور یہ فیصلہ کرو اور خدا سے دعا کرو کہ وہ تمہاری رفتار کو اتنا تیز کر دے کہ تم بھی اس مقام کو پالو جس کی طرف مصلح موعود آگے بڑھ گئے ہیں"۔ (ماہنامہ "خالد" فروری 1987ء صفحہ 13، 14)

(الفضل انٹرنیشنل 16 تا 22 فروری 2001ء)





خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

**مبارک صد مبارک**

منجانب

قائد مجلس و اراکین عاملہ

ناظم آباد کراچی

---

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

**منجانب**

قائد مجلس و اراکین عاملہ

رفاعہ عامہ کراچی

---

اللہ تعالیٰ خلافت کا بابرکت سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پہ سلامت رکھے اور ہمارے پیارے حضور کو صحت و تندرستی والی لمبی عمر سے نوازے (آمین)

**دعا گو**

والدہ مبشر مشتاق سہگل کراچی

---

جماعت احمدیہ عالمگیر کو خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

منجانب

قائد مجلس و اراکین عاملہ

سوسائٹی ضلع کراچی

---

محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں

احباب جماعت کو جشن خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

منجانب

قائد مجلس و اراکین عاملہ صدر کراچی

---

آسمان سے بارش کی طرح نازل ہونے والے برکات و افضال مبارک ہوں

منجانب

قائد مجلس و اراکین عاملہ

گوندل فارم ضلع حیدرآباد

---

خلافت سہارا ہے ہم غمزدوں کا

اسے رکھ سلامت خدائے خلافت

منجانب

قائد مجلس و اراکین عاملہ

فیکٹری ایریا فارم ضلع حیدرآباد

---

ہم جاں نثاران احمدیت خلافت احمدیہ کے استحکام کے لئے دعا گو ہیں

منجانب

قائد مجلس و اراکین عاملہ

سنجر چانگ ضلع حیدرآباد

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی
**مبارک صد مبارک**
منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ
بشیر آباد۔ ضلع حیدرآباد

---

محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں
احباب جماعت کو جشن خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی
مبارک ہو
منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ کوٹری سائٹ ضلع حیدرآباد

---

ہم جانثاران احمدیت خلافت احمدیہ کے استحکام کے
لئے دعا گو ہیں
منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ
کوٹڑی شہر ضلع حیدرآباد

---

یہ روز کرم مبارک سبحان من یرانی
خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو
**منجانب**
قائد مجلس واراکین عاملہ
امیر پارک ضلع گوجرانوالہ

---

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے
خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو
**منجانب**
قائد واراکین عاملہ
مجلس خدام الاحمدیہ ضلع شیخوپورہ

---

خلافت سہارا ہے ہم غمزدوں کا
اسے رکھ سلامت خدائے خلافت
منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ
بیت النور ضلع شیخوپورہ

---

جماعت احمدیہ عالمگیر کو خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی
مبارک ہو
منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ
گل روڈ ضلع گوجرانوالہ

---

آسمان سے بارش کی طرح نازل ہونے والے برکات و
افضال مبارک ہوں
منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ
ترگڑی ضلع گوجرانوالہ





یہ روز کرم مبارک سبحان من یرانی
خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو
**منجانب**
قائد مجلس واراکین عاملہ
وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ

---

جماعت احمدیہ عالمگیر کو خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی
مبارک ہو
منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ
گوجرانوالہ کینٹ ضلع گوجرانوالہ

---

ہم جانثاران احمدیت خلافت احمدیہ کے استحکام کے
لئے دعا گو ہیں
منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ
ماڈل کالونی کراچی

---

**خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی**
**مبارک ہو**

دعا گو
طارق مسعود ابن یعقوب احمد
محمود آباد فارم ضلع میرپورخاص

دعا گو
چوہدری داؤد احمد عادل
محمود آباد فارم ضلع میرپورخاص

---

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے
خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو
**منجانب**
قائد ضلع واراکین عاملہ
مجلس خدام الاحمدیہ ضلع میرپور AK

---

خلافت سہارا ہے ہم غمزدوں کا
اسے رکھ سلامت خدائے خلافت
منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ
سٹیلائٹ ٹاؤن میرپورخاص

---

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی
**مبارک صد مبارک**
منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ
ناصر آباد فارم ضلع میرپورخاص سندھ

---

آسمان سے بارش کی طرح نازل ہونے والے برکات و
افضال مبارک ہوں
منجانب
قائد مجلس واراکین عاملہ
گوٹھ غازی خان مرزانی بلوچ ضلع میرپورخاص

# سیدنا محمود کے مبارک قلم سے

(مرتبہ: مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب)

## جلسہ سالانہ قادیان کی ابتدائی حالت

اس جگہ پر یہاں اب مدرسہ احمدیہ کے لڑکے پڑھتے ہیں ایک ٹوٹی پھوٹی فصیل ہوا کرتی تھی۔ ہمارے آباء و اجداد کے زمانہ میں قادیان کی حفاظت کے لئے وہ کچی فصیل بنی ہوئی تھی جو خاصی چوڑی تھی اور ایک گڈا اس پر چل سکتا تھا۔ پھر انگریزی حکومت نے جب اسے تڑوا کر نیلام کر دیا تو اس کا کچھ ٹکڑا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہمان خانہ بنانے کی نیت سے لے لیا تھا۔ وہ ایک زمین لمبی سی چلی جاتی تھی۔ میں نہیں کہہ سکتا اس وقت 93ء تھا 94ء یا 95ء قریباً اسی قسم کا زمانہ تھا یہی دن تھے یہی موسم تھا یہی (دسمبر) کا مہینہ تھا۔ کچھ لوگ جو ابھی احمدی نہیں کہلاتے تھے کیونکہ ابھی احمدی نام سے جماعت یاد نہیں کی جاتی تھی مگر یہی مقاصد اور یہی مدعا لے کر وہ قادیان میں جمع ہوئے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ آیا وہ ساری کارروائی اسی جگہ ہوئی۔ یا کارروائی کا بعض حصہ اس جگہ ہوا اور بعض (بیت الذکر) میں کیونکہ میری عمر اس وقت سات آٹھ سال کی ہوگی اس لئے میں زیادہ تفصیلی طور پر اس بات کو یاد نہیں رکھ سکا۔ میں اس وقت اس اجتماع کی اہمیت کو نہیں سمجھتا تھا۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ میں وہاں جمع ہونے والے لوگوں کے ارد گرد دوڑتا اور کھیلتا پھرتا تھا۔ میرے لئے اس زمانہ کے لحاظ سے یہ اچنبھے کی بات تھی کہ کچھ لوگ جمع ہیں۔ اس فصیل پر ایک دری بچھی ہوئی تھی۔ جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے اور ارد گرد وہ دوست تھے جو جلسہ سالانہ کے اجتماع کے نام سے جمع ہوئے تھے۔ ممکن ہے میرا حافظہ غلطی کرتا ہو اور دری ایک نہ ہو دو ہوں لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ایک ہی دری تھی۔ اس دری پر کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ ڈیڑھ سو ہوں گے یا دو سو، بچے ملا کر ان کی فہرست اڑھائی سو کی تعداد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شائع بھی کی تھی۔ میں خیال کرتا ہوں۔ وہ ایک دری تھی یا دو دریاں۔ بہر حال ان کے لئے اتنی ہی جگہ تھی جتنی اس (جلسہ سالانہ 1936ء کی) سٹیج کی جگہ ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کیوں؟ مگر اتنا جانتا ہوں کہ وہ دری تین جگہ بدلی گئی۔ پہلے ایک جگہ بچھائی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے تبدیل کر کے ایک اور جگہ بچھائی گئی اور تیسری دفعہ اس جگہ سے بھی اٹھا کر اور دور وہ دری بچھائی گئی۔ اپنی بچپن کی عمر کے لحاظ سے میں نہیں کہہ سکتا ان جمع ہونے والوں کو لوگ روکتے تھے اور کہتے تھے کہ تمہارا حق نہیں کہ اس جگہ دری بچھاؤ یا کوئی اور وجہ تھی۔ بہر حال مجھے یاد ہے کہ دو تین دفعہ اس

دری کی جگہ بدل گئی۔

(الفضل 29 دسمبر 1936ء)

## قادیان کی ترقی عظیم الشان نشان

یَـأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ اوریَـأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَـمِیْقٍ ۔یعنی دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے دور دور سے تیرے پاس تحائف لائے جائیں گے اور ایسے ایسے سامان کئے جائیں گے جن سے مہمان نوازی کی جائے اور اس کثرت سے لوگ آئیں گے کہ وہ راستے گھس جائیں گے جن راستوں سے وہ آئیں گے۔

یہ نشان ایک عظیم الشان نشان ہے اس عظیم الشان نشان کی کس وقت خدا تعالیٰ نے خبر دی اس حالت کے دیکھنے والے اب بھی موجود ہیں۔ میری عمر تو چھوٹی تھی لیکن وہ نظارہ اب بھی یاد ہے جہاں اب مدرسہ ہے وہاں ڈھاب ہوتی تھی اور میلے کے ڈھیر لگے ہوتے تھے اور مدرسہ کی جگہ لوگ دن کو نہیں جایا کرتے تھے کہ یہ آسیب زدہ جگہ ہے۔اول تو کوئی وہاں جاتا نہیں تھا اور جو جاتا بھی تو اکیلا کوئی نہ جاتا بلکہ دو تین مل کر جاتے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ یہاں جانے سے جن چڑھ جاتا ہے۔جن چڑھتا تھا یا نہیں۔ بہر حال یہ ویران جگہ تھی اور یہ ظاہر ہے کہ ویران جگہوں کے متعلق ہی لوگوں کا خیال ایسا ہوتا ہے کہ وہاں جانے سے جن چڑھ جاتا ہے۔پھر یہ میرے تجربے سے تو باہر تھا لیکن بہت سے آدمی بیان کرتے ہیں کہ قادیان کی یہ حالت تھی کہ دو تین روپے کا آٹا بھی یہاں سے نہیں ملتا تھا۔ آخر یہ گاؤں تھا زمیندارہ طرز کی یہاں رہائش تھی اپنی اپنی ضرورت کے لئے لوگ خود ہی پیس لیا کرتے تھے۔یہ تو ہمیں بھی یاد ہے کہ ہمیں جب کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی آدمی کو لاہور یا امرتسر بھیجا کرتے تھے۔ پھر آدمیوں کا یہ حال تھا کہ کوئی ادھر آتا نہ تھا۔ برات وغیرہ پر کوئی مہمان اس گاؤں میں آجائے تو آجائے لیکن عام طور پر کوئی آتا جاتا نہ تھا۔ مجھے وہ دن بھی یاد ہیں کہ میں چھوٹا تھا حضرت صاحب مجھے بھی ساتھ لے جاتے مجھے یاد ہے برسات کا موسم تھا ایک چھوٹے سے گڑھے میں پانی کھڑا تھا میں پھلانگ نہ سکا تو مجھے خود اٹھا کے آگے کیا گیا۔ پھر کبھی شیخ حامد علی صاحب اور کبھی حضرت صاحب خود مجھے اٹھا لیتے۔اس وقت نہ تو مہمان تھا اور نہ یہ مکان تھے کوئی ترقی نہ تھی مگر ایک رنگ میں یہ بھی ترقی کا زمانہ تھا کیونکہ اس وقت حافظ حامد علی صاحب آچکے تھے۔ اس سے بھی پہلے جب کہ قادیان میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کوئی شخص نہ جانتا تھا خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا کہ تیرے پاس دور دور سے لوگ آئیں گے اور دور دور سے تحائف لائے جائیں گے۔

(خطبات محمود جلد 10 صفحہ 247،246)

## مخالفین کی ایذا رسانی

میں ان لوگوں میں سے ہوں جو نہایت ٹھنڈے





دل کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا کرتے ہیں۔میں نے اپنے کانوں سے مخالفین کی گالیاں سنیں اور اپنے سامنے بٹھا کر سنیں مگر باوجود اس کے تہذیب اور متانت کے ساتھ ایسے لوگوں سے باتیں کرتا رہا۔میں نے پتھر بھی کھائے اس وقت بھی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر امرتسر میں پتھر پھینکے گئے اس وقت میں بچہ تھا مگر اس وقت بھی خدا تعالیٰ نے مجھے حصہ دے دیا۔لوگ بڑی کثرت سے اس گاڑی پر پتھر مار رہے تھے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے تھے۔ میری اس وقت چودہ پندرہ سال کی عمر ہوگی گاڑی کی ایک کھڑکی کھلی تھی میں نے وہ کھڑکی بند کرنے کی کوشش کی لیکن لوگ اس زور سے پتھر مار رہے تھے کہ کھڑکی میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور پتھر میرے ہاتھ پر لگے۔ پھر جب سیالکوٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر پتھر پھینکے گئے اس وقت بھی مجھے لگے۔ پھر جب تھوڑا عرصہ ہوا میں سیالکوٹ گیا تو باوجود اس کے کہ جماعت کے لوگوں نے میرے اردگرد حلقہ بنا لیا تھا، مجھے چار پتھر لگے۔ (انوار العلوم جلد 17 صفحہ 508)

## عبداللہ آتھم کی پیشگوئی

مجھے خوب یاد ہے کہ میں چھوٹا سا تھا کہ جب آتھم کی پیشگوئی کا وقت پورا ہوا غالباً یہ 1894ء کے آخر یا 1895ء کے شروع کی بات ہے میں اس وقت ساڑھے پانچ یا چھ سال کا تھا۔ابھی تک وہ نظارہ مجھے یاد ہے اس وقت تو میں اسے نہیں سمجھتا تھا کیونکہ میری عمر بہت چھوٹی تھی لیکن اب واقعات سے میں سمجھتا ہوں کہ جس دن آتھم کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا آخری دن تھا۔یعنی پندرہ مہینے ختم ہونے تھے۔اس دن اتنا کہرام مچا ہوا تھا کہ لوگ رو رو کر چیخیں مار رہے تھے اور دعا کرتے تھے کہ خدایا آتھم مر جائے۔ یہ عصر کے بعد اور مغرب سے پہلے کی بات ہے پھر نماز کا وقت ہؤا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد آپ مجلس میں بیٹھ گئے۔ گو اس عمر میں مَیں باقاعدہ مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تھا۔ لیکن کبھی کبھی مجلس میں بیٹھ جاتا تھا اس دن میں بھی مجلس میں بیٹھ گیا اس دن جو لوگ رو رو کر دعائیں کرتے رہے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے فعل پر ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا۔ کیا خدا تعالیٰ سے بھی بڑھ کر کسی انسان کو اس کے کلام کے لئے غیرت ہو سکتی ہے خدا تعالیٰ نے جب یہ بات کہی ہے کہ ایسا ہوگا تو ہمیں ایمان رکھنا چاہیے کہ ایسا ضرور ہوگا اور اگر ہم نے خدا تعالیٰ کی بات کو غلط سمجھا ہے تو خدا تعالیٰ اس بات کا پابند نہیں ہو سکتا کہ وہ ہماری غلطی کے مطابق فیصلہ کرے۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ جب ہم نے ایک شخص کو راست باز مان لیا ہے تو اس کی باتوں پر یقین رکھیں غرض مومن کا کام یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ پر توکل کرے خدا تعالیٰ کی بات بہر حال پوری ہو کر رہتی ہے۔

## آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے

جن دنوں کلارک کا مقدمہ تھا حضرت مسیح موعود

علیہ السلام نے اوروں کو دعا کیلئے کہا تو مجھے بھی کہا کہ دعا اور استخارہ کرو میں نے اس وقت رؤیا میں دیکھا کہ ہمارے گھر کے اردگرد پہرے لگے ہوئے ہیں۔ میں اندر گیا جہاں سیڑھیاں ہیں وہاں ایک تہہ خانہ ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحبؑ کو وہاں کھڑا کر کے آگے اُپلے چن دیئے گئے ہیں اوران پر مٹی کا تیل ڈال کر کوشش کی جارہی ہے کہ آگ لگادیں۔ مگر جب دیا سلائی سے آگ لگاتے ہیں تو آگ نہیں لگتی۔ وہ بار بار آگ لگانے کی کوشش کرتے ہیں مگر کامیاب نہیں ہوتے۔ میں اس سے بہت گھبرایا لیکن جب میں نے اس دروازے کی چوکھٹ کی طرف دیکھا تو وہاں لکھا تھا کہ: ''جو خدا کے بندے ہوتے ہیں ان کو کوئی آگ جلانہیں سکتی۔

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 153، 154)

## مقدمہ دیوار

میں بچہ تھا لیکن مجھے خوب یاد ہے یہاں ہمارے ہی بعض عزیز راستہ میں کیلے گاڑ دیا کرتے تھے تا کہ جب مہمان نماز پڑھنے آئیں تو رات کی تاریکی میں ان کیلوں کی وجہ سے ٹھوکر کھائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا اور اگر کیلے اکھاڑے جاتے تو وہ لڑنے لگ جاتے۔ اسی طرح مجھے خوب یاد ہے (بیت) مبارک کے سامنے دیوار مخالفوں نے کھینچ دی تھی۔ بعض احمدیوں کو جوش بھی آیا اور انہوں نے دیوار کو گرا دینا چاہا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہمارا کام صبر کرنا اور قانون کی پابندی اختیار کرنا ہے۔ پھر مجھے یاد ہے میں بچہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچپن سے ہی مجھے رؤیائے صادقہ ہوا کرتے تھے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ دیوار گرائی جارہی ہے اور لوگ ایک ایک اینٹ کو اٹھا کر پھینک رہے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کچھ بارش بھی ہو چکی ہے۔ اسی حالت میں میں نے دیکھا کہ (بیت الذکر) کی طرف سے حضرت خلیفہ اول تشریف لا رہے ہیں۔ جب مقدمہ کا فیصلہ ہوا اور دیوار گرائی گئی تو بعینہٖ ایسا ہی ہوا۔ اس روز کچھ بارش بھی ہوئی اور درس کے بعد حضرت خلیفہ اول جب واپس آئے تو آگے دیوار توڑی جارہی تھی میں بھی کھڑا تھا۔ چونکہ اس خواب کا میں آپ سے پہلے ذکر کر چکا تھا، اس لئے مجھے دیکھتے ہی آپ نے فرمایا میاں دیکھو آج تمہارا خواب پورا ہو گیا۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 206، 207)

## بچپن کی کہانیاں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ کبھی حضرت یوسفؑ کا قصہ بیان فرماتے، کبھی حضرت نوحؑ کا قصہ سناتے اور کبھی حضرت موسیٰؑ کا واقعہ بیان فرماتے مگر ہمارے لئے وہ کہانیاں ہی ہوتی تھیں۔ گو وہ تھے سچے واقعات۔ ایک حاسد و محسود کا قصہ الف لیلہ میں ہے وہ بھی سنایا کرتے تھے۔ وہ سچا ہے یا جھوٹا بہر حال اس میں ایک مفید سبق ہے۔ اسی طرح ہم نے کئی ضرب الامثال جو کہانیوں سے تعلق رکھتی ہیں آپ سے سنی ہیں۔

(الفضل 28 / مارچ 1939ء)





## تربیت قبول کرنے کی اہلیت

بعض لوگوں کی بچپن میں تربیت کا اب تک مجھ پر اثر ہے اور جب وہ واقعہ یاد آتا ہے تو بے اختیار ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ ایک دفعہ میں ایک لڑکے کے کندھے پر کہنی ٹیک کر کھڑا تھا کہ ماسٹر قادر بخش صاحب نے جو مولوی عبد الرحیم صاحب دردؔ کے والد تھے۔ اس سے منع کیا اور کہا کہ یہ بہت بری بات ہے۔ اس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی ہوگی لیکن وہ نقشہ جب بھی میرے سامنے آتا ہے ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ اسی طرح ایک صوبیدار صاحب مراد آباد کے رہنے والے تھے ان کی ایک بات بھی مجھے یاد ہے ہماری والدہ چونکہ دلی کی ہیں اور دلی بلکہ لکھنؤ میں بھی ''تم'' کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ بزرگوں کو بے شک آپ کہتے ہیں لیکن ہماری والدہ کے کوئی بزرگ چونکہ یہاں تھے نہیں کہ ہم ان سے ''آپ'' کہہ کر کسی کو مخاطب کرنا بھی سیکھ سکتے۔ اس لئے میں دس گیارہ سال کی عمر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ''تم'' ہی کہا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے مدارج بلند کرے۔

صوبیدار محمد ایوب خان صاحب مراد آباد کے رہنے والے تھے گورداسپور میں مقدمہ تھا اور میں نے بات کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تم کہہ دیا۔ وہ صوبیدار صاحب مجھے الگ لے گئے اور کہا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ہیں اور ہمارے لئے محل ادب ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ ''تم'' کا لفظ برابر والوں کے لئے بولا جاتا ہے بزرگوں کے لئے نہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے اس کا استعمال میں بالکل برداشت نہیں کر سکتا یہ پہلا سبق تھا جو انہوں نے اس بارہ میں مجھے دیا۔ (الفضل 11 / مارچ 1939ء)

## جبرائیل اب بھی آتا ہے

میری عمر جب نو یا دس برس کی تھی۔ میں اور ایک اور طالب علم گھر میں کھیل رہے تھے۔ وہیں الماری میں ایک کتاب پڑی ہوئی تھی جس پر نیلا جزدان تھا اور وہ ہمارے دادا صاحب کے وقت کی تھی نئے نئے علوم ہم پڑھنے لگے تھے اس کتاب کو جو کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ اب جبرائیل نازل نہیں ہوتا۔ میں نے کہا یہ غلط ہے میرے ابا پر تو نازل ہوتا ہے۔ اس لڑکے نے کہا جبرائیل نہیں آتا کتاب میں لکھا ہے۔ ہم میں بحث ہو گئی۔ آخر ہم دونوں حضرت صاحب کے پاس گئے اور دونوں نے اپنا اپنا بیان پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کتاب میں غلط لکھا ہے۔ جبرائیل اب بھی آتا ہے۔

## حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان اور محبت

دوسرا واقعہ یوں ہے۔ بیوقوفی کے واقعات میں مجھے بھی اپنا ایک واقعہ یاد ہے۔ کئی دفعہ اس واقعہ کو یاد کر کے میں ہنسا بھی ہوں اور بسا اوقات میری آنکھوں میں آنسو بھی آگئے ہیں۔ مگر میں اسے بڑی قدر کی نگاہ

سے بھی دیکھا کرتا ہوں اور مجھے اپنی زندگی کے جن واقعات پر ناز ہے۔ان میں وہ ایک حماقت کا واقعہ بھی ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ایک رات ہم سب صحن میں سو رہے تھے گرمی کا موسم تھا کہ آسمان پر بادل آیا اور زور سے گرجنے لگا۔اسی دوران میں قادیان کے قریب ہی کہیں بجلی گر گئی مگر اس کی کڑک اس زور کی تھی کہ قادیان کے ہر گھر کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ بجلی شاید ان کے گھر میں ہی گری ہے۔اس کڑک اور کچھ بادلوں کی وجہ سے تمام لوگ کمروں میں چلے گئے جس وقت بجلی کی یہ کڑک ہوئی اس وقت ہم بھی جو صحن میں سو رہے تھے اٹھ کر اندر چلے گئے مجھے آج تک وہ نظارہ یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب اندر کی طرف جانے لگے تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سر پر رکھ دیئے کہ اگر بجلی گرے تو مجھ پر گرے ان پر نہ گرے بعد میں جب میرے ہوش ٹھکانے آئے تو مجھے اپنی اس حرکت پر ہنسی آئی کہ ان کی وجہ سے تو ہم نے بجلی سے بچنا تھا نہ یہ کہ ہماری وجہ سے وہ بجلی سے محفوظ رہتے۔(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 149،150)

میں علمی طور پر بتلاتا ہوں کہ میں نے حضرت صاحبؑ کو والد ہونے کی وجہ سے نہیں مانا تھا بلکہ جب میں گیارہ سال کے قریب کا تھا تو میں نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ اگر میری تحقیقات میں وہ نعوذ باللہ جھوٹے نکلے تو میں گھر سے نکل جاؤں گا۔مگر میں نے ان کی صداقت کو سمجھا اور میرا ایمان بڑھتا گیا حتّٰی کہ جب آپ فوت ہوئے تو میرا یقین اور بھی بڑھ گیا۔

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 96)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جُبّہ

مجھے اپنے متعلق یاد ہے کہ میری گیارہ سال کی عمر تھی اس وقت نماز کبھی کبھی نہ پڑھتا تھا اور شرعاً مجھ پر فرض نہ تھی مگر مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں نے حضرت صاحب کا جبّہ تبرک کے طور پر پہن کر دعا کی کہ اب میں کبھی نماز نہ چھوڑوں گا مجھے یہ توفیق حاصل ہو۔ چنانچہ پھر کبھی نہ چھوڑی مگر یہ خاص حالات کی وجہ سے تھا۔ ہر وقت دین کی باتیں کان میں پڑتی رہتی تھیں گھر اور باہر دین کا ہی چرچا تھا مگر عام طور پر بیس،اکیس سال میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے۔(خطبات محمود جلد 11 صفحہ 328)

## 1900ء کا قابل یادگار سال

1900ء میرے قلب کو (دینی) احکام کی طرف توجہ دلانے کا موجب ہؤا ہے اس وقت میں گیارہ سال کا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے کوئی شخص چھینٹ کی قسم کے کپڑے کا ایک جبّہ لایا تھا۔میں نے آپ سے وہ جبّہ لے لیا تھا کسی اور خیال سے نہیں بلکہ اس لئے کہ اس کا رنگ اور اس کے نقش مجھے پسند تھے میں اسے پہن نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کے دامن میرے پاؤں کے نیچے لٹکتے رہتے تھے۔ جب میں گیارہ سال کا ہؤا اور 1900ء نے دنیا میں قدم رکھا تو میرے دل میں یہ خیال





پیدا ہؤا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے؟ میں دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لئے کیسی خوشی کی گھڑی تھی جس طرح ایک بچہ کو اس کی ماں مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان علمی ایمان سے تبدیل ہو گیا۔ میں اپنے جامہ میں پھولا نہیں سماتا تھا۔ میں نے اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو۔ اس وقت میں گیارہ سال کا تھا آج میں پینتیس (35) سال کا ہوں مگر آج بھی میں اس دعا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میں آج بھی یہی کہتا ہوں خدایا! تیری ذات کے متعلق مجھے کوئی شک پیدا نہ ہو۔ ہاں اس وقت میں بچہ تھا۔اب مجھے زیادہ تجربہ ہے اب میں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو۔

بات کہاں سے کہاں نکل گئی۔ میں لکھ رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک جبہ میں نے مانگ لیا تھا جب میرے دل میں خیالات کی وہ موجیں پیدا ہونی شروع ہوئیں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے تو ایک دن ضحیٰ کے وقت یا اشراق کے وقت میں نے وضو کیا اور وہ جبّہ اس وجہ سے نہیں کہ خوبصورت ہے بلکہ اس وجہ سے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے اور متبرک ہے یہ پہلا احساس میرے دل میں خدا تعالیٰ کے فرستادہ کے مقدس ہونے کا تھا، پہن لیا۔

(یاد ایام۔انوار العلوم جلد نمبر 8 صفحہ 365،366)

## مجلس تشحیذ الاذہان کا قیام

ہم نے بچپن میں جو سب سے پہلی انجمن بنائی تھی اس کا نام تشحیذ الاذہان تھا۔...... جب ہم نے ایک انجمن بنانے کا ارادہ کیا تو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کا کوئی نام تجویز فرمائیں تو آپ نے اس انجمن کا نام تشحیذ الاذہان تجویز فرمایا۔ یعنی ذہنوں کو تیز کرنا۔ رسالہ ''تشحیذ الاذہان'' بعد میں اسی وجہ سے اس نام پر جاری ہؤا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انجمن کا نام تشحیذ الاذہان رکھا تھا اور چونکہ اسی انجمن نے یہ رسالہ جاری کیا اس لئے اس کا نام بھی تشحیذ الاذہان رکھ دیا گیا۔ پس ہماری انجمن کا نام ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تشحیذ الاذہان رکھا تھا۔ یعنی وہ انجمن جس کے ممبران کا یہ فرض ہے کہ وہ ذہنوں کو تیز کریں۔(الفضل 21 مارچ 1939ء)

## رسالہ تشحیذ الاذہان کا اجرا

جب کہ پہلے پہل میں نے چند ایک دوستوں کے ساتھ مل کر رسالہ تشحیذ الاذہان جاری کیا تھا۔ اس رسالہ کو روشناس کرانے کے لئے جو مضمون میں نے لکھا جس میں اس کے اغراض و مقاصد بیان کئے گئے تھے وہ جب شائع ہؤا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور اس کی خاص تعریف کی اور عرض کیا کہ یہ مضمون اس قابل ہے کہ حضور اسے ضرور پڑھیں چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (بیت) مبارک میں وہ رسالہ منگوایا اور غالبًا مولوی محمد علی صاحب سے وہ مضمون پڑھوا کر سنا اور تعریف کی لیکن اس کے بعد جب میں حضرت خلیفہ اول سے ملا تو آپ نے فرمایا۔ میاں تمہارا مضمون بہت اچھا تھا مگر میرا دل خوش نہیں ہوا اور فرمایا کہ ہمارے وطن میں ایک مثل مشہور ہے کہ ''اونٹ چالی اور ٹوڈا بتالی'' اور تم نے یہ مثل پوری نہیں کی۔ میں تو اتنی پنجابی نہ جانتا تھا کہ اس کا مطلب سمجھ سکتا اس لئے میرے چہرہ پر حیرت کے آثار دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ شاید تم نے اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ یہ ہمارے علاقہ کی ایک مثال ہے کوئی شخص اونٹ بیچ رہا تھا اور ساتھ اونٹ کا بچہ بھی تھا جسے اس علاقہ میں ٹوڈا کہتے ہیں۔ کسی نے اس سے قیمت پوچھی تو اس نے کہا کہ اونٹ کی قیمت تو چالیس روپیہ مگر ٹوڈے کی بیالیس روپیہ۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے تو اس نے کہا کہ ٹوڈا اونٹ بھی ہے اور بچہ بھی ہے۔ اس طرح تمہارے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیف براہین احمدیہ موجود تھی۔ آپ نے جب یہ تصنیف کی تو اس وقت آپ کے سامنے کوئی ایسا (دینی) لٹریچر موجود نہ تھا۔ مگر تمہارے سامنے یہ موجود تھی اور امید تھی کہ تم اس سے بڑھ کر کوئی چیز لاؤ گے۔ مامورین سے بڑھ کر علم تو کوئی کیا لا سکتا ہے سوائے اس کے کہ ان کے پوشیدہ خزانوں کو نکال نکال کر پیش کرتے رہیں۔ حضرت خلیفہ اوّل کا مطلب یہ تھا کہ بعد میں آنے والی نسلوں کا کام یہی ہوتا ہے کہ گزشتہ بنیاد کو اونچا کرتے رہیں۔''

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 457،456)

## حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات

اس کے بعد 1905ء آیا۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بیمار ہوئے میری عمر سترہ سال کی تھی اور ابھی کھیل کود کا زمانہ تھا۔ مولوی صاحب بیمار تھے اور ہم سارا دن کھیل کود میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دن یخنی لے کر میں مولوی صاحب کے لئے گیا تھا اس کے سوا یاد نہیں کہ کبھی پوچھنے بھی گیا ہوں۔ اس زمانہ کے خیالات کے مطابق یقین کرتا تھا کہ مولوی صاحب فوت ہی نہیں ہو سکتے۔ وہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد فوت ہوں گے۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی طبیعت تیز تھی ایک دو سبق ان کے پاس الف لیلہ کے پڑھے پھر چھوڑ دیئے۔ اس سے زیادہ ان سے تعلق نہ تھا۔ ہاں ان دنوں میں یہ بحثیں خوب ہوا کرتی تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دایاں فرشتہ کون سا ہے اور بایاں کون سا ہے۔ بعض کہتے مولوی عبدالکریم صاحب دائیں ہیں بعض حضرت استاذی المکرّم خلیفہ اوّل کی نسبت کہتے کہ وہ دائیں فرشتے ہیں علموں اور کاموں کا موازنہ کرنے کی اس وقت طاقت ہی نہ تھی اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس محبت کی وجہ





سے جو حضرت خلیفہ اوّل مجھ سے کیا کرتے تھے میں نورالدینیوں میں سے تھا۔ ہم نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی دریافت کیا تھا اور آپ نے ہمارے خیال کی تصدیق کی۔ غرض مولوی عبدالکریم صاحب سے کوئی زیادہ تعلق مجھے نہیں تھا سوائے اس کے کہ ان کے پر زور خطبوں کا مداح تھا اور ان کی محبت مسیح موعود علیہ السلام کا معتقد تھا مگر جونہی آپ کی وفات کی خبر میں نے سنی میری حالت میں ایک تغیر پیدا ہوا۔ وہ آواز ایک بجلی تھی جو میرے جسم کے اندر سے گذر گئی۔ جس وقت میں نے آپ کی وفات کی خبر سنی مجھ میں برداشت کی طاقت نہ رہی دوڑ کر اپنے کمرے میں گھس گیا اور دروازے بند کر لئے۔ پھر ایک بے جان لاش کی طرح چارپائی پر گر گیا اور میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ وہ آنسو نہ تھے ایک دریا تھا۔ دنیا کی بے ثباتی، مولوی صاحب کی محبت مسیح اور خدمت مسیح کے نظارے آنکھوں کے سامنے پھرتے تھے۔ دل میں بار بار خیال آتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کاموں میں یہ بہت سا ہاتھ بٹاتے تھے اب آپ کو بہت تکلیف ہوگی اور پھر خیالات پر ایک پردہ پڑ جاتا تھا اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہنے لگتا تھا۔ اس دن میں نہ کھانا کھا سکا نہ میرے آنسو تھمے حتّٰی کہ میری لا اُبالی طبیعت کو دیکھتے ہوئے میری اس حالت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی تعجب ہوا اور آپ نے حیرت سے فرمایا محمود کو کیا ہو گیا ہے اس کو تو مولوی صاحب سے کوئی ایسا تعلق نہ تھا یہ تو بیمار ہو جائے گا۔

(یاد ایام۔ انوار العلوم جلد نمبر 8 صفحہ 368،367)

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دلجوئی

میری تعلیم کے سلسلہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا ہے۔ آپ چونکہ طبیب بھی تھے اور اس بات کو جانتے تھے کہ میری صحت اس قابل نہیں کہ میں کتاب کی طرف زیادہ دیر تک دیکھ سکوں اس لئے آپ کا طریق تھا کہ آپ مجھے اپنے پاس بٹھا لیتے اور فرماتے میاں میں پڑھتا جاتا ہوں تم سنتے جاؤ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بچپن میں میری آنکھوں میں سخت ککرے پڑ گئے تھے اور متواتر تین چار سال تک میری آنکھیں دکھتی رہیں اور ایسی شدید تکلیف ککروں کی وجہ سے پیدا ہو گئی کہ ڈاکٹروں نے کہا کہ اس کی بینائی ضائع ہو جائے گی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری صحت کے لئے خاص طور پر دعائیں کرنی شروع کر دیں اور ساتھ ہی آپ نے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ مجھے اس وقت یاد نہیں کہ آپ نے کتنے روزے رکھے بہرحال تین یا سات روزے آپ نے رکھے جب آخری روزے کی آپ افطاری کرنے لگے اور روزہ کھولنے کے لئے منہ میں کوئی چیز ڈالی تو یکدم میں نے آنکھیں کھول دیں اور میں نے آواز دی کہ مجھے نظر آنے لگ گیا ہے لیکن اس بیماری کی شدت اور اس کے متواتر حملوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری ایک آنکھ کی بینائی ماری گئی

چنانچہ میری بائیں آنکھ میں بینائی نہیں ہے۔ میں رستہ تو دیکھ سکتا ہوں مگر کتاب نہیں پڑھ سکتا۔ دو چار فٹ پر اگر کوئی ایسا آدمی بیٹھا ہو جو میرا پہچانا ہؤا ہو تو میں اس کو دیکھ کر پہچان سکتا ہوں لیکن اگر کوئی بے پہچانا بیٹھا ہو تو مجھے اس کی شکل نظر نہیں آسکتی۔ صرف دائیں آنکھ کام کرتی ہے مگر اس میں بھی ککرے پڑ گئے اور وہ ایسے شدید ہو گئے کہ کئی کئی راتیں میں جاگ کر کاٹا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے استادوں سے کہہ دیا تھا کہ پڑھائی اس کی مرضی پر ہوگی۔ یہ جتنا پڑھنا چاہے پڑھے اور اگر نہ پڑھے تو اس پر زور نہ دیا جائے کیونکہ اس کی صحت اس قابل نہیں کہ یہ پڑھائی کا بوجھ برداشت کر سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بارہا مجھے صرف یہی فرماتے کہ تم قرآن کا ترجمہ اور بخاری حضرت مولوی صاحب سے پڑھ لو۔ اس کے علاوہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ کچھ طب بھی پڑھ لو کیونکہ یہ ہمارا خاندانی فن ہے۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب جن کو خدا تعالیٰ نے اسی سال ہمارے ساتھ ملنے کی توفیق عطا فرمائی ہے وہ ہمارے حساب کے استاد تھے اور لڑکوں کو سمجھانے کے لئے بورڈ پر سوالات حل کیا کرتے تھے لیکن مجھے اپنی نظر کی کمزوری کی وجہ سے وہ دکھائی نہیں دیتے تھے کیونکہ جتنی دور بورڈ تھا اتنی دور تک میری بینائی کام نہیں دے سکتی تھی اور پھر زیادہ دیر تک میں بورڈ کی طرف یوں بھی نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ نظر تھک جاتی۔ اس وجہ سے میں کلاس میں بیٹھنا فضول سمجھا کرتا تھا۔ کبھی جی چاہتا تو چلا جاتا اور کبھی نہ جاتا۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس میرے متعلق شکایت کی کہ حضور یہ کچھ نہیں پڑھتا کبھی مدرسہ میں آجاتا ہے اور کبھی نہیں آتا۔ مجھے یاد ہے جب ماسٹر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس یہ شکایت کی تو میں ڈر کے مارے چھپ گیا کہ معلوم نہیں حضرت مسیح موعودؑ کس قدر ناراض ہوں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ بات سنی تو آپؑ نے فرمایا۔ آپ کی بڑی مہربانی ہے جو آپ بچے کا خیال رکھتے ہیں اور مجھے آپ کی بات سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ یہ کبھی کبھی مدرسے چلا جاتا ہے ورنہ میرے نزدیک تو اس کی صحت اس قابل نہیں کہ پڑھائی کر سکے۔ پھر ہنس کر فرمانے لگے اس سے ہم نے آٹے دال کی دکان تھوڑی کھلوانی ہے کہ اسے حساب سکھایا جائے۔ حساب اسے آئے نہ آئے کوئی بات نہیں۔ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ نے کون سا حساب سیکھا تھا اگر یہ مدرسہ میں چلا جائے تو اچھی بات ہے ورنہ اسے مجبور نہیں کرنا چاہئے۔ یہ سن کر ماسٹر صاحب واپس آگئے۔ میں نے اس نرمی سے اور بھی فائدہ اٹھانا شروع کر دیا اور پھر مدرسے میں جانا ہی چھوڑ دیا۔ کبھی مہینہ میں ایک آدھ دفعہ چلا جاتا تو اور بات تھی۔ غرض اس رنگ میں میری تعلیم ہوئی اور میں درحقیقت مجبور بھی تھا کیونکہ بچپن میں علاوہ آنکھوں کی تکلیف کے مجھے جگر کی خرابی کا بھی مرض تھا۔ چھ چھ مہینے مونگ کی دال کا پانی یا ساگ کا پانی مجھے دیا جاتا رہا۔ پھر اس کے ساتھ تلی بھی بڑھ گئی۔





ریڈ آئیوڈائڈ آف مرکری (Red Iodide Of Mercury) کی تلی کے مقام پر مالش کی جاتی تھی۔ اسی طرح گلے پر بھی اس کی مالش کی جاتی تھی کیونکہ مجھے خنازیر کی بھی شکایت تھی غرض آنکھوں میں ککرے، جگر کی خرابی، عظم طحال کی شکایت اور پھر اس کے ساتھ بخار کا شروع ہو جانا جو چھ چھ مہینے تک نہ اترتا اور میری پڑھائی کے متعلق بزرگوں کا فیصلہ کر دینا کہ یہ جتنا پڑھنا چاہے پڑھ لے اس پر زیادہ زور نہ دیا جائے۔ ان حالات سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ میری تعلیمی قابلیت کا کیا حال ہوگا۔ ایک دفعہ ہمارے نانا جان حضرت میر ناصر نواب نے میرا اردو کا امتحان لیا۔ میں اب بھی بہت بدخط ہوں مگر اس زمانہ میں میرا اتنا بدخط تھا کہ پڑھا ہی نہیں جاتا تھا کہ میں نے کیا لکھا۔ انہوں نے بڑی کوشش کی کہ پتہ لگائیں میں نے کیا لکھا ہے مگر انہیں کچھ پتہ نہ چلا...... ان کی طبیعت بڑی تیز تھی۔ غصہ میں فوراً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے۔ میں بھی اتفاقاً اس وقت گھر میں ہی تھا۔ ہم تو پہلے ہی ان کی طبیعت سے ڈرا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس شکایت لے کر پہنچے تو اور بھی ڈر پیدا ہؤا کہ اب نامعلوم کیا ہو۔ خیر میر صاحب آگئے اور حضرت صاحب سے کہنے لگے کہ محمود کی تعلیم کی طرف آپ کو ذرا بھی توجہ نہیں ہے میں نے اس کا اردو کا امتحان لیا تھا۔ آپ ذرا پرچہ تو دیکھیں اس کا اتنا برا خط ہے کہ کوئی بھی یہ خط نہیں پڑھ سکتا۔ پھر اسی جوش کی حالت میں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہنے لگے کہ آپ بالکل پرواہ نہیں کرتے اور لڑکے کی عمر برباد ہو رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب میر صاحب کو اس طرح جوش کی حالت میں دیکھا تو فرمایا ”بلاؤ حضرت مولوی صاحب کو“۔ جب آپ کو کوئی مشکل پیش آتی تو ہمیشہ حضرت خلیفہ اول کو بلا لیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ اول کو مجھ سے بڑی محبت تھی۔ آپ تشریف لائے اور حسب معمول سر نیچا ڈال کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”مولوی صاحب! میں نے آپ کو اس غرض کے لئے بلایا ہے کہ میر صاحب کہتے ہیں کہ محمود کا لکھا ہؤا پڑھا نہیں جاتا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اس کا امتحان لے لیا جائے۔ یہ کہتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قلم اٹھائی اور دو تین سطر میں ایک عبارت لکھ کر مجھے دی اور فرمایا اس کو نقل کرو۔ بس یہ امتحان تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لیا میں نے بڑی احتیاط سے اور سوچ سمجھ کر اس کو نقل کر دیا۔ اول تو وہ عبارت کوئی زیادہ لمبی نہیں تھی، دوسرے میں نے صرف نقل کرنا تھا اور نقل کرنے میں تو اور بھی آسانی ہوتی ہے کیونکہ اصل چیز سامنے ہوتی ہے اور پھر میں نے آہستہ آہستہ نقل کیا۔ الف اور با وغیرہ احتیاط سے ڈالے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو دیکھا تو فرمانے لگے۔ مجھے تو میر صاحب کی بات سے بڑا فکر پیدا ہو گیا تھا مگر اس کا خط تو میرے خط کے ساتھ ملتا جلتا ہے۔ حضرت خلیفہ اول پہلے ہی میری تائید میں ادھار کھائے

بیٹھے تھے۔ فرمانے لگے حضور! میر صاحب کو تو یونہی جوش آ گیا ورنہ اس کا خط تو بڑا اچھا ہے۔......

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد آپ نے پھر مجھے کہا کہ میاں مجھ سے بخاری تو پوری پڑھ لو۔ دراصل میں نے آپ کو بتا دیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب سے قرآن اور بخاری پڑھ لو چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی میں نے آپ سے قرآن اور بخاری پڑھنی شروع کر دی تھی گو ناغے ہوتے رہے۔ اسی طرح طب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایت کے ماتحت میں نے آپ سے شروع کر دی تھی۔ (سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 104 تا 109)

## حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات سے مطابقت

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَةً ۔ میں اپنی افواج کے ساتھ اچانک تیری مدد کے لئے آؤں گا۔ جس رات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ہوا اسی رات ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آج یہ الہام ہوا ہے کہ اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَةً جب صبح ہوئی تو مفتی محمد صادق صاحب نے مجھے کہا کہ ”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو تازہ الہامات ہوئے ہوں وہ اندر سے لکھوا لاؤ۔“ مفتی صاحب نے اس ڈیوٹی پر مجھے مقرر کیا ہوا تھا اور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تازہ الہامات آپ سے لکھوا کر مفتی صاحب کو لا کر دے دیا کرتا تھا تا کہ وہ انہیں اخبار میں شائع کر دیں۔ اس روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب الہامات لکھ کر دیئے تو جلدی میں آپ یہ الہام لکھنا بھول گئے اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَةً میں نے جب ان الہامات کو پڑھا تو میں شرم کی وجہ سے یہ جرأت بھی نہ کر سکتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس بارہ میں کچھ عرض کروں اور یہ بھی جی نہ مانتا تھا کہ جو مجھے بتایا گیا تھا اسے غلط سمجھ لوں۔ اسی حالت میں کئی دفعہ میں آپ سے عرض کرنے کے لئے دروازہ کے پاس جاتا مگر پھر لوٹ آتا۔ پھر جاتا اور پھر لوٹ آتا آخر میں نے جرأت سے کام لے کر کہہ ہی دیا کہ رات مجھے ایک فرشتہ نے بتایا تھا کہ آپ کو الہام ہوا ہے اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَةً ۔ مگر ان الہامات میں اس کا ذکر نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ الہام ہوا تھا مگر لکھتے ہوئے میں بھول گیا۔ چنانچہ کاپی کھولی تو اس میں وہ الہام بھی درج تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر اس الہام کو بھی اخبار میں اشاعت کے لئے درج فرمایا۔

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 447،448)

## پہلی تقریر، معارف قرآن بیان کرنا، درس دینا

ہمارے ایک استاد تھے میں نے ان کو دیکھا ہے کہ جب میں درس دیتا تو وہ باقاعدہ میرے درس میں





شامل ہوتے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں میرے ایک اور استاد تھے جب کبھی وہ درس دے رہے ہوتے تو پہلے صاحب (بیت الذکر) میں آ کر انہیں درس دیتے ہوئے دیکھتے تو چلے جاتے اور کہتے کہ اس کی باتیں کیا سنی ہیں۔ یہ تو سنی ہوئی ہیں۔ مگر میرے درس میں باوجود اس کے کہ میں ان کا شاگرد تھا بوجہ اس کے کہ مجھ پر حسن ظنی رکھتے تھے ضرور شامل ہوتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اس کے درس میں اس لئے شامل ہوتا ہوں کہ اس کے ذریعہ قرآن کریم کے بعض نئے مطالب مجھے معلوم ہوتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے کہ بعض لوگوں پر چھوٹی عمر میں ہی ایسے علوم کھول دیئے جاتے ہیں جو دوسروں کے وہم اور گمان میں بھی نہیں ہوتے۔

اسی (بیت الذکر) میں 1907ء میں سب سے پہلی دفعہ میں نے پبلک تقریر کی جلسہ کا موقعہ تھا بہت سے لوگ جمع تھے حضرت خلیفہ اوّل بھی موجود تھے میں نے سورۂ لقمان کا دوسرا رکوع پڑھا اور پھر اس کی تفسیر بیان کی۔ میری اپنی حالت اس وقت یہ تھی کہ جب میں کھڑا ہوا تو چونکہ اس سے پہلے میں نے پبلک میں کبھی لیکچر نہیں دیا تھا اور میری عمر بھی اس وقت صرف 18 سال کی تھی پھر اس وقت حضرت خلیفہ اول بھی موجود تھے انجمن کے ممبران بھی تھے اور بہت سے اور دوست بھی آئے ہوئے تھے اس لئے میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اس وقت مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ میرے سامنے کون بیٹھا ہے اور کون نہیں۔ تقریر آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ جاری رہی۔ جب میں تقریر ختم کر کے بیٹھا تو مجھے یاد ہے حضرت خلیفہ اوّل نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ میاں میں تم کو مبارک باد دیتا ہوں۔ کہ تم نے ایسی اعلیٰ تقریر کی میں تمہیں خوش کرنے کے لئے یہ نہیں کہہ رہا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔

(الفضل 26 ستمبر 1941ء)

## حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں نذرانہ ملنا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے ایام میں سیالکوٹ کے ایک زمیندار دوست نے میرے ہاتھ پر چونّی رکھ دی۔ مجھے یاد ہے کہ اس وقت شرم کے مارے میرا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا اور میں اس مجلس سے بھاگا اور سیدھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچا اور وہ چونّی آپؑ کے سامنے پیش کر دی اور شکوہ کیا کہ ایک شخص نے آج میرے ہاتھ پر یہ چونّی رکھ دی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ مجھے اس کا فعل اچھا نہیں لگا۔ فرمایا۔ تمہیں اس کے جذبے کی قدر کرنی چاہیے اس نے جو کچھ کیا ہے محبت کے ماتحت کیا ہے۔ تمہاری ہتک کرنے کے خیال سے نہیں کیا۔ حدیث میں بھی آیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے کچھ دے تو اسے لے لو۔ چنانچہ اب اگر کوئی شخص خوشی سے مجھے کچھ دے دے تو مَیں لے لیتا ہوں۔ ورنہ مانگنے کے لحاظ سے کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کبھی کسی سے کچھ مانگا ہو۔ (الفضل 31 اگست 1938ء)

کہ میاں خدا کا ایک الہام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا اور میں نے اس الہام کے یہ معنے نکالے ہیں۔ اس لئے تم اس گزارہ کو قبول کر لو۔ چنانچہ میں نے وہ گزارہ قبول کر لیا۔ مگر وہ گزارہ اس سے بہت کم تھا جو آج کل ہماری اولادوں کو ملتا ہے۔ اس وقت مجھے ساٹھ روپے ماہوار ملا کرتے تھے اور ہم نہ صرف میاں بیوی تھے بلکہ اس وقت دو بچے بھی ہو چکے تھے اور ایک خادمہ بھی تھی۔ اس کے علاوہ میں انہی روپوں میں سے دس روپے کے قریب دینی کاموں میں خرچ کرتا تھا۔ گویا پچاس روپیہ میں ہم گزارہ کیا کرتے تھے لیکن میرے دل میں اس وقت یہ کبھی خیال پیدا نہیں ہوا کہ ہمیں گزارہ کم ملتا ہے۔ (الفضل 14 / مارچ 1944ء)

## میری صحت کے بارے میں فکر

اپنی مثال کو مَیں دیکھتا ہوں تو وہ ایک معجزانہ نظر آتی ہے کیونکہ مجھے بچپن میں ہی کئی قسم کی بیماریاں لگی ہوئی تھیں میں چھوٹا ہی تھا جب کہ مجھے خسرہ نکلا۔ پھر اس کے بعد کالی کھانسی ہو گئی اور یہ بیماری اتنی شدید ہوئی کہ اس سے خنازیر پیدا ہو گئیں۔ وہ خود اپنی ذات میں ایک مہلک مرض ہے اس کے بعد جب قریب بلوغت پہنچا تو چھ مہینے سال تک متواتر بخار رہا اور اس کے ایک دو حملے ہوئے حضرت خلیفہ اول کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے انتہا محبت تھی اس لئے وہ اس بات کو اور نگاہ سے دیکھتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے اپنا بیٹا سمجھتے ہوئے اور نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک ہی واقعہ کو دونوں نے مختلف شکلوں سے دیکھا مجھے تو یاد نہیں کہ ان دنوں میں مَیں خاص طور پر بیمار تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وفات سے دس پندرہ دن پہلے بغیر میرے کہنے کے یا بغیر میرے کسی قسم کی بیماری کی شکایت کرنے کے لاہور میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بلایا اور کہا محمود کی صحت بہت خراب رہتی ہے۔ مجھے اس کی بڑی فکر ہے۔ آپ اس کو اچھی طرح دیکھیں اور اس کے لئے کوئی علاج تجویز کریں۔ یہ بھی کہا کہ میری بھی صحت اچھی نہیں پر اس کی زیادہ خراب ہے اور اس کی مجھے بہت فکر ہے۔ مجھے نہیں یاد کہ ان دنوں میں مجھے خاص طور پر کوئی بیماری تھی صرف چھ مہینے پہلے بخار رہا تھا۔ لیکن اس حالت کو حضرت خلیفہ اوّل نے اور طرح بیان فرمایا میں ایک دفعہ ان کے پاس گیا تو کہنے لگے میاں تم بیمار ہو۔ تمہاری صحت بڑی خراب ہے پر مجھے مرزا صاحب کی بڑی فکر ہے ان کی صحت تم سے بھی زیادہ خراب ہے۔ تو انہوں نے اپنی محبت میں بیماریوں کا توازن یہ کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیماری کو بڑھایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی محبت پدری کی وجہ سے میری بیماری کو بڑھایا۔ بہر حال وہ حالت اس قسم کی تھی کہ مَیں بھی اور جو واقف لوگ تھے وہ بھی سمجھتے تھے کہ میں کسی لمبی عمر کو نہیں پہنچ سکتا اور کوئی لمبا اور بوجھ اُٹھانے والا کام نہیں کر سکتا۔

مجھے یاد ہے کہ شروع ایام خلافت میں مجھ پر جب جماعت نے اتفاق کیا تو میرے دل میں یہ خیال آتا تھا





کہ مَیں یہ بوجھ کہاں اُٹھا سکتا ہوں اور بعض دفعہ اس سے بڑی گھبراہٹ ہوتی تھی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس وقت میں اپنے دل کو اس رنگ میں تسلی دیا کرتا تھا کہ میری صحت تو ایسی ہے ہی نہیں کہ میں زیادہ دیر تک زندہ رہوں اس لئے یہ بوجھ تھوڑے دنوں کا ہی ہے کوئی زیادہ فکر کی بات نہیں لیکن ان حالات کے ہوتے، باوجود بیماریوں کے اور باوجود اس حملہ کے جو پچھلے سال مجھ پر ہوا اب میں اس عمر کو پہنچ گیا ہوں کہ اس سال کے ختم ہونے پر جنوری میں مَیں چھیاسٹھ سال کا ہو جاؤں گا۔ گویا گورنمنٹ جس عمر میں جا کے پینشن دیتی ہے اس سے گیارہ سال بڑی عمر ہو جائے گی۔

(الفضل 11 فروری 1955ء)

## خلافت ثانیہ میں نشانات کی بارش

''جب میری خلافت کا آغاز ہوا تو اُس وقت میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں کوئی دین کی خدمت کر سکوں گا۔ ظاہری حالات میرے خلاف تھے، کام کی قابلیت میرے اندر نہیں تھی، پھر میں نہ عالم تھا نہ فاضل نہ دولت میرے پاس تھی نہ جتھا، چنانچہ خدا گواہ ہے جب خلافت میرے سپرد ہوئی تو اُس وقت میں یہی سمجھتا تھا کہ خدا کے عرفان کی نہر کا ایک بند چونکہ ٹوٹ گیا ہے اور خطرہ ہے کہ پانی اِدھر اُدھر بہہ کر ضائع نہ ہو جائے۔ اس لئے مجھے کھڑا کیا گیا ہے تا کہ میں اپنا مُردہ دھڑ اُس جگہ ڈال دوں جہاں سے پانی نکل کر بہہ رہا ہے اور وہ ضائع ہونے سے محفوظ ہو جائے چنانچہ میں نے دین کی حفاظت کے لئے اپنا دھڑ وہاں ڈال دیا اور میں نے سمجھا کہ میرا کام ختم ہو گیا مگر میری خلافت پر ابھی تین دن بھی گزرے نہیں تھے کہ خدا تعالیٰ کے نشانات بارش کی طرح برسنے شروع ہو گئے۔''

(انوار العلوم جلد 15 صفحہ 589)

## علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا

''عُہدۂ خلافت کو سنبھالنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قرآنی علوم اتنی کثرت کے ساتھ کھولے کہ اب قیامت تک اُمتِ مُسلمہ اِس بات پر مجبور ہے کہ میری کتابوں کو پڑھے اور اُن سے فائدہ اُٹھائے۔ وہ کونسا (دینی) مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ نہیں کھولا۔ مسئلہ نبوت۔ مسئلہ کُفر، مسئلہ خلافت، مسئلہ تقدیر، قرآنی ضروری اُمور کا انکشاف، (دینی) اقتصادیات، (دینی) سیاسیات اور (دینی) معاشرت وغیرہ پر تیرہ سَو سال سے کوئی وسیع مضمون موجود نہیں تھا مجھے خدا نے اس خدمتِ دین کی توفیق دی اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ہی ان مضامین کے متعلق قرآن کے معارف کھولے جن کو آج دوست دشمن سب نقل کر رہے ہیں۔ مجھے کوئی لاکھ گالیاں دے، مجھے لاکھ بُرا بھلا کہے جو شخص (دین حق) کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے لگے گا اُسے میرا خوشہ چیں ہونا پڑے گا اور وہ میرے احسان سے کبھی باہر نہیں جا سکے گا۔'' (انوار العلوم جلد 15 صفحہ 587)

# صرف کر ڈالیں خدا کی راہ میں سب طاقتیں
# جان کی بازی لگا دی قول پر ہارا نہیں

یہ نظم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کی بیماری کے دوران دعا کی تحریک کرتے ہوئے ایک خاص کیفیت میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے رقم فرمائی۔

(1)

یاد ہے چھبیس مے سن آٹھ حزب المومنیں ۔۔۔ وہ غروب شمس وقتِ صبح محشر آفریں
دیکھنے پائے نہ جی بھر کر کہ رخصت ہو گیا ۔۔۔ مشعلِ ایماں جلا کر نورِ دَور آخریں
ہاتھ ملتے رہ گئے سب عاشقانِ جاں نثار ۔۔۔ لے گیا جانِ جہاں کو گود میں جاں آفریں
جسم اطہر کے قریں مرغانِ لبسمل کی تڑپ ۔۔۔ ہو رہی تھی روحِ اقدس داخلِ خُلدِ بریں
جس طرف دیکھا یہی حالت تھی ہر شیدائی کی ۔۔۔ سر بہ سینہ، چشمِ باراں، پُشت خم، اندوہ گیں
حسرتیں نظروں میں لے کر صورتیں سب کی سوال ۔۔۔ اب کہاں تسکین ڈھونڈیں بے سہارے دل حزیں
وہ لبِ جاں بخش کہہ کر قُم بِاِذنی چپ ہوئے ۔۔۔ ہجر کے ماروں کو اب کوئی جلائے گا نہیں
کون دکھلائے گا ان کو آسمانی روشنی ۔۔۔ چودھویں کا چاند چھپ جائے گا اب زیر زمیں
دونوں ہاتھوں سے لٹائے گا خزانے کون اب ۔۔۔ تشنہ روحیں کس سے لیں گی آبِ فیضانِ معیں ؟

(2)

اک جوانِ منحنی اٹھا بعزم استوار ۔۔۔ اشکبار آنکھیں لبوں پر عہد راسخ دل نشیں
شوکت الفاظ بھرائی ہوئی آواز میں ۔۔۔ کرب وغم میں بھی نمایاں عزم و ایمان و یقیں
مَیں کروں گا عمر بھر تکمیل تیرے کام کی ۔۔۔ مَیں تری ...... پھیلا دونگا بر رُوئے زمیں
زندگی میری کٹے گی خدمت ...... میں ۔۔۔ وقف کردوں گا خدا کے نام پر جانِ حزیں

یہ ارادے اور اتنی شان ہمت دیکھ کر
اس گھڑی بھی محوِ حیرت ہو رہے تھے سامعین

درد میں ڈوبی ہوئی تقریر سُن سُن کر جسے
لوگ روتے تھے ملائک کہہ رہے تھے ''آفریں''

چشمِ ظاہر بیں سے پنہاں ہے ابھی اس کی چمک
تیری قسمت کا ستارہ بن چکا ماہِ مبیں

(3)

سر پہ اک بارِ گراں لینے کو آگے ہوگیا
ناز کا پالا ہوا ماں باپ کا ''طفل حسیں''

کر نہیں سکتا کوئی انکار عالم ہے گواہ
جو کہا تھا اس نے آخر کر دکھایا بالیقیں

ذات باری کی رضا ہر دم رہی پیش نظر
خلق کی پرواہ نہ کی خدمت سے منہ موڑا نہیں

چیر کر سینے پہاڑوں کے قدم اس کے بڑھے
سینہ کوبی پر ہوئے مجبور اعدائے لعیں

دشمنوں کے وار چھاتی پر لئے مردانہ وار
پشت پر ڈستے رہے ہر وقت مارِ آستیں

ایسی باتیں جن سے پھٹ جاتا ہے پتھر کا جگر
صبر سے سُنتا رہا ماتھے پر بَل آیا نہیں

کوئی پوچھے کس گناہ کی اس کو ملتی تھی سزا؟
کس خطا پر تیر برسائے ؟ گروہِ ظالمیں !

''گریۂ یعقوب'' نصفِ شب خدا کے سامنے
''صبر ایوبؑ'' برائے خلق باخندہ جبیں

صرف کر ڈالیں خدا کی راہ میں سب طاقتیں
جان کی بازی لگا دی قول پر ہارا نہیں

ارض ربوہ جس کی شاہد ہے وہ معمولی نہ تھا
خُون ''فخر المرسلیں'' تھا شیرِ ......

آج فرزند مسیحائے زماں بیمار ہے
دعویٰ داران محبت سو رہے جا کر کہیں؟

قومِ احمدؑ! جاگ تو بھی جاگ اس کے واسطے
اَن گنت راتیں جو تیرے درد سے سویا نہیں

ہو دعائے درد دل سالم رہے قائم رہے
یہ دعائے احمدؑ ثانی نوید اولیں

(آمین)





# ''میرا پیارا محمود''

## مقام سیدنا محمود حضرت مولانا نورالدین کی نظر میں

(مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے انتخاب خلافت کے موقعہ پر اپنی پہلی تقریر میں بھی حضرت مصلح موعود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''میں نے اسی فکر میں کئی دن گزارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی۔ اسی لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں۔ اول میاں محمود احمد، وہ میرا بھائی بھی ہے اور میرا بیٹا بھی۔ اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔''

(بدر 2 جون 1908ء)

### خلافتِ ثانیہ کے بارہ میں وصیت

حضرت خلیفۃ المسیح الاول اپنے عہد خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض پیشگوئیوں کے مطابق جب گھوڑے سے گرے اور آپ کے سر میں سخت چوٹ آئی تو ایک رات آپ کو خیال پیدا ہوا کہ ورم دل کی طرف جا رہا ہے اس وقت آپ نے قلم دوات طلب فرمائی اور ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر اس کو لفافہ میں بند کر دیا پھر کچھ لفافہ پر بھی ارقام فرمایا اور شیخ تیمور صاحب کو جو آپ کی خدمت میں رہتے تھے یہ کہتے ہوئے دیا کہ اگر میری وفات ہو جائے تو اس پر جو لکھا ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے ان کی روایت ہے کہ اس لفافہ پر لکھا تھا عَلٰی اُسْوَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ جس کا نام اس لفافہ میں ہے اس کی بیعت کر و اور اندر نام لکھا تھا ''محمود احمد''۔

(الفضل 6 ستمبر 1914ء)

### پسرِ موعود کے بارہ میں یقین

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات سے چھ ماہ قبل حضرت پیر منظور محمد صاحب مصنف قاعدہ یسر نا القرآن نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے آج حضرت اقدس علیہ السلام کے اشتہارات پڑھ کر پتہ مل گیا کہ پسر موعود میاں صاحب ہی ہیں۔ اس پر حضرت خلیفہ اول نے فرمایا ''ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں۔''

پیر صاحب موصوف نے یہی الفاظ لکھ کر تصدیق کے لئے پیش کئے تو حضرت خلیفہ اول نے ان پر تحریر فرمایا ''یہ لفظ میں نے برادرم پیر منظور محمد سے کہے ہیں۔
نورالدین 10 ستمبر 1913ء''

(رسالہ پسر موعود صفحہ 28)

آپ فرماتے ہیں 11 ستمبر 1913ء کی شام کے بعد (اوپر والے واقعہ کے اگلے روز) حضرت خلیفۃ المسیح گھر میں چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں پاؤں سہلانے لگ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بغیر کسی گفتگو اور تذکرہ کے خود بخود فرمایا ''ابھی یہ مضمون شائع نہ کرنا جب مخالفت ہو اس وقت شائع کرنا۔'' (پسر موعود صفحہ 27)

## مسند احمد بن حنبل کی تدوین کا کام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

''جلسہ سالانہ کے چند ہی دن بعد حضرت خلیفۃ المسیح بیمار ہو گئے اور آپ کی علالت روز بروز بڑھنے لگی مگر ان بیماری کے دنوں میں بھی آپ تعلیم کا کام کرتے رہتے مولوی محمد علی صاحب قرآن شریف کے بعض مقامات کے متعلق آپ سے سوال کرتے اور آپ جواب لکھواتے کچھ اور لوگوں کو بھی پڑھاتے۔ ایک دن اسی طرح پڑھا رہے تھے۔ مسند احمد کا سبق تھا آپ نے پڑھاتے پڑھاتے فرمایا کہ مسند احمد حدیث کی نہایت معتبر کتاب ہے۔ بخاری کا درجہ رکھتی ہے مگر افسوس ہے کہ اس میں بعض غیر معتبر روایات امام احمد بن حنبل کے ایک شاگرد اور ان کے بیٹے کی طرف سے شامل ہو گئی ہیں جو اس پایہ کی نہیں ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ اصل کتاب کو علیحدہ کر لیا جاتا۔ مگر افسوس کہ یہ کام میرے وقت میں نہیں ہو سکا۔ اب شاید میاں کے وقت میں ہو جاوے۔ اتنے میں مولوی سید سرور شاہ صاحب آ گئے اور آپ نے ان کے سامنے یہ بات پھر دہرائی اور کہا کہ ہمارے وقت میں تو یہ کام نہیں ہو سکا۔ آپ میاں کے وقت میں اس کام کو پورا کریں۔ یہ بات وفات سے دو ماہ پہلے فرمائی۔'' (انوار العلوم جلد 6 صفحہ 299)

1962ء کے آخر میں وقف جدید کے نئے سال کا پیغام دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے یہی بتایا تھا کہ میرے زمانہ میں احمدیت پھیلے گی۔ (الفضل 23 جنوری 1963ء)

## قرآن میرے بعد میاں محمود سے پڑھ لینا

آپ نے ایک مرتبہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری لاہوری کو جو اس وقت مصر میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تحریر فرمایا ''تمہیں وہاں سے کسی شخص سے قرآن پڑھنے کی ضرورت نہیں جب تم واپس قادیان آؤ گے تو ہمارا علم قرآن پہلے سے بھی انشاء اللہ بڑھا ہوا ہوگا اور اگر ہم نہ ہوئے تو میاں محمود سے قرآن پڑھ لینا۔''

(الفضل یکم اپریل 1914ء)

## حضرت میاں بشیر احمد صاحب کو نصیحت

حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے آپ سے فرمایا: اگر میری زندگی میں قرآن ختم نہ ہوا تو بعد ازاں میاں صاحب سے پڑھ لینا۔ (الفضل 14 / مارچ 1931ء)

## حضرت غلام حسین صاحب کا حلفیہ بیان

''خاکسار کو رؤیا میں دکھایا گیا کہ چاند آسمان سے ٹوٹ کر حضرت (اماں جان) کی جھولی میں آ پڑا ہے





پھر دوسری رؤیا میں دکھایا گیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے بعد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ہوں گے۔ ان کی نصرت ہو گی اور ان پر وحی بھی نازل ہو گی۔ یہ دونوں خوابیں میں نے لکھ کر حضرت خلیفہ اول کے حضور بھیج دیں۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ'' آپ کی خوابیں مبارک ہیں'' پھر جب میں قادیان جلسہ سالانہ پر گیا تو علیحدگی میں بندہ نے روبرو میاں عبدالحیٔ صاحب مرحوم حضرت خلیفہ اول سے عرض کیا کہ یا حضرت! جو خوابیں میں نے آپ کو تحریر کی تھیں ان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے بعد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ہوں گے۔ حضرت خلیفہ اول اور میاں عبدالحیٔ صاحب مرحوم چار پائی پر بیٹھے تھے اور میں نیچے پیڑھی پر بیٹھا تھا۔ حضور نے جھک کر مجھ کو فرمایا ''اسی لئے اس کی ابھی سے مخالفت شروع ہو گئی ہے۔'' پھر میں نے عرض کیا یا حضرت سچے کا نشان بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کی مخالفت ہو آپ نے فرمایا ''ہاں سچے کا یہی نشان ہوتا ہے۔''

(الفضل یکم فروری 1938ء)

## آخری وصیت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفہ اول کی وفات کے بعد میرا منشاء نہیں تھا کہ میں عورتوں میں درس دیا کروں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بہت ہی بڑی ہمت کا کام ہے کہ ایسے عظیم الشان والد کی وفات کے تیسرے روز ہی امۃ الحیٔ نے مجھے رقعہ لکھا۔ اس وقت میری ان سے شادی نہیں ہوئی تھی کہ مولوی صاحب مرحوم اپنی زندگی میں ہمیشہ عورتوں میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے اب آپ کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے حضرت مولوی صاحب نے اپنی آخری ساعت میں مجھے وصیت فرمائی کہ میرے مرنے کے بعد میاں سے کہہ دینا کہ وہ عورتوں میں درس دیا کریں اس لئے میں اپنے والد کی وصیت آپ تک پہنچاتی ہوں وہ کام جو میرے والد صاحب کیا کرتے تھے اب آپ اس کو جاری رکھیں۔'' (الفضل 20 / دسمبر 1924ء)

## حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا اظہار خوشنودی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

''جب حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد میں نے ''صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تو حضرت خلیفہ اول نے مولوی محمد علی صاحب کو کہا کہ مولوی صاحب مسیح موعودؑ کی وفات پر مخالفین نے جو اعتراض کئے ہیں ان کے جواب میں تم نے بھی لکھا ہے اور میں نے بھی۔ مگر میاں ہم دونوں سے بڑھ گیا ہے۔ پھر یہی کتاب حضرت مولوی صاحب نے بذریعہ رجسٹری مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھیجی۔ وہ کیوں؟ محمد حسین صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب کی اولاد اچھی نہیں ہے۔ اس لئے یہ کتاب بھیج کر حضرت مولوی صاحب نے ان کو لکھوایا کہ حضرت مرزا صاحب کی اولاد میں سے ایک نے تو یہ کتاب لکھی ہے جو میں تمہاری طرف بھیجتا ہوں۔ تمہاری

اولاد میں سے کسی نے کوئی کتاب لکھی ہو تو مجھے بھیج دو۔"

(انوار العلوم جلد 4 صفحہ 350، 351)

## حج بیت اللہ کے لئے روانگی

حضرت صاجزادہ صاحب حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے 26 ستمبر 1912ء کو روانہ ہونے والے تھے۔ چنانچہ 25 ستمبر کو قادیان میں ایک الوداعی تقریب منعقد کی گئی۔ اس تقریب میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول بھی تشریف لائے۔ یہ پروگرام تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوا۔ اس میں بزرگوں نے تقاریر کیں دو طالبعلموں نے نظمیں بھی پڑھیں۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیّر نے اپنی تقریر میں فرمایا: حضرت خلیفۃ المسیح کے ایام علالت میں ایک دن میں نے گھبرا کر بہت دعا کی تو میں نے خواب میں حضرت خلیفۃ المسیح کو دیکھا کہ میاں صاحب بشیر الدین محمود احمد کو پکڑے ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "یہ پہلے بھی اول تھے۔ اب بھی اول ہیں۔"

(بدر 3 اکتوبر 1912ء)

## محبت کے انداز

وفات سے قبل اپنے فرزند میاں عبدالحئی کو بلایا اور جو باتیں کیں ان میں یہ بھی فرمایا "حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود اور خدا کا برگزیدہ انسان سمجھتا ہوں۔ مجھے ان سے اتنی محبت تھی کہ جتنی میں نے ان کی اولاد سے کی۔ تم سے نہیں کی۔" (حیات نور صفحہ 710)

محترم ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے اپنے صاجزادہ میاں عبدالحئی صاحب مرحوم کو فرمایا "میاں تم سے ہمیں بہت محبت ہے۔ لیکن حضرت صاحب کی اولاد ہمیں تم سے بھی زیادہ پیاری ہے۔" (حیات نور صفحہ 710 حاشیہ)

اس محبت کے سب سے زیادہ مورد حضرت صاجزادہ میاں محمود احمد صاحب ہی ہوئے اور اس زمانہ کے واقعات اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔

مکرم مولانا ظہور حسین صاحب ہی کا بیان ہے کہ "ایک دن جب حضور درس دے چکے تو مجھے فرمایا کہ تم بیٹھے رہو آپ نے ایک خط لکھا اور سادہ لفافہ میں ڈال کر فرمایا کہ میاں محمود احمد صاحب کو دے آؤ۔ میں نے وہ خط لے لیا۔ جب میں (بیت) مبارک کے نیچے مسقف حصے پر پہنچا تو میرے دل میں خیال آیا میں پڑھ تو لوں کہ کیا لکھا ہے۔ جب میں نے پڑھا تو میری حیرانی کی حد نہ رہی کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت میاں صاحب کو اس طرح ادب اور محبت سے مخاطب کیا ہوا تھا جس طرح کسی بڑے بزرگ کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ مجھے اس وقت خیال آیا کہ اوہو! حضرت میاں صاحب کا اتنا بڑا مقام ہے۔ اس خط کا یہ مضمون تھا کہ بازار میں بعض احمدیوں کے جھگڑے ہوتے رہتے ہیں دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح کر دے۔" (حیات نور صفحہ 601، 602)

لاہور کے ایک دوست شوق محمد صاحب عرائض نویس بیان کرتے ہیں کہ "1903ء میں مَیں قادیان میں بغرض تعلیم مقیم تھا۔ میں نے اپنے زمانہ قیام دارالامان میں متعدد بار دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بچپن میں





ہی چلتے وقت نہایت نیچی نظریں رکھا کرتے تھے اور چونکہ آپ کو آشوب چشم کا عارضہ عموماً رہتا تھا اس لئے کئی بار میں نے حضرت حکیم الامت مولانا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کو خود اپنے ہاتھ سے آپ کی آنکھوں میں دوائی ڈالتے دیکھا۔ وہ دوائی ڈالتے وقت عموماً نہایت محبت اور شفقت سے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا کرتے اور رخسار مبارک پر دستِ مبارک پھیرتے ہوئے فرمایا کرتے "میاں تو بڑا ہی میاں آدمی ہے۔ اے مولا! اے میرے قادر مطلق مولا! اس کو زمانہ کا امام بنا دے" بعض اوقات فرماتے "اس کو سارے جہان کا امام بنا دے" مجھ کو حضور کا یہ فقرہ اس لئے چبھتا کہ آپ کسی اور کے لئے ایسی دعا نہیں کرتے صرف ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔ چونکہ طبیعت میں شوخی تھی۔ اس لئے میں نے ایک روز کہہ ہی دیا کہ آپ میاں صاحب کے لئے اس قدر عظیم الشان دعا کرتے ہیں، کسی اور شخص کے لئے ایسی دعا کیوں نہیں کرتے۔ اس پر حضور نے فرمایا "اس نے تو امام ضرور بننا ہے۔ میں تو صرف حصول ثواب کے لئے دعا کرتا ہوں۔ ورنہ اس میں میری دعا کی ضرورت نہیں"۔ میں یہ جواب سن کر خاموش ہو گیا۔ (الفضل 13 مارچ 1938ء)

ایسا ہی ایک غیر احمدی دوست سید صادق علی شاہ صاحب گیلانی ریلوے اسٹیشن پشاور شہر 1908ء سے لے کر 1911ء تک قادیان میں بغرض حصول تعلیم مقیم رہے۔ انہوں نے ایک دفعہ اس زمانہ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا کہ "ایک دن جب مولوی صاحب (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الاول) گھوڑی سے گرنے کی چوٹ کی وجہ سے علیل تھے مگر کسی قدر اچھی حالت میں تھے تو ایک چھوٹے سے غالیچہ پر ایک پتلی سی رضائی یا لوئی لے کر تشریف رکھتے تھے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر اسی کمرے کی چٹائی پر ذرا دور جا بیٹھے۔ پتہ نہیں کس کام کیلئے وہاں گئے اور پھر وہیں چند منٹ بیٹھے رہے اور ان کی سابقہ مسند خالی تھی اور وہ رضائی یا لوئی حلقہ باندھے مسند پر پڑی تھی جس طرح آدمی فرش پر رضائی اوڑھ کر بیٹھا ہوا ہو اور پھر رضائی کو وہیں چھوڑ کر چلا جائے تو رضائی یا لوئی کا مسند پر حلقہ سا بن جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے ابھی کوئی اٹھ کر گیا ہے۔ مولوی صاحب کی نشست گاہ اسی طرح خالی پڑی تھی اور مولوی صاحب خود ذرا فاصلہ پر تشریف فرما تھے اور خواجہ کمال الدین صاحب سے باتیں کر رہے تھے اتنے میں میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب آ گئے۔ تمام کمرہ میں صرف چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ حضرت مولوی صاحب کی چھوٹے سے غالیچہ والی مسند تھی۔ مولوی صاحب نے میاں صاحب کو فرمایا کہ آپ وہاں میری جگہ پر بیٹھ جائیں۔ اس وقت میاں صاحب بالکل نو عمر تھے آپ خاموش رہے اور پاسِ ادب کی وجہ سے مولوی صاحب کی نشست پر نہ بیٹھے۔ مولوی صاحب نے پھر فرمایا اور ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ وہاں بیٹھ جاؤ۔ پھر بھی میاں صاحب نے تامل کیا۔ پھر مولوی صاحب نے سہ بارہ فرمایا اور ساتھ ہی خواجہ کمال الدین صاحب نے بھی کہا کہ میاں صاحب بیٹھ جاؤ۔ پھر میاں صاحب اس مسند پر بیٹھ گئے۔ مولوی صاحب کے اس

اصرار سے حاضرین پر خاص اثر ہوا اور انہوں نے یقین کرلیا کہ مولوی صاحب انہیں اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں"۔ یہ واقعہ 1911ء کا ہے۔ (الفضل 2 مارچ 1938ء)

14 جون 1912ء کو احمدیہ بلڈنگ لاہور میں فرمایا:

"مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود، بشیر، شریف، نواب ناصر، نواب محمد علی خان کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا۔ میں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ ایک امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں۔ ان کو خدا کی رضا کے لئے محبت ہے ......میاں محمود بالغ ہے اس سے پوچھ لو کہ وہ سچا فرمانبردار ہے۔ ہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ سچا فرمانبردار نہیں۔ مگر نہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمانبردار ہے ......اور ایسا فرمانبردار ہے کہ تم میں سے ایک بھی نہیں۔"

(بدر 4 رجولائی 1912ء صفحہ 7)

## حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی اطاعت

حضرت مولوی شیر علی صاحب (رفیق) حضرت مسیح موعودؑ بیان کرتے ہیں:

"خلافت اولیٰ کے زمانہ میں میں نے دیکھا کہ جو ادب اور احترام اور جو اطاعت اور فرمانبرداری آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی کرتے تھے اس کا نمونہ کسی اور شخص میں نہیں پایا جاتا تھا۔ آپ کے ادب کا یہ حال تھا کہ جب آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں جاتے تو آپ دوزانو ہو کر بیٹھ جاتا اور جتنا وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے اسی طرح دوزانو ہی بیٹھے رہتے۔ میں نے یہ بات کسی اور صاحب میں نہیں دیکھی۔ اسی طرح آپ ہر امر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی پوری پوری فرمانبرداری کرتے۔ کسی امر کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا ارشاد ہوتا تو آپ اس کی پوری پوری تعمیل کرتے۔" (الحکم 28 دسمبر 1939ء جوبلی نمبر صفحہ 8)

حضرت حکیم اللہ بخش صاحب (رفیق) حضرت مسیح موعود علیہ السلام روایت کرتے ہیں:

"ایک دفعہ ہم نے سنا کہ صاحبزادہ صاحب (مراد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) بیٹ میں شکار کو آرہے ہیں۔ ہم بھی وہاں پہنچ گئے۔ کھانے کا وقت ہوا تو آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے جو کھانا ساتھ لائے ہوئے تھے کھایا۔......نماز ظہر کا وقت ہوا تو مقامی امام کو نماز پڑھانے کا ارشاد فرمایا۔ اسی طرح عصر کے وقت بھی ہوا۔ وہاں لوگوں نے درخواست کی کہ ایک رات ہمارے پاس ٹھہریں مگر آپ نے جواب دیا کہ میں حضرت خلیفۃ المسیح سے ایک ہی دن کی اجازت لے کر آیا ہوں۔ پھر کبھی آؤں گا تو رات ٹھہرنے کی اجازت لے کر آؤں گا۔ لہذا پھر جب آئے تو اپنا وعدہ پورا کیا۔ اس بات سے ہم نے خلیفہ کی اطاعت کا سبق سیکھا۔" (روزنامہ الفضل 5 رنومبر 2007ء)

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

**منجانب**

زعیم حلقہ و ممبران عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ
دارالصدر شمالی انوار ربوہ

---

محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں

احباب جماعت کو جشن خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

**منجانب**

زعیم حلقہ و ممبران عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ
ناصر ہوسٹل ربوہ

---

آسمان سے بارش کی طرح نازل ہونے والے برکات و افضال مبارک ہوں

**منجانب**

قائد مجلس و اراکین عاملہ
چونگ پور تحصیل و ضلع سیالکوٹ

---

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

**مبارک صد مبارک**

**منجانب**

قائد مجلس و اراکین عاملہ
درگانوالی ضلع سیالکوٹ

---

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

**منجانب**

قائد مجلس و اراکین عاملہ
ڈھپئی ضلع سیالکوٹ

---

جماعت احمدیہ عالمگیر کو خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

**منجانب**

قائد مجلس و اراکین عاملہ
گوہد پور ضلع سیالکوٹ

---

ہم جانثاران احمدیت خلافت احمدیہ کے استحکام کے لئے دعا گو ہیں

**منجانب**

قائد مجلس و اراکین عاملہ
بھڑتھانوالہ ضلع سیالکوٹ

---

خلافت سہارا ہے ہم غمزدوں کا
اسے رکھ سلامت خدائے خلافت

**منجانب**

قائد مجلس و اراکین عاملہ
سلیم پور ضلع سیالکوٹ





# تبرکات

(از افاضات حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ)

سوال: حضرت فضل عمر کی پیدائش سے پہلے حضرت (اماں جان) یا حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کا کوئی خواب یا کشف؟

جواب: میں نے حضرت (اماں جان) کو ایک خواب بیان فرماتے سنا ہے۔ بلکہ خود مجھے بھی مخاطب فرما کر سنایا ہے دو چار بار۔ فرمایا "جب تمہارے بڑے بھائی پیدا ہونے کو تھے تو ایام حمل میں میں نے خواب دیکھا کہ میری شادی مرزا نظام الدین سے ہو رہی ہے۔ اس خواب کا میرے دل پر مرزا نظام الدین کے اشد مخالف ہونے کی وجہ سے بہت برا اثر پڑا کہ دشمن سے شادی میں نے کیوں دیکھی؟ میں تین روز تک برابر مغموم رہی اور اکثر روتی رہتی۔ تمہارے ابا یعنی حضرت مسیح موعودؑ سے میں نے ذکر نہیں کیا مگر جب آپ نے بہت اصرار کیا کہ بات کیا ہے؟ کیا تکلیف پہنچی ہے؟ مجھے بتانا چاہیے تو میں نے ڈرتے ڈرتے یہ خواب بیان کیا۔ خواب سن کر تو آپ بے حد خوش ہو گئے اور فرمایا اتنا مبارک خواب اور اتنے دن تم نے مجھ سے چھپایا؟ تمہارے ہاں لڑکا اسی حمل سے پیدا ہوگا اور نظام الدین کے نام پر غور کرو اس کا مطلب یہ مرزا نظام الدین نہیں۔ تم نے اتنے دن تکلیف اٹھائی اور مجھے یہ بشارت نہیں سنائی۔

اپنا بچپن کا ایک خواب یاد آ گیا، یاد رہا اور کچھ سال ہوئے میں نے لکھ بھی لیا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا (میں خواب میں اوپر کے صحن میں کھڑی تھی) کہ ہمارے صحن کا کنواں لبالب پانی سے بھرا ہے اور ایک جوان نوعمر (جس کی پشت سے بڑے بھائی صاحب ہی معلوم ہوتے تھے۔) تیز تیز اس کنواں کے گرد گھوم رہا ہے اور اس کی زبان پر اونچی آواز سے یہ الفاظ جاری ہیں۔ وہ آواز گونجتی ہے اور در و دیوار سے یہ آواز آ رہی ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ آنکھ کھلی تو میرے بڑے بھائی صاحب کا سر صرف شانوں تک میرے تکیہ پر تھا۔ پہلے تو میں دیکھتی رہی دیکھتی رہی مگر جب وہ کیفیت دور ہو گئی تو ڈر کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پکارا اور کہا میں نے اس طرح دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کشف تھا ڈرو نہیں بہت مبارک خواب اور کشف ہے۔

س: حضرت فضل عمر کی ولادت کے وقت کوئی روایت مثلاً دائی کون تھی۔ گڑھتی کس نے دی۔ اذان کس نے کہی۔ پیدائش کی خبر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تاثر، عقیقہ اور نام رکھنے کے بارہ میں حضورؑ کا فرمان یا کوئی خاص مشورہ۔ اس تقریب کا کوئی واقعہ؟

ج: جہاں تک مجھے یاد ہے حضرت اماں جان کی زبانی دائی کا نام ہرودائی تھا۔ اذان بھی کان میں حضور خود دیتے تھے اور غالباً شہد وغیرہ بھی خود ہی چٹاتے ہوں گے مگر اس کے لئے خاص الفاظ اماں جان کے مجھے یاد نہیں۔ یہ علم ہے اور کئی بار فرمایا کہ میرے سب بچے نیچے کے کمرے میں پیدا ہوئے ہیں، بجز امۃ الحفیظ کے۔ ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور کے مقدمہ میں اکثر باہر رہتے تھے اور پلیگ کے بعد ہم لوگوں کا نیچے کا قیام نہیں رہا تھا۔

عقیقہ پر حضرت اماں جان فرماتی تھیں۔ آپ علاوہ بکرے (کے) احباب کی دعوت بھی کرتے تھے۔ کیونکہ آپ اپنی اولاد کو نشان سمجھتے تھے۔ چلّہ میں خادماؤں اور معتبر عورتوں کا پہرہ ضرور ہوتا تھا۔ جن کے جاگتے رہنے کا آپ خیال رکھتے۔ چائے اور موسم کے مطابق ان کے لئے کھانے کو مٹھائی وغیرہ رکھی جاتی۔ یہ پہرہ میں نے اپنی یاد میں امۃ النصیر کی پیدائش پر دیکھا۔ آپ تشریف لاتے رات کو بھی دو تین دفعہ اور سب کو جاگنے کی تاکید فرماتے اور پوچھتے کہ چائے پی وغیرہ۔

حضرت اماں جان نے فرمایا کہ جب تمہارے بڑے بھائی پیدا ہوئے تو عصمت (ہماری بہن) سو رہی تھیں۔ خادمہ نے اس کو جگایا اور کہا۔ اٹھو بی بی تمہارا بشیر آ گیا۔ کیونکہ بشیر اول کی وفات پر غالباً عصمت اس کو یاد کرتی ہوں گی۔ اماں جان نے فرمایا کہ وہ اٹھ کر بجائے میری طرف آنے کے ''میرا بشیر آ گیا'' کہتی ہوئی اپنی بڑی والدہ (والدہ حضرت مرزا سلطان احمد) کی طرف یعنی تائی صاحبہ کے گھر دوڑ گئی۔ اس کو اپنی بڑی والدہ سے بہت تعلق تھا اور وہ بھی اس کو بہت پیار کرتی تھیں۔

حضرت مسیح موعودؑ خوش کیوں نہ ہوں گے۔ وہ ہر پیدائش فرزند کو اللہ تعالیٰ کا نشان جانتے تھے۔ آپ کی ہر خوشی کا اصل رجوع اسی محبوب حقیقی کی جانب ہوتا تھا۔ ذاتی طور پر نہ آپ کی اپنے لئے کوئی خوشی تھی نہ غم۔

س: بچپن کے مختلف واقعات مثلاً قاعدہ اور قرآن کریم شروع کرنے کے وقت کوئی تقریب، اردو وغیرہ کی تعلیم، آپ کی پڑھائی کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توجہ۔ کبھی حضور نے بھی کوئی سبق پڑھایا ہو یا سنا ہو۔ گھر پر پڑھائی کا کیا انداز تھا۔ ابتدا میں آپ کو کس قسم کی کتابوں کا شوق تھا؟

ج: بسم اللہ وغیرہ کی کوئی تقریب میں نے نہیں سنی نہ دیکھی۔ آمین بے شک ہم سب کی ہوئی اور بہت دھوم سے ہوئی۔ آپ نے شروع میں جہاں تک مجھے یاد ہے اکثر سنا ہوا (نام یاد نہیں رہا) اس وقت بنگالی صاحب تھے نیز ان کی اہلیہ صاحبہ کا دودھ میرے منجھلے بھائی صاحب نے پیا تھا۔ زینب بیگم۔ (مصری عبدالرحمٰن) کے والد صاحب (رفیق) تھے۔ مخلص تھے۔ ایک خط ان کا میرے پاس رکھا ہے۔ میرے میاں کو لکھا تھا۔ ایک بہت مبشر خواب مگر نام ان کا بھول گئی اس وقت۔ مگر اللہ کے ساتھ نام تھا۔ یاد ہی نہیں آرہا۔ غالباً ان سے ہی ابتدا میں پڑھا پھر سکول میں بھی اور اصل شوق سے جو پڑھنا شروع کیا تو





حضرت خلیفہ اول سے قرآن شریف وحدیث پڑھنے لگے کیونکہ اس وقت سے مطالعہ پر زور تھا اور اکثر مسائل پر، حدیث وغیرہ پر میرے چھوٹے ماموں جان سے گھر پر بھی باتیں ہوتی تھیں۔ ان کی توجہ علم دین کی طرف ہی رہی مگر یہ نہیں کہ ہر وقت لگے ہی رہیں۔ میز پر قرآن شریف، عربی کی کتابیں، لغت وغیرہ کتب، حدیث اور ایک انجیل بھی ضرور رکھی رہتی تھی۔ اسی طرح شیعوں کے مَراثی اور کتابیں مختلف مذاہب کی ہوں گی ضرور مگر میں نے انجیل پڑھ کر دیکھی کچھ حصہ، اور مرثیے پڑھے وہ یاد ہے۔ انیسؔ اور دبیرؔ بھی ان کے پاس تھے۔ کوئی خاص وقت پڑھائی کا باہر صرف بھی نہیں کرتے تھے۔ اور اندر بھی پڑھتے ضرور تھے۔ مگر اتنا نہیں کہ دن رات جیسے لڑکے سر کھپاتے ہیں۔ ان کو تو اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنے فضل وکرم سے پڑھا دیا۔

اکثر آشوب چشم بھی ہو جاتا۔ کمزوری سے حرارت بھی ہو جاتی تھی۔ قوی بدن نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پڑھائی کے لئے کبھی بھی نہیں کہا کہ محنت کرو وغیرہ۔ مگر ابتدا سے اپنی دینی کتب قرآن مجید، حدیث اور دیگر مذاہب کی کتابیں اور اس کے علاوہ کہانی قصے بھی پڑھ لیتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی انگریزی ابتدائی کتابیں اور الف لیلہ بھی۔ مجھے بھی چھوٹی چھوٹی کہانیاں الف لیلہ کی سنا دیتے تھے۔ دیوان غالب وغیرہ اور آپ کے استاد (جن سے کچھ عرصہ اصلاح لی تھی شاعری کے سلسلہ میں) جلالؔ لکھنوی کے دیوان بھی آپ کے پاس تھے۔ میری ہوش میں بہت کم عمری سے میں نے بڑے بھائی (حضرت مصلح موعود) کا کمرہ الگ دیکھا جس میں کتابیں رکھی رہتی تھیں میز پر۔ میں بھی وہاں جا پہنچتی تھی۔

س: گھر میں بچوں کا آپس میں کھیلنا۔ گھر کے بچوں سے آپ کا سلوک اور میل ملاپ۔ آپ زیادہ کس کا خیال رکھتے۔ بچوں کی کسی لڑائی جھگڑا میں (اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا ہو) آپ کا طرزِ عمل یا بیچ بچاؤ کا انداز؟

ج: آپ گھر میں کھیلتے تھے اکثر وقت پا کر جو صحن خالی ہوا اس میں گیند بلا وغیرہ اور اس کے علاوہ گھر کے باہر آپ کے مشاغل غلیل سے نشانہ بازی، کشتی چلانا، تیرنا وغیرہ تھے۔ مٹی کے غلیلے بنانے میں ہم سب شریک ہو جاتے۔ مگر گھر میں نہیں چلاتے تھے۔ یہ کام باہر ہوتا تھا۔ گھر میں تو کبھی نشان لگا کر غلیل چلا کر دیکھ لیا اور اس سے ذرا بڑے ہوئے تو سواری سیکھی اور گھوڑے کی سواری کو بہت پسند کرتے تھے۔

آپ ہم بچوں سے بہت پیار کرنے والے بے حد خیال رکھنے والے تھے۔ مجھے تو خاص طور پر بہت محبت کی، بہت ناز اٹھائے۔ کبھی خفا ہونا یاد ہی نہیں۔ ایک بار لڑکیوں کے ساتھ میں کھیل رہی تھی۔ لڑکیوں نے کوئی کھیل تالی بجانے والا کھیلا میں بھی بجانے لگی تو مجھے کہا کھیلو مگر تم نہ کبھی تالی بجانا۔ یہ لوگ بجایا کریں۔

مبارک سے بھی بہت پیار کا سلوک تھا۔ (ایک خط میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے میاں کو لکھا ہے۔ محمود اپنی والدہ سے بہت مانوس ہے اور مبارک سے بھی اب تک کھیلتا ہے۔ ابھی بچہ ہی ہے) دوسرے

بھائیوں سے بھی کبھی میں نے سختی کا سلوک یا جھگڑا نہیں دیکھا۔ منجھلے بھائی صاحب سے تو اکثر لمبی باتیں کرتے مگر ہر وقت اچھے موضوع پر میرے بھائی اور ماموں مل کر باتیں کرتے تھے۔ کبھی فضول بات میں نے نہیں سنی۔ کیونکہ جہاں یہ سب مل کر بیٹھتے میں ضرور جا پہنچتی تھی۔ کئی بار ہنس کر فرماتے تھے۔ کہ ۔

لڑکی وہ جو لڑکیوں میں کھیلے
نہ کہ لڑکوں میں ڈنڈ پیلے

مجھ سے بچپن سے بے تکلف رہے۔ ہر بات مجھ سے کر لیتے اور میں ہر بات جو نئی سنی یا سمجھ سے باہر ہوتی ان سے پوچھتی۔ میری کھل کر بات یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہوتی تھی یا بڑے بھائی حضرت مصلح موعود سے۔ حضرت مسیح موعودؑ بھی جانتے تھے کہ ہم دونوں کا آپس میں زیادہ پیار اور بے تکلفی ہے کہ آپ نے بھی تین چار بار مجھے کہا محمود کچھ چُپ چُپ ہے یہ کبھی اپنی حاجت نہیں ظاہر کرتا نہ مانگتا ہے تم پوچھو تو سہی کہ کیا چاہیے۔ میں نے پوچھا اور بتادیا۔ یہ میں لکھ چکی ہوں پہلے بھی۔ ایک بار بخاری کی سب جلدیں منگانے، پورا سیٹ کہا تھا، ایک بار سول اخبار جاری کروانے کو۔ ایک دفعہ بھابھی جان کو لاہور گئے زیادہ دن ہو گئے تھے کہا میں ان کا لاہور زیادہ رہنا پسند نہیں کرتا بلوالیں۔

ہم لوگ لڑتے نہیں تھے۔ کم از کم بہنوں سے لڑنے کی تو قسم ہی ہمارے ہاں تھی۔ مبارک احمد اور میں چھوٹے تھے۔ تینوں بھائیوں نے کبھی کچھ نہیں کہا۔ آپس میں منجھلے بھائی چھوٹے بھائی کبھی تکیوں سے لڑائی گویا جنگ مصنوعی کیا کرتے تھے یا چھوٹے بھائی صاحب کو منجھلے بھائی صاحب چڑاتے تھے وہ چڑتے مگر اس سے زیادہ ہرگز نہیں۔ نہ مار نہ کٹائی۔ ایک بار کوڑا اچھپا کی کھیلتے ہوئے مبارک کی پیٹھ پر کوڑا زور سے ماردیا۔ وہ نازک سا بچہ تھا رونے لگا۔ مجھے آج تک افسوس ہے اپنی اس حرکت پر کہ میں نے پکار کر حضرت مسیح موعودؑ کو کہا کہ مبارک کو چھوٹے بھائی نے زور سے کوڑا ماردیا تو آپ چھوٹے بھائی پر بہت خفا ہوئے تھے۔ اصل میں ہم دونوں آپس میں بہت مانوس تھے۔ (مبارک اور میں) حضرت مسیح موعودؑ اکثر فرماتے تھے کہ دونوں بہت ایک دوسرے سے جڑے رہتے ہیں۔ دراصل نام ایک ہے۔ صرف ایک ''ہ'' کا ہی فرق ہے۔ لہٰذا یہ بات تو ضمن میں آگئی مگر میں نے تو بڑے بھائی کو حضرت مسیح موعودؑ کی مانند محبت کرنے والا پایا۔ ذرا بڑے ہو کر یہ محبت ایک دوستی کا رنگ بھی اختیار کر گئی۔ خاندانی ہر بات مثلاً شادی بیاہ میں ضرور مشورہ لیتے۔ دور ہوتی تو رجسٹرڈ خط جاتے۔

میری شادی کے بعد اکثر قریباً روزانہ دارالسلام کا پھیرا ہوتا تھا۔ ہمارے زیادہ باہر رہنے کے ایام میں کوٹلہ بھی آتے اور شملہ بھی۔ سفر کو کہیں جارہے ہوتے تو ضرور سخت تاکید سے مجھے بلاتے کہ تم میرے ساتھ چلو۔ ایک دفعہ تو اتنی سخت تاکیدیں آئیں۔ پے در پے کہ مجھے شملہ کو چھوڑ کر شملہ سے قادیان آنا پڑا اور آپ کے ساتھ منالی وغیرہ کا سفر کیا۔





مجھے یاد نہیں کہ کبھی کہیں جانے کی صلاح ہو رہی ہو اور مجھ سے یہ اصرار نہ کیا ہو کہ چلو۔ مجبوری کے سبب میں نہ جاسکتی یہ اور بات تھی۔ پھر بھی کئی سفر آپ کے ساتھ کئے۔......

س: رشد کی عمر کو پہنچنے کے دوران کا کوئی واقعہ مثلاً آپ کے مشاغل خصوصاً گھر کے اندر۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں آپ کی مصروفیات ۔گھر کے اندر اور باہر دینی کام۔ کوئی خاص دنیوی کام آپ کے سپرد ہوا؟

ج: آپ مجھ سے آٹھ ہی سال بڑے تھے اور مجھے اب تو بھولتا ہے مگر اس وقت کی دو ڈھائی سال کی باتیں بھی یاد ہیں۔ کئی صاف نظارے میں نے ان کو دس سال کی عمر میں یا گیارہ سال کی عمر میں گویا مثلاً آنکھ کھول کر دیکھا ہوگا مگر میں نے حضرت بڑے بھائی کو باوجود کھیل وغیرہ جیسا کہ میں نے لکھا ہے کہ کبھی بے وقاری کی بچگانہ حرکتیں کرتے نہیں دیکھا۔ لڑکیاں شادی کا ذکر کر کے چھیڑتی تھیں کہ میاں کا بیاہ ہوگا۔ (جب تحریک ہوئی چھوٹی عمر تھی تو شرماتے تھے) زیادہ چھیڑنے پر ایک دفعہ بانس مسہری کا لے کر پیچھے دوڑتے دیکھا۔ اس غصہ میں کہ کیوں مجھے چھیڑتی ہیں۔ اس وقت گھر میں بڑی لڑکیاں ان کی دودھ شریک بہنیں یا ایک دوسیانی شریف لڑکیاں تھیں۔ جن میں ایک...... اصغری بیگم صاحبہ...... اہلیہ مدد خانصاحب مرحوم عزیزان یعقوب، الیاس، داؤد وغیرہ کی والدہ ہیں۔ یہ لوگ وہ تھے جو ساتھ کھیلے ۔ہم عمر تھے اور تمام زندگی آپ کی دیکھی ۔مگر کبھی آگے پیچھے اشارۃً کنایۃً نہ اس وقت نہ اب تک کسی نے کوئی نازیبا بات آپ کے متعلق نہیں کہی۔ مفتری اور ابلیس ان کو بھی بہکا سکتے تھے۔ مگر یہ نوجوانی کی زندگی کے گواہ بفضل خدا ان کی نیکی کے ہی گن گاتے رہے۔

شادی کم عمری میں ہوئی۔ آپ کے مشاغل پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ اسی طرح پڑھنا الگ بیٹھ کر، (بیت الذکر) میں نماز کو جانا باقاعدہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آپ سے میری زندگی میں سلوک ایسا ہی میں نے دیکھا جیسا ایک جوان قابل اور قابل اعتماد بیٹے کے ساتھ ہونا چاہیے۔ دنیوی کام آپ نے اُن سے کبھی نہیں لیا۔ حضرت خلیفہ اول کے پاس کسی کام یا دوا وغیرہ کے متعلق بات کرنے کو کہہ دیا وغیرہ۔ میں لکھ چکی ہوں جب صدر انجمن احمدیہ بن رہی تھی ان دنوں آپ سے پوچھتے تھے کہ کیا بات ہو رہی ہے۔ کمیٹی کے متعلق اور ممبر خواہ اس وقت نہ ہوں مگر آپ باہر آتے جاتے اور حضرت مسیح موعودؑ سے بات کرتے تھے۔ ویسے آپ بے تکلف ہو کر ہم لوگوں کی طرح آپ سے بات نہیں کرتے تھے یعنی جب سے مجھے یاد ہے جب رات کو حضرت مسیح موعودؑ باتیں کرتے کوئی واقعہ کوئی پرانا ذکر۔ کوئی بزرگوں کی روایت سُناتے تو ہم سب کے ساتھ اکثر آپ بھی ہوتے تھے۔ کھانا بھی اکثر ساتھ کھاتے تھے۔ مگر اب یہ عمر تھی کہ بہت ادب اور وقار کے ساتھ گفتگو یا سامنے آکر کام وغیرہ کا بتانا ہوتا تھا۔ غرض دنیوی کام کوئی سپرد نہیں ہوا۔ ایک باغ حضرت اماں جان کے نام تھا وہ بھی اور کچھ زمین وغیرہ جو تھی نانا

جان دیکھ بھال کر لیتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تو کبھی پوچھا تک نہیں۔ ایک دفعہ حضرت نانا جان نے جو (رپورٹ ضرور دیتے تھے) ذکر میں فرمایا کہ مالی کی تنخواہ تین روپے ہے آپ نے فرمایا۔ اچھا پہلے تو 8 ہوتے تھے۔

اصل میں پہلے تو متعلقین وخدام کی تنخواہ تو نہ ہوتی یا برائے نام، مگر کھانا پینا اور دیگر ان کے اخراجات شادی بیاہ وغیرہ ان کی ضروریات کے موقعوں پر ساری کسر نکل جاتی تھی۔ ان کے سب کام چل جاتے تھے۔

س: خلافت اُولیٰ کے انتخاب کے وقت اندرون خانہ کوئی صلاح ومشورہ۔ کوئی خاص واقعہ؟

ج: خلافت اولیٰ کے انتخاب کے وقت آپ باہر سے آئے اور حضرت اماں جان سے کہا کہ حضرت مولوی صاحب کے متعلق سب کا خیال ہے۔ آپ سے بھی مشورہ کو کہا ہے۔...... آپ بتائیں...... حضرت اماں جان نے فرمایا تھا کہ مولوی صاحب ہی مناسب ہیں۔

...... خلافت اولیٰ کی ابتدا میں ہی گندے عناصر نے بعض قلوب میں جگہ پالی تھی جس کی وجہ انسان کے لئے مرض مہلک ''بدگمانی'' اور مرض قاتل حسد (ناحق) کے سوا کچھ بھی نہ تھی۔ اندر ہی اندر بعض لوگ گویا خلیفہ کا انتخاب کر کے اور ''قیام خلافت'' پر اپنی منظوری کی مہر لگا کر اور ہاتھ کٹوا بیٹھنے پر پچھتا رہے تھے۔

میری اپنی قطعی رائے ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے وقت کی ایک اس خاص وجود یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی باتیں اور کلام بالعزم سن کر بھی کچھ زیادہ پہچان لیا تھا...... اور فوراً اس سوچ اور پریشانی میں گرفتار ہو گئے کہ یہ بچہ نہیں اس کے تو آثار ہی کچھ اور ہیں اور حضرت مولوی صاحب کی خلافت تو چند روزہ بوجہ ضعیف العمری عقلاً سمجھی جاسکتی ہے اگر اس ستارہ کی روشنی اسی طرح بڑھتی گئی تو یہ ماہ تاباں بن کر ہم سب کو ماند کر دے گا۔ یہ تو ہم بزرگوں اور تجربہ کاروں پر ایک کاری ضرب ہوگی۔ ہم یہ کیا کر بیٹھے ہیں؟ ان خیالات کے زیر اثر کچھ ترکیبیں۔ کچھ عذر کچھ بہانے دل بہلانے کو سوجھنے لگے چلو کیا ہوگیا۔ ایک بار بیعت ایک بزرگ کی کر لی آئندہ دیکھا جائے گا۔ مگر ابھی سے بیج تو بونے چاہئیں۔ سو اندرونی خیال کا اظہار ہونے بھی لگا اور بات پھوٹنے لگی تو اندر ہی اندر کھلبلی سی مچ گئی۔ آپ تک بات پہنچتی۔ پریشان ہوتے دعائیں کرتے۔ میرے میاں سے اکثر باتیں اسی موضوع پر ہوتیں۔ آپ کو تڑپ تھی کہ جماعت میں فتنہ نہ ہو۔ سخت اضطراب تھا کہ کوئی پھوٹ نہ پڑے۔ خلیفہ اول سے آپ کو بہت زیادہ محبت تھی اور خود خلیفہ اول کو تو آپ سے گویا عشق تھا۔ آپ کو یہ دکھ بھی ہوتا کہ خلیفۃ المسیح کی زندگی میں آئندہ کا ذکر اور قیاسات بھی کوئی کیوں کرتا ہے۔

س: خلیفۂ وقت سے آپ کا تعلق، ادب وفدائیت؟

ج: آپ حضرت خلیفہ اول کا محبت کے ساتھ بہت ادب بھی کرتے تھے۔ ادب سے کلام کرتے تھے حالانکہ آپ بہت محبت بچپن سے کرتے آئے تھے۔ فرماتے تھے کہ کئی اولادوں کی وفات کے بعد یہ عبدالحیٔ اور اور اولادیں





خدا تعالیٰ نے مجھے دی ہیں۔ مگر محمود مجھے ان سب سے زیادہ پیارا ہے۔ یہ بات میرے سامنے کئی بار کی گئی ہے۔

اس بچپن کے پیار کے باوجود آپ خلیفہ اول کے سامنے بہت مؤدب ہوتے تھے۔ آپ نے (خلیفہ اول) کی وفات کے بعد مجھے چند روز کے بعد ہی کہا کہ ایک دفعہ خلیفہ اول نے کہا تھا کہ میرا کوئی ظاہری رشتہ حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان سے نہ ہو سکا تو میری خواہش ہے کہ آپ کی وہ تمنا اب میں پوری کروں اور امۃ الحیٔ کے لئے درخواست رشتہ بھیجوں۔ خیر پھر تحریک ہوئی اور شادی ہو گئی۔ امۃ الحیٔ بہت چاہنے والی بہت تابعدار بیوی ثابت ہوئیں۔ ذہانت تو غضب کی پائی تھی۔ اشارہ بات کا پا جاتی تھیں۔ اشعار سے بھی دلچسپی تھی۔

ایک خط میں مجھے لکھا ہے کہ میری سب بیویوں میں امۃ الحیٔ میری بہت تابعدار بیوی تھی۔ آپ کو ان سے بہت محبت تھی اور وہ مرحومہ ہم سب سے مجھ سے اور حضرت اماں جان سے تو خصوصاً بہت ہی محبت کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔

خلیفہ اول کی وفات بہت بڑا صدمہ تھا۔ وہ بوجھ دل پر الگ اور اس وقت فتنہ کا فکر جس کی تفاصیل آپ سب کے علم میں ہیں وہ دن اور رات اور اگلا دن جس طرح گزرے اس کا بیان میں لانا مشکل ہے۔ بار بار کبھی باہر کبھی اندر دار السلام میں یہی باتیں یہی فکر اور یہی ذکر یہی تڑپ تھی کہ خلافت رہ جائے کوئی بھی منتخب ہو جس کو چاہیں چن لیں ہم سب بیعت کر لیں گے۔ مگر یہ فتنہ نہ ڈالیں کہ خلافت ہی نہ ہو۔

س: حضرت (اماں جان) سے محبت۔ بہن بھائیوں کی دلداری اور محبت۔ بچپن کے ساتھی اور دوست۔ رجحان طبع؟

ج: حضرت اماں جان سے بچپن سے بہت مانوس تھے اور آپ کی عزت اور محبت، ہر وقت آپ کے آرام کا خیال حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے بعد بہت بڑھ گیا تھا۔

ایک بار اماں جان بیمار ہوئیں تو مجھے الگ لے جا کر کہا کہ میں بھی ایک دعا کرتا ہوں اور تم بھی کرو اور کرتی رہو کہ اب اماں جان کو ہم میں سے خدا تعالیٰ کسی کا غم نہ دکھائے اور اماں جان کی زندگی میں برکت بخشے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت اماں جان سے فرمایا تھا کہ تین امتحان تمہارے اور ہوں گے۔ یہ مبارک کی وفات سے پہلے کہا تھا۔ یہ بات حضرت اماں جان سے سنی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ نے فرمایا کہ تین امتحان تھے دو ہو چکے ایک باقی ہے۔ اس وقت جب مجھے یہ بات بتا رہی تھیں تو میرے چھوٹے بھائی کے کپڑے بکس میں رکھ رہی تھیں (سامانِ سفر تیار کرنا تھا۔ یہ لاہور سے سفر واپسی حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے وقت کا ذکر ہے) تو مجھے ہمیشہ چھوٹے بھائی کا بہت فکر رہتا تھا۔ مگر باوجود دونوں ماموں جان اور میرے میاں کی وفات کے جب پارٹیشن ہوئی۔ قادیان چھوڑنا پڑا۔ اس وقت اماں جان کی تڑپ اور

صدمہ دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ تیسرا امتحان یہ تھا۔

حضرت بڑے بھائی صاحب جب پاس آتے تو کہتی تھیں میاں دیکھو مجھے قادیان ضرور پہنچانا، بہشتی مقبرہ میں۔ بڑے بھائی صاحب کی آنکھیں تر ہو جاتیں اور کمرہ سے نکل جاتے یہ حالت یہ تڑپ دیکھ کر۔

بہن بھائیوں کی دلداری تو کرتے ہی تھے۔ بہن بھائیوں کی اولاد سے بہت پیار اور محبت کا ہمیشہ سلوک کیا۔ اپنے بچوں کے لئے تو کچھ لحاظ اور شرم بھی پہلے پہل کہ اماں جان کے سامنے گود میں لینا۔ پیار کرنا۔ اس میں شرم محسوس کرتے۔ مگر امتہ السلام سلمہا منجھلے بھائی کی بڑی لڑکی سے بہت پیار کرتے۔ منجھلے بھائی لڑکی سے شرم کے مارے بات تک نہ کرتے تھے مگر حضرت بڑے بھائی صاحب نے بہت ہی ان سے لاڈ پیار کا سلوک رکھا۔ اب تک سلام کی تکلیف سن کر برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ کسی نے افواہ سنائی کہ مرزا رشید احمد اور شادی کرنا چاہتے ہیں۔ سخت غصہ آیا کہنے لگے مجھے رات بھر نیند نہیں آسکی۔ رشید سے کہہ دو کہ سلام بے وارث نہیں ہے۔ ابھی میں زندہ ہوں۔ اس کے باپ بھائی سب خدا کے فضل سے سلامت ہیں۔ یہ شادی میں نے اپنے بڑے بھائی (حضرت مرزا سلطان احمد صاحب) کے اصرار پر ان کی خاطر کی تھی۔ میاں بشیر کا تو دخل بھی نہ تھا۔ میں سلام کو تکلیف نہیں پہنچنے دوں گا وغیرہ۔ نوعمری یا بچپن کے دوست مجھے ایک تو ڈاکٹر اقبال غنی یاد ہیں۔ ان کی اور دوسرے ایک دو دوستوں کی ان کے آنے پر دعوت کرنا بھی یاد ہے۔

باہر ساتھ کھیلنے والے اور کشتی وغیرہ چلانے کے وقت ساتھ والوں میں چراغ، باغ دونوں بھائی اور غالباً میاں غلام حسین لنگر خانے والے کے لڑکے بھی ہوتے تھے۔ ایک عمر دین، مہر دین ہوتے تھے۔ جن کی والدہ حضرت منجھلے بھائی کی کھلانے والی تھیں۔

باتیں لکھنے بیٹھی تو لمبی ہوگئی ہیں اکثر باتیں میں لکھ بھی چکی ہوں۔ ایک اور بات یاد آگئی۔ حضرت اماں جان کی وفات کے بعد لوگ حضرت اماں جان کا تبرک بہت مانگتے تھے۔ چند دن وفات پر گزرے تھے۔ میں نے کہا کہ اماں جان نے اسی سال اتنے کپڑے لوگوں میں تقسیم کئے کہ بہت کم رہ گئے ہیں۔ ہم نے بھی اپنے اور بچوں کے لیے نشانی رکھنی ہے۔ کیا کریں فرمایا حضرت اماں جان کے وجود میں بھی خدا تعالیٰ نے خاص برکت رکھی تھی اور بہت بابرکت بنایا تھا ان کو تبرک دینا ہے تو یہ مراد نہیں کہ سارا کپڑا ہی دیا جائے اماں جان کی قمیض کی ایک آستین، پاجامہ کا ایک پانچا یا اس سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی تبرک ہیں جو مانگیں ان کو اس طرح تقسیم کر دو اور اماں جان کا کل سامان میں نے تمہارے سپرد کیا ہے۔ بلکہ تم کو میں نے دے دیا ہے تم سنبھالو اور جو چاہو کرو۔ حضرت اماں جان کے دو چار زیور طلائی تھے میں نے وہ جب تقسیم کر کے بتلایا تو فرمایا یہ تو میں تم کو دے چکا ہوں۔ میں نے کہا میں خود دے رہی ہوں سب کے پاس ایک ایک چیز چاہیے۔ غرض جس طرح میں نے چاہا کپڑے زیور اور تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو حضرت اماں جان





کے پاس باقی تھے سب میں تقسیم کیے۔

حضرت اماں جان کے دہلی والے عزیزوں کا بھی خاص خیال رکھتے اور بہت ان کی خاطر داری فرماتے۔ جب دہلی جاتے بلا بلا کر ملتے تھے۔ حیدر آباد دکن میں حضرت اماں جان کے ننہیالی عزیز تھے۔ احمدی بھائیوں کو سمجھا کر ان کی دعوتیں قبول کیں اور زیادہ وقت ان سب عزیزوں کی دعوتوں میں ہی صرف ہوا تھا۔ فرمایا اماں جان کے عزیز ہیں۔ ان کا حق ہے اس وقت پھر پارٹیشن کے بعد جو عزیز آتے رہے سب کی ہر طرح امداد کرتے رہے۔

ایک دفعہ حضرت سیٹھ عبداللہ صاحب کی بیگم نے قادیان میں آپ سے ذکر کیا کہ ایک تقریب میں میں نے (دعوت الی اللہ) شروع کی ایک معمر بیوی سے کوئی بات کرنے لگی کہ ہمارے خلیفہ نے یہ فرمایا ہے۔ آپ کا نام لیا تو وہ کہنے لگیں لو مجھے بتاتی ہو وہ تو میرا بچہ ہے۔ میرا محمود۔ میں کیا جانتی نہیں ہوں۔ آپ ہنسے اور فرمایا۔ ہاں وہ تو میری نانی لگتی ہیں۔ ہم ان کو گوری نانی کہا کرتے تھے۔

رجحان طبع اصل تو دینی تھا جس کی دھن تھی کہ احمدیت تمام عالم میں پھیلے اور (دین حق) کا غلبہ ہو۔ ہر احمدی کی تکلیف کو اپنی تکلیف جانتے تھے اور یہ بھی تڑپ ان میں میں نے دیکھی کہ کسی طرح بچھڑے ہوئے بھائی جو خلافت سے الگ ہو چکے ہیں ان کی اصلاح ہو۔ جس روز حضرت میر حامد شاہ صاحب کا بیعت خلافت کا خط آیا اماں جان کے پاس آئے اور کہا مبارک ہو اماں جان۔ میر حامد شاہ نے بیعت کر لی اور پھر بیت الدعا میں چلے گئے اور کافی دیر تک لمبے سجدوں کے ساتھ شکرانہ کے نفل ادا فرمائے۔

......ایک دفعہ قادیان کے زمانہ میں میں نے بہت فضول باتیں تکلیف دہ حضرت خلیفہ اول کے صاحبزادگان کی سن کر تنگ آکر آپ کو لکھا کہ ان کی عادت پختہ ہو رہی ہے اس لیے فتنہ کو روکنے کے لئے اب ضرور آپ کو تنبیہ کرنا اور قدم اٹھانا چاہیے اس پر آپ نے مجھے یہ جواب میں لکھا تھا کہ ''اکبر بادشاہ کے پاس ان کے کوکا کی شکایات پہنچی تھیں تو انہوں نے کہا تھا میرے اور اس کے درمیان دودھ کا دریا بہتا ہے تو میرے اور ان کے درمیان تو سات دودھ کے دریا بہتے ہیں۔ میں صبر کرتا چلا جاؤں گا۔ طرح دیتا رہوں گا۔ جب تک ممکن ہوگا۔'' یہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی محبت اور حق استادی وغیرہ کی طرف اشارہ تھا۔ ان لوگوں کی اکثر باتیں رو رو کر پہنچانے والی خود ایک حضرت خلیفہ اول کی نہایت مخلص سعید بہو تھیں۔ جو بہت نیک خاتون تھیں۔ خدا تعالیٰ ان کے لڑکوں کو ہدایت بخشے، وہ حضرت اماں جان کی خدمت میں آکر رو دیا کرتی تھیں اور خود مجھے بھی بہت دفعہ یہ دکھ بیان کئے۔

ولایت سے 1955ء میں آکر سب کو تحفے دیئے تو حسب معمول اماں جی مرحومہ (حرم حضرت خلیفہ اول) کیلئے بھی جوڑا تھا جو پہلے خرید لیا تھا (اماں جی صاحبہ کی وفات بعد میں ہوئی) فرمایا امی جی کے لئے جوڑا میں لایا تھا وہ اب ان کی کسی بہو کو دے دیں۔ غالباً میاں عبدالسلام مرحوم کی بیگم کو دیا تھا۔

ہمیشہ سفر سے آکر اماں جی کا تحفہ ضرور ہوتا تھا۔

شاید ہی کبھی ناغہ ہوا ہو۔ بچوں پر بھی ہمیشہ شفقت کی مگر جنہوں نے باپ کی آنکھیں نہ دیکھی تھیں وہ دوسروں کے پھسلانے پر محض بدظنیوں کے عذاب میں مبتلا ہو کر الگ ہو گئے۔ میاں عبدالسلام مرحوم فتنوں سے دور ہی رہتے تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بلا کر ملوث ہونے سے بچالیا۔ کاش کہ ان بچوں کو اپنے والد محترم کا زمانہ یاد ہوتا اور خلافت کے چند ہی ماہ بعد جو خبریں آپ نے خلافت کے خلاف سنیں اور فوراً فتنہ دبانے کے لئے آواز اٹھائی (بیت) مبارک کی چھت پر جس پر شوکت آواز سے وہ شیر خدا گرج رہا تھا اور لوگوں کی چیخیں نکل رہی تھیں وہ نظارا دیکھتے۔ وہ آواز جس طرح گویا آج بھی ہم سن رہے ہیں۔ کاش کہ یہ بھی سن سکتے اور دشمنان خلافت کے دوست جانی نہ بنتے۔ الگ ہو کر چپکے ہی بیٹھ رہتے مگر باپ کا زمانہ تو یاد رکھتے۔ خدا تعالیٰ اب بھی ان کو راہ راست پر لے آئے ہماری تو دعا ہی رہتی ہے۔

ایک دفعہ میاں منان کی علالت کی خبر آئی۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بیمار تھے اور اخراج ان لوگوں کا ہو چکا تھا۔ اس پر بھی آپ نے کئی بار پوچھا کہ منان کا اب کیا حال ہے اور کسی ذریعہ سے ان کی خیریت معلوم کرنے کی تاکید کی۔ ان کی علالت سے پریشانی اس طرح تھی کہ دلی تعلق ظاہر ہوتا تھا۔ صد افسوس کہ اس قلب صافی کی قدر ان لوگوں نے نہ جانی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

س: اپنی اولاد اور دوسرے عزیزوں سے تعلق محبت اور تربیت کا انداز کیسا تھا؟

ج: آپ نے اپنے تمام بیٹے اپنی جانب سے وقف صدق دل سے کئے اور سب کو اللہ تعالیٰ کے قدموں میں ڈال دیا تھا اور یہ خواہش تھی اور خیال رہتا تھا۔ میرے پاس بھی اظہار کیا دو تین بار کہ اول خواہش میری یہی ہے کہ لڑکیاں بھی واقفین زندگی کو دوں۔ اس کے ساتھ یہ بھی خواہش تھی اور پسند یہی تھا کہ جہاں تک ممکن ہو رشتے مل سکیں تو خاندان میں شادیاں ہوں۔ فرماتے تھے اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی ہر دو جانب کے لئے کی ہوئی دعائیں بچوں کو حاصل ہوں گی۔

سندھ کے ذکر پر ایک دفعہ مجھے کہا کہ میں نے زمین خریدنے اور جائداد کو ترقی دینے کا اب جو کام شروع کیا ہے یہ اپنے لئے نہیں بلکہ میری نیت یہ ہے کہ زمانہ بدل رہا ہے۔ رہائش کے سٹینڈرڈ بدل رہے ہیں۔ گرانی دن بدن زیادہ ہوتی نظر آتی ہے۔ میں نے چونکہ سب لڑکوں کو وقف کیا ہے ایسا نہ ہو کہ کبھی تنگی ان کے دل میں دنیا کی رغبت پیدا کرے اور ان میں سے کوئی بھی یہ نہ سوچے کہ ہمیں تنگی میں ڈال دیا ہے۔ ان کی اوسط درجہ کی خوش حال زندگی ان کو حاصل رہے۔ یہ کبھی لوگوں کو دیکھ کر اپنے آپ کو مقابلۃً تنگدست محسوس کر کے خدانہ کرے ابتلا میں پڑ جائیں۔

پہلے پہل شادی شدہ بچوں کو بھی آپ نے محض اتنا خرچ دیا کہ مشکل سے گزارا ہو سکے۔ جب آزمالیا کہ بفضلہٖ تعالیٰ یہ ہر حال میں شکر گزار ہیں اور کبھی شکایت نہیں کی تو بچے ہونے پر ان کا خرچ بڑھاتے رہے اور زچگی،





بیماریوں وغیرہ پر اخراجات بھی امداداً خود کئے اور دیگر کوئی کام کرنے کی بھی بہت دیر کے بعد اور آزمائش کے بعد اجازت دی تھی۔ اسی شرط سے کہ سلسلہ کے کاموں پر ذرا بھی اثر انداز نہ ہو۔ فارغ وقت میں یا کسی سے کام لے کر کچھ کام کر سکتے ہیں۔ یہ بھی مجھے علم ہوا تھا اور آپ کی زبانی بھی سنا تھا کہ دوسرا کام کریں مگر اول اپنا کام جو اصل ہے مقدم سمجھیں یہ شرط ہے۔

منصورہ بیگم میری لڑکی سے بھی بچپن سے بہت محبت کی بہت شفقت فرماتے تھے۔ منصورہ غالباً تیسرے بچے کی پیدائش کے بعد بہت بیمار ہو گئی تھیں 1941ء یا 1942ء میں ان کو بغرض علاج دہلی بھیجا اور تمام خرچ اٹھایا۔ علاج لمبا چلا تو منصورہ بیگم کو بہت احساس تھا کہ ماموں جان پر بہت بوجھ میری وجہ سے پڑ رہا ہے انہوں نے لکھا کہ آپ پر اتنا خرچ میری وجہ سے پڑ رہا ہے مجھے بہت شرم آتی ہے۔ تو ان کو لکھا تھا کہ تمہاری جان سے زیادہ مجھے روپیہ نہیں ہے تم ہزاروں کا لکھتی ہو۔ اگر ایک لاکھ بھی علاج پر خرچ ہو جائے تمہاری صحت کی خاطر تو مجھے پرواہ نہیں۔

ایک شفیق مگر دور اندیش باپ تھے۔ لڑکوں پر کڑی نظر رکھتے (لڑکیوں پر بظاہر زیادہ نرمی) قدرتاً لڑکوں کے اپنی آرزو کے مطابق خادم دین بننے اور خدمت (دین حق) کے لئے کمربستہ سپاہی بنا رہنے کی آپ کو دلی خواہش تھی۔ کسی لڑکے کے کام کی تعریف کسی سے بھی سنتے تو خوش ہو جاتے۔ جب عزیزی ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث کو 1953ء میں قید کیا گیا ہم رتن باغ میں تھے۔ میں دیکھ رہی تھی عزیزی ناصر احمد کوٹھی کے رُخ بیٹھے تھے ان کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ ایک عجیب شان ایک عجیب نور ایک خاص وقار چہرہ پر برس رہا تھا۔ یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ ناصر احمد ہی ہیں۔ اس وقت بجائے قیدی ہونے کے معلوم ہوتا تھا کہ ایک فاتح بادشاہ فتح عظیم کے بعد بڑی شان سے رواں ہے۔ وہ چہرہ، وہ نقشہ وہ خاص نور وہ شان دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ یہ محض قلبی اثر نہیں۔ (یعنی خوشی سے ہر قربانی کے لئے تیار ہونے اور اطمینان قلب اور صبر واستقلال کا ہی اثر نہیں یہ صرف اس وقت تو ایک خاص بات ظاہر ہو رہی ہے)۔ اس میں خدا تعالیٰ کا تصرف شامل ہے۔ میں نے اس کا ذکر بعد میں کیا کہ اس وقت ناصر احمد پر ایک عجیب خاص نور اور ایک خاص شان تھی، حیرت ہو رہی تھی کہ یہ اتنی دیر میں بدلی ہوئی ہستی نظر آ رہی ہے تو آپ اتنا خوش ہوئے کہ بے اختیار کہا اچھا! اور خوشی سے آپ کا پرنور چہرہ چمکنے لگا تھا......

س: آپ کی ذاتی زندگی، علمی وادبی لطائف، شعروشاعری اور عام دلچسپیاں کس قسم کی تھیں؟

ج: رات کو بہت دیر تک کام کرنا۔ پھر سونا۔ پھر ذرا دیر میں تہجد کے لئے اٹھنا۔ گویا رات جاگ کر ہی گذرتی۔ اس لئے آپ کو بعد نماز صبح سو جانے کی عادت تھی۔

مالیر کوٹلہ میں رہائش کا زمانہ 1923ء سے لے کر 1943ء تک میرا بہت لمبا رہا۔ اکثر قادیان آجاتی تھی چند روز کے لئے۔ حضرت اماں جان کے پاس ہوتی تھی مگر آپ بہت خیال رکھتے تھے۔ کبھی کوئی خاص

کھانا پکواتے کبھی پھل لاکر خود کھلاتے۔ رات کو گرمی میں کام کرتے کرتے اٹھ کر (ذرا آرام کرنے کو اٹھتے ہوں گے) ضرور اماں جان کے صحن میں آتے مجھے اٹھاتے کوئی پھل ٹھنڈا آلو بخارا، آڑو وغیرہ خود بھی کھاتے اور مجھے بھی دیتے۔ کبھی اوپر کی باری ہوتی تو چوبارے کی دیوار کے پاس کھڑے ہو کر بھی پکارتے اور اوپر سے پھل پھینکتے۔

عطر اور خوشبو آپ کو پسند تھی۔ اکثر سامان منگا کر خود تیار کرتے۔ جب میں آتی خاص نمونے تیار کرتے اور پہلے بھی دکھاتے۔ اتنا عطر مجھے دیا ہے کہ اس وقت منگوانے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ مجھے بھی خوشبو پسند ان کو بھی۔ ملتے ہی عطر کا ذکر ضرور فرماتے اور لا کر دیتے تھے۔

میرے میاں کی وفات کو 5، 7 روز گذرے تھے۔ میں لیٹی ہوئی تھی بستر پر۔ حضرت اماں جان میرے پاس ہی تشریف رکھتی تھیں۔ آپ آگئے اور حسب عادت جلدی سے عطر کی شیشی کھول کر مجھے لگا دیا۔ حضرت اماں جان گھبرا کر بولیں۔ میاں یہ کیا کیا۔ عطر لگانا ان دنوں ٹھیک نہیں۔ (بوجہ ایام عدت) جس طرح انہوں نے مجھے دیکھا اور پشت پھیر کر جلدی سے کمرے سے باہر نکل گئے وہ درد بھری نگاہیں میں بھول نہیں سکتی۔ پھر کمرے میں نہیں آئے۔ باہر سے ہی رخصت ہو گئے۔

میرا پیارا بھائی اپنے رتبہ اور مقام اور قرب الٰہی کی وجہ سے تو تھا ہی ایک بندہ خاص۔ مگر بھائی ہونے کے لحاظ سے بھی وہ ایک بیش بہا ہیرا تھا جس کا بدل نہیں۔

کئی بار مجھے کچھ دقت پیش آئی پارٹیشن سے پہلے بھی اور بعد میں بھی جب اظہار کیا فوراً شرح صدر سے بلا توقف مالی امداد بھی کی۔ جب ان کا وقت رخصت قریب آگیا تو میرے حالات بھی بدل گئے۔ الحمدللہ کہ اب کوئی ایسی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔

لطائف بھی سنایا کرتے اور ملنے پر تازہ لطیفے خواہ بچوں کے تماشے ہوں۔ ضرور میرے سنانے کو جمع ہوتے۔ طبیعت میں مزاح بھی تھا اور کاموں سے تھک کر یہی دل بہلاوا تھا۔ عطر وغیرہ کی باتیں، کوئی لطیفہ اپنے سفروں کے لطائف مجھے ضرور سناتے یہ مجھ سے ایک چھیڑ تھی، مذاق بھی کہ آدھا لطیفہ یا ایک مصرعہ شعر کا سنا کر فرماتے۔ آگے میں بھول گیا۔ مجھے آدھی بات سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ مذاق میرے ساتھ ہمیشہ رہا پھر ذرا چڑا کر سنا دیتے تھے۔

ایک دو بار بے تکلفی میں (گستاخی مطلب نہ تھا) میں نے آپ کے اشعار میں سے ایک دو مصرعوں کا ردو بدل کر دیا کہ یوں ہوتا تو اچھا ہوتا۔ ذرا برا نہیں مانا فرمانے لگے اب تو چھپ گیا ہے۔ بہت شوق سے مجھے نئے اشعار سناتے۔ ایک دفعہ مجھے پوچھا تم کو کلام محمود میں سے کون سا شعر زیادہ پسند ہے۔ (ایڈیشن اول تھا) میں نے کہا۔

حقیقی عشق گر ہوتا تو سچی جستجو ہوتی
تلاش یار ہر ہر دِہ میں ہوتی کو بکو ہوتی

اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

ایک لطیفہ یاد آگیا۔ ایک دن میں نے بتا دیا کہ منصورہ کہتی ہے۔ یہ ماموں جان نے (چھوٹے ماموں





جان) حضرت میر محمد اسحاق کی شادی پر کیسا شعر کہہ دیا ہے۔

میاں اسحاق کی شادی ہوئی ہے آج اے لوگو
معلوم ہوتا ہے دہائی مل رہی ہے لوگو آؤ دوڑو

آپ بے اختیار ہنس دیئے۔ فرمایا "خبر لوں گا بڑی شریر ہے"

ایک دفعہ میں نے کہا کہ آپ کے اشعار میں نے الفضل میں پڑھے یہ شعر جو ہے۔

ہم انہیں دیکھ کے حیران ہوئے جاتے ہیں
خود بخود چاک گریبان ہوئے جاتے ہیں

اگر اس کو مطلع کے بجائے دوسرا تیسرا نمبر بنا دیں اور اس کو یوں کر دیں تو اچھا معلوم ہوگا۔

جذبۂ عشق نہیں دست جنوں کا محتاج
خود بخود چاک گریباں ہوئے جاتے ہیں

اس پر فرمایا تھا کہ اب تو چھپ چکا ہے۔ میں نے کہا میں تو اس طرح ہی پڑھوں گی۔ ہے تو آپ کا ہی شعر۔ آپ نے اس تبدیلی کو پسند کیا تھا۔ اسی طرح ایک دو دفعہ اور بھی ہوا۔

وہ عاشق رب کریم تھے۔ توحید کو مضبوطی سے پکڑنے والے ان کی زندگی ان کی موت سب کچھ اپنے مولا کے لئے تھا۔ غصہ آتا غلط کاموں پر اکثر۔ بہت جھنجھلا جاتے مگر فوراً نرم پڑ جاتے ان کا غصہ تادیبی رنگ رکھتا تھا۔ اس میں گہرائی بالکل نہیں تھی۔ "دل کا حلیم" اللہ تعالیٰ نے اس لئے فرما دیا تھا کہ آخر وہ کام کرے گا کام لے گا تو غصہ بھی آئے گا۔ مگر یاد رکھنا کہ وہ "دل کا حلیم ہوگا"۔ مجھ پر تو ساری عمر میں ایک بار بھی خفا نہیں ہوئے ہیں۔ میں نے تو ان کو محبت کا چشمہ ہی پایا۔ ہمیشہ خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تا ابد فرماتا جائے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حضرت مسیح موعودؑ کے پاس ان کو مقام عطا کرے اور اپنا قرب اور اپنا وصل عطا فرمائے۔ آمین۔

(ماہنامہ مصباح۔ نومبر دسمبر 1968ء)

## حلیم وصابر، صاف وشفاف دِل

آپ کی صفات میں سے ایک نہایت پیاری صفت نمایاں دیکھی کہ آپ کا دل بہت ہی صاف ہے اتنا صاف دل کہ غصہ، کینہ جس میں ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ کسی کی بُرائی آپ سوچ ہی نہیں سکتے۔ ہمیشہ دوسروں کے لئے خیر کے الفاظ ہی آپ کی زبان مبارک سے نکلے اور خیر ہی ہر ایک کی آپ نے چاہی۔ دل کے حلیم آپ سچے معنوں میں ہیں۔ بہت تنگ آ کر یا کاموں کے سلسلہ میں بجا طور پر غصہ آیا بھی، تو اس غصہ کے بعد جس پر غصہ کیا گیا، اس سے زیادہ آپ کو تکلیف ہوتی رہی ہے اور کسی نہ کسی طرح اس کے تدارک میں کوشاں رہے۔ کسی صورت میں جب تک نرمی کا اظہار نہ ہو جائے آپ کو خود چین نہ آتا تھا۔ جب آپ کو خفا ہوتے دیکھا، بعد میں محسوس کیا کہ اس کی خفگی کا اثر خود آپ پر دوسرے سے جس پر ناراضگی ہوئی، زیادہ ہے۔ آپ کی یہی کیفیت ہوتی ہے جیسے ماں تنگ آ

کر اپنے پیارے بچے کو مار کر خود آنسو بہاتی ہے۔ نرمی اور رحم وشفقت آپ میں اعلیٰ درجہ کا ہمیشہ پایا۔ ایک بار بہت عرصہ کی بات ہے۔ ایک اخبار میں خبر آئی کہ ایک بچی (کوئی تین سال کی عمر کی) نے اپنے غریب باپ کی جمع پونجی سے نوٹ دو تین سَو کے چولہے میں پھینک دیئے۔ اور باپ نے فوری غیظ وغضب کے تحت اس معصوم کی ٹانگیں چیر کر مار ڈالا۔ مجھے یاد ہے اس خبر کو پڑھ کر جو آپ کی حالت ہوئی تھی۔ سخت صدمہ تھا ٹہلتے تھے اور کہتے تھے کہ ''غُربت کی وجہ سے جو باپ جوش میں ایسا فعل کر بیٹھا، اب خود اس کے دل کی کیا حالت ہوگی۔ جب تک زندہ رہا اس بچی کی موت اور اپنے ظالمانہ سلوک کو یاد کر کے تڑپتا رہے گا'' جو تکلیف اس وقت آپ کو تھی اور آپ کا کرب وہ مجھے ہمیشہ یاد آتا ہے۔

ایک حبشن کنیز جو سیٹھ ابو بکر صاحب مرحوم نے (حضرت اماں جان) کو دی تھی۔ اس کی بات کچھ خادمہ عورتوں نے لطیفہ کے رنگ میں بتلائی کہ ''صبا'' کہتی ہے۔ دل چاہتا ہے! صبح اٹھوں اور کوئی میرے سرہانے چالیس روپے رکھ گیا ہو، پھر میں اپنا گھر بناؤں، میری شادی ہو جائے، وغیرہ۔ یہ سُن کر بجائے اس کی سادہ باتیں سُن کر مسکرانے کے جیسا کہ سنانے والوں کو امید تھی، آپ تڑپ اُٹھے۔ اتنا سخت دلی دُکھ اور صدمہ آپ کے چہرہ اور الفاظ سے ظاہر تھا کہ اس کا اثر میرے دل پر اب تک موجود ہے۔ کسی سے فرمایا۔ اس کو فوراً چالیس روپے بھی دیئے جائیں اور اس کی شادی کا بندوبست کیا جائے۔ یہ غریب اپنے گھر کے لئے تڑپتی ہے اور سمجھتی ہے کہ مَیں لونڈی ہوں، مجھے عمر بھر اپنا گھر نصیب نہ ہوگا۔ یہ ظلم ہوگا اگر اس کی خواہش پوری نہ کی گئی۔ میرے دل پر سخت چوٹ لگی ہے اس کی یہ بات سن کر۔ (صبا کی شادی میاں عبدالرحیم صاحب حجام خاص حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کردی گئی تھی اور اس کو خدا تعالیٰ نے لڑکا بھی دیا۔ پہلی بیوی سے جو فوت ہو چکی تھی کوئی اولاد نہ تھی۔)

(ماہنامہ خالد دسمبر 1968ء)

❁❁❁❁❁

## امام اور خلیفہ کی ضرورت

سیدنا حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''اگر ایک امام اور خلیفہ کی موجودگی میں انسان یہ سمجھے کہ ہمارے لئے کسی آزاد تدبیر اور مظاہرہ کی ضرورت ہے تو پھر خلیفہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم جو مومن اٹھاتا ہے اس کے پیچھے اٹھاتا ہے، اپنی مرضی اور خواہشات کو اس کی مرضی اور خواہشات کے تابع کرتا ہے۔ اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے، اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں کے تابع کرتا ہے، اپنی آرزوؤں کو اس کی آرزوؤں کے تابع کرتا ہے، اپنے سامانوں کو اس کے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔ اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہو جائیں تو ان کے لئے کامیابی اور فتح یقینی ہے۔'' (الفضل 4 ستمبر 1937)

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے
خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو
**منجانب**
قائد مجلس وارا کین عاملہ
نیل کوٹ ضلع ملتان

خلافت سہارا ہے ہم غمزدوں کا
اسے رکھ سلامت خدائے خلافت
منجانب
قائد مجلس وارا کین عاملہ
کوٹھے والا ضلع ملتان

آسمان سے بارش کی طرح نازل ہونے والے برکات و
افضال مبارک ہوں
منجانب
مجلس خدام الاحمدیہ
ضلع اسلام آباد

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی
**مبارک صد مبارک**
منجانب
قائد مجلس وارا کین عاملہ
بیت الحمد واہ کینٹ ضلع راولپنڈی

خلافت سہارا ہے ہم غمزدوں کا
اسے رکھ سلامت خدائے خلافت
منجانب
قائد مجلس وارا کین عاملہ
صادق آباد، ضلع راولپنڈی

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے
خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو
**منجانب**
قائد مجلس وارا کین عاملہ
مجلس عبدالسلام ضلع راولپنڈی

جماعت احمدیہ عالمگیر کو خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی
مبارک ہو
منجانب
وقار فوٹو گرافر
مجلس دستگیر سوسائٹی کراچی

آسمان سے بارش کی طرح نازل ہونے والے برکات و
افضال مبارک ہوں
منجانب
قائد مجلس وارا کین عاملہ
مجلس دارالذکر لاہور





# یہ محبتوں کے نصیب ہیں

(حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ (ام متین) حرم حضرت مصلح موعود)

## حضرت مصلح موعود کا بچوں سے سلوک

......حضرت مصلح موعود بے شک انتہائی طور پر مصروف رہتے تھے لیکن آتے جاتے مجلس میں بیٹھے، کھانا کھاتے وقت اور (بیوت الذکر) میں آپ کی نیم وا نظریں بچوں پر پڑتی رہتی تھیں۔ کپڑے ٹھیک پہنے ہوئے ہیں یا نہیں۔ سر پر ٹوپی ہے یا نہیں۔ کوئی حرکت وقار کے خلاف تو نہیں۔ ملنے جلنے کا طریق اور طریق گفتگو پایۂ تہذیب سے گرا ہوا تو نہیں۔ لڑکوں کے متعلق بھی اور لڑکیوں کے متعلق بھی بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ وہ بات جو سرسری نظر میں کسی دوسرے کو نظر نہ آتی تھی آپ کی نگاہ میں کھٹک جاتی تھی اور آپ کبھی سختی سے کبھی نرمی اور شفقت سے کبھی نصیحت کے رنگ میں اور کبھی اس طرح کہ گویا اس بچہ کو تو نہیں کہہ رہے بلکہ کسی دوسرے کو مخاطب ہو کر بات کرتے۔ عقلمند بچہ ضرور سمجھ جاتا کہ اشارہ میری طرف ہے اور اس بچہ پر اچھی طرح واضح فرما دیتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے ایسا کام تمہیں نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کئی باتوں میں سختی بھی کی ہے سزا بھی دی ہے ناراض بھی ہوئے ہیں تا اصلاح ہو جائے مگر زیادہ تر نرمی اور محبت سے ہی سمجھا دیا کرتے تھے۔

......میں نے متعدد بار انتہائی مصروفیت کے باوجود آپ کو بچوں کو گود میں اٹھا کر بہلاتے دیکھا اور لوریاں دیتے سنا ہے گلے سے لگا کر ٹہلتے ہوئے نہایت پیارے انداز میں اور نہایت خوبصورت آواز سے آپ یہ پڑھتے تھے۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

یہ آپ کے محبوب اشعار تھے جو آپ گنگنایا کرتے تھے گو ان کے علاوہ اور اشعار بھی پڑھتے ہوئے میں نے سنا ہے آواز اتنی پیاری تھی کہ کیسا ہی بچہ رو رہا ہو۔ فوراً خاموش ہو جاتا تھا۔

......عزیزہ امتہ المتین چھوٹی سی تھی۔ میں نے کہا آپ اس کے لئے کوئی بچوں والی نظم کہہ دیں میں اسے یاد کروا دوں آپ نے بالکل ہی بچوں کی نظم (عزیزہ کی عمر غالباً چار سال تھی) کہہ دی وہ نظم یہ تھی۔

چوں چوں کرتی چڑیا آئی
چونچ میں اپنی تنکا لائی
تنکوں سے اس نے گھونسلہ بنایا
پتوں سے پھر اس کو سجایا

پھر اس میں انڈے دینے بیٹھی
انڈے دے کر سینے بیٹھی
کچھ انڈے تو کچے نکلے
باقی میں سے بچے نکلے
بچوں نے وہ شور مچایا
سارے گھر کو سر پہ اٹھایا
کوئی کہتا اماں کھانا
کوئی کہتا پانی پلانا
چڑیا بولی پیارے بچو!
غل نہ مچاؤ صبر سے بیٹھو
ابا کام سے آتے ہوں گے
دانہ دنکا لاتے ہوں گے
تم سب بیٹھ کے کھانا کھانا
پھر سب مل کر سیر کو جانا

کہنے کو تو یہ بچوں کے اشعار ہیں اور ایک مصروف آدمی کے پاس اتنا وقت کہاں ہوتا ہے کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں پڑے مگر یہ بالکل ہی بچگانہ نظم اس امر پر روشنی ڈالتی ہے کہ آپ کو بچوں کی خواہشات پورا کرنے کی طرف کتنی توجہ تھی۔ ''چڑیا'' والی نظم تو کھڑے کھڑے شاید پانچ منٹ میں آپ نے کہی تھی اور متین کو یاد کروا کے سنی بھی۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک دن آئے تو ایک کاغذ پر اپنے ہاتھ سے ''طوطے'' پر ایک نظم لکھی ہوئی تھی۔ کہنے لگے لو میں تمہارے لئے نظم لکھ کر لایا ہوں یاد کرلو۔ متین کو طوطا پالنے کا بچپن میں بہت شوق تھا۔ یہ نظم بھی درج ذیل کرتی ہوں یہ حضور کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی میرے پاس محفوظ ہے۔

## درخت کا طوطا اور گاؤں کے بچے

پیارے طوطے بھولے بھالے
ہم ہیں تیرے چاہنے والے
تیرا سبز لباس غضب ہے
کیا ہی پھبن ہے کیسی چھب ہے
اوپر لال سی جاکٹ پہنے
سج کر بیٹھا ہے بن گہنے
جب بیٹھا ہو پیڑ کے اوپر
کھیل رہا ہو پر پھیلا کر
اس کی سبزی تجھ کو چھپائے
رنگ ترا اس سے مل جائے
کیوں بیٹھا ہے پیڑ پہ جاکر
بیٹھ ہمارے پاس تو آکر
تجھ کو ہم چُوری ڈالیں گے
پیار و محبت سے پالیں گے
بیر اور گنے لائیں گے ہم
تجھ کو خوب کھلائیں گے ہم
پنجرہ ایک اچھا سا بنا کر
رکھیں گے تجھے اس میں چھپا کر
میٹھے بول سکھائیں گے ہم
تجھ کو خوب پڑھائیں گے ہم
بیٹھ کے تیری باتیں سنیں گے
تجھ سے کوئی کام نہ لیں گے





اچھے طوطے گر نہیں آتا
اپنا نام تو ہم کو بتا جا
طوطا بولا نام ہمارا
مٹھو ہے کیوں ہے نہ پیارا
یہ کہتے ہی پر پھیلا کر
تول کے دُم اور چونچ دبا کر
اُڑ گیا طوطا شور مچا کر
چھپ گیا وہ بادل میں جاکر

عزیزہ متین جب پانچ سال کی تھی تو میں نے کہا اسے کوئی دینی نظم لکھ کر دیں۔ اس پر آپ نے وہ نظم کہی جو کلام محمود میں اطفال احمدیہ کے ترانہ کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ یہ متین کو لکھ کر دی تھی اور میں نے اسے یاد کروائی تھی۔ اس نظم کا پہلا شعر ہے:

مری رات دن بس یہی اک صدا ہے
کہ اس عالم کون کا اک خدا ہے

شروع میں چھ سات شعر کہہ کر دیئے تھے کہ اسے یاد کروادو۔ پھر کچھ زائد کہہ کر اخبار میں شائع کروادی۔

حتی الوسع آپ نے بچوں کی خواہشات کو پورا فرمایا اور ان کی دلچسپیوں میں حصہ لیا۔ ہاں کوئی بات وقار وتہذیب سے گری ہوئی دیکھی یا کوئی امر خلاف قرآن وسنت دیکھا تو بہت ناراض ہوتے تھے...... ایک لڑکی نے سہیلیوں سے سن کر سہرا منگوالیا اور آپ نے اسے پکڑ کر قینچی سے کاٹ کر پھینک دیا۔

اپنی مصروفیات کے باوجود کبھی کبھی خود بچوں کو پڑھا بھی دیتے تھے۔ ایک دفعہ قادیان میں قرآن مجید پڑھانا شروع کیا جس میں مبارک احمد، منور احمد، امتہ القیوم، امتہ الرشید اور میں شامل ہوتے تھے۔ عربی صرف ونحو بھی ساتھ ساتھ پڑھاتے تھے پہاڑ پر جب گرمیوں میں جاتے بچوں کو گرمیوں کی تعطیل ہوتی تھیں۔ ہر سال ہی کچھ نہ کچھ پڑھایا کرتے ۔ڈلہوزی میں کئی دفعہ عربی صرف ونحو، حدیث اور قرآن مجید مجھے پڑھانا یاد ہے ۔کبھی خود نہ پڑھا سکتے تو مجھے فرماتے تھے کہ لڑکیوں کو پڑھایا کرو۔ ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ بچیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قصیدہ یاد کرواؤ۔ پڑھانے کا طریق بڑا ہی عجیب تھا نہایت آسان طریق پر کہ پڑھنے والا سمجھتا اس سے زیادہ آسان کوئی سبق ہی نہیں آج تک وہ پڑھا ہوا یاد ہے۔ خصوصاً عربی صرف ونحو کا پڑھانا تو آپ پر ختم تھا۔ میں نے آج تک اس طریق سے کسی کو پڑھاتے نہیں دیکھا۔

بچوں کی مجالس میں اکثر لطائف سنایا کرتے اور بچوں سے لطیفے سنتے۔ ہزاروں لطیفے اور چٹکلے یاد تھے۔ کبھی کبھی رات کو بچوں کو لے بیٹھ جانا اور کوئی کہانی سنا دینی۔ کئی دفعہ ایک ایک کہانی کا سلسلہ ہفتوں چلا کرتا اور وہ اتنی دلچسپ ہوتی کہ بچے تو کجا سارے گھر کے بڑے بھی گھیرا ڈال کر بیٹھ جاتے اور کہانی سنتے۔

بچوں کا شام کے بعد گھر سے باہر رہنا بہت ناپسند تھا۔ اس کی پابندی کروانے کی ہمیشہ تاکید رکھتے کہ مغرب کے بعد اِدھر اُدھر نہیں پھرنا۔ رات کو اگر دیر سے کوئی بچہ کہیں سے آتا تو ناراض ہوتے۔

بچوں سے مزاح بھی فرمالیتے ۔طبیعت میں مزاح بہت تھا۔لیکن ایسا مزاح نہیں کہ دوسرے کے لئے تکلیف کاباعث ہو۔بامذاق طبیعت کوپسند فرماتے۔بچوں کوکئی دفعہ جادو کے تماشے بھی کر کے دکھائے۔جس سے بچے محظوظ ہوتے تھے۔اپنے بچوں کی اولاد سے بھی بہت پیاراورمحبت کاسلوک کیا۔ان کی پسند کے تحائف دینے کاخیال رہتاتھا۔ کسی بچہ کی خواہش کاعلم ہوتاتوحتی الوسع اسے پوری فرماتے۔

## ذاتی دلچسپیاں

حقیقت تو یہ ہے کہ حضور کی دلچسپی قرآن پر ختم تھی۔جس کی اشاعت کافرض زندگی کے آخری سانس تک نبھایا ۔لیکن اپنے فرض کوپوراکرتے ہوئے کئی دلچسپیاں اوربھی تھیں جن سے کبھی فراغت کے وقت شغل ہوتاتھا۔لیکن جب کام کا زورہوتاتھا تو سب دلچسپیاں بھول جاتے۔

اس قسم کی دلچسپیوں میں سرفہرست سیروشکارتھا۔ ماہرشکاری تھے۔جلسہ سالانہ کے بعدتھکان اتارنے کے لئے یایونہی کبھی کبھی شکار کے لئے قادیان سے باہرراجپورہ تشریف لے جاتے۔گھروالے بھی ساتھ ہوتے۔کبھی کبھی صرف مردوں کے ساتھ ہی جاتے تھے۔مگھ،مرغابیاں اورجانورشکارکرتے اورقادیان فہرست بناکربھجواتے کہ گھروں میں اس طرح تقسیم کردو۔گھوڑے کی سواری کابہت شوق تھااوراعلیٰ درجہ کے شاہسوار تھے۔اپنے بچوں ،بیویوں ،لڑکیوں کوخودگھوڑاچلانا سکھایا۔ بہتوں کو بندوق چلانی خود سکھائی۔تیراک بہت اچھے تھے نہر پرجایاکرتے تھےمگربعدمیں جب مخالفت کازورہوا،اوریہ خیال تھاکہ کہیں کوئی شرارت نہ کردے توچھوڑدیا۔دیسی طب اورہومیوپیتھک سے بہت دلچسپی تھی۔ہردومیں علاج کرتے تھے۔بہت سے طب کے نسخے آپ نے تجویز کئے۔ان کو آزمایا جوآج بھی محفوظ ہیں۔اکثر اوقات مستورات بھی دوائی لینے آتی رہتی تھیں۔ان کی علامات توجہ سے سنتے اوردوائی بتاتے۔بعض دفعہ مصروف ہوتے تومجھے ارشادہوتاکہ علامات نوٹ کروپھرکتاب میں سے دوائی دیکھ کرمجھ سے مشورہ کرلو۔عام طورپرہومیوپیتھک یادیسی طبیب اپنی دوائی دیتےوقت ساتھ کہہ دیتے ہیں کہ انگریزی دوائی نہ کھانا۔آپ کایہ طریق نہ تھا۔فرماتے تھے کہ سب کھاؤ۔جوطریق علاج پسند ہوا سے استعمال کرو۔ شفاتواللہ تعالیٰ نے دینی ہے ہومیوپیتھک کامطالعہ اپنے شوق سے خود فرمایا۔سینکڑوں کتب ہومیوپیتھک کی منگوائیں اورمطالعہ کیں ۔اپنے سب بچوں کے متعلق بھی خواہش تھی کہ طب اورہومیوپیتھک طریق علاج سیکھیں۔ کیونکہ یہ خدمت خلق کاذریعہ ہےاورخداتعالیٰ کافضل ہے کہ آپ کی خواہش کی وجہ سے آپ کی اولادمیں سے اکثرکو اس میں دسترس حاصل ہے۔خصوصاً حضرت خلیفۃ المسیح الثالث (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو۔حکمت کے متعلق فرمایاکرتے تھے کہ سب کوسیکھنی چاہیئے۔یہ ہماراخاندانی علم ہے۔اس کوضائع نہیں ہونے دیناچاہیئے۔مجھے بھی کچھ عرصہ آپ نے ہومیوپیتھی پڑھائی تھی۔عطربنانا بھی آپ کا ایک محبوب شغل تھا۔ناک کی حس اتنی تیزتھی عطرسونگھ کر بتا دیتے تھے کہ اس میں کیااجزاہیں۔ایک دفعہ فرمایاکہ میں دودھ کاگھونٹ پی کربتاسکتاہوں کہ بھینس نے کیاچارہ کھایا ہے۔بُو برداشت نہ تھی۔کبھی ایساتیل نہ لگایانہ لگانے دیا جس کی تیزخوشبوہو۔کئی دفعہ بچیوں کوشوق ہوتاکہ دہی سے سردھوئیں بال لمبے اوراچھے ہوتے ہیں دھوتولیتیں مگر اباجان کے سامنے جانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ آپ کوبُوآجائے گی۔

ٹہلنے کی عادت تھی اوریہ عادت آپ میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام سے آئی تھی ۔گھنٹوں ٹہلتے ہوئے پڑھتے اورلکھتے رہتے۔کمرے کے اندرہی اتناٹہل لیتے تھے کہ اگرناپاجائے توکئی میل بن جاتا۔عموماً ٹہلتے ٹہلتے سردیوں میں گرم جرابوں کی ایڑیاں گھس جاتیں اوررفو کرنی پڑتیں۔لیکن دوسرے دن ان کاپھروہی حشرہوتا۔

زمیندارہ سے دلچسپی خاندانی چیزتھی۔سب پیشوں میں سے آپ کویہی پسندتھااوراکثراس کااظہارفرماتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ میرے بچے دین کی خدمت کریں اورساتھ زمیندارہ کریں۔آزاد پیشہ ہے اس کے ساتھ خدمت دین کی طرف پوری توجہ دے سکتے ہیں۔

## ذاتی زندگی

**صفائی**:حضور کی طبیعت نہایت نفیس اورصفائی پسندتھی۔ممکن ہے جنہوں نے حضورکوقریب سے دیکھاہو آپ کے کمرہ کاحشردیکھ کرآپ کوصفائی پسندتسلیم نہ کرتے ہوں۔سادے،صاف ستھرے کپڑے پہنتے تھے۔صابن ہمیشہ اچھی قسم کااستعمال فرماتے تھےاپنی ذات پرکبھی زیادہ خرچ نہ کیا۔لیکن کہاکرتے تھے کہ عام بنے ہوئے صابن میں سے مجھے بُو آتی ہے بہترین کمپنی کابناہوااعلیٰ ترین صابن ہمیشہ استعمال میں رہا۔خوشبوبہت پسندتھی ۔لیکن بہت نفیس قسم کی ۔اسی پسند کی وجہ سے خودبھی خوشبوتیار کرنے لگ گئے تھے۔بہت کم بازاری بناہواعطرپسند آتاتھا۔حس اتنی تیزتھی کہ تیزخوشبوکوئی ملاقاتی لگاکرآجاتا توسرمیں دردہونے لگ جاتاتھا۔ناک کے آگے رومال رکھ لیتے تھے کہ تکلیف اس کی خوشبوسے نہ بڑھ جائے۔ تَولیے ہمیشہ اچھی قسم کے خریدتے تھے۔جسم کی کھال اتنی نازک اورملائم تھی کہاکرتے تھے کہ معمولی تولیہ سے کھال چھل جاتی ہے۔یہ چاہتے تھے کہ کمرہ صاف رہےلیکن یہ برداشت نہ تھامیرے رکھے ہوئے کاغذات اورکتب ادھر ادھرکردی جائیں۔اس سے بہت گھبراتے تھے۔کبھی صفائی کرتے ہوئے آپ کی کتب جگہ سے بے جگہ ہوجاتیں یاضروری کاغذنہ ملتاتوپریشان ہوجاتے۔

لباس سادہ تھا۔کھدرکی قمیض بھی پہنتے رہے جنگ کے دنوں میں کپڑانہ ملتاتھاتوکھدرکی قمیصیں سلوالی تھیں۔پگڑی چونکہ دس گزکی ہوتی۔اس لئے کوشش ہوتی تھی کہ باریک ململ کی ہوورنہ بوجھل ہوجاتی تھی۔جوسرپر رکھنی مشکل تھی۔لیکن لباس کی سجاوٹ کی طرف کوئی دھیان نہ تھا۔کئی دفعہ لوگوں نے بھی دیکھاہوگاکہ باہرسے آئے ہیں سویٹراتارکرلٹکایا۔اُترتے میں الٹاہوگیا۔جب دوبارہ

پہننے لگے اسی طرح الٹا پہن لیا۔ کبھی ٹوکا تو کہا کہ الٹا پہن لیا سیدھا کیا فرق ہے۔

**خوراک** بہت سادہ تھی۔ لیکن کھانے کا مذاق نہایت اعلیٰ تھا۔ معمولی سی معمولی چیزوں کو بھی چاہتے تھے کہ محنت سے پکی ہوئی اور خوش ذائقہ ہوں۔ کھانا پکانے میں دلچسپی رکھتے تھے۔ پہاڑوں پر جانا تو کبھی کبھی پکنک پر جاتے ہوئے کہتے کہ لاؤ سامان میں سامنے پکواؤں گا۔ ایسی ترکیبیں بتاتے کہ بہت ہی مزیدار چیز تیار ہوتی۔ بعض کھانے اپنی خاص ترکیب سے پکوا کر ان کے نام رکھ دیئے تھے۔ جو آج تک ہمارے گھر میں ان ناموں سے رائج ہیں۔ مثلاً غریب نواز، گیسو دراز وغیرہ۔

**یادداشت** اتنی اعلیٰ تھی کہ کسی کو ایک دفعہ دیکھ کر بہت کم بھولتے تھے۔ سالہا سال کے بعد اس شخص نے ملنا اور صرف اپنا نام یا گاؤں یا شہر کا نام بتا دینا تو آپ نے اس کے باپ دادا کا نام اس کے گھر کے حالات کا تذکرہ کرنا اور وہ شخص حیران ہو جاتا کہ روزانہ اتنے آدمیوں سے مل کر آپ کو کس طرح کسی ایک شخص کے حالات یاد رہ جاتے ہیں۔

ڈاک بڑی تیزی سے پڑھتے تھے۔ پاس بیٹھا ہوا شخص یہ خیال کرتا تھا کہ سرسری دیکھ رہے ہیں لیکن ایک نظر میں خط لکھنے والے کا نام اور اس کے خط کا مضمون ایسا ذہن نشین ہوتا تھا کہ اسی سلسلہ میں اگر اس شخص کا کوئی اور خط آجاتا تو دفتر کو ہدایت ہوتی حوالے کے لئے پہلا خط نکالو۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ دفتر والوں کو خط نہیں ملا اور کہا کہ حضور ہمیں تو ایسے خط کا آنا یاد نہیں۔ آپ نے کہنا ہرگز نہیں میرا حافظہ غلط نہیں کہتا۔ خط ضرور آیا ہے۔ تلاش کرو۔ اکثر اوقات کئی کئی دن خط تلاش کرنے میں لگ جاتے اور آخر مل جاتا اور بات وہی ٹھیک نکلتی جو حضور نے فرمائی تھی۔

ایک دفعہ کوئی چیز کہیں رکھ دیتے تو جگہ یاد رہتی۔ قادیان میں لائبریری اپنے رہائشی کمروں کی پشت پر تھی۔ کسی کتاب کی ضرورت پڑتی مجھے فرماتے فلاں نمبر کی الماری میں فلاں خانہ میں اتنی کتابیں چھوڑ کر فلاں کتاب رکھی ہے۔ میں نے جانا کئی دفعہ ایسا سرسری دیکھنا کہ کتاب نہ ملتی۔ واپس آکر کہہ دینا کہ کتاب وہاں نہیں ہے۔ کہتے دوبارہ جاؤ۔ کتاب اسی جگہ ملے گی۔ واپس جا کر غور سے دیکھنا تو کتاب عین اسی جگہ پڑی ہوتی تھی۔

مجھے ایک لمبا عرصہ آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ شادی ہوتے ہی گھر کے کاموں کے علاوہ حضور نے اپنے علمی کاموں کو کرتے ہوئے کوئی نہ کوئی خدمت لینی شروع کر دی۔ تفسیر کبیر کی جب پہلی جلد شائع ہوئی یعنی سورہ یونس سے بنی اسرائیل تک تو جہاں تک مجھے یاد ہے شروع کی تمام سورتوں کا حضور نے درس دیا تھا۔ وہ نوٹ مکرمی مولوی نورالحق صاحب اور مکرمی مولوی یعقوب صاحب مرحوم صاف کر کے حضور کے سامنے پیش کرتے حضور ان کو پڑھتے۔ اصلاح فرماتے۔ کہیں تسلی نہ ہوتی تو اصل کتاب نکلوا کر حوالہ بھی دیکھتے یا لغوی تحقیق کرنی ہوتی تو لغت سے الفاظ نکلواتے۔ دن کو تو جب کام کرتے تو مولوی نورالحق صاحب اور مکرمی یعقوب صاحب وغیرہ





کو بلوا لیتے اور کام ہوتا رہتا۔ سورۂ کہف اور بنی اسرائیل جہاں تک مجھے یاد ہے ساری خود لکھ کر دی تھی۔ بعض دفعہ صبح اذان ہو جاتی اور حضور لکھ رہے ہوتے تھے۔ لغت سے الفاظ کے معنے نکلوانے، بائبل سے حوالے نکالنے کلید القرآن کے ذریعہ آیات نکلوانی۔ یہ سب کچھ کرواتے رہتے۔

جب تفسیر صغیر کا ترجمہ لکھوایا ہے تو بہت سے سیپاروں کا ترجمہ آپ نے مجھے املا کروایا۔ املا کروا کے مولوی یعقوب صاحب کو صاف کرنے کے لئے دے دیتے تھے۔" (ماہنامہ خالد فروری 1969ء)

☆☆☆

## اللہ تعالیٰ سے محبت

آپ کو اللہ تعالیٰ سے کتنی محبت تھی (دین حق) کے لئے کتنی تڑپ تھی' اس کی مثال کے طور پر ایک واقعہ لکھتی ہوں۔ عموماً شادیاں ہوتی ہیں دولہا دُلہن ملتے ہیں تو سوائے عشق و محبت کی باتوں کے اور کچھ نہیں ہوتا مجھے یاد ہے کہ میری شادی کی پہلی رات بے شک عشق و محبت کی باتیں بھی ہوئیں مگر زیادہ تر عشقِ الٰہی کی باتیں تھیں۔ آپ کی باتوں کا لبِّ لباب یہ تھا اور مجھ سے ایک طرح عہد لیا جا رہا تھا کہ میں ذکرِ الٰہی اور دعاؤں کی عادت ڈالوں، دین کی خدمت کروں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی عظیم ذمہ داریوں میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں، بار بار آپ نے اس کا اظہار فرمایا کہ میں نے تم سے شادی اسی غرض سے کی ہے اور میں خود بھی اپنے والدین کے گھر سے یہی جذبہ لے کر آئی تھی۔

## تقریر کے نوٹ لکھوانا

ہر جلسہ سالانہ کے موقع پر جب آپ تقریر فرمانے کے لئے جانے لگتے تو کہا کرتے تھے کہ میری تقریر کے نوٹ ضرور لینا میں آکر دیکھوں گا۔ اس ضمن میں ایک لطیفہ بھی یاد آگیا۔ حضور کی صاحبزادی امۃ العزیز کو جب پہلی بار حضور کی جلسہ سالانہ کی تقریر اچھی طرح سمجھ آئی اور لُطف آیا تو گھر آکر کہنے لگی کہ "ابا جان کو بھی تقریر کرنی آگئی ہے" انہوں نے لطیفہ سنا تو بہت ہنسے کہنے لگے معلوم ہوتا ہے آج اسے پہلی بار میری تقریر سمجھ آئی ہے اس کے نزدیک تو آج ہی مجھے تقریر کرنی آئی ہے۔ حضور کی تقریروں کے نوٹ لے لے کر خدا تعالیٰ کے فضل سے تیز لکھنے کی عادت پڑی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ کتنا ہی تیزی سے مضمون لکھواتے تھے لکھ لیتی تھی۔ سب سے پہلی دفعہ آپ نے اپنی جس تقریر کے نوٹ مجھے اِملا کروائے تھے وہ "نظامِ نو" والی تقریر تھی آپ لکھواتے گئے میں لکھتی گئی۔ جب نوٹ مکمل ہو گئے تو فرمانے لگے کچھ سمجھ آیا میں نے جو کچھ آپ نے لکھوایا تھا وہ بتانا شروع کیا کہنے لگے نہیں یہ تو تمہیدیں ہیں یہ قرآن مجید، احادیث کے حوالہ جات ہیں ان سے میں کس مضمون کی طرف آنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا یہ تو سمجھ نہیں آئی کہنے لگے یہی تو کمال ہے کہ سارا مضمون اشاروں میں لکھوا گیا مگر تم بتا نہ سکیں کہ کیا موضوع میری تقریر کا ہوگا۔ میں نے کہا پھر بتائیں۔ کہنے لگے نہیں اب جلسہ پر ہی سننا۔......

## ایمان باللہ کے ایمان افروز نمونے

......انسان جس ہستی سے محبت کرتا ہے اس سے ناز بھی کرتا ہے اور وہ اپنی محبوب ہستی کے ناز بھی اُٹھاتا ہے آپ کے ایک مضمون کا اقتباس درج ذیل کرتی ہوں جس سے اس مضمون پر روشنی پڑتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"کچھ دن ہوئے ایک ایسی بات پیش آئی کہ جس کا کوئی علاج میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اُس وقت میں نے کہا کہ ہر ایک چیز کا علاج خداتعالیٰ ہی ہے اسی سے اس کا علاج پوچھنا چاہئے۔ اُس وقت میں نے دعا کی اور وہ ایسی حالت تھی کہ میں نفل پڑھ کر زمین پر ہی لیٹ گیا اور جیسے بچہ ماں باپ سے ناز کرتا ہے اسی طرح میں نے کہا اے خدا! میں چارپائی پر نہیں زمین پر ہی سوؤں گا اُس وقت مجھے یہ بھی خیال آیا کہ حضرت خلیفہ اول نے مجھے کہا ہوا ہے کہ تمہارا معدہ خراب ہے اور زمین پر سونے سے معدہ اور زیادہ خراب ہو جائے گا لیکن میں نے کہا آج تو میں زمین پر ہی سوؤں گا...... جب میں زمین پر سو گیا تو دیکھا کہ خدا کی نصرت اور مدد کی صفت جوش میں آئی اور متمثل ہو کر عورت کی شکل میں زمین پر اُتری ایک عورت تھی اُس کو اُس نے سوٹی دی اور کہا اسے مار اور کہو جا کر چارپائی پر سو۔ میں نے اس عورت سے سوٹی چھین لی اِس پر اُس نے (خداتعالیٰ کی اس مجسم صفت نے) سوٹی پکڑ لی اور مجھے مارنے لگی اور میں نے کہا لو مار لو۔ مگر جب اُس نے مارنے کے لئے ہاتھ اُٹھایا تو زور سے سوٹی کو گھٹنے تک لا کر چھوڑ دیا اور کہا دیکھ محمود! میں تجھے مارتی نہیں پھر کہا جا اُٹھ کر سو رہو یا نماز پڑھ۔ میں اُسی وقت کود کر چارپائی پر چلا گیا اور جا کر سو رہا میں نے اُس وقت سمجھا کہ اس حکم کی تعمیل میں سونا ہی بہت بڑی برکات کا موجب ہے۔"

1953ء میں جب پنجاب میں فسادات رونما ہوئے، احمدیت کی شدید مخالفت کی گئی احمدیوں کے گھروں کو آگیں لگائی گئیں اور اس قسم کی افواہیں سننے میں آئیں کہ کہیں آپ پر بھی ہاتھ نہ ڈالا جائے اور گرفتار نہ کر لیا جائے۔ چنانچہ اُن دنوں میں قصر خلافت کی تلاشی بھی لی گئی لیکن آپ کی طبیعت میں ذرّہ بھر بھی گھبراہٹ نہ تھی سکون سے اپنے کام جاری تھے۔ جو لوگ آپ سے محبت کرتے تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ چند روز کے لئے باہر چلے جائیں بلکہ گھبرا کر کراچی کے بعض ذمہ دار دوست آپ کو لینے کے لئے بھی آگئے کہ آپ وہاں چلے چلیں چند دن میں یہ شورش ختم ہو جائے گی۔ آپ نے ان دوستوں کا ہمدردانہ مشورہ سنا تھوڑی دیر کے لئے اندر آئے اور آ کر دعا شروع کر دی۔ دعا ختم کر کے باہر تشریف لے گئے اور جا کر ان دوستوں سے کہا کہ میں ہرگز جانے کے لئے تیار نہیں جو خدا وہاں ہے وہی یہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ میری یہیں حفاظت کرے گا اور جو مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے گا وہ خداتعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے ڈرے۔ چنانچہ چند ہی دن میں ملک میں انقلاب آ





گیا۔ جو مخالفت میں اُٹھے تھے جھاگ کی طرح بیٹھ گئے اور جو ان کے سر کردہ تھے وہ الٰہی گرفت میں آئے۔

## صداقت کو پھیلانے کی تڑپ

1938ء کا واقعہ ہے میری طرف حضور کی باری تھی کہ رات کو آپ نے رؤیا دیکھا۔......اس میں آپ نے ایک زبردست طوفان کا نظارہ دیکھا۔ آپ جاگ اُٹھے مجھے جگایا اور فرمایا کہ میں نے رؤیا دیکھا ہے میں لکھواتا ہوں ابھی لکھ لو (آپ کا دستور تھا کہ جب بھی کبھی کوئی رؤیا دیکھتے عموماً اُسی وقت جگا کر لکھوا دیتے تھے) رؤیا لکھوانے کے بعد آپ کی طبیعت میں بے چینی پیدا ہو گئی کمرہ سے باہر صحن میں نکل گئے اور ٹہل ٹہل کر نہایت رقّت اور سوز و گداز سے قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت کرنے لگے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلاً وَّ نَهَارًا
......مَالَکُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا. (نوح: 6 تا 14)

آپ کا پڑھنے کا انداز اور جس تڑپ سے آپ ان آیات کو بار بار پڑھ رہے تھے اتنا لمبا عرصہ گزر جانے پر بھی نہیں بھول سکتی۔ یوں لگتا تھا کہ آپ کا دل پھٹ جائے گا آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور لگتا تھا کہ آپ کی فریاد عرشِ الٰہی کو ہلا دے گی۔ پڑھتے پڑھتے آپ کی آواز اتنی اونچی ہو گئی کہ قریب کے گھروں کے لوگ جاگ اُٹھے۔ اگلے دن صبح میری چچی جان مرحومہ (بیگم حضرت میر محمد اسحٰق صاحب) جو ان دنوں مہمان خانہ کے کوارٹر میں مقیم تھیں آئیں اور کہنے لگیں کہ آج رات حضرت صاحب آدھی رات کو بڑی اونچی تلاوت کر رہے تھے ہمیں اپنے گھر میں آواز آ رہی تھی۔ اس پر میں نے اُن کو سارا واقعہ بتایا۔

آپ کی تمام کتب اور تقاریر پڑھ جائیں ان کا لُبِّ لباب یہی ہے کہ بندوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو۔ شروع خلافت سے لے کر آخر تک آپ اسی کی تلقین کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق پختہ کرو۔ صرف ایک ہی حوالہ پر اکتفا کرتی ہوں آپ فرماتے ہیں:

"اب میں بتاتا ہوں کہ وہ کیا شے ہے جس کی طرف میں آپ لوگوں کو بُلاتا ہوں اور وہ کونسا نکتہ ہے جس کی طرف آپ کو متوجہ کرتا ہوں۔

سنو! وہ ایک لفظ ہے زیادہ نہیں صرف ایک ہی لفظ ہے اور وہ اللہ ہے اسی کی طرف میں تم سب کو بلاتا ہوں اور اپنے نفس کو بھی اسی کی طرف بلاتا ہوں اسی کے لئے میری پکار ہے اور اسی کی طرف جانے کے لئے میں بگل بجاتا ہوں پس جس کو خداتعالیٰ توفیق دے آئے اور جس کو خداتعالیٰ ہدایت دے وہ اسے قبول کرے۔"

(برکات خلافت۔ انوار العلوم جلد 2 صفحہ 236)

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا عشق

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات سے بے انتہا عشق تھا مجھے کبھی نہیں یاد کہ آپ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام لیا اور آپ کی آواز میں لرزش

اور آپ کی آنکھوں میں آنسو نہ آ گئے ہوں آپ کے مندرجہ ذیل اشعار جو سرورِ دو عالَم صلّی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہے گئے ہیں آپ کی محبت پر روشنی ڈالتے ہیں:۔

مجھے اس بات پر ہے فخر محمود
مرا معشوق محبوب خدا ہے
ہو اس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شاہنشہِ ہر دو سرا ہے
اسی سے مرا دل پاتا ہے تسکیں
وہی آرام میری روح کا ہے
خدا کو اس سے مل کر ہم نے پایا
وہی اک راہِ دیں کا رہنما ہے

اسی طرح آپ کی مندرجہ ذیل تحریر بھی آپ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہے:

''نادان انسان ہم پر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعود کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہتک کرتے ہیں اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ہے وہ کیا جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے، میرا دل ہے۔ میری مراد ہے، میرا مطلوب ہے۔ اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تختِ شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خداتعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں اس سے کیوں محبت نہ کروں، وہ خداتعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اُس کا قُرب نہ تلاش کروں، میرا حال مسیح موعود کے اس شعر کے مطابق ہے کہ

بعد از خدا بعشق محمد مخمّرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

## قرآن مجید سے عشق

اسی طرح قرآن مجید سے آپ کو جو عشق تھا اور جس طرح آپ نے اس کی تفسیریں لکھ کر اس کی اشاعت کی وہ تاریخِ احمدیت کا ایک روشن باب ہے۔ خداتعالیٰ کی آپ کے متعلق پیشگوئی کہ کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ جن دنوں میں تفسیر کبیر لکھی نہ آرام کا خیال رہتا تھا نہ سونے کا نہ کھانے کا، بس ایک دُھن تھی کہ کام ختم ہو جائے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھے ہیں تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی اذان ہو گئی اور لکھتے چلے گئے۔ تفسیر صغیر تو لکھی ہی آپ نے بیماری کے پہلے حملے کے بعد یعنی 1956ء میں۔ طبیعت کافی کمزور ہو چکی تھی گو یورپ سے واپسی کے بعد صحت ایک حد تک بحال ہو چکی تھی مگر پھر بھی کمزوری باقی تھی ڈاکٹر کہتے تھے آرام کریں، فکر نہ کریں، زیادہ محنت نہ کریں لیکن آپ کو ایک دُھن تھی کہ قرآن کے ترجمہ کا کام





ختم ہو جائے۔ بعض دن صبح سے شام ہو جاتی اور لکھواتے رہتے۔ کبھی مجھ سے املاء کرواتے۔ مجھے گھر کا کام ہوتا تو مولوی یعقوب صاحب مرحوم کو ترجمہ لکھواتے رہے۔ آخری سورتیں لکھوا رہے تھے غالباً انتیسواں سیپارہ تھا یا آخری شروع ہو چکا تھا (ہم لوگ نخلہ میں تھے وہیں تفسیر مکمل ہوئی تھی) کہ مجھے بہت تیز بخار ہو گیا میرا دل چاہتا تھا کہ متواتر کئی دنوں سے مجھے ہی ترجمہ لکھوا رہے ہیں میرے ہاتھوں ہی یہ مقدس کام ختم ہو۔ مَیں بخار سے مجبور تھی ان سے کہا کہ میں نے دوائی کھالی ہے آج یا کل بخار اُتر جائے گا دو دن آپ بھی آرام کر لیں۔ آخری حصہ مجھ سے ہی لکھوائیں تا میں ثواب حاصل کر سکوں۔ نہیں مانے کہ میری زندگی کا کیا اعتبار۔ تمہارے بخار اُترنے کے انتظار میں اگر مجھے موت آ جائے تو؟ سارا دن ترجمہ اور نوٹس لکھواتے رہے اور شام کے قریب تفسیر صغیر کا کام ختم ہو گیا۔......

قرآن مجید کی تلاوت کا کوئی وقت مقرر نہ تھا جب بھی وقت ملا تلاوت کر لی یہ نہیں کہ دن میں صرف ایک بار یا دو بار۔ عموماً یہ ہوتا تھا کہ صبح اٹھ کر ناشتہ سے فارغ ہو کر ملاقاتوں کی اطلاع ہوئی آپ انتظار میں ٹہل رہے ہیں قرآن مجید ہاتھ میں ہے لوگ ملنے آ گئے قرآن مجید رکھ دیا مل کر چلے گئے پڑھنا شروع کر دیا۔ تین تین چار چار دنوں میں عموماً میں نے ختم کرتے دیکھا ہے۔ ہاں جب کام زیادہ ہوتا تھا تو زیادہ دن میں بھی لیکن ایسا بھی ہوتا تھا کہ صبح سے قرآن مجید ہاتھ میں ہے ٹہل رہے ہیں اور ایک ورق بھی نہیں اُلٹا دوسرے دن دیکھا تو پھر وہی صفحہ۔ میں نے کہنا کہ آپ کے ہاتھ میں قرآن مجید ہے لیکن آپ پڑھ نہیں رہے تو فرماتے۔

''ایک آیت پر اٹک گیا ہوں جب تک اس کے مطالب حل نہیں ہوتے آگے کس طرح چلوں۔''

ایک دفعہ یونہی خدا جانے مجھے کیا خیال آیا میں نے پوچھا کہ آپ نے کبھی موٹر بھی چلانی سیکھی؟ کہنے لگے ہاں ایک دفعہ کوشش کی تھی مگر اس خیال سے ارادہ ترک کر دیا کہ ٹکر نہ مار دوں ہاتھ سٹیرنگ پر تھے اور دماغ قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر میں اُلجھا ہوا تھا موٹر کیسے چلاتا۔

اکثر ایسا ہوتا کہ قرآن مجید پڑھتے پڑھتے کہنا اچھا بتاؤ اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ میں نے جو سمجھ آنی کہہ دینا یا کہہ دینا پتہ نہیں آپ بتائیں تو پھر کہنا کہ یہ نیا نکتہ سُوجھا ہے اور اس آیت کے یہ نئے مطالب ذہن میں آئے ہیں۔......

عورتوں میں جب ہفتہ وار درس دیا کرتے تھے اس میں ایک یا دو دفعہ مجھے یاد ہے عورتوں کا امتحان بھی لیا تھا کثرت سے عورتوں نے امتحان دیا تھا اور پرچے دیکھ کر آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا تھا ایک دفعہ سورۃ مُزمل کا اور ایک دفعہ سورۃ سبا کا۔ سورۃ سبا کی اس آیت وَلَاتَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنْدَہٗ اِلَّالِمَنْ اَذِنَ لَہٗ (سبا:24) پر کئی دن درس جاری رہا تھا شفاعت کا مسئلہ بہت تشریح سے بیان فرمایا تھا اور بعد میں اس حصہ کا امتحان لیا تھا جس میں صاحبزادی امتہ القیوم اول آئی تھیں۔......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت (اماں

جان) سے بے حد محبت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر پر بھی اکثر آنکھیں بھیگ جاتی تھیں۔ آپ کی یاد میں آپ کے مندرجہ ذیل اشعار آپ کے دل کی ترجمانی کرتے ہیں:

اے مسیحا تیرے سودائی جو ہیں
ہوش میں بتلا کہ ان کو لائے کون
تُو تو واں جنت میں خوش اور شاد ہے
ان غریبوں کی خبر کو آئے کون
اے مسیحا ہم سے گو تو چھٹ گیا
دل سے پر اُلفت تری چُھڑوائے کون
جانتا ہوں صبر کرنا ہے ثواب!
اس دل نادان کو سمجھائے کون

......آپ نے ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے'' کے موضوع پر 1927ء میں ایک تقریر فرمائی تھی جس میں آپ کے کارناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''میں نے آپ کے کاموں کی تعداد 15 بتائی ہے۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ آپ کا کام یہیں ختم ہوگیا ہے آپ کا کام اس سے بہت وسیع ہے اور جو کچھ کہا گیا ہے یہ اصولی ہے اور اس میں بھی انتخاب سے کام لیا گیا ہے اگر آپ کے سب کاموں کو تفصیل سے لکھا جائے تو ہزاروں کی تعداد سے بھی بڑھ جائیں گے اور میرے خیال میں اگر کوئی شخص انہیں کتاب کی صورت میں جمع کردے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ منشا پورا ہوسکتا ہے جو آپ نے براہین احمدیہ میں ظاہر فرمایا ہے اور وہ یہ کہ اس کتاب میں (دین حق) کی تین سَو خوبیاں بیان کی جائیں گی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ وعدہ اپنی مختلف کتابوں کے ذریعہ پورا کردیا۔ آپ نے اپنی کتابوں میں تین سَو سے بھی زائد خوبیاں بیان فرمادی ہیں اور میں یہ ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں''

(انوار العلوم جلد 10۔ صفحہ 203)

خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بھی اس خواہش کے مدّنظر 1928ء سے 1936ء تک یہ تقریریں اسی سلسلہ میں کیں جو فضائل القرآن کے نام سے شائع ہوچکی ہیں ان تقاریر سے بھی حضور کا منشا تھا کہ قرآن کریم کی فضیلت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو تین سَو دلائل دینے کا براہین احمدیہ میں وعدہ فرمایا تھا اسے ظاہری طور پر پورا فرماویں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت یہ تقاریر نا تمام رہیں اور بعض اور قرآنی مضامین کے متعلق حضور تقاریر فرماتے رہے۔

## حضرت اماں جان کی عزت واحترام

حضرت (اماں جان) کی عزت اور احترام کا مشاہدہ تو اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔

ایک دفعہ ایک عورت نے آپ سے شکایت کی کہ میرا بیٹا میرا خیال نہیں رکھتا آپ سمجھائیں۔ آپ بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کوئی بیٹا ماں سے بُرا سلوک کر ہی کیسے سکتا ہے۔ (حضرت اماں





جان) کا خود باوجود عدیم الفرصتی کے بہت خیال رکھتے تھے اور اپنی بیویوں سے بھی یہی امید رکھتے تھے کہ وہ حضرت اماں جان کا خیال رکھیں۔ کبھی فراغت ہوئی تو حضرت اماں جان کے پاس بیٹھ جاتے آپ کو کوئی واقعہ یا کہانی سناتے، سفروں میں اکثر اپنے ساتھ رکھتے' جس موٹر میں خود بیٹھتے اس میں حضرت اماں جان کو اپنے ساتھ بٹھاتے۔ کہیں باہر سے آنا تو سب سے پہلے حضرت اماں جان سے ملتے اور آپ کی خدمت میں تحفہ پیش کرتے۔

## بھائیوں اور بہنوں سے محبت

اپنے بہن بھائیوں سے بھی بہت پیار تھا۔ ہجرت کے وقت حضور پاکستان تشریف لا چکے تھے اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ابھی قادیان میں ہی تھے حالات خراب ہو رہے تھے آپ کو ان کے متعلق بہت تشویش تھی ٹہل ٹہل کر دعائیں کرتے رہتے تھے۔ جس دن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب لاہور پہنچے اور گھر میں داخل ہوئے آپ پہلے تو فوراً سجدہ میں گر پڑے اور پھر حضرت میاں صاحب کا ہاتھ پکڑا اور سیدھے حضرت اماں جان کے کمرہ میں تشریف لے گئے اور فرمانے لگیں اماں جان! آپ کا بیٹا آ گیا۔ گویا بڑے بھائی ہونے کے لحاظ سے جو ان پر فرض عائد ہوتا تھا اس سے سبکدوش ہوگئے۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی وفات 26 / دسمبر 1961ء کو ہوئی تھی ٹھیک ایک سال قبل 26 / دسمبر 1960ء کو آپ گھبرا کر اُٹھے اور مجھے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میاں شریف احمد صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ خدا کے فضل سے بالکل ٹھیک ہیں کہنے لگے نہیں ابھی فون کرکے داؤد سے کہو کہ خود ان کے پاس جا کر ان کو دیکھ کر آئے۔ داؤد نے جب بتایا کہ خیریت سے ہیں تو کچھ تسلی ہوئی لیکن اس خواب کے اثر سے قریباً ساری رات جاگتے رہے اور دعا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت دیکھیں کہ اس نے اس وقت دعاؤں سے اپنی تقدیر ٹلا دی اور ٹھیک ایک سال کے بعد اسی تاریخ کو حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی وفات ہوئی۔

دونوں بہنیں بھی بہت پیاری تھیں لیکن حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سے بہت زیادہ محبت اور بے تکلفی تھی۔ سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ سے بیٹیوں کی طرح مشفقانہ سلوک تھا لیکن ان کی بھی ذرا سی تکلیف کا علم ہوتا تھا تو بے قرار ہو جاتے تھے۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ آتیں تو اکثر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے پُرانے اور اپنے بچپن کے واقعات دُہراتے کبھی خود سناتے کبھی ان سے سنتے۔ جب کوئی نئی نظم کہتے تو فرماتے مبارکہ کو بلاؤ ان کو بھی سناؤں۔

## انتہائی شفیق باپ

بچوں کے لئے انتہائی شفیق باپ تھے تربیت کی خاطر لڑکوں پر وقتاً فوقتاً سختی بھی کی لیکن ان کی عزتِ نفس کا خیال رکھا۔ مجھے یاد ہے کہ قادیان میں مجھے ان کی زور

سے ڈانٹنے کی آواز آئی میں اندر کمرہ میں تھی ایک دم اس خیال سے باہر نکلی کہ دیکھوں کیا بات ہے کسے ڈانٹ رہے ہیں حضور کسی بچہ کو پڑھائی ٹھیک نہ کرنے پر ناراض ہو رہے تھے میں اسی وقت واپس چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد جب اندر کمرہ میں آئے تو کہنے لگے میں جب اپنے بچہ کو ڈانٹ رہا تھا تو تمہیں وہاں نہیں آنا نہیں چاہئے تھا اس سے وہ شرمندہ ہوگا کہ مجھے تمہارے سامنے ڈانٹ پڑی۔

## حضور کا ایک عہد

حضور نے 1939ء میں ایک عہد کیا تھا جو حضور کی ایک نوٹ بک میں جو حضور عموماً اپنے کوٹ کی اندر کی جیب میں یادداشت وغیرہ لکھنے کے لئے رکھا کرتے تھے آپ کے قلم سے درج ہے اور وہ یہ ہے:

''آج چودہ تاریخ (مئی 1939ء) کو میں مرزا بشیر الدین محمود احمد اللہ تعالیٰ کی قسم اس پر کھاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل سیدہ میں سے جو بھی اپنی زندگی سلسلہ کی خدمت میں خرچ نہیں کر رہا میں اس کے گھر کا کھانا نہیں کھاؤں گا اور اگر مجبوری یا مصلحت کی وجہ سے مجھے ایسا کرنا پڑے تو میں ایک روزہ بطور کفارہ رکھوں گا یا پانچ روپے بطور صدقہ ادا کروں گا یہ عہد سردست ایک سال کے لئے ہوگا۔''

مرزا محمود احمد

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس شدید خواہش کے مطابق آپ کی اولاد کو توفیق عطا فرمائی کہ انہوں نے بچپن سے ہی اپنی زندگیاں وقف کیں۔......

## افراد جماعت سے غیر معمولی محبت

جماعت کے افراد کا تو کہنا ہی کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ جماعت کے افراد آپ کو اپنی بیویوں، اپنے بچوں اور اپنے عزیزوں سے بہت زیادہ پیارے تھے ان کی خوشی سے آپ کو خوشی پہنچتی تھی اور ان کے دکھ سے مَیں نے بارہا آپ کو کرب میں مبتلا ہوتے دیکھا۔......

لیکن جہاں جماعت سے بے حد محبت تھی اور جو ان سے محبت رکھتے تھے ان کی قدر فرماتے تھے وہاں معمولی سی بات بھی جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہو یا نظام سلسلہ کے خلاف ہو یا خلافت پر زد پڑتی ہو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ عورتوں میں جہالت سے پیروں کو احتراماً ہاتھ لگانے کی عادت ہوتی ہے کئی دفعہ گاؤں کی عورتیں ملاقات کے لئے آتیں تو پاؤں کو ہاتھ لگانے کی کوشش کرتیں۔ آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا اور سختی سے منع فرماتے کہ یہ شرک ہے۔......

جس دن ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم کی وفات ہوئی اتفاق سے میرے گھر کوئی لجنہ کی تقریب تھی، بہت سی بہنیں آئی ہوئی تھیں چائے وغیرہ کا انتظام تھا، چائے پی رہے تھے کہ اچانک تار کے ذریعہ خادم صاحب کی وفات کی اطلاع ملی اوپر سے مجھے آواز دی اور بُلوایا اور کہنے لگے کہ خادم صاحب کی وفات ہوگئی ہے، سلسلہ کے ایک دیرینہ خادم کا جنازہ آ رہا ہے اور تم





سب نیچے چائے پی رہے ہو سب کو رخصت کرو ساتھ ہی انتہائی غم کا اظہار کیا۔ میں نے نیچے آ کر آئی ہوئی بہنوں سے ذکر کیا تو سب خاموشی سے چلی گئیں۔

......قادیان کا ذکر ہے میری شادی کے شاید ایک سال بعد کا حضور نماز پڑھ کر (بیت) مبارک سے آ رہے تھے۔ حضرت اماں جان کے صحن میں کسی گاؤں کی ایک بوڑھی عورت آپ کے انتظار میں کھڑی تھی۔ آپ آئے تو اس نے بات شروع کر دی جیسا کہ گاؤں کی عورتوں کا قاعدہ ہے کہ لمبی بات کرتی ہیں اس نے خاصی لمبی داستان سنانی شروع کر دی۔ حضور کھڑے ہوئے توجہ سے سنتے رہے میری طبیعت خراب تھی میں کھڑی نہ رہ سکی پاس تخت پر بیٹھ گئی جب وہ عورت بات ختم کر کے چلی گئی تو آپ نے فرمایا تم کیوں بیٹھ گئی تھیں یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی ماننے والوں اور قربانی کرنے والوں میں سے ہیں میں تو اس کے احترام کے طور پر کھڑا ہو گیا اور تم بیٹھ گئیں میں نے بتایا کہ میری طبیعت بہت خراب تھی آپ نے فرمایا طبیعت خراب تھی تو تم چلی جاتیں۔ اس واقعہ سے بھی آپ کو جو جماعت کے لوگوں سے محبت تھی اس پر روشنی پڑتی ہے اور یہ بھی کہ آپ اصلاح اور تربیت کے کسی موقع کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ اپنی زیادہ بیماری کے ایام میں بھی کسی کی تکلیف کا معلوم ہو جاتا تو بہت کرب محسوس فرماتے تھے۔ (الفضل 25/مارچ 1966ء)

❁❁❁❁❁

## بھیرہ سے روحانی اور جسمانی تعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اہل بھیرہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''بھیرہ والوں کیلئے تو بھیرہ صرف اینٹوں، چونے اور گارے کا بنا ہوا ایک شہر ہے لیکن میرے لئے وہ اس کے علاوہ مولد و مسکن ہے میرے شفیق استاد کا جس نے مجھے نہایت محبت کے ساتھ قرآن کریم اور بخاری کا ترجمہ پڑھایا۔ پھر بھیرہ والوں کے لئے شاید اس لیے عزیز ہو کہ انہوں نے بھیرہ کی ماؤں کی چھاتیوں سے دودھ پیا لیکن میرے لئے اس لیے باعثِ محبت و کشش ہے کہ میں نے اس خطۂ زمین کے ایک مقتدر شخص کی زبان سے قرآن کے معارف کا دودھ پیا ہے۔ اس کے علاوہ میرا ایک جسمانی تعلق بھی بھیرہ سے ہے کہ میری دوسری بیوی امۃ الحیٔ مرحومہ اس بھیرہ سے متعلق تھیں اور حضرت مولوی صاحب کی صاحبزادی تھیں میں اپنی زندگی میں ہمیشہ انہیں کہا کرتا تھا کہ میں تمہیں بھیرہ لے جاؤں گا اور پھر ہم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے مکانات وغیرہ دیکھیں گے لیکن یہ خواہش ایک رُبع صدی سے زائد عرصہ تک شرمندۂ تکمیل نہ ہوسکی اور آج مجھے یہاں آنے کی توفیق ملی تو وہ عورت اس جہاں میں موجود نہیں ہے جس سے میں نے وعدہ کیا تھا یہی وجہ تھی کہ میں جونہی اس قصبہ میں داخل ہوا مجھے وہ تمام باتیں یاد آ گئیں اور میرے دل کا وہ زخم ہرا سا ہو گیا۔'' (الفضل 29 نومبر 1950ء)

''انی معک یا مسرور''

آسمان سے بارش کی طرح نازل ہونے والے افضال و برکات مبارک ہوں

ہم خلافت احمدیہ کے مکمل وفادار خادم ہیں

منجانب

قائد مجلس و عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ علاقہ فیصل آباد

---

''انی معک یا مسرور''

آسمان سے بارش کی طرح نازل ہونے والے افضال و برکات مبارک ہوں

ہم خلافت احمدیہ کے مکمل وفادار خادم ہیں

منجانب

قائد مجلس و عاملہ مجلس اطفال الاحمدیہ

علاقہ فیصل آباد

---

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

ہم سب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی درازیٔ عمر اور صحت و سلامتی والی فعال زندگی کے لئے دعا گو ہیں۔

آمین

منجانب

قائد مجلس و عاملہ خدام الاحمدیہ

ضلع گوجرنوالہ

---

محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں

جماعت احمدیہ عالمگیر کو

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

مبارک ہو

منجانب

قائد مجلس و عاملہ خدام الاحمدیہ گوجرانوالہ شہر





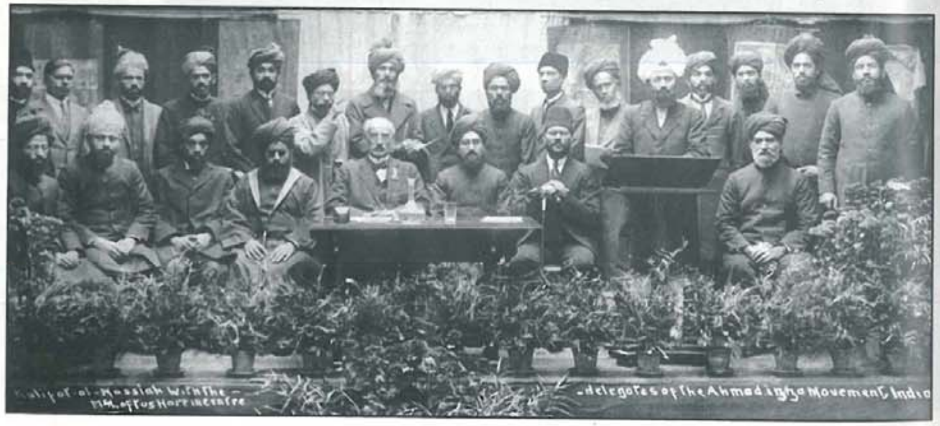
قیام لندن کے دوران کا ایک یادگاری فوٹو



بیت فضل لندن کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے (19 اکتوبر 1924ء)

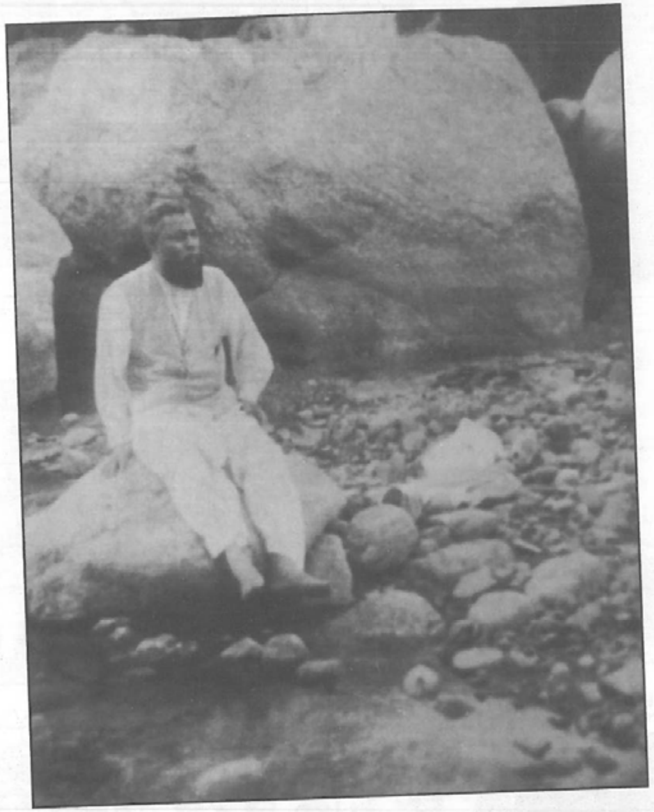


سفر یورپ کے موقعہ پر اپنے رفقاء کے ساتھ (1924ء)




ویمبلے کانفرنس میں اپنے رفقاء اور دیگر احباب کے ساتھ (لندن 1924ء)

## بے تکلف سا بے ریا سا تھا

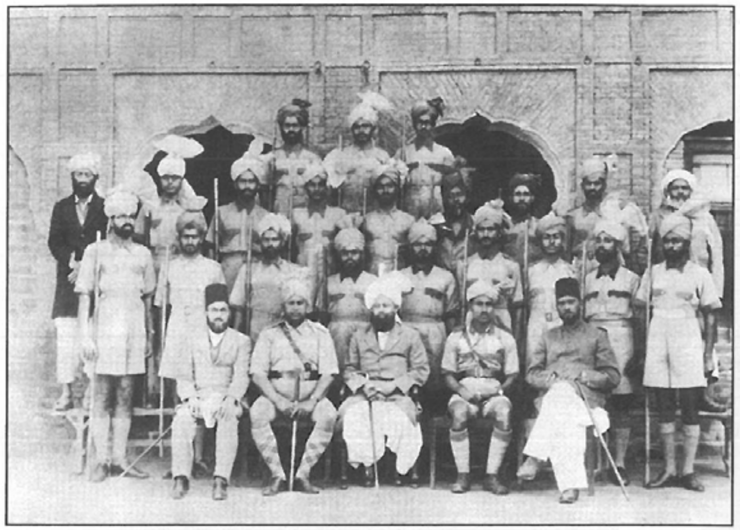




قیام ڈلہوزی کے دوران (1926ء)



ڈلہوزی میں سیر کے دوران (1926ء)



نیشنل لیگ والنٹیرز کور کے درمیان رونق افروز ہیں (مارچ 1936ء)



جلسہ سالانہ میں تشریف لاتے ہوئے (1938ء)







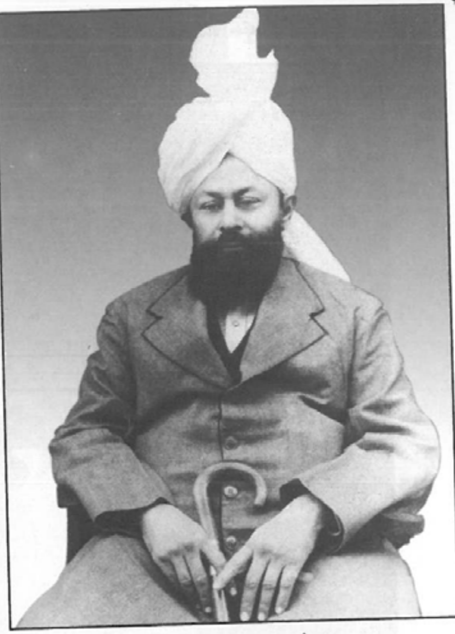
ارکان کشمیر کمیٹی کے درمیان رونق افروز ہیں (سیالکوٹ 13 ستمبر 1931ء)

انڈونیشیا کے مولوی ابوبکر ایوب، ابوبکر بگنڈ مہاراجو، راتو پوتی ڈمنگ اور مولانا رحمت علی صاحب کے ساتھ

مسکراتا ہوا حسین و جمیل    ایک چہرہ گلاب سا کچھ ہے



سیالکوٹ (1931ء)



اے فضل عمر تجھ کو جہاں یاد کرے گا



شبیہ مبارک سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی
(دسمبر 1939ء)



پہلی بار جلسہ خلافت جوبلی پر لوائے احمدیت لہرانے کی تقریب (1939ء)



حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جلسہ خلافت جوبلی کے اختتام پر واپس تشریف لے جاتے ہوئے (1939ء)

# دیر آمدہ زراہِ دور آمدہ



انکشاف ''مصلح موعود'' کے اگلے روز محترم شیخ بشیر احمد صاحب کی کوٹھی پر (لاہور 6 جنوری 1944ء)




لاہور جلسہ مصلح موعود میں خطاب فرماتے ہوئے (1944ء)



ہوشیار پور جلسہ مصلح موعود میں خطاب فرماتے ہوئے (1944ء)



دہلی جلسہ مصلح موعود میں خطاب فرماتے ہوئے (1944ء)

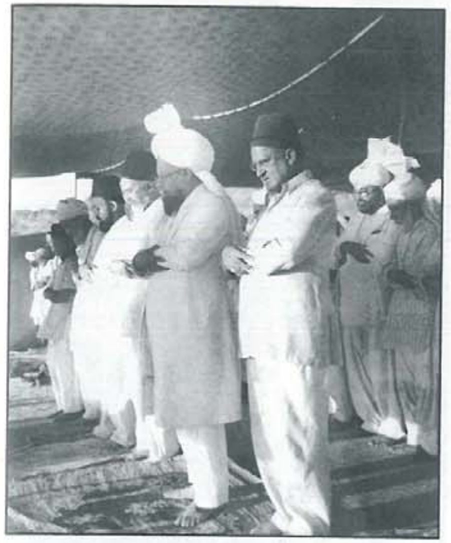


ہوشیار پور میں جلسہ مصلح موعود سے قبل نماز پڑھاتے ہوئے (1944ء)

## سرزمینِ ربوہ کے ابتدائی ایام



بانی ربوہ سیدنا حضرت مصلح موعود مرکز ربوہ کا ابتدائی نقشہ ملاحظہ فرما رہے ہیں



ربوہ میں پہلی نماز (20 ستمبر 1948ء)



حضرت مصلح موعود ربوہ کی سرزمین پر لاہور کے ممتاز اور نامور صحافیوں کے ساتھ (نومبر 1948ء)



''یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی''

خلافت احمدیہ کے سو سال پورے

ہونے پر جماعت عالمگیر کو دلی

مبارک ہو۔

منجانب

قائد و ممبران عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ راہوالی ضلع

گوجرانوالہ

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا

میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

احباب جماعت کو خلافت احمدیہ

صد سالہ جوبلی کا سال مبارک

ہو۔ آمین

منجانب

قائد مجلس و عاملہ خدام الاحمدیہ نوری آباد

ضلع حیدر آباد

احباب جماعت کو خلافت

احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

منجانب

**احمد ٹریڈرز**

نارتھ ناظم آباد کراچی

''انی معک یا مسرور''

آسمان سے بارش کی طرح نازل ہونے

والے افضال و برکات مبارک ہوں

ہم خلافت احمدیہ کے مکمل وفادار خادم ہیں

منجانب

قائد مجلس و عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ

گلستان جوہر ضلع کراچی

## سرزمینِ ربوہ کے ابتدائی ایام



بانی ربوہ سیدنا حضرت مصلح موعود مرکز ربوہ کا ابتدائی نقشہ ملاحظہ فرما رہے ہیں



ربوہ میں پہلی نماز (20 ستمبر 1948ء)



حضرت مصلح موعود ربوہ کی سرزمین پر لاہور کے ممتاز اور نامور صحافیوں کے ساتھ (نومبر 1948ء)

ہم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کی درازی عمر
اور خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کے نہایت
بابرکت ہونے کے لئے دعا گو ہیں

منجانب

شریف احمد اٹھوال۔ ایگری کلچرل فارم شریف آباد
میرپورخاص سندھ
ظہیر احمد پٹرولیم سروس نبی سر روڈ میرپورخاص
0238-575182
0238-575029

ہماری خدائے عزوجل سے عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ
تعالیٰ حضور پُرنور کے بابرکت سایہ میں ہمیشہ قافلۂ
احمدیت کو چلنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے اور ہمیں
اور ہماری اولادوں کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھے
اور ہمیں خلافت کی برکات سمیٹنے والا بنائے۔ آمین

منجانب

قائد و اراکین عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ
علاقہ گوجرانوالہ

ہم خدا تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ خدا تعالیٰ
ہم سب کو جماعت احمدیہ کی احسن رنگ میں
خدمت کرنے کی توفیق عطا
فرمائے۔ (آمین)

منجانب

ملک حسن طارق
سمبڑیال ضلع سیالکوٹ

خلافت احمدیہ صد سالہ
جوبلی
مبارک
ہو

منجانب

قائد مجلس و عاملہ خدام الاحمدیہ نور ضلع راولپنڈی





# منظوم پیشگوئی مصلح موعود

(محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ)

اٹھارہ کے اوپر چھیاسی تھے سال
بہت بڑھ گیا جب کہ دردِ نہاں
کہ تیری جماعت یہ پھُولے پھلے
سو تیری دعاؤں کو میں نے سنا
سن اے میرے پیارے سخن دلپذیر
نشاں ہے جو فضل اور احسان کا
وہ فرزند دلبند ہے ارجمند
مبارک ہو فتح و ظفر کی کلید
وہ ہوگا بہت ہی ذہین و فہیم
کہ عطرِ رضا سے وہ ممسوح ہے
وہ ہے حسن و احساں میں تیرا نظیر
علوم اس میں ہیں ظاہری باطنی
وہ ہوگا اسیروں کا بھی رَستگار
مبارک کہ وہ نور آتا ہے نور
ہے فضلِ خدا اس پہ سایہ فگن
شکوہ اور عظمت کا حامل ہے وہ
زمانے میں شہرت وہ پا جائے گا
مبارک ہو تجھ کو غلامِ زکی
مبارک ہو لڑکا یہ پاک و وجیہ
نواسی میں آخر بفضلِ خدا
لگا جلد بڑھنے وہ ماہِ مبیں

کہ گویا ہوا یوں شہِ ذوالجلال
کہ تیری صداقت ہو سب پہ عیاں
زمانے پہ حق کا ہی سکّہ چلے
ترے اس سفر کو مبارک کیا
کہ بیٹا میں دوں گا تجھے بے نظیر
بہت مرتبہ ہے اس انسان کا
خلائق کا ہوگا بہت دلپسند
ہے تیرے لئے یہ خوشی کی نوید
وہ رحمت کا مظہر وہ دل کا حلیم
وہ سارے زمانے کا ممدوح ہے
کشادہ جبیں اور روشن ضمیر
وہ دنیا میں پھیلائے گا روشنی
ہے ان کے لئے مژدۂ کردگار
ہے جس سے جلالِ خدا کا ظہور
وہ روحِ زمانہ وہ فخرِ زمن
ہماری محبت کے قابل ہے وہ
وہ آپ اپنی عظمت کو منوائے گا
جو ہو گا یقیناً تری نسل ہی
جو ہو گا سراسر تری ہی شبیہ
یہ موعود بچہ تولّد ہوا
جو سب پیشگوئیاں تھیں پوری ہوئیں

تمام دنیا کے احمدی بچوں کو خلافت کی
نعمت کے سو سال پورے ہونے پر
صد ہا مبارک
طالب دعا
شاذب احمد۔ لالہ رخ واہ کینٹ
ضلع راولپنڈی

خلافت احمدیہ کے صد سالہ جشن
تشکر کے موقع پر سب احمدی
احباب کو دلی مبارک

طالب دعا
علیز ایشال
لالہ رخ واہ کینٹ ضلع راولپنڈی

تمام دنیا کے احباب جماعت کو صد سالہ خلافت جوبلی کے
بابرکت موقع پر دل کی گہرائیوں سے مبارک قبول ہو

ہماری خدائے عزوجل سے عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ
تعالیٰ حضور پُرنور کے بابرکت سایہ میں ہمیشہ قافلہ
احمدیت کو چلنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے اور ہمیں
اور ہماری اولادوں کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھے
اور ہمیں خلافت کی برکات سمیٹنے والا بنائے۔ آمین

طالب دعا
قائد مجلس وارا کین عاملہ خدام الاحمدیہ
پشاور روڈ، ضلع راولپنڈی

''انی معک یا مسرور''
ہم جانثارانِ احمدیت خلافت احمدیہ کے
استحکام کے لئے دعا گو ہیں
تمام احباب جماعت کو خلافت احمدیہ
صد سالہ جوبلی کی خوشیاں مبارک ہوں
ازطرف
شعبہ صحت جسمانی
مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ





# ''وہ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا''

(مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب)

پاکستان بننے کے بعد حضرت ابا جان (مصلح موعود) نے پاکستان کی صنعتی واقتصادی ترقی کے لئے بعض تحریکیں کیں جن میں پاکستان میں بینکنگ اور جہاز رانی کی ابتدا بھی تھی۔ بحری جہازوں کی کمپنی کے قیام کے لئے آپ نے سیٹھ اسماعیل صاحب (جو احمدی نہیں تھے) کو توجہ دلائی۔ انہوں نے اس پر آمادگی کا اظہار فرمایا اس شرط کے ساتھ کہ آپ خود بھی اور جماعت کی طرف سے بھی کمپنی میں کچھ حصص خریدیں۔ آپ نے منظور فرما لیا اور کمپنی کی بنیاد ڈال دی گئی۔ دو چار سال گذرنے کے بعد سیٹھ صاحب نے کمپنی کے سیکرٹری کو حضرت ابا جان کی خدمت میں کسی مشورہ کے لئے خط دے کر بھجوایا۔ یہ صاحب آئے، آپ سے ملے اور واپس چلے گئے۔

کافی سال گذرنے کے بعد اس کمپنی کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی میٹنگ کے بعد اس کمپنی کے ایک ڈائریکٹر جو سعودی عرب سے تعلق رکھتے تھے، مجھ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ میں آپ کے بڑے بھائی سے ملا ہوں، آکسفورڈ کے پڑھے ہوئے اور بڑے عالم ہیں، یہ سنتے ہی وہ صاحب جو پہلے کمپنی کے سیکرٹری تھے اور مینیجنگ ڈائریکٹر ہو چکے تھے، یکدم ان عرب صاحب سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ آپ ان کے والد صاحب سے نہیں مل سکے۔ ان کے علم میں اتنی وسعت اور اتنی گہرائی تھی کہ آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ میں اپنا ذاتی تجربہ آپ کو بتاتا ہوں۔ ہمارے چیئرمین نے میرے ہاتھ ان کے نام ایک خط بھجوایا، انہوں نے مہربانی فرما کر مجھ سے ملاقات کی اور مجھ سے دریافت کیا کہ آپ نے جہاز رانی کی کوئی باقاعدہ تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ میرے بتانے پر کہ انگلستان میں باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہے آپ نے جہاز رانی میں کامیابی حاصل کرنے کے متعلق بڑی تفصیلی روشنی ڈالی اور ایسے ایسے امور بیان کئے جو میرے لئے بالکل نئے تھے۔ میں سنتا جاتا تھا اور سخت شرمندہ بھی ہو رہا تھا کہ کہاں میرا علم اور کہاں اس شخص کا علم، مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ میں اس علم کی ابتدائی کلاس کا طالب علم ہوں۔ یہ تو تھا پاکستان میں جہاز رانی کا ابتدا کا واقعہ، اس کمپنی کا نام پاکستان سٹیم شپ کمپنی لمیٹڈ ہے۔ دوسری تحریک پاکستان میں بینکس قائم کرنے کی تجویز تھی جو حبیب بینک لمیٹڈ کی شکل میں سامنے آئی۔

......ایک اور واقعہ جو آپ کے ''علوم ظاہری وباطنی سے پر کیا جائے گا'' کے الہامی الفاظ کی منہ بولتی

صداقت ہے یوں ہوا کہ 26رفروری 1919ء کو مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی ، اسلامیہ کالج لاہور کے زیر انتظام حبیبیہ ہال میں آپ نے ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'' کے موضوع پر تقریر فرمائی اس جلسہ کے صدر مؤرخ اسلام جناب سید سر عبدالقادر صاحب ایم۔ اے تھے۔سید صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا'' آج کے لیکچرار اس عزت،اس شہرت اوراس پائے کے انسان ہیں کہ شاید ہی کوئی صاحب ناواقف ہوں آپ اس عظیم الشان اور برگزیدہ انسان کے خلف ہیں جنہوں نے تمام مذہبی دنیا بالخصوص عیسائی عالم میں تہلکہ مچا دیا تھا۔

جلسہ کے صدر کی افتتاحی تقریر کے بعد دور خلافت میں عبداللہ بن سبا اوراس کے باغی اورمفسد ساتھیوں کی سازشوں اورفتنہ انگیزیوں پراتنی تفصیل سے روشنی ڈالی اورتاریخ اسلام کی گمشدہ کڑیوں کو اس طرح منکشف اورواضح فرما کرسامنے رکھ دیا کہ سننے والے حیران رہ گئے۔

آپ کی تقریر ختم ہونے پر صدر مجلس جناب سید سر عبدالقادر صاحب ایم۔اے نے فرمایا''حضرات! میں نے بھی کچھ تاریخی اوراق کی ورق گردانی کی ہے اورآج شام کو جب میں اس ہال میں آیا تو مجھے خیال تھا کہ اسلامی تاریخ کا بہت سا حصہ مجھے بھی معلوم ہے اوراس پر میں اچھی رائے زنی کرسکتا ہوں لیکن اب جناب مرزا صاحب کی تقریر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ میں ابھی طفل مکتب ہوں اورمیری علمیت کی روشنی اور جناب مرزا صاحب کی علمیت کی روشنی میں وہی نسبت ہے جو اس (میز پر رکھے ہوئے لیمپ کی طرف اشارہ کرکے) کی روشنی کو اس بجلی کے لیمپ (جو اوپر آویزاں تھا کی طرف انگلی اٹھا کر) کی روشنی سے ہے۔ حضرات! جس فصاحت اورعلمیت سے جناب مرزا صاحب نے اسلامی تاریخ کے ایک نہایت مشکل باب پر روشنی ڈالی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔''

ایک سال بعد آپ کا یہ لیکچر کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔اس کی تمہید جناب سید سر عبدالقادر صاحب نے تحریر فرمائی۔آپ لکھتے ہیں۔

''فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شدبد ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہہ تک پہنچ سکے ہیں اوراس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصل وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہوگا۔''

(ماہنامہ اخبار احمدیہ جرمنی۔فروری 1998ء)





# اے فضل عمر تیرے اوصاف کریمانہ

(حضرت سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ (مہر آپا) حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی)

## قبولیت دعا کی چند مثالیں

پارٹیشن سے پہلے کے تمام حالات سب جانتے ہیں کہ وہ کیسا خطرناک دور تھا اور کن حالات سے ہمیں دوچار ہونا پڑا۔حضرت مصلح موعود...... ان دنوں شدید پریشانی کے عالم میں (تھے)۔(آپ) کو دنیا کے مال و متاع کا غم نہ تھا، بیوی بچوں کی پریشانی نہ تھی۔غم تھا تو یہی کہ یہ ''بٹوارا'' کہیں اعلائے کلمۃ الحق میں روک نہ بن جائے، دینی راہیں مسدود نہ ہو جائیں۔...... آپ دن رات دعاؤں میں لگے رہتے۔ بسا اوقات میں نے آپ کو گھنٹوں سجدہ ریز سسکیوں کی حالت میں دیکھا۔آپ کو ان حالات کے متعلق بشارات بھی ملتی رہیں لیکن پھر بھی کرب اور فکر کی کیفیت ضرور تھی۔

صحت کے زمانہ میں آپ کا معمول تھا کہ تمام وقت دفتر میں تنہا اپنے کام میں مصروف رہتے۔رات کو یا پھر کھانے کے اوقات میں گھروں میں آتے۔

پارٹیشن کے پریشانی کے دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک دن عصر کے وقت آپ میرے پاس آئے۔آپ کی آنکھیں سرخ اور متورم تھیں آواز میں رقت تھی مگر اس پر پورا ضبط کئے ہوئے تھے۔ مجھے فرمانے لگے۔

صبح عید ہے میں شاید آپ لوگوں کو ''عید'' دینی بھول جاؤں۔کام کی مصروفیت غیر معمولی ہے اور مجھے موجودہ حالات کے متعلق شدید گھبراہٹ ہے گو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری دعا کو سنا ہے اوراس کا یہ وعدہ ہے کہ اَیْنَمَاتَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا میں سجدہ کی حالت میں تھا جس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت ملی ہے اور مجھے اس پر پورا ایمان ہے۔لیکن پھر بھی دعا کی سخت ضرورت ہے۔تم بھی درد سے دعائیں کرو۔ اللہ تعالیٰ (دعوت الی اللہ) کے راستے ہمیشہ کھلے رکھے۔''

میں نے آپ کا یہ الہام نوٹ کرلیا اوراس کے پورا ہونے کی منتظر رہنے لگی۔آج سب دیکھ رہے ہیں کہ وہ دعا اور پھر اس کا جواب جس میں بشارت تھی کس خوبی اور کس خوبصورتی سے پورا ہوا کس طرح قادیان سے نکلنے کے بعد، پھر یہ ساری جمیعت ایک جھنڈے تلے جمع ہوئی اور پھر کس شان وشوکت سے (دین حق کی دعوت) چار دانگ عالم میں پہنچی۔کس طرح زیادہ سے زیادہ حق کی تڑپ و جستجو رکھنے والے احمدیت کے اس دوسرے مرکز میں جوق در جوق پہنچے۔فالحمدللہ علیٰ ذالک

ایک اور واقعہ زمانہ قریب کا ہے جو اس مستجاب الدعوات کے شان نزول کا شاہد ہے۔پارٹیشن کے بعد

خاص مشکلات کا سامنا رہا۔...... محض اور محض احمدیت کی دشمنی کی بنا پر جب عزیز محترم میاں ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث) اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کو قید کر لیا گیا آپ کا پریشان ہونا ایک قدرتی امر تھا۔......

گرمیوں کے دن تھے اور پھر ربوہ کی گرمی۔ عشاء کے وقت ہم حسب معمول صحن میں تھے۔ باوجود اوپر کی منزل میں ہونے کے گرمی کی شدت میں کمی نہ تھی۔ رات کا کھانا ہم اکٹھے کھا رہے تھے۔ اس دوران میں آپ نے گرمی کی شدت اور اس سے بے چینی کا اظہار فرمایا میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ ''پتہ نہیں میاں ناصر (خلیفۃ المسیح الثالث) اور میاں صاحب (حضرت مرزا شریف احمد صاحب) کا اس گرمی میں کیا حال ہوگا؟ خدا معلوم انہیں وہاں (جیل میں) کوئی سہولت بھی میسر ہے یا نہیں۔

آپ نے جواباً فرمایا:

اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے وہ صرف اس جرم پر ماخوذ ہیں کہ ان کا کوئی جرم نہیں۔ اس لئے مجھے اپنے خدا پر کامل یقین و ایمان ہے کہ وہ جلد ہی ان پر فضل کرے گا۔

اس کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ عشاء کی نماز کیلئے کھڑے ہو گئے گریہ و زاری کا وہ منظر میں بھول نہیں سکتی۔ میں اس کیفیت کو قلم بند نہیں کر سکتی۔ جو اس وقت میری آنکھوں نے دیکھا۔ اس گریہ میں تڑپ اور بے قراری بھی تھی۔ اس میں ایمان و یقین کامل کا بھی مظاہرہ تھا۔ اس میں ناز اور ناز برداری کی سی کیفیات بھی تھیں۔ یہی منظر پھر میں نے تہجد کے وقت دیکھا۔ اس وقت حضرت مصلح موعود دعائیں بلند آواز سے نہایت عجز اور رقت کے ساتھ مانگ رہے تھے۔ مجھے یوں لگتا تھا کہ ساری فضا معمور ہے اور آپ کے اس درد و کرب میں ڈوبے ہوئے نالہ و شیون نے مجھ میں ایک ایسا ایمان و یقین پیدا کر دیا کہ میں برملا کہنے لگی کہ یہ دعا رائیگاں انشاء اللہ نہیں جائے گی۔ اس نے عرش کے پائے ہلا دیے ہوں گے۔ ضرور ہی دن چڑھتے چڑھتے اللہ تعالیٰ خوشخبری سنائے گا۔ آپ کی یہ دعا رات کے سکوت میں اس قدر بلند تھی کہ میں سمجھتی تھی کہ یہ آواز ہمارے ارد گرد بچوں کے گھروں تک ضرور پہنچی ہوگی۔

چنانچہ جب دن چڑھا اور ڈاک کا وقت ہوا تو پہلا تار جو ملا وہ یہ خوشخبری لیتے ہوئے تھا کہ حضرت میاں صاحب اور عزیز محترم میاں ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث) رہا ہو چکے ہیں۔ کتنی جلدی میرے خدا نے مجھے قبولیت دعا کا معجزہ دکھایا۔......

## عبادت کا احترام

ایک دفعہ حضرت اقدس ہم لوگوں کو راجپورہ (قادیان) پکنک کے لئے لے گئے۔ دریا، سبز کھیتوں اور شکار وغیرہ سے ہم لوگ خوب محظوظ ہوئے خود ساتھ لے جا کر شکار کرنا، نشانہ لگانا سکھاتے رہے۔ جتنی دیر ہم پکنک کے لئے ٹھہرے آپ نے نہ صرف اپنے گھر والوں کا ہی خیال رکھا بلکہ کام کرنے والوں کا اس حد تک خیال کرتے رہے کہ اپنے ہاتھ سے کھانے پینے کی اشیاء اٹھا اٹھا کر ان لوگوں کو دیتے اور





ہمیں ساتھ ساتھ نصیحت فرماتے کہ ان کام کرنے والوں کا خاص خیال رکھا کرو اور انہیں پوری طرح آزادی دو کہ یہ لوگ بھی پکنک ہماری طرح ''انجوائے'' کریں۔

جب بوٹنگ شکار اور نشانہ بازی سے فارغ ہوئے تو نماز کا وقت تھا۔ آپ نماز پڑھانے مردوں کے ساتھ ہم سے ذرا دور ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ چونکہ پردے کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا اس لئے ہم لوگ سبز کھیتوں کی اوٹ میں ہو کر الگ نماز پڑھنے لگے۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہمیں اس بات کا خیال ہی نہ رہا کہ ابھی مرد نماز پڑھ رہے ہیں...... اور دوسرے یہ بات بھی تھی کہ ہمارا اور مردوں کا فاصلہ بھی تھا۔ ہم میں سے کوئی کسی بات پر ہنسا اور ہنسی کی آواز آپ تک پہنچ گئی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ تشریف لائے اور آپ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار اس حد تک کیا کہ کم از کم دو گھنٹے تک آپ ہم لوگوں سے ریز رور ہے۔ جب آپ کی ناراضگی کی کیفیت دور ہوئی تو میں نے کہا۔ اب کم از کم میں پکنک کے لئے پھر نہیں آؤں گی۔ اگر تمام دن کی تفریح کے بعد اس طرح کی بدمزگی انجام میں ہو تو پھر کیا فائدہ؟ خواہ مخواہ آپ کو تکلیف ہوئی۔ اس پر آپ ہنس پڑے اور فرمانے لگے۔ تم بیسیوں دفعہ میرے ساتھ پکنک پر آؤ گے اور میں بیسیوں دفعہ تم لوگوں کو سیر و تفریح کے لئے لے کر جاؤں گا۔ مگر جہاں عبادت کا سوال ہوگا وہاں عبادت کا احترام مقدم۔ جہاں دین اور سلسلے کا سوال ہوگا وہاں پوری سنجیدگی اور اس کا احترام سب سے افضل اور اس کے لئے حمیت اور اہمیت تمام باتوں پر سبقت لے جائے گی۔ اس قسم کی کوتاہیاں میرے لئے حقیقت میں ناقابل برداشت ہیں۔

## تحریک جدید کے ماتحت ایک کھانا کھانے کا التزام

ڈلہوزی کا واقعہ ہے کہ آپ میز پر کھانا کھانے کے لئے تشریف لائے۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتی ہوں کہ آپ خاموشی سے بغیر کھانا کھائے اپنے کمرہ میں چلے گئے۔ میں کچھ نہ سمجھ سکی کہ آپ کی ناراضگی کی وجہ کیا ہے؟ سب حیران تھے کہ اب پھر تمام دن فاقہ میں رہیں گے اور کام کی اس قدر بھر مار ہے کہیں آپ کو ضعف نہ ہو جائے۔ آخر میرے پوچھنے پر حضرت بڑی آپا جان (امی جان) نے بتایا کہ حضرت اقدس نے اپنے کمرہ میں جا کر چٹ بھجوائی ہے کہ میں نے تحریک جدید کے ماتحت روکا ہوا ہے کہ میز پر صرف ایک ڈش ہوا کرے۔ آج میں نے ایک کی بجائے تین ڈش دیکھے ہیں۔ ایسا کیوں ہے میں کھانا ہرگز نہیں کھاؤں گا۔

دراصل بات یہ تھی کہ ہم لوگ اس تحریک کے بعد ایک ہی ڈش دستر خوان پر رکھا کرتے تھے۔ لیکن بعض اوقات وہ ڈش حسب پسند نہ ہوتا کبھی نمک مرچ وغیرہ میں یا پکنے میں کمی بیشی رہ جاتی۔ تو ہم لوگ صرف اس خیال سے احتیاطاً ایک کی بجائے دو ڈش حضرت اقدس کے لئے کر لیتے کہ اگر ایک چیز ناپسند ہوئی تو دوسری سامنے رکھ دیں گے۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ حضور کچھ نہ کچھ کھا لیں۔ یہ نہ ہو کہ ایک ڈش ناپسند ہونے پر کھانا ہی چھوڑ دیں۔ آپ اس میں اتنے سخت گیر تھے کہ اپنے لئے ہمیں دوسرے کھانے کی اجازت نہ دی۔ بعد میں حالات ہی ایسے

ہوگئے تھے کہ ہمیں مجبوراً ایک سے زیادہ ڈش کرنے پڑتے۔ کیونکہ حضرت اقدس کی طبیعت دن بدن کمزور ہوتی چلی گئی آپ کے لئے پرہیزی کھانا ہوا کرتا اور وہ لازماً ایک سے زیادہ ڈشز پر ہوتا۔

## ملازمین کے ساتھ آپ کا حسن سلوک

ہم لوگ باہم بیٹھے ایک دفعہ گھروں میں کام کرنے والوں کے متعلق معمولی قسم کا تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ موضوع یہ تھا کہ یہ لوگ باوجود ہر چیز میسر ہونے کے دیانتداری سے کیوں کام نہیں لیتے؟ جبکہ ان کو تاکید کی ہوتی ہے کہ اگر کسی چیز کی زائد ضرورت ہو تو تم لوگ کہہ کر لے لیا کرو وغیرہ۔ آپ دوسرے کمرہ میں کام کر رہے تھے ہماری باتوں کی آواز ان کے کان میں پڑ گئی۔ آپ نے فرمایا۔ ’’کیا بدیاں تم لوگ کر رہے ہو تم لوگوں کا یہ طریق ان کی اصلاح کا موجب نہیں ہوسکتا۔ یا تو ان کی اصلاح کی صحیح راہ اختیار کرو۔ اگر سمجھانے کے بعد بھی وہ ایسا ہی رویہ اختیار کرتے ہیں تو تم ان کے متعلق اس طریق پر باتیں نہ کرو۔ تم لوگ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ آخر یہ لوگ ( کام کرنے والے ) اور ہم ایک ہی طرح کی خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور خدا تعالیٰ کی ذات انتہائی رحیم ہے۔ ان کا یہ حال کیوں؟ ان کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ گرمی سردی میں باورچی خانہ وغیرہ کی تپش کے سامنے ہوتے ہیں۔ تمہیں ان لوگوں کی اصلاح کرنی چاہیے مگر پیار و محبت اور نرمی سے اور دلداری سے نہ کہ یوں بیٹھ کر ان کے خلاف اس طریق پر باتیں کرنا! تمہارا یہ طریق بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔‘‘

## تادیب میں محبت و ہمدری کا پہلو

کوئٹہ میں ایک دفعہ دفتر کے عملہ میں سے ایک شخص سے کوئی غلطی اس طرح ہوئی جو ان کی لاپرواہی پر دلالت کرتی تھی اور کام کوئی اہم ہی تھا۔ حضرت اقدس ان سے بذات خود کھڑے باز پرس اور تحقیق فرما رہے تھے آپ نے ان کو غصے میں غالباً اسی قدر فرمایا اسی طرح کھڑے رہیں میں ایسے کوئی کام نہیں لوں گا۔ یہ کہہ کر حضرت اقدس خود اندر تشریف لے آئے اور آ کر اپنے کام میں حسب معمول مصروف ہوگئے۔ آپ تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے مسلسل اسی طرح میز پر جھکے ہوئے کام کرتے رہے اس دوران میں اچانک بارش آئی اور موسلا دھار برسنے لگی مجھے کسی طرح سے پتہ چلا کہ عملے میں سے کوئی شخص جس پر کہ حضرت اقدس تھوڑی دیر ہوئی ناراض ہوئے وہ بارش میں کھڑے بھیگ رہے ہیں۔ مجھے اس خیال سے پریشانی ہوئی۔ لیکن دل میں یہ پورا یقین تھا کہ حضور کا اس قسم کا قطعاً کوئی آرڈر نہیں ہوگا۔ غصے میں سرسری بات کہی ہوگی اور پھر کام میں مصروف ہو جانے کے بعد آپ کو یاد بھی نہیں رہا ہوگا۔

میں بھاگی ہوئی حضرت اقدس کے پاس پہنچی۔ چائے کا وقت تھا۔ ایک تو خود آپ کو چائے بھی دینی تھی دوسرے اس وقت اس بھیگتے ہوئے شخص کے متعلق بھی مجھے کچھ کہنا تھا۔ میں نے آپ کی طرف چائے کی پیالی بڑھاتے ہوئے اس بھیگتے ہوئے شخص کے متعلق تفصیلی





بات کر دی اور پھر جلدی سے دریافت کیا کہ کیا میں اسے جلدی سے چائے بھیج دوں؟ انہیں سردی لگ جائے گی اور کیا وہ اپنے کمرہ میں چلے جائیں؟ میری اتنی بات کا کہنا تھا کہ آپ گھبرا کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہتے ہوئے میز پر سے اٹھے۔ چائے کی پیالی وہیں رکھ دی اور فرمایا میرے اس طور پر ناراضگی کے اظہار کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ وہ اس طرح دروازہ پر کھڑے بارش میں بھیگتے رہیں۔ جلدی کرو انہیں کہو کہ وہ بھیگا لباس فوراً تبدیل کریں۔ چائے بھیجو۔ باہر کہو ان کے کمرہ کو گرم کرنے کا فوری انتظام کریں۔ وغیرہ۔

اب دیکھیں! آپ تربیت کرتے ہیں۔ تادیب کرتے ہیں مگر اس میں کس قدر پیار و محبت اور ہمدردی کا پہلو نمایاں ہوتا ہے بالکل اس طرح جس طرح ایک باپ اپنی اولاد کی کرتا ہے۔ بلکہ ان معنوں میں آپ کا وجود ایک باپ سے بھی کہیں بڑھ کر تھا۔

## عزیزوں سے سلوک

غالباً 1944ء کا ہی ذکر ہے کہ آپ کو ڈلہوزی راشی، میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی اچانک بیماری کی اطلاع ملی سلسلہ کے کاموں میں انتہائی طور پر مصروف ہوتے مجھ پر یہی اثر تھا (ابتداء میں) کہ آپ کو صرف اور صرف ایک لگن ہے تو اللہ تعالیٰ کی یا پھر دینی مصروفیتوں سے اس حد تک عشق ہے کہ اس کے سوا باقی سب کچھ ہیچ ہے لیکن جب حضرت میاں صاحب کی بیماری کی اطلاع آئی میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ پھر اس خبر سے اس قدر بے قرار ہوئے جس طرح ایک ماں اپنے بچہ کی تکلیف پر بے چین ہوتی ہے۔ اس حد تک کہ پھر سوائے حضرت اماں جان کے اور کسی کو جاتے ہوئے مل نہ سکے۔ خود بخود ہی تمام گھر آپ کو الوداع کرنے دروازہ تک گیا۔ ’’راشی‘‘ دومنزلی کوٹھی تھی۔ میں یہ سب منظر اوپر بیٹھی اپنے کمرہ کی کھڑکی میں سے دیکھ رہی تھی۔ باوجود چاہنے کے غیر معمولی حجاب اس بات کے مانع رہا کہ میں بھی جا کر حضرت اقدس کو الوداع کہوں۔ آپ تشریف لے گئے۔ قادیان پہنچتے ہی آپ کو اطلاع ملی کہ حضرت میاں صاحب کی طبیعت نسبتاً بہتر ہے۔ آپ نے تین دن وہاں قیام کیا (غالباً) آپ نے وہاں سے مجھے خط لکھا اس میں جہاں حضرت میاں صاحب کی بیماری اور پھر روبصحت ہونے کی اطلاع دی وہاں مجھ سے اس گھبراہٹ میں نہ مل کر جانے کا افسوس اور پھر میرے آپ کو تمام گھر کے ساتھ الوداع نہ کرنے کا شکوہ بھی کیا اور پھر آخر میں یہ بھی لکھا کہ غالباً حجاب ہی مانع ہوگا۔

مجھے خط پڑھ کر تعجب ہوا کہ آپ کی نگاہیں کس قدر دور بین ہیں آپ سب کچھ کس قدر صحیح ’’سمجھے‘‘ ہیں آپ اپنے بہن بھائیوں عزیزوں کے لئے کس قدر خوبصورت محبت کرنے والا اور ہمدرد دل رکھتے ہیں اور پھر بیوی ہونے کی حیثیت سے میری کس طرح دلداری کی؟ اور میری کوتاہی کا اظہار بھی کس خوبصورت طریق پر کیا اور کوتاہی کی وجہ بھی کتنی صحیح آپ نے سمجھی؟

غالباً سندھ کا سفر تھا۔ رات ہم لاہور ٹھہرے (محترم شیخ بشیر احمد صاحب کے ہاں) ایک بڑا کمرہ تھا جس میں ہم سب اکٹھے ٹھہرے اس سفر میں عزیزہ محترمہ ناصرہ بیگم (ہماری بڑی بیٹی) ہمارے ساتھ تھیں رات جب ہم سونے لگے تو حسب معمول روشنی گل کر دی۔ حضرت اقدس کو اور خود مجھے بھی رات اندھیرا کر کے سونے کی عادت ہے۔ ہم اس بات سے لاعلم تھے کہ ناصرہ بیگم رات سونے کے دوران روشنی ضرور رکھتی ہیں۔ تھوڑی دیر کی معمولی جھپکی لینے کے بعد اچانک ناصرہ بیگم کی زور سے آواز (جس میں شدید خوف و ہراس شامل تھا) ابا جان ابا جان! آئی۔ آپ گھبرا کر چارپائی سے اٹھے اور کیا ہے بیٹے، کہتے ہوئے جلدی سے روشنی کی۔ آپ کے پوچھنے پر ناصرہ بیگم نے بتایا کہ اندھیرے میں وہ سو نہیں سکتیں اور اگر آنکھ لگ جائے تو وہ ڈر جایا کرتی ہیں۔ اس پر آپ نے تمام رات روشنی رکھی۔ خود تکلیف اٹھائی مگر بچے کی تکلیف گوارہ نہ تھی۔ ادھر ناصرہ بیگم نے بھی (میرا جہاں تک خیال ہے) حضرت اقدس کے احترام و محبت میں آپ کی تکلیف کا خیال کر کے سونے سے پہلے اپنی اس عادت کا اظہار دانستہ نہ کیا۔ اتنی شدید محبت ہونے کے باوجود اپنے بچوں کی تربیت و اصلاح اور دینی معاملات میں کوتاہی کو کبھی برداشت نہ کیا۔

## ہومیو پیتھک سے دلچسپی

ہومیو پیتھک سے کافی دلچسپی تھی بے شمار ادویہ سے الماریاں بھری رہتیں علاوہ اپنے تمام گھروں کے، پبلک بھی ہر وقت بوقت ضرورت آپ سے مشورہ لیتی اور ادویہ لے کر جاتی۔ اب سب کا معمول یہ تھا کہ گرمی دیکھنی نہ سردی۔ دن دیکھنا نہ رات جب اور جس وقت کسی کو ضرورت پڑتی دوائی کے لئے لوگ چلے آتے۔ اس حد تک کہ لوگوں نے کبھی یہ نہ سوچا تھا کہ اس وقت آپ کے آرام کا وقت ہے یا سلسلہ کے کام میں مصروف ہوں گے یا یہ وقت کھانے کا ہے۔ بلالحاظ و امتیاز لوگ آتے تھے اور دوائیاں لے جاتے۔ بعض اوقات شدت کی گرمی میں رات بارہ بجے اور ایک بجے بھی ضرورت مند آجاتے۔ اس وقت اس گرمی میں اندر جا کر الماریوں میں سے دوائیاں نکالنا اور بنانا میرے نزدیک اک کار دارد تھا۔ اور میں بعض دفعہ اس خیال سے کہ آپ کو تکلیف ہوگی چڑ بھی جاتی۔ لیکن میں آپ کو دیکھتی کہ باوجود تکان کے باوجود طبیعت کی خرابی کے آپ اس ضرورت مند کیلئے فوراً اٹھ کھڑے ہوتے اور دوائی اپنے ہاتھ سے بنا کر دیتے۔ کھانا چھوڑ کر دوائی دینے کھڑے ہو جاتے۔ کئی دفعہ رات سوتے ہوئے بھی آپ کو اٹھنا پڑا۔ میں بُرا مان جاتی۔ لیکن آپ اسی طرح خندہ پیشانی سے اپنی نیند خراب کرتے اپنی بھوک خراب کرتے لیکن ضرورت مند کی یہ ضرورت اسی وقت پوری کرتے۔ اندر جذبہ جو کارفرما تھا وہ یہی کہ پوری انسانیت کی ہمدردی بھلائی تھی۔ آپ نے روحانی علاج اور جسمانی دونوں ساتھ ساتھ کئے۔ دوائی دینے کے بعد پھر آپ ایسے بیماروں کے متعلق استفسار فرماتے کہ فلاں دوائی استعمال کرنے کے





بعد اب فلاں مریض کی طبیعت کیسی ہے۔

......آپ ہمیں نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم لوگ اپنے اندر خدمت خلق اور بھلائی کا جذبہ صحیح رنگ میں پیدا کرو گے تو پھر تمہیں سردی اور گرمی آرام و راحت کا احساس بھی مٹ جائے گا۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

## اہل خانہ سے سلوک

''ڈلہوزی'' برف باری کے بعد ہم لوگ حضرت صاحب کی معیت میں ذرا تفریح کے لئے باہر نکلے۔ میں نے آپ سے کہا چلیں برف میں دوڑ لگاتے ہیں۔ دیکھیں کون آگے نکلتا ہے۔ چنانچہ ہم تینوں (حضرت صاحب، خاکسار اور چھوٹی آپا) نے دوڑ لگائی۔ میں سب سے آگے نکل گئی۔ میرے بعد آپ کا نمبر تھا۔ خوب ہنسے اور محظوظ ہوئے۔ پارٹیشن کے بعد ہم سندھ کے سفر پر گئے ایک دن سیر کیلئے باغ (ناصر آباد) میں جا رہے تھے وہ باغ خاصا بڑا ہے اور باپردہ ہے۔ چہل قدمی کے دوران میں نے آپ سے کہا کہ چلیں گھاس پر دوڑ لگائیں۔ آپ مسکرائے اور پھر میرے ساتھ دوڑنے کے لئے تیار ہو گئے اب جو ہم دونوں نے دوڑ لگائی تو میں آپ سے چار پانچ گز پیچھے رہ گئی۔ آپ کھلکھلا کر ہنسے اور فرمایا کہ لو بھئی! بددل ہونے کی کوئی بات نہیں یہ ''ڈلہوزی'' برف کی دوڑ کا بدلہ ہے۔ جب تم جیت گئی تھیں آج ہم جیتے اور گھر پہنچ کر سب کو بتایا کہ آج یہ دوڑ میں ہار گئیں۔

میرے گلے کا آپریشن تھا۔ آپ کو غیر معمولی گھبراہٹ تھی۔ لاہور جانے سے پہلے آپ نے میرے گھر میں تین بکرے صدقہ ذبح کروائے۔ مجھے حیرت تھی کہ آخر اس قدر معمولی آپریشن پر آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔ میرے ابا جان کو دعا کے لئے لکھا اور تار دے کر بلوایا۔ میں نے ہنستے ہوئے آپ سے کہا کہ اس قدر معمولی آپریشن پر پریشانی کی وجہ تو مجھے کوئی بظاہر نظر نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا تم سمجھ نہیں سکتیں کہ یہ وہی دن ہیں۔ جن میں ام طاہر (حضرت پھوپھی جان) کا آپریشن ہوا تھا اور وہی ہاسپٹل ہے۔ گو دعا اور صدقات کے بعد تسکین ہے۔ لیکن وقتی پریشانی ضرور ہے۔ آپ اس وقت تک لاہور میں ٹھہرے رہے جب تک میں ہاسپٹل سے نہیں آئی اس دوران ہاسپٹل میں میرے پاس آتے رہے۔ میری صحت ہونے پر سندھ کے دورے کا پروگرام تھا، سندھ کا تمام سفر چونکہ ریگستان ہی ہے۔ راستے میں مٹی گرد وغبار کے خیال سے مجھے ایئر کنڈیشن میں لے کر گئے۔ آگے اسٹیشن سے گھر تک پھر بیل گاڑیوں میں جانا تھا۔ میں نے کہا کہ آپ نے ''ایئر کنڈیشن'' اس لئے کروایا تھا کہ میرے گلے کے آپریشن پر مٹی گرد اثر انداز نہ ہو لیکن آج تو تمام راستہ مٹی ریت ہی ہوگی۔ فرمایا میں ابھی اس کا انتظام کرتا ہوں۔ بیل گاڑیوں پر تمام کپڑے وغیرہ بندھے تھے اور چھتوں پر بھی دبیز چادریں تھیں۔ آپ نے اپنی جیب سے رومال نکالا وہ بھگو کر مجھے دیا کہ ناک پر رکھ لو۔ پھر اس کے بعد ایک تولیا بھگو کر دیا کہ ساتھ ساتھ مٹی صاف کرتی جاؤ۔

قادیان میں ایک دفعہ عزیزہ جمیل بہت بیمار ہو

گئیں۔ ان کی تیمار داری میں تین دن متواتر رات دن جاگنے سے میری طبیعت خراب ہوگئی۔ کسی نے جا کر میرے متعلق بتایا کہ اس تیمارداری میں ان کی اتنی طبیعت خراب ہے کہ آنکھیں سوجی ہوئی ہیں۔ تھوڑی سی دیر میں دیکھتی کیا ہوں کہ خود بھاگے چلے آرہے ہیں۔ دفتر سے نکلتے ہوئے باہر فون پر نرس بلانے کی ہدایت بھی کرتے آئے اور آتے ہی مجھے فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں نہ اطلاع دی بیمار کے ساتھ ساتھ تمہاری صحت کی بھی اشد ضرورت ہے اور پھر جب نرس آگئی تو آپ نے اسے عزیزہ جمیل کی دیکھ بھال پر مقرر کر کے اسے یہ بھی تاکیدی حکم دیا کہ وہ مجھے اپنے کمرہ سے باہر نہ آنے دے اور یہ کہہ کر مجھے میرے کمرہ میں اس ہدایت کے ساتھ چھوڑ گئے کہ تم نے سونے کی کوشش کرنی ہے اور شام تک ہرگز کمرہ سے باہر نہ نکلنا۔ پھر نرس سے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے میرے متعلق دریافت فرماتے رہے کہ مجھے نیند آئی ہے یا نہیں؟ اور پھر ہومیو پیتھک نیند کی دوائی لے کر میرے پاس آئے اور دعا کے بعد وہ دوائی مجھے پلائی۔

......گرمی کے دنوں میں ایک دفعہ بخار سے میں بیمار ہوگئی ایک دن ٹمپریچر 105 تک پہنچ گیا اور ہذیان شروع ہوگیا آپ کو کسی طرح پتہ چلا اس گرمی کی شدت میں آپ جلدی سے اوپر میرے پاس آئے آپ ایسی شدید گھبراہٹ میں نیچے اترے کہ پاؤں میں سلیپر تک نہ پہنے اور نہ گرمی کی پرواہ کی۔ ڈاکٹر صاحب کو بلایا اور اس وقت تک میرے پاس سے چلے نہیں جب تک کہ پانی پٹی وغیرہ سے بخار کم نہیں ہوگیا۔ اس دوران ہومیو پیتھک ادویات وقفہ کے ساتھ اپنے ہاتھ سے مجھے دیتے رہے۔ میرے ہوش پر فرمایا نیک بخت مجھے بیماری کی اطلاع تو کی ہوتی اور پھر میری اماں کو کہا کہ کم از کم اگر انہوں نے مجھے اطلاع نہیں دی تھی تو آپ مجھے کہلا بھیجتیں۔ مجھے بچپن سے ہی گرمی برداشت نہیں۔ آپ کی صحت کے زمانہ میں کام کی اور نوعیت تھی جس طرح آپ سلسلہ کے کاموں میں مصروف رہتے اسی طرح ہم لوگ آپ کے ساتھ ہی مصروف ہوتے اور یہ مصروفیت صبح سے لے کر ظہر کی نماز تک رہتی۔ کمرہ سے دفتر کے دروازہ تک پیغامات اور ڈاک کے سلسلہ میں بار بار ہم لوگوں کو جانا پڑتا۔ اس وقت قصرِ خلافت میں ہم لوگ نئے نئے شفٹ کئے ہوئے تھے مجھے مسلسل کام کے چکروں میں دھوپ کی شدت کی وجہ سے بخار ہوگیا آپ نے اس وقت برآمدہ سے دفتر کے دروازہ تک گیلری پر چھت ڈالنے کا حکم دیا۔ آپ باوجود چوبیس گھنٹہ سلسلے کے کام میں مصروفیت کے اور اپنی صحت کی کمزوری کے بے شمار ذمہ داریوں کے باوجود جب موقع ملتا بیویوں کے ساتھ گھر کے کام میں ضرور مدد کرواتے۔ خواہ ہم لوگ کتنا ہی اسے ناپسند کیوں نہ کرتیں۔

گرمی ہی کے دن تھے رات تقریباً ایک دو بجے اچانک بارش آگئی بارش بھی خاصی موسلا دھار۔ ہم لوگ بصد مشکل اٹھے اور سامان لپیٹنے لگے میرا اصرار تھا کہ آپ جلدی کمرہ میں چلے جائیں میں بستر وغیرہ لے کر آتی ہوں آپ مصر تھے کہ میں تمہارے ساتھ یہ تمام کام کروں





گا۔ میں نے چاہا آپ کی تکلیف کے خیال سے کہ نیچے گھنٹی کر کے کسی لڑکی کو مدد کیلئے بلاؤں لیکن آپ نے فرمایا نہیں یہ کام کرنے والے اس وقت سو رہے ہوں گے۔ یہ آرام ہی کریں۔ تمہارے ساتھ کام میں کروں گا۔ مجھے ڈر تھا کہ آپ اس کیچڑ میں کہیں لیس نہ ہو جائیں۔ گاؤٹ کی تکلیف رہا کرتی تھی اور مجھے یہ ڈر تھا کہ اگر خدانخواستہ آپ پھسلے تو پاؤں کی ہڈی کو کوئی ضرب نہ آجائے۔ لیکن آپ نے ایک نہ مانی۔ تمام بستر اور سامان میرے ساتھ اٹھالیا۔ سر سے پاؤں تک ہم بھیگے چھت پر کیچڑ کا یہ حال تھا کہ آخر میں ہم دونوں ایک دوسرے کو سپورٹ کر کے کمرے تک پہنچے اس کے بعد ہی چھت پر فرش لگا اور برساتی بنوانے کا آرڈر دیا گیا۔

حضرت بڑی آپا جان مرحومہ (حضرت ام ناصر) اور حضرت آپا (حضرت ام وسیم) جب کبھی صاحب فراش ہوتیں اور اتفاقاً حضرت اقدس بھی ان دنوں خود بیمار ہوتے تو ہمیں (مجھے اور چھوٹی آپا) کو حکم ہوتا کہ جا کر آپ کی طرف سے طبیعت پوچھیں اور انہیں ادویہ دیں اور ان کی پرہیز اور غذا وغیرہ کا اہتمام کروائیں۔

## (دین حق) کی فتح اور پاکستان کی کامیابی کا یقین

ایک دن جنگی خبریں پریشان کن تھیں میں نے تمام حالات بتا کر دعا کے لئے کہا اور پھر دشمن کی زیادتی اور ظلم کی وجہ سے شدید دردمند ہو کر میں نے آپ سے کہا کہ اب چونکہ ظالم اپنے ظلم میں بہت بڑھ گیا ہے اب آپ ان کیلئے بددعا ہی کریں۔ آپ فوراً سنجیدہ ہوگئے اور فرمایا میں کیوں بددعا کروں۔ بددعا کرنا میرا کام نہیں میں ان کے لئے ہدایت کی دعا ہی کروں گا۔ تم مجھے گھبرا گھبرا کر ایسی بات کہتی ہو تو یاد رکھو کہ (دین حق) ہی کو فتح ہوگی اور اس کے بعد جب کبھی بھی جنگی اطلاعات مخدوش ہوتیں میں ایسے دن میں کئی دفعہ دعا کی (درخواست) کرتی ہر دفعہ آپ کا جواب نہایت یقین کے ساتھ ہی ہوتا انشاء اللہ ہماری ہی فتح ہوگی اور جب میں یہ کہتی کہ ہر قسم کی طاقت کے لحاظ سے بظاہر ہمارا پاکستان کمزور ہے اور دشمن کیل کانٹوں سے لیس ہے تو آپ فرماتے سب کچھ سہی مگر میرے خدا کی طاقت کے سامنے وہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ایک دفعہ رات کے وقت بار بار بمباری کی وجہ سے بلڈنگ تک ہلنے لگی۔ چونکہ آپ آرام فرما رہے تھے بیماری کی وجہ سے گہری نیند سے بیدار ہوگئے مجھے فرمایا کیا زلزلہ آیا ہے میں نے جو اس بیماری کی وجہ سے احتیاطاً آپ کے پاس سرہانے ہی خاموشی سے بیٹھی تھی، جواب دیا کہ نہیں دشمن بمباری ہم پر کر رہا ہے آپ کا چہرہ تمتما اٹھا۔ تھوڑی دیر سکوت کے بعد ہنس کر پورے وثوق سے فرمایا کہ انشاء اللہ ہماری ہی فتح ہوگی۔ (دین حق) کی فتح ہوگی۔ یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے یہ کہہ کر پورے اطمینان کے ساتھ آپ پھر سو گئے۔

جنگ کی ابتدا سے لے کر آخر تک آپ کی زبان مبارک پر یہی الفاظ رہے کہ (دین حق) ہی کی فتح ہوگی ہماری فتح ہوگی خواہ وہ کس قدر دشمن بھی اپنی طاقت پر

نازاں کیوں نہ ہوں۔ان کے لئے رسوائی ہی ہے۔

حضرت اقدس جب بچوں کی کوٹھیوں کی بنیادیں رکھتے تو آپ یہ دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ میں ان گھروں کی بنیاد رکھنے جارہا ہوں ۔ یہ گھر تیرے دین کے مرکز بنیں،اوران دعاؤں کا اعادہ تواتر کے ساتھ میرے کانوں نے سنا اور باقی جو دعائیں تھیں وہ اس کے بعد تھیں۔

## خدام اور خادمات کے ساتھ سلوک

ڈھورے (سندھ) پر پکنک کرنے کا پروگرام بنایا تو آپ نے ہمیں تاکیدی حکم دیا کہ آج ڈھورے پر سیر و تفریح کا تم لوگوں کا پروگرام ہے کام تم لوگ ان کام کرنے والوں (خادم اور خادمات) کو اسی جگہ بھجوا کر ان کو پکنک کروانا۔ تمام دن ان کو چھٹی دی جائے اور ان کی جگہ تم لوگ مل کر تمام کھانا پکانے کا انتظام خود کرنا۔...... چنانچہ حضور کا یہ معمول تھا کہ ان کام کرنے والوں کو اپنے ساتھ ساتھ ضرور تفریح کرواتے اور ان کے لئے اسی طرح گاڑیوں، جیپوں اور بیل گاڑیوں وغیرہ کا انتظام کروایا جاتا اور پھر تفریح کے لئے وہی سامان وہی تیاری کروائی جاتی اور تمام خورد ونوش کا سامان ان لوگوں کی حسب پسند تیار کروایا جاتا۔(الفضل 26/مارچ 1966ء)

♣♣♣

حضور کا رویہ حضرت (اماں جان) سے ایسا مؤدبانہ، پرمحبت، خوبصورت اور قابل رشک تھا کہ اسے احاطۂ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ حضرت اماں جان کو دیکھتے ہی حضور احتراماً کھڑے ہوجاتے۔جب تک حضرت اماں جان آپ کے پاس قیام رکھتیں۔آپ اسی طرح اپنی تمام تر توجہات آپ کی طرف رکھتے۔آپ کے آرام کا خیال آپ کی ضروریات کا دھیان اس قدر تھا کہ بعض اوقات آپ اپنا کام ہم لوگوں سے چھڑوا کر حضرت اماں جان کے پاس بھجوا دیتے اور بار بار تلقین کرتے کہ جس قدر تم لوگوں سے ہوسکے حضرت اماں جان کی خدمت کو اپنا نصب العین بناؤ۔ایک دفعہ حضور سندھ کے دورہ پر تھے۔ حضرت اماں جان کی طبیعت کی خرابی کی اطلاع ملی۔ حضرت اقدس اس خبر سے اس قدر بے چین ہوئے کہ آپ کھانا پینا تک بھول گئے ۔جب تک سفر کی تیاری مکمل ہوئی۔آپ کی یہی کیفیت رہی ۔رات دن صدقات دعاؤں اور تاروں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ یہاں تک کہ آپ اپنے تمام کام چھوڑ کر حضرت اماں جان کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور یہاں پہنچ کر اور آپ کو دیکھ کر ہی آپ کو تسکین ہوئی۔

......یوں تو آپ اماں جان کی ذرہ بھی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے تھے۔لیکن حضرت اماں جان کی آخری علالت ایسی تھی جس نے حضور کی صحت پر ناقابل تلافی اثر ڈالا۔اس بیماری کے دوران میں آپ دن میں اور رات کے وقت کئی کئی چکر کاٹتے ۔اماں جان کے پاس جا کر بیٹھتے ۔ڈاکٹروں سے مشورہ کرتے۔ازواج کے علاوہ تمام دوسرے عزیزوں اور بچوں کو اماں جان کی خدمت کے لئے خصوصیت سے ہدایات دیتے۔ جوں جوں حضرت اماں جان کی علالت شدید ہوتی گئی۔اپنی روزمرہ کی معمولی غذا بہت کم ہوگئی۔گرمیوں کے دن





تھے۔سوائے پانی یا معمولی میٹھے شربت کے عام طور پر کھانا پینا قریباً ختم کردیا۔آپ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اماں جان کے پاس آتے اور پھر واپس اپنے کمرہ میں چلے جاتے۔اندر سے دروازہ بند کرلیتے اور پھر خدا تعالیٰ کے سامنے کیا کیا تضرعات کرتے ؟ہمیں دروازہ کھلنے پر اس قدر پتا چلتا کہ آپ کا چہرہ درد وکرب کی وجہ سے تمتمایا ہوا ہوتا اور آنکھیں اشک باری سے سرخ اور بوجھل ہوتیں۔ میں نے آپ کی آنکھوں میں غم کے یہ آنسو پہلی دفعہ دیکھے۔اس سے پہلے گھر میں کئی حادثے گزرے۔لیکن اس دکھ کا اظہار خاموشی ہوا کرتی تھی۔مگر ماں کی بے پناہ محبت و الفت نے صبر وشکیب کے سارے بند توڑ دیئے اور ان آنکھوں سے جن میں کبھی دکھ کا اظہار آنسوؤں سے نہیں ہوا تھا۔آج ان آنکھوں سے آنسو دھارے کی صورت میں بہتے دیکھ رہی تھی۔تمام سجدہ گاہ تر تھی۔آج اماں جان کو ہم سے جدا ہوئے کئی سال ہوگئے ہیں۔مگر حضور کا یہ حال ہے کہ جب بھی حضرت اماں جان کا ذکر آیا آپ کرب کی کیفیت میں مبتلا ہوجاتے ہیں آنکھیں بھر جاتی ہیں۔

## ازواج سے حسن سلوک اور انصاف

......آپ کی ازواج بھی بیک وقت چار رہیں۔ کیا مجال جو کسی بیوی کو ذرہ بھر شکایت کا موقع آپ کی ذات سے پیدا ہوا ہو۔یا ازواج ہی کو کبھی اس قسم کی باہمی تلخی سے دوچار ہونا پڑا ہو۔ ہر بیوی آپ سے اپنی جگہ اس قدر خوش اور مطمئن کہ شاید ہی کسی کی بیوی فی زمانہ اپنے خاوند سے خوش رہ سکتی ہے۔ حضور نے انصاف کا ترازو اس قدر خوبصورتی سے پکڑا کہ خود سوچ کر حیرت ہوتی ہے۔غور کرنے اور دیکھنے سے یہ بات کہے بغیر رہا نہیں جاتا کہ حضور نے اپنی چاروں بیویوں کا انفرادی طور پر اور مجموعی طور پر اس قدر خیال رکھا کہ ہر بیوی کے دماغ کے رگ وریشہ میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ جو تعلق حضور کو مجھ سے ہے وہ کسی اور سے کیا ہوگا۔اپنے اپنے گھروں میں اپنی اپنی جگہ تمام خوش اور مطمئن ہیں۔یہ کیوں؟اس لئے کہ حضور نے ہر بیوی کو اس کے حقوق دیئے کہ کیا کوئی دے گا۔ ہر بیوی کا خیال اس حد تک رکھا کہ ہر بیوی اپنے عزیزوں (میکے والوں) تک کو بھول کر حضور ہی کی ذات میں کھو کر رہ گئیں۔ بیویوں کی خوشی میں، بیویوں کے غم اور دکھ درد میں بیویوں کی بیماری اور پریشانی میں باوجود غیر معمولی دینی مصروفیات اور سلسلہ کی ذمہ واریوں کے آپ ہر وقت ہر موقع پر شریک ہوئے اور ان کی اس قدر خوبصورت طریق سے دلداریاں کیں کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔......اخراجات دینے کے لحاظ سے بھی آپ نے ایسا انصاف قائم رکھا کہ اس میں کسی کی رعایت نہ رکھی سب کے ساتھ ایک سا برتاؤ اور ایک سا سلوک کیا۔

## ازواج کو سیر وتفریح کروانا

آپ سیر وتفریح کو پسند فرماتے ہیں۔نہ صرف اپنے لئے بلکہ اس میں کافی خوشی محسوس کرتے ہیں کہ آپ کی ازواج آپ کی سیر وتفریح میں حصہ لیں۔ بوٹنگ، شوٹنگ اور رائڈنگ کے لئے ہمیں اپنے ساتھ لے جا کر سکھاتے۔ قادیان میں راجپورہ وغیرہ میں ساتھ لے جا کر خود شکار

کرتے اور ہمیں سکھاتے ۔سندھ کے سفر میں رائڈنگ سکھاتے۔ پکنک کا انتظام کرتے۔ان تمام مشاغل میں پردے کا اہتمام اوراحترام وہی ہوتا جو ہونا چاہیے۔ بیوی کی ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش کو بھی کبھی ردّ نہیں کرتے۔ ہمیشہ اس جائز خوشی اور خواہش کو پورا کرنے میں انتہائی خوشی محسوس کی۔ایک دفعہ میں نے بے ساختگی میں کہیں کہہ دیا کہ جب سے قادیان آئی ہوں میں نے برف نہیں دیکھی۔ برف گرتے دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ میں نے یہ بات سرسری کی۔لیکن آپ نے اپنے دل میں اس بات کو رکھ لیا۔ جونہی سردیوں میں برف باری کا موسم آیا۔آپ ہمیں ڈلہوزی لے گئے اور جاکر برف باری دکھائی۔غرض اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں جو طوالت کے ڈر سے چھوڑ رہی ہوں۔

## ازواج کے عزیزوں سے سلوک

آپ نہ صرف بیویوں کا خیال رکھتے ہیں۔ بلکہ ہر بیوی کے عزیزوں کا خیال بھی اسی محبت اسی خلوص اسی قربانی سے کرتے ہیں کہ اس کے متعلق اگر وضاحت کی جائے تو اس کے لئے بہت بڑی ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔میں مختصراً ہی بیان کروں گی۔ خود بیوی کے ایک ایک عزیز کا پوچھیں گے۔ان کی خوشی وغمی میں پورے اہتمام اورانہماک سے حصہ لیں گے۔ بیویوں کے ضرورتمند عزیزوں کا اتنا خیال کہ بعض اوقات بیویوں کو اس بات پر ناراضگی کا اظہار کرتے کہ میرے فلاں عزیز کو فلاں تکلیف تھی تم نے مجھے کیوں نہ بتایا (بیوی کے عزیز کو آپ نے کبھی بیوی کا عزیز نہیں سمجھا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تمہارے فلاں عزیز بلکہ ہمیشہ میرا فلاں عزیز فرمایا کرتے ہیں )اور پھر ان کی ضروریات کو اس طرح پورا کرتے ہیں کہ بڑے سے بڑا فیاض بھی حضور کی فیاضی اور دریا دلی کے سامنے ہیچ ہو کر رہ جاتا ہے۔اس قدر محبت و پیار اور فیاضانہ سلوک کرنے کے بعد کیا مجال جو کبھی آپ نے کبھی اشارۃً یا کنایۃً اپنے اس رویہ کا ذکر بھی کیا ہو۔اب میاں بیوی کا معاملہ واحد ہوتا ہے۔کبھی تخلیے میں بھی انسان بے تکلفی میں اظہار کر دیتا ہے۔نہیں ہرگز نہیں ۔اس قدر لمبا عرصہ گزارنے پر بھی مجھے کبھی کوئی ایسی مثال ڈھونڈے نہیں ملی۔......

## ازواج کی سہیلیوں اور ملنے والیوں سے حسن سلوک

بیویوں کی ملنے والیوں اور بیوی کی سہیلیوں سے بھی نیک سلوک اور تعلق شفقت سے پیش آتے ہیں۔یہ کیوں؟ صرف اور صرف اس لئے کہ آپ کو بیوی کی دلداری منظور ہے اور آپ پھر یہ طریق عین سنت نبویؐ کے مطابق اختیار کرتے ہیں۔

حضرت بڑی آپا جان اور حضرت پھوپھی جان ام طاہر کو فوت ہوئے کئی سال ہو گئے ہیں۔لیکن آپ کی ملنے والیوں میں سے اگر کوئی حضور کی زیارت کو آجائیں تو آپ اس وقت فرماتے ہیں کہ یہ ام ناصر کی سہیلی تھیں یہ ام طاہر کی سہیلی ہیں انہیں فوراً بلاؤ اور وقت دو اور ان لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے آپ کی آواز بھرا جاتی ہے۔





## بچوں سے حسن سلوک

آپ اپنے بچوں سے اس قدر محبت کرتے ہیں کہ ہم لوگ کسی بیٹی، کسی بیٹے کے متعلق یہ فیصلہ ہی نہیں کر سکتے کہ آپ ان میں سے کسی کو زیادہ چاہتے ہیں۔ ہر بچے سے اپنی محبت اس قدر غایت درجہ ہے کہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ آپ بیک وقت ماں اور باپ دونوں کا پارٹ ادا کر رہے ہیں۔

بڑے درد اور دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ان بچوں میں سے اکثریت ایسے بچوں کی ہے جن کی مائیں (اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے اعلیٰ مقام اور انعامات سے نوازے۔آمین )نہیں ہیں۔آپ کے والہانہ پیار اور انتہائی محبت سے بچے اس قدر سرشار ہیں کہ وہ ماؤں کو بھول چکے ہیں۔وہ دونوں رشتوں کی محبت اسی وجود میں پاتے ہیں اور ان بچوں کو محبت و پیار کی دولت اس فیاضی اور فراوانی سے ملتی ہے کہ انہیں پھر کسی چیز کی احتیاج ہی نظر نہیں آئی۔

## گھر کے خادموں سے حسن سلوک

......آپ کا ہمیشہ یہ حکم ہے کہ سب سے پہلے ان کام کرنے والوں کو کھانا کھلایا جائے۔بعد میں خود کھاؤ کیونکہ ہم لوگ بعض دفعہ غیر معمولی کاموں کی وجہ سے کھانے پینے کے اوقات میں دیر کر دیتے ہیں۔اس طرح یہ بے زبان لوگ ہماری انتظار میں بھوکے ہی رہتے ہیں۔یہ اور بات ہے کہ کام کرنے والے اگر یہ بات نہ مانیں۔ کیونکہ حضور کے اس حکم کے مطابق میں نے بارہا اپنے گھر میں یہ طریق اختیار کروانے کی کوشش کی ہے۔مگر یہ لوگ نہیں مانتے اوراب تو ہماری ذمہ واریاں اس حد تک بڑھ چکی ہیں کہ خود ان لوگوں کو ہی ہمارے کھانے پینے کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

ان لوگوں کے آرام کا خیال، پہننے اوڑھنے کا خیال، دینی تعلیم کا خیال۔ان کو دینے لینے اور کھلانے پلانے کا خیال اس حد تک رکھتے ہیں کہ اگر ذرا بھر بھی کبھی کوتاہی ہو جائے تو آپ کا معاف کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

......آپ کا رویہ گھر کے خادموں سے بالکل اس طرح ہے جیسے ایک باپ کا بچوں سے ہوا کرتا ہے۔ایک وقت میں آپ ان سے مذاق سے بات کر رہے ہیں تو دوسرے وقت میں محبت سے پند و نصائح کر رہے ہیں اور پھر ہر خادم کا حال پوچھ رہے ہیں۔اس کی ضروریات کے متعلق اس سے استفسار فرما رہے ہیں اور انعامات سے نواز رہے ہیں۔اس قدر دلداری اور سخاوت کی مثال کہیں نہیں مل سکتی۔

(ماہنامہ مصباح۔دسمبر جنوری 1964ء)

❀❀❀

## گھریلو زندگی کے ہر شعبہ میں دلچسپی

......گھر کے ان کاموں میں بھی دلچسپی لیتے تھے جو صرف عورتوں سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ایک دفعہ حضور نے مجھے فرمایا کہ آج موسم بہت خوشگوار ہے۔(ڈلہوزی کے قیام کا ذکر ہے )اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں اپنے ہاتھ سے بریانی پکا کر کھلاؤں۔ میں نے اسے محض مذاق سمجھا اور پھر تعجب سے بار بار پوچھا کہ کیا واقعی آپ بریانی پکا

سکتے ہیں؟ اس پر آپ نے اپنے کمرہ میں بریانی پکانے کے لیے تمام سامان منگوالیا۔ایک ایک چیز آپ کے کمرہ میں لائی گئی۔ مجھے پاس بٹھالیا اور فرمایا اب دیکھتی جاؤ ہمارا یہ کمال بھی۔ مگر مجھے اب بھی یہ یقین نہ تھا کہ آپ خود کچھ پکا سکیں گے میرا غالب خیال یہی تھا کہ ہم میں سے کسی سے پکوائیں گے لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ آپ اس کھانے کے پکانے کا پورا اہتمام خود ہی کر رہے ہیں ۔ یہاں تک کہ ڈش نہایت لذیذ تیار ہو گیا اور پھر جب گھر والوں سے باری باری آپ استفسار فرماتے کہ بتاؤ میں نے یہ ڈش کیسے تیار کیا اور پھر ہنس ہنس کر مجھے بار بار مخاطب کرتے اور فرماتے کیوں اب میرے پکانے کا یقین آیا یا نہیں؟ اسی طرح آپ نے یکے بعد دیگرے چار پانچ ڈش باری باری ہر اچھے موسم میں پکائے۔ کبھی تو آپ صرف ہدایات دیتے جاتے اور کام ہم کرتے کبھی اوپر کا تمام کام ہم سے کرواتے اور کھانے کی تیاری کا اصل کام آپ خود کرتے چنانچہ چند ایک خاص کھانے میں نے حضور سے ہی سیکھے ہیں۔

مجھے خوب یاد ہے شادی کے بعد پہلی دفعہ جب ہم لوگ ڈلہوزی سیزن گزارنے کے بعد قادیان آئے تو ایک دن خشک موسم میں آپ نے مجھے آتشدان میں آگ جلانے کے لئے فرمایا۔ میں نے اپنی طرف سے کوئلے سلگانے اور کمرہ گرم کرنے کی بہتیری کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئی خاصی دیر گزر جانے پر آپ اپنے کام کو چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ ابھی تک انگیٹھی گرم نہیں ہوئی؟ میں اپنے دل میں شرمندگی محسوس کر رہی تھی۔ کہ مجھ سے آخر انگیٹھی کیوں نہیں جلتی؟ آپ مسکرائے اور آگے بڑھ کر مجھ سے دیا سلائی لے لی۔لکڑی اور پتھر کے کوئلوں کو اس طرح ترتیب دیا کہ پہلے لکڑی کے کوئلے رکھے پھر پتھر کے اور پھر لکڑی کے کوئلوں کو دیا سلائی دکھائی۔ چند لمحوں میں آگ بھڑک اٹھی اور حضور نے مسکرا کر فرمایا اسے جادو کہتے ہیں۔ میری شرمندگی کو آپ بھانپ گئے اور فرمایا کوئی بات نہیں ہے ابتدا میں کام نہیں آیا کرتے۔ پھر آہستہ آہستہ سب کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے آج ہم نے تمہیں آگ جلانی سکھا دی۔

## گھر کی تفریحی مجالس

آپ کو ہر قسم کے موسم میں خوب (Enjoy) کرنا آتا تھا گرمی سردی برسات، ہر موسم میں جب کبھی تھوڑی بہت کام سے فراغت ہوئی آپ بچوں کو اور دیگر افراد خانہ کو بلاتے اور فرماتے میرے پاس بیٹھو۔

سردی کے موسم میں کمرہ گرم ہوتا کبھی سبز چائے، کافی وغیرہ تیار کرنے کو فرماتے خشک میوہ اور تکے وغیرہ بنانے کو کہتے بھونے چنے اور مکی کے دانے بھی آپ کو مرغوب تھے۔ برسات میں آپ پکوڑوں گلگلوں اور پوڑوں وغیرہ کا اہتمام کراتے خدام کے لئے خاص طور پر ہدایت ہوتی کہ ان کو بھی ہر طرح محظوظ ہونے کا پوری طرح آزادی سے موقع دیا جائے گرمیوں میں کبھی شربت بنواتے کبھی آئس کریم اور





فالودے وغیرہ لیکن ہم سب کو اکٹھا کرنے کے بعد خود اپنے دینی کاموں میں مصروف ہو جاتے۔ بیچ میں وقفے وقفے کے بعد ہم سب سے مخاطب ہو جاتے کبھی اس کی تیاری کے متعلق کوئی بات کہہ دیتے کبھی لطیفہ سنا کر محفل کو زعفران زار بنا دیتے۔

قادیان کا ذکر ہے ایک دن موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ گرمی کا موسم تھا مجھے فون کیا جلدی آؤ بڑے مزے کا دن ہے۔ حضور کی باری آپا جان مرحومہ کے ہاں تھی میں نے فون پر کہا اس قدر موسلا دھار بارش میں کیسے آؤں؟ بھیگ جاؤں گی فرمانے لگے نہیں آ جاؤ بارش میں بھیگنے کا بھی مزہ ہے۔ دیکھو! میں نے آموں کے ٹوکرے (جو سندھ کے باغ سے آئے تھے) صحن میں رکھوائے ہیں۔ آم بارش میں خوب ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔ آم بارش میں کھانے کا لطف آتا ہے اسی طرح دوسرے گھروں میں سے بھی سب کو بلوایا اور خود اپنے ہاتھ سے اچھی قسم کے آم چھانٹتے اور سب کو باری باری دیتے اور ساتھ ہی بتاتے چلے جاتے کہ یہ آم کی فلاں قسم ہے۔ آم کی فلاں قسم کا پودا میں نے فلاں وقت فلاں سن میں لگوایا تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے ایسی محفل جمتی کہ کوئی اس کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔

## ہدیہ کی قدردانی

ایک دفعہ عزیزم کلیم (میرے بڑے بھائی) نے لندن سے حضور کے لئے کچھ تحائف بھجوائے جن میں ایک جوڑا سلیپروں کا بھی تھا۔ عزیزم نے مجھے لکھا کہ حضور کو اکثر گاؤٹ کی تکلیف ہو جایا کرتی ہے۔ میں نے اس خیال کے تحت کہ پاکستان میں اس قدر نرم جوتے نہیں ملتے۔ جس قدر بھی بہترین نرم سلیپر یہاں مل سکتے تھے وہ بھجوا دیئے ہیں اگر حضور کو یہ ناپ پورا ہو اور پسند فرمائیں تو میں مزید بھجوا دوں گا۔ میرے پاس حضور کا صحیح ناپ نہیں ہے میں نے اندازے سے ہی یہ سلیپر بھجوا دیئے ہیں۔ حضور کو یہ سلیپر اس قدر پسند آئے کہ اسی وقت پہن لیے بار بار پسندیدگی اور اس کی عمدگی کا اظہار کرتے رہے۔ سیر کے لیے شام کو احمد نگر باغ میں گئے تو وہاں بھی سب کے سامنے اس کی تعریف کی اور فرمایا کہ یہ تحفہ مجھے میرے کلیم نے بھجوایا ہے۔ میرا پاؤں اس میں غیر معمولی طور پر سکون محسوس کر رہا ہے۔ اس قدر نرم اور آرام دہ اور ہلکا سلیپر ہے میں یہاں پر اپنی گاؤٹ کی تکلیف کی وجہ سے ہمیشہ خاص آرڈر سے بوٹ بنواتا ہوں مگر وہ پھر بھی کچھ نہ کچھ رف ہی ہوتے ہیں۔ پھر عزیز کو شکریہ کا خط لکھوایا اور اس میں بھی اس کی موزونیت اور پسندیدگی کا اظہار دلکش پیرائے میں کیا۔ یہ محبت اور دلداری کا آپ کا خاص انداز تھا۔

## خوشبو سے لگاؤ

آپ کو اعلیٰ قسم کی خوشبو سے ہمیشہ لگاؤ رہا ہے۔ اس حد تک کہ جب بھی فارغ لمحات میسر آ جاتے۔ آپ کی یہ Hobby تھی کہ آپ عطر والے کمرہ میں چلے جاتے خواہ شدید گرمی ہو یا کڑاکے کی سردی۔ دن ہو یا رات آپ عطر بنانے میں مصروف ہو جاتے۔ دیسی عطر قسم قسم کے اور سینٹ بھی اعلیٰ قسم کے پھر اپنے ہاتھ سے تیار کرتے۔ ہم لوگوں کو اپنے پاس کھڑا کر لیتے۔ عطر

تیار کرنے کے دوران بار بار اپنے ہاتھوں کو عطر لگاتے اور پوچھتے اب بتاؤ۔ خوشبو کیسی ہے عطر میں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی۔ آپ کے استعمال کے تمام کمرے خوشبو سے معطر رہتے اس حد تک کہ باتھ روم تک میں عطر ہی کی خوشبو ہوتی۔

یوں تو آپ کو جب کبھی بھی فراغت کا موقع ملتا عطر بناتے۔ لیکن عید کے لئے خاص طور پر اہتمام کرتے۔ مختلف قسم کے تقریباً ہر ایک کی پسند کے عطر تیار کر لیتے۔ جب عید کے دن تمام بچے اور دیگر افراد اہل بیت آپ کے پاس آتے تو آپ ہر ایک کو اپنے ہاتھ سے عطر کا ہدیہ عطا کرتے۔

ایک دفعہ ناصرہ میری بہن (کینیڈا) سے آئیں تو حضور کے لئے ایک بہت چھوٹی سی شیشی سینٹ کی لائیں کہنے لگیں میں نے بہت سوچا کہ آپ کے لئے کون سی چیز تحفہ لے جاؤں۔ آخر میں نے اس سینٹ کے انتخاب کا فیصلہ کیا۔ اب مجھے پتہ نہیں کہ حضور کو یہ پسند بھی آتا ہے یا نہیں اتفاق کی بات تھی حضور کو وہ سینٹ بے حد پسند آیا۔ بڑی بھینی بھینی خوشبو تھی۔ ناصرہ کو کہنے لگے حق بات یہ ہے کہ بہت ہی اعلیٰ خوشبو ہے۔ مجھے بہت پسند آئی ہے ناصرہ لیکن اگر میں تمہیں بالکل ایسا ہی سینٹ تیار کر دوں تو تم مجھے کیا دو گی۔ ناصرہ نے بہت بے تکلفی سے ہنستے ہوئے کہا کہ پھر میں تمام قسم کے سینٹ ادھر ادھر سے خریدنے چھوڑ دوں گی۔ پھر تو حضور سے ہی عطر لیا کروں گی۔ ناصرہ کے اس جملہ پر بہت محظوظ ہوئے اور اسی وقت اس سینٹ کو پاس رکھ کر بالکل ویسا ہی سینٹ تیار کرنے کی کوشش شروع کر دی دو تین دن بوقت فرصت برابر کوشش کرتے رہے۔ ناصرہ نے کہا۔ آپ اس سینٹ سے ملتا جلتا تو ضرور بنا لیں گے لیکن سو فیصدی ایسا سینٹ شاید نہ بن سکیں۔ لیکن آپ نے برابر کوشش جاری رکھی یہاں تک کہ آپ نے بالکل ویسا ہی سینٹ تیار کر لیا اور اس پر آپ اس قدر خوش تھے کہ ناصرہ کو بار بار فرماتے تم کیا سمجھتی تھیں کہ صرف تم ہی اس سینٹ سے واقف ہو؟ تم تو اتنی دور سے خرید کر لائیں۔ ہم نے تمہیں یہاں بیٹھ کر فرانس کی چیز تیار کر دی۔ اس کے بعد پورے اصرار سے ناصرہ سے اس کی قیمت دریافت کی ناصرہ نے بتایا کہ وہ انہوں نے 120 روپے کی شیشی وہاں سے خریدی تھی۔ اس پر آپ نے ہنس کر فرمایا تم نے یہ شیشی 120 روپے کی خریدی ہم نے تمہیں چند پیسوں میں وہی چیز بنا دی۔

## غیر معمولی ہمت و عزم

ایک دفعہ سندھ کے دورے میں آپ کو گاؤٹ کی تکلیف ہو گئی۔ چچا جان ہمارے ساتھ ہی تھے۔ چچا جان نے حضرت اقدس کو مشورہ دیا کہ آپ تقریباً تمام اسٹیٹس کا دورہ ختم کر ہی چکے ہیں ایک دو سٹیٹس رہتی ہیں بہتر ہو گا اگر آپ اپنے ہیڈ کوارٹر ناصر آباد میں واپس جا کر آرام کریں کہیں گاؤٹ کی تکلیف بڑھ نہ جائے۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں سٹیٹ (جس کا نام اب مجھے یاد نہیں رہا) جو کہ بالکل قریب ہے آپ جا کر اسے دیکھ آئیں۔ کام کی رپورٹ کریں اس کے بعد ناصر آباد چلے جائیں گے۔ ناصر آباد اس جگہ سے قریب ہی تھا۔ چنانچہ چچا جان حضور کے حکم پر فوری طور پر چلے گئے۔ آپ نے ہمیں ناصر آباد





جانے کی تیاری کا حکم دیا۔ ہم لوگ سب تیار ہو کر چچا جان کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ کیونکہ حضرت اقدس نے چچا جان سے یہ فرمایا تھا کہ آپ جب تک واپس نہیں آتے ہم یہیں ٹھہریں گے۔ آپ کی واپسی پر ہم سب اکٹھے ناصر آباد روانہ ہوں گے۔

چچا جان کو واپس آنے میں خاصی دیر لگ گئی۔ حضور نے قافلہ کو روانگی کا حکم دیا اور فرمایا آہستہ آہستہ چل پڑتے ہیں راستہ میں شاہ صاحب مل جائیں گے۔ گاؤٹ کے درد سے پاؤں متورم تھا اور سلیپر کے اوپر پاؤں رکھ کر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ عصر کا وقت تھا اور راستوں کے تسلی بخش نہ ہونے کی وجہ سے ہم لوگ فکر میں تھے۔ آپ اپنی اس تکلیف میں درد کی کیفیت میں جیپ میں بیٹھ گئے۔ شاٹ گن بھر کر اپنے ہاتھ میں سیدھی پکڑ لی اور چل پڑے، ہم لوگ بمشکل ڈیڑھ دو میل ہی گئے ہوں گے کہ راستہ میں چچا جان بمع دوسرے لوگوں کے آتے ہوئے مل گئے۔ چچا جان یہ دیکھ کر سخت گھبرائے آٹھ دس آدمی جو غالباً رضا کار تھے اور ان کو چچا جان اسی لئے اپنے ساتھ لائے تھے کہ وہ حضور کے ساتھ رہیں گے راستہ تسلی بخش نہیں تھا۔ شام ہونے کے قریب تھی اس پر مزید یہ کہ خود حضور کی طبیعت بھی ناساز تھی۔ ان سب باتوں کے پیش نظر چچا جان نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور اس طرح چلنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ حضرت اقدس بے ساختہ ہنس پڑے اور فرمایا شاہ صاحب ہم مغل ہیں آپ نے کیا سمجھا۔ چچا جان کہتے ہیں کہ مَیں اس منظر کو نہیں بھول سکتا اور نہ ہی اس کی تعریف کیے بغیر رہ سکتا ہوں کہ حضور میں کس قدر حوصلہ و ہمت تھی۔ بیمار تھے بیماری بھی وہ جس سے انسان ایک حد تک معذور ہی ہو جاتا ہے پاؤں پر ورم اس قدر ہے کہ جوتی تک پہنی نہ جاتی، حرارت بھی ہے دن رات کام کی کوفت، سفر کی کوفت، خراب راستہ، چوروں اور لٹیروں کا خطرہ، شام کا وقت، مگر آپ ہیں کہ لوڈڈ شاٹ گن سنبھالے اسی حالت میں اس طرح شان سے بیٹھے ہیں، چہرے پر بشاشت ہے اور ساتھ ہی غیر معمولی جلال اور دبدبہ بھی ہے۔ چچا جان بسا اوقات حضور کی ہمت اور اس روح و جذبہ کو یاد کرتے اور ان پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

## اللہ تعالیٰ کی رضا پر ہر حالت میں راضی رہتے تھے

حضرت نواب محمد علی خاں صاحب بیمار ہوئے اور ان کی علالت طول پکڑ گئی۔ آپ کو ان کے متعلق سخت فکر اور گھبراہٹ تھی دعاؤں اور ادویہ کا خاص اہتمام فرماتے۔ بار بار طبیعت پوچھواتے، خود دیکھنے جاتے۔ میں دیکھتی تھی کہ آپ کو غیر معمولی بے چینی اور کرب تھا، لیکن جب اللہ تعالیٰ کی مشیت پوری ہو گئی اور حضرت نواب صاحب فوت ہو گئے تو آپ اس طرح سکون و اطمینان سے اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو گئے کہ مجھے حیرت ہوئی۔ اس قدر صبر و تحمل کی مثال ملنی مشکل ہے آپ کو اپنی ہمشیرہ (حضرت نواب صاحب کی زوجہ محترمہ) جن کے ساتھ یہ حادثہ گزرا تھا انتہائی طور پر محبت تھی۔ ان کی ذرہ بھر تکلیف حضور کو برداشت نہ تھی لیکن جب

اللہ تعالیٰ نے اپنا منشاء پورا کر دیا تو آپ نے اپنے محبوب حقیقی کی رضا کے سامنے ہر چیز کو ہیچ سمجھا۔

ڈلہوزی ہی کا واقعہ ہے ہماری ایک بچی جس کا دل بے حد کمزور تھا بجلی کے کڑاکے کی آواز سے اچانک فوت ہو گئی اطلاع آئی کہ بچی کڑاکے کی آواز سے پلنگ کے دوران بے ہوش ہوگئی ہے۔ آپ تیزی سے اناللہ...... کہتے ہوئے سر پٹ بھاگ پڑے۔ سلیپر پہنے ہوئے تھے اسی حالت میں چل پڑے جس جگہ جانا تھا سیدھی چڑھائی تھی جہاں ڈانڈی یا گھوڑے کے سوا چلنا مشکل تھا آپ کے پیچھے پیچھے تمام خدام بمع دفتر کے عملہ کے بھاگے چلے جا رہے تھے لیکن کیا مجال کہ آپ راستے میں کہیں ٹھہرے ہوں یا گھوڑے اور ڈانڈی کی پیشکش کو قبول کیا ہو۔ غیر معمولی تیزی سے قدم اٹھاتے چلے جا رہے تھے۔ جائے حادثہ پر پہنچ کر تمام ڈاکٹروں کو جو اس وقت میسر آ سکے اکٹھا کیا بچی کی دیکھ بھال کی لیکن جب ڈاکٹروں نے یہ کہہ دیا کہ بچی تو کڑاکے کی آواز کے ساتھ ہی ختم ہو چکی ہے۔ اب کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ تو آپ کمال خاموشی، سکون کے ساتھ واپس تشریف لائے۔ دل پر بے حد اثر تھا تکلیف و دکھ تھا تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اگر کوئی کلمہ آپ کی زبان مبارک سے ہم نے سنا تو یہی تھا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

## شعر و سخن سے لگاؤ

حضور کو شعر و سخن سے بھی بے حد لگاؤ تھا۔ کسی اچھی آواز والے سے ترنم کے ساتھ دینی اشعار سننا بھی آپ کو بہت پسند تھا۔ چنانچہ جب کبھی مرکز سے باہر جانے کا اتفاق ہوتا اور احباب کرام میں سے کوئی کسی شاعر کے متعلق اور ان کی آواز کے متعلق تعریف کرتے اور ان کو بلانے کی پیشکش کرتے تو آپ اسے پسند فرماتے۔ کئی دفعہ کراچی کے سفر میں ایسا ہوا۔ محترم چوہدری محمد عبداللہ خان سابق امیر جماعت کراچی اس قسم کا انتظام کیا کرتے تھے۔ ربوہ میں بھی ایک صاحب ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اچھی آواز سے نوازا ہے بیماری کے دوران میں بھی کبھی کبھی آپ ان سے درثمین کے اشعار سننا پسند فرماتے۔

## لباس کی غیر معمولی سادگی

جہاں حضور کی طبیعت میں انتہائی طور پر صفائی و نزاکت و نفاست تھی وہاں سادگی کی انتہا بھی پورے کمال پر نظر آتی تھی۔ لباس نہایت سادہ رہنے سہنے کا طریق نہایت سادہ بعض اوقات لباس کی اس قدر سادگی میں ناپسند کرتی تھی جب بھی سردی کا آغاز ہوتا۔ آپ کھدر کے پاجامے وغیرہ بنوانے کا ارشاد فرماتے پھر ان سردیوں کے لئے کھدر کے کرتے بھی بنا کرتے۔ یہ دونوں چیزیں مجھے پسند نہ ہوا کرتی تھیں۔ جب کبھی آپ کے لئے یہ لباس بنایا جاتا میں یہ عرض کرتی کہ یہ کپڑے کھردرے ہیں شلوار کے اندر کھدر کی دراز (پاجامے کی ایک قسم) پھولی ہوئی لگتی ہے جو آرام دہ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح آپ لحاف بھی سوتی پرنٹڈ کپڑا چھینٹ وغیرہ کا بنواتے۔ میں عرض کرتی کہ آپ انگلش بنے بنائے دراز منگوایا کریں۔ اسی طرح قمیض ملائم اور عمدہ قسم کے گرم کپڑے کی بنوایا کریں۔ آپ کو





آرام و سکون ملے گا۔ آپ کبھی تو ہنسی میں میرا یہ مطالبہ ٹلا دیتے اور کبھی سنجیدگی سے فرماتے تمہیں پتہ نہیں کہ کھدر گرم ہوتا ہے تم مجھے فیشن نہ سکھایا کرو، لیکن آخر میں نے حضور کے آرام و سکون کی خاطر کھدر وغیرہ کھردرے کپڑوں کا استعمال ترک کروا دیا اور لباس کے قطع و برید میں بھی اس طرح ترمیم کروائی جس سے حضور کو آرام رہا۔ بعد میں جب حضور کی اپنی طبیعت اس قسم کی بوجھل اور رف چیز کی متحمل نہ ہو سکتی تھی تو آپ اکثر فرمایا کرتے کہ تم نے اچھا کیا واقعی اب مجھے اس قسم کے ہلکے اور نرم کپڑوں میں آرام محسوس ہوتا ہے۔......

## خدام پر شفقت، صدقات اور دعائیں

سفروں میں پلنگوں میں باوجود اس کے کہ ہم نے ہر قسم کا انتظام اور اہتمام کر رکھا ہوتا حضور اکثر ہاتھ پر روٹی رکھتے اور اس پر سالن وغیرہ رکھ کر اس طرح کھاتے پھر ہم سفر عملہ کا خود اس طرح خیال رکھتے کہ اپنے ہاتھ سے کھانا برتنوں میں سے خود نکالتے اور عملہ کے ہر شخص کو دے دیتے اور ان کا اس حد تک خیال فرماتے کہ کھانے کے تمام تر لوازمات میں سے ایک ایک چیز عملہ کے ہر فرد تک اپنے ہاتھ سے بھجواتے، اچار، چٹنی، پھل شربت چائے وغیرہ۔ تمام سفر میں علاوہ مقررہ عبادت کے تلاوت قرآن کریم تمام وقت ہی رہتی، روانگی سے قبل دعائیں، صدقات وغیرہ معمول سے بہت بڑھ جاتے۔

(الفضل 26 دسمبر 1969ء)

♣♣♣♣♣♣

# وفاداری

حضرت مصلح موعود اپنی حرم محترمہ امۃ الحی صاحبہ کے ذکر میں فرماتے ہیں:

”آج تک میں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس میں امۃ الحیٔ مرحومہ کے لئے دعا نہیں کی........ شاذ ہی کوئی ہوتا ہے جو مرنے والے کی یاد اپنے دل میں تازہ رکھتا ہے لیکن مجھ میں وفاداری اور وفاشعاری کا ایک ایسا جذبہ رکھا گیا ہے کہ میں نے اپنے بچپن کے زمانہ سے اسے محسوس کیا ہے۔ اس زمانہ میں جب دوست مجھ سے پوچھا کرتے کہ تم پر کونسی بات سب سے زیادہ اثر کرتی ہے تو میں جواب دیا کرتا تھا میں اگر کسی کتاب میں وفاداری کا کوئی واقعہ پڑھوں تو میری آنکھیں آنسوؤں سے بھر جانے سے باز نہیں رہ سکتیں۔ میرے نزدیک کسی کی جُدائی اور اس دنیا کے لحاظ سے ہمیشہ کی جُدائی کو یاد رکھنا ایک خوشگوار رنج، ایک فرحت پہنچانے والا غم اور ایک مسرت بخش تکلیف ہے۔ یہ رنج ہزاروں خوشیوں سے بہتر اور یہ غم ہزاروں فرحتوں سے اچھا ہے۔ محبت کا درد، درد نہیں بلکہ دوا ہے وفاداری کا صدمہ صدمہ نہیں بلکہ دل کو صاف کرنے والی ایسی بھٹی ہے جس سے وہ چلا پا کر نکلتا ہے اور انسان کی روح آلائشوں سے پاک ہو کر اس اعلیٰ مقام پر سانس لیتی ہے جہاں کی ہوا نہایت ہی لطیف اور پاک ہوتی ہے۔“

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 342)

# گوہر نایاب میرا شفیق و محبوب باپ

(محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت مصلح موعود)

عموماً لوگ شادی کے بعد لڑکیوں کے جذبات واحساسات کا اتنا خیال نہیں رکھتے مگر ابا جان شادی کے بعد بھی ہمارا بے حد خیال رکھتے۔ میری بڑی بچی عزیزہ امۃ الرؤوف سلمہا کی پیدائش سے قبل گرمیوں کے دن تھے حضرت ابا جان کے سامنے کہیں میں نے گرمی کی زیادتی کا اظہار کردیا آپ نے پالم پور مکان کا انتظام کروا کر حضرت اماں جان کے ساتھ مجھے اور میری دوسری بہنوں کو پالم پور بھجوایا دیا۔ آپ کبھی کبھی ایک دو روز کے لئے تشریف لے آتے۔ اسی طرح بچی دس گیارہ ماہ کی تھی اور دانتوں کی وجہ سے گرمی کو زیادہ محسوس کر رہی تھی اُس وقت بھی حضرت ابا جان نے حضرت اماں جان کے ساتھ مجھے پہلے ہی دھرم سالہ بھجوادیا۔ خود ایک ماہ بعد تشریف لائے۔ چونکہ حضرت اماں جان کو بھی گرمی بہت محسوس ہوتی اس لئے آپ کی کوشش ہوتی کہ خود جائیں یا نہ جائیں ان کو بھجوادیں گو حضرت اماں جان سے زیادہ دنوں کی جُدائی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور اماں جان کو بھی آپ کی چند دن کی جُدائی گوارا نہ تھی۔

✱✱✱

1924ء کا واقعہ ہے ہم پہلی مرتبہ کشمیر گئے تو آسنور سے کوثر ناگ برف دیکھنے گئے امی جان بیمار تھیں اور حضرت (اماں جان) گھوڑوں کے سفر کی وجہ سے جا نہ سکیں۔ حضرت ابا جان مجھے اور بھائی جان کو ساتھ لے گئے کہ یہ بڑے بچے ہیں دیکھ آئیں۔ راستے میں سخت اولے اور بارش ہوگئی۔ بکریوں کے ریوڑ رکھنے کے دو کمروں میں رات گزارنے کا انتظام کیا گیا کمروں میں لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلادی گئی سب اپنے اپنے کپڑے نچوڑ کر سکھانے لگے۔ میں گیلے کپڑوں میں ایک طرف کھڑی تھی حضرت ابا جان باہر سے خوش خوش اندر آئے اچانک آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو چہرے پر رنج کے آثار پیدا ہوئے فرمانے لگے ”بی بی کپڑے نہیں سکھائے“ پھر اپنا دھسہ دیا کہ یہ اوپر لے لو اور مجھے اپنے کپڑے اُتار دو میں سُکھاتا ہوں میں نے گرم جوڑا اُتار کر دھسہ لے لیا ابا جان میرے کپڑے نچوڑنے اور سُکھانے لگے آپ کو سُکھاتے دیکھ کر دوسروں نے کوشش کی کہ ان کے ہاتھ سے کپڑے لے کر خود سُکھا دیں مگر ابا جان نے ایک طرف سے خود پکڑا اور ایک طرف سے مجھے پکڑوایا اس طرح میرا گرم جوڑا سُکھا کر پھیلا دیا اور میرا بستر خود بچھا کر مجھے لٹایا۔ یہ باپ کی محبت اور خبر گیری کا ایک نمونہ ہے۔

✱✱✱

# گوہر نایاب — میرا شفیق و محبوب باپ

(محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت مصلح موعود)

عموماً لوگ شادی کے بعد لڑکیوں کے جذبات واحساسات کا اتنا خیال نہیں رکھتے مگر ابا جان شادی کے بعد بھی ہمارا بے حد خیال رکھتے۔ میری بڑی بچی عزیزہ امۃ الرؤوف سلمہا کی پیدائش سے قبل گرمیوں کے دن تھے حضرت ابا جان کے سامنے کہیں میں نے گرمی کی زیادتی کا اظہار کر دیا آپ نے پالم پور مکان کا انتظام کروا کر حضرت اماں جان کے ساتھ مجھے اور میری دوسری بہنوں کو پالم پور بھجوا یا دیا۔ آپ کبھی کبھی ایک دو روز کے لئے تشریف لے آتے۔ اسی طرح بچی دس گیارہ ماہ کی تھی اور دانتوں کی وجہ سے گرمی کو زیادہ محسوس کر رہی تھی اُس وقت بھی حضرت ابا جان نے حضرت اماں جان کے ساتھ مجھے پہلے ہی دھرم سالہ بھجوا دیا۔ خود ایک ماہ بعد تشریف لائے۔ چونکہ حضرت اماں جان کو بھی گرمی بہت محسوس ہوتی اس لئے آپ کی کوشش ہوتی کہ خود جائیں یا نہ جائیں ان کو بھجوا دیں گو حضرت اماں جان سے زیادہ دنوں کی جُدائی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور اماں جان کو بھی آپ کی چند دن کی جُدائی گوارا نہ تھی۔

✻✻✻

1924ء کا واقعہ ہے ہم پہلی مرتبہ کشمیر گئے تو آسنور سے کوثر ناگ برف دیکھنے گئے امی جان بیمار تھیں اور حضرت (اماں جان) گھوڑوں کے سفر کی وجہ سے جا نہ سکیں۔ حضرت ابا جان مجھے اور بھائی جان کو ساتھ لے گئے کہ یہ بڑے بچے ہیں دیکھ آئیں۔ راستے میں سخت اولے اور بارش ہوگئی۔ بکریوں کے ریوڑ رکھنے کے دو کمروں میں رات گزارنے کا انتظام کیا گیا کمروں میں لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلا دی گئی سب اپنے اپنے کپڑے نچوڑ کر سکھانے لگے۔ میں گیلے کپڑوں میں ایک طرف کھڑی تھی حضرت ابا جان باہر سے خوش خوش اندر آئے اچانک آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو چہرے پر رنج کے آثار پیدا ہوئے فرمانے لگے ''بی بی کپڑے نہیں سکھائے'' پھر اپنا دھسہ دیا کہ یہ اوپر لے لو اور مجھے اپنے کپڑے اُتار دو میں سُکھاتا ہوں میں نے گرم جوڑا اُتار کر دھسہ لے لیا ابا جان میرے کپڑے نچوڑنے اور سُکھانے لگے آپ کو سُکھاتے دیکھ کر دوسروں نے کوشش کی کہ ان کے ہاتھ سے کپڑے لے کر خود سُکھا دیں مگر ابا جان نے ایک طرف سے خود پکڑا اور ایک طرف سے مجھے پکڑوایا اس طرح میرا گرم جوڑا سُکھا کر پھیلا دیا اور میرا بستر خود بچھا کر مجھے لٹایا۔ یہ باپ کی محبت اور خبر گیری کا ایک نمونہ ہے۔

✻✻✻

میری عمر کوئی چار پانچ برس کی اور بھائی جان (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث) کی عمر چھ سات برس کی تھی ان دنوں حضرت ابا جان رات کا کھانا حضرت اماں جان نوراللہ مرقدھا کے ساتھ کھایا کرتے تھے گرمی کی رات تھی باہر چونکیوں پر کھانا کھا رہے تھے حضرت ابا جان نے بھائی جان کو امّی جان کے کمرے سے کوئی چیز غالباً کتاب لانے کو کہا چونکہ اندھیری رات تھی ہمارے دروازے سے حضرت (اماں جان) کے دروازے تک چند قدم کا راستہ بہت تاریک تھا بھائی جان ڈر کی وجہ سے جانے سے ہچکچا رہے تھے حضرت ابا جان نے مجھے آواز دے کر گھر سے بلایا اور فرمایا تمہارا بھائی ڈرتا ہے میری بیٹی بہت بہادر ہے اپنے بھائی کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور فلاں جگہ سے فلاں چیز اُٹھا لاؤ ہم دونوں وہ چیز لے کر واپس آئے تو حضور حضرت اماں جان سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے بچوں کو بچپن سے ہی بہادر ہونا چاہئے اور کسی قسم کا بھی خوف یا ڈر ان کے دل میں پیدا نہیں ہونے دینا چاہئے۔

***

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم لوگ دارالحمد میں تھے۔ حضرت ابا جان فرمانے لگے چلو گھوڑے کی سواری کرتے ہیں میں بُرقعہ پہن کر حضرت ابا جان کے ساتھ آ گئی دو بڑے گھوڑے تھے ایک جو تیز و شوخ گھوڑا تھا اُس پر حضرت ابا جان خود سوار ہوئے اور دوسرے پر مجھے سوار کروایا۔ تھوڑی دیر مَیں آپ کے ساتھ گھوڑا دوڑاتی رہی پھر آپ کوئی بات کرنے کے لئے میرے قریب آئے گھوڑی نے کودنا شروع کیا اس کو دیکھ کر حضرت ابا جان کا گھوڑا بھی ٹانگیں کھڑی کرنے اور کودنے لگا میں نے گھبرا کر چیخ ماری کہ میں نے اُترنا ہے حضرت ابا جان نے سمجھایا مگر جب شدّتِ ڈر کی وجہ سے نہ مانی تو ابا جان کا چہرہ غصہ کی وجہ سے سُرخ ہو گیا اور فرمایا چلو واپس۔ میرا مقصد لکھنے سے یہ ہے کہ آپ بُزدلی خوف و ڈر خواہ بچے کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ آپ سوچیں کہ اگر کوئی مرد بُزدلی دکھاتا تو آپ کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی۔

***

ہمیں مغرب کے بعد اور دوپہر کے وقت گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں تھی ۔ مغرب کے بعد امی جان کو اطلاع کر کے حضرت اماں جان کے ہاں جانے کی اجازت تھی۔ جب تک عمر پورے شعور پر نہیں پہنچی تھی دوسری والدہ کے گھر بھی ابا جان کی اجازت کے بغیر نہیں جا سکتے تھے۔ باوجودیکہ حضرت عموں صاحب (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب) دارالمسیح میں ہی رہتے تھے وہاں دن میں بھی پوچھ کر جانے کا حکم تھا۔ لڑکوں کو بھی مغرب کے بعد گھر سے باہر ٹھہرنے کی اجازت نہ تھی اور نہ ہی سکول کے علاوہ دوپہر کو باہر رہنے کی۔

ہم اگر کسی بڑے کو دیکھ کر کھڑے نہ ہوتے یا سر ننگا ہوتا تو نظریں جو ہمیشہ نیچی ہی رہتیں ہماری طرف اُٹھتیں ان نظروں کا مطلب سمجھتے ہوئے فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوتا۔ اسی طرح کُہنی سے اوپر آستین چڑھانے کی





اجازت نہ تھی ہم علیحدگی میں یا کام کرتے ہوئے تو ایسا کر لیتے اگر بڑوں کے سامنے جانا ہوتا تو فوراً آستین واپس لے آتے۔ اگر بڑوں کی مجلس میں بیٹھے ہوں یا اگر وہ کھڑے ہوں اور ہم بھی ان کی باتوں کو سن رہے ہوں تو جب تک بڑے خود نہ جائیں ہم وہاں سے جا نہیں سکتے تھے۔ یہ نہیں کہ ابا جان ہم کو ہر وقت ڈانٹتے یا کچھ کہتے رہتے تھے۔ نہیں! صرف ایک تربیتی نگاہ ہی کافی ہو جاتی ورنہ ہر وقت پیار ہی ملتا جو بہت ہی کم کسی کو ملا ہو۔

***

خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کے پاس بہت کچھ آیا مگر کبھی اپنے بچوں اور بچیوں کو ضرورت سے زیادہ جس کی وجہ سے عیش و عشرت اور آرام طلبی کی عادت پڑے، خرچ نہیں دیا بس اتنا خرچ دیا جو ضرورتوں کو پورا کر سکے اسی طرح اپنے کسی بچے کی مالی کمزوری دیکھ کر یا اس کے پاس کسی چیز کی کمی دیکھ کر یہ خیال نہیں ہوا کہ دوسروں کے پاس ہے اور اس کے پاس نہیں ہاں اگر دوسروں کو مالی لحاظ سے اچھا دیکھا یا سنا تو خوش ہوئے کبھی دوسرے بچوں سے اپنے بچوں کا مقابلہ نہیں کیا۔

ایک مرتبہ میرے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی نے آپ کو دعا کے لئے لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ میری دنیاوی ترقی کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میں یہ دعا نہیں کروں گا یہ چیز تو ابوجہل نے بھی طلب کی تھی۔

***

میری شادی سے چند روز قبل کی بات ہے میں ایک کمرے کے دروازے میں کھڑی تھی حضرت ابا جان صحن میں ٹہل رہے تھے اور مجھے سمجھاتے جا رہے تھے۔ دیکھو تمہاری عادت ہے تم کھانے پر بہت نخرے کرتی ہو اور اکثر چیزیں تم نہیں کھاتیں۔ ماں باپ کے گھر میں تو ایسی باتوں کا گزارہ ہو جاتا ہے وہ اپنی اولاد کے ناز نخرے اُٹھا لیتے ہیں مگر سُسرال میں جا کر ایسا نہیں کرنا جو ملے خاموشی سے کھا لینا وغیرہ۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ مَیں قریباً چھ سال چچا جان کے ساتھ رہی کبھی ایک لفظ کھانے کے متعلق منہ سے نہیں نکلا میری پسند ناپسند اس عرصے میں ختم رہی۔ کبھی لڑکیوں سے سُسرال کے متعلق بات نہ پوچھی اگر کبھی کوئی بات دوسروں کے ذریعے سے پہنچی بھی تو سُنی اَن سُنی کر گئے۔ ہمیں اس لئے کبھی خیال نہیں آیا کہ میکے میں سُسرال کی بات بھی کرتے ہیں۔

***

آپا جان سارہ بیگم اور میں نے میٹرک کا امتحان دیا ابا جان فرمانے لگے امتحان دے کر تھک گئی ہو تم لوگوں کو سیر کرا لاؤں۔ ڈیرہ دون، مسوری و دہلی لے گئے۔ عید مسوری کرنی تھی حضرت ابا جان تو جماعتی کاموں میں مصروف رہتے تھے زیادہ وقت باہر ہی گزرتا میں اُداس ہو گئی اور کہنے لگی عید کا مزہ تو سب میں آتا ہے جماعت بہت زیادہ زور دے رہی تھی اس لئے ابا جان کی خواہش تھی کہ عید مسوری میں کی جائے۔ میں نے کہا اگر عید ضرور یہاں کرنی ہے تو بھائی کو بُلوا دیں بھائی جان (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث) اُس وقت لاہور پڑھتے تھے۔ ابا جان نے فوراً تار دے کر

اُن کو وہاں بُلوا لیا۔ کتنی محبت تھی آپ کو اپنی بچیوں سے، کتنا احترام کرتے تھے ان کے جذبات کا۔

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 380 تا 387)

***

حضرت ابا جان کی زندگی کے متعلق طبیعت پر یہ اثر تھا کہ یہ خدائی تصرف میں ہے اور بچپن سے ہی دماغ میں یہ خیال بسا ہوا تھا کہ آپ عام انسانوں سے مختلف انسان ہیں جن کو اپنی ذات کا پتہ نہیں صرف کسی بالا ہستی کے اشاروں پر چل رہے ہیں۔ نہ اپنا وقت نہ اپنا آرام اتنی مصروفیت کہ حد تھی۔ آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا جاگنا صرف اور صرف خدمتِ دینِ محمدؐ کے لئے وقف تھا۔ کھانے کا انتظار ہو رہا ہے ایک بجا دو بجے تین بجے امی جان بھجوا رہی ہیں جاؤ اپنے ابا سے کہو کھانا تیار ہے جاتی تو ٹہلتے ہوئے قرآن مجید پڑھنے میں آپ کا انہماک اتنا زیادہ کہ پتہ ہی نہیں لگتا کہ کوئی آیا ہے کہ نہیں۔ ہم نے کھڑے کھڑے واپس آ جانا اور امی جان سے کہہ دینا کہ ابا جان تو قرآنِ مجید پڑھ رہے ہیں۔ پھر جانا پھر جانا آخر کچھ جرأت کر ہی لینی تو جواب ملنا چلو آتا ہوں اس طرح کھانے کا وقت کہیں سے کہیں جا پہنچتا۔

رات کو گیارہ بارہ بجے کبھی اس کے بعد بھی کام سے فارغ ہو کر دفتر سے تشریف لاتے، رات کو کوئی کسی وقت کبھی پرچہ لے کر آ رہا ہے، کبھی کسی بیمار کو دوائی دینے کے لئے اٹھتے مگر کبھی بیزاری یا تھکان کا اظہار نہ کیا آپ کا ہر قول و فعل یہ کہہ رہا ہوتا کہ میں تو اسی لئے ہوں میں نے تو یہی کرنا ہے۔

میں ہمیشہ سوچتی ابا جان رات سوتے کس وقت ہیں، ہم سوتے ہیں تو جاگ رہے ہوتے، جاگتے ہیں تو بھی جاگ رہے ہوتے ہیں۔ فجر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر سونے کی ضرور عادت تھی۔ تکیوں کے نیچے رقعے ہی ہوتے جو رات کو ملتے اور پڑھ کر رکھ دیئے جاتے زیادہ تر دعا یا دوائی والے رقعے ہوتے۔

***

آپ کو کسی کام سے عار نہیں تھا، سفروں میں برتن بھی دھو لیتے، کپڑے بستر وغیرہ بچھواتے، باہر سے سامان اٹھا کر لے آتے، مہمانوں کو کھانا خود اُٹھا کر دیتے، اپنے رومال بنیان جراب وغیرہ دھو لیتے۔

ایک دفعہ دفتر کے برآمدے میں کچھ سامان کھولا اور اس سے گند وغیرہ پھیل گیا اتنے میں کچھ ملنے والوں کی اطلاع ملی حضرت ابا جان نے میری ایک بہن سے کہا یہ صاف کروا دو تھوڑی دیر کے بعد آپ تشریف لائے دیکھا جگہ اسی طرح گندی ہے۔ آپ نے پوچھا ابھی صاف نہیں کروائی۔ اس نے جواب دیا کوئی آدمی آ جائے تو کرواتی ہوں۔ فرمانے لگے تھوڑی دیر کے لئے تم ہی آدمی بن جاؤ پھر جھاڑو لے کر خود صاف کرنے لگے۔

***

ایک واقعہ مجھے کبھی نہیں بھولتا جب آپ بغرضِ علاج 1955ء میں یورپ تشریف لے گئے واپسی کے قریب میں نے قصرِ خلافت کی صفائی کروائی ایک کمرے میں حضرت ابا جان کے عطر کا سامان ہوتا تھا اس میں چار





بڑی بڑی الماریاں بھی تھیں جو عطر کی شیشیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ میں نے کمرے اور الماریوں کی بھی صفائی کی کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد ایک روز ابا جان فرمانے لگے ''بی بی تم نے میرے عطر کی شیشی گما دی ہے'' میں نے پوچھا کون سی؟ فرمانے لگے فلاں کونے کی الماری کے فلاں خانے کے بائیں کونے میں کٹ ورک کی اس قسم کی شیشی تھی وہ اب وہاں نہیں۔ میں حیران کہ میں نے تو صفائی اس طرح کی کہ ایک شیشی اُٹھائی اس کو جھاڑ پونچھ کر وہیں رکھا پھر دوسری اُٹھائی اور اس کو بھی اسی طرح اسی جگہ رکھا...... میں اٹھی کہ میں خود دیکھتی ہوں جس الماری جس کونے اور جس خانے اور جس شیشی کی آپ نے نشاندہی کی تھی میں وہ وہاں سے ہی اُٹھا لائی۔ دیکھ کر فرمانے لگے یہی شیشی تھی اور میں حیرت میں ڈوبی ہوئی یہ سوچتی رہی کہ اتنے عرصہ کی بات اور چیز بھی کوئی ایسی اہم نہیں تھی کہ نمایاں طور پر حافظہ میں محفوظ رہتی مگر یہ حافظہ خدا کا خاص انعام تھا۔

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 264 تا 271)

***

جس رات عرش معلّٰی پر آپ کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی تھیں...... میں ابا جان کے پاس کھڑی تھی۔ دعا کر کے آئی تھی۔ آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ ابا جان نے میری طرف دیکھا پہلے تو چاہا کہ پرے ہٹ جاؤں کہیں ابا جان میرے چہرے کو دیکھ کر میری تکلیف کو محسوس نہ کریں اور ان کا حد سے زیادہ محبت کرنے والا دل بے چین نہ ہو جائے۔ مگر جب ابا جان نے ٹکٹکی لگا کر مجھے دیکھا اور اس کے بعد ''ناصرہ'' کہا میرے قدم وہیں رک گئے۔ میں نے اپنے اُمنڈتے ہوئے آنسوؤں پر قابو پایا اور کہا ''جی میں ہی ہوں'' کیا معلوم تھا اس لمحہ کے بعد میں زندگی بھر آپ کے منہ سے اپنا پیار سے نکلا ہوا نام کبھی بھی نہ سن سکوں گی آپ کی محبت سے بھری ہوئی نظریں کبھی نہ پا سکوں گی۔......

ہوش آئی ایک بے انتہا محبت کرنے والا باپ دیکھا جو اپنی تمام مصروفیتوں، بے شمار کاموں اور لاتعداد ذمہ داریوں کے باوجود اپنا بے پناہ پیار اپنے بچوں کو دے رہا تھا جس کے دن رات خدمت (دین حق)، خدمت قرآن اور خدمت انسان میں گزر رہے تھے۔ مگر وہ اپنے بچوں کے پیار، خاص طور پر لڑکیوں کے پیار میں اسوۂ نبویؐ کے مطابق کسی قسم کی کمی نہیں کر رہا تھا...... کبھی کبھی میں سوچا کرتی تھی کہ اتنی شفقت اتنی محبت کے باوجود ہم میں سے کوئی یہ جرأت نہیں کر سکتا ہے کہ جماعت کے کسی معمولی سے معمولی فرد کے متعلق بھی کوئی برا لفظ یا استہزا آپ کے سامنے کر سکیں۔ اس کا جواب یہی ہوتا نہیں ہرگز نہیں۔ بیشک ہم ابا جان کے جسم کا حصہ ہیں ہم آپ کو بہت زیادہ پیارے ہیں۔ مگر جب جماعتی مقابلہ ہو وہ ہم سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ آپ کو اپنے مطاع و محبوب باپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت سے بہت زیادہ پیار تھا۔

(ماہنامہ مصباح نومبر، دسمبر 1965ء)

***

## بھر بھر کے جام سب کو پلائے ہیں آپ نے

(محترم میر اللہ بخش تسنیم صاحب)

لاکھوں اسیر دم میں چھڑائے ہیں آپ نے
بیڑے ہزاروں پار لگائے ہیں آپ نے

انسان وحشیوں کو بنا کر دکھا دیا
آداب زندگی کے سکھائے ہیں آپ نے

باد بہار بن کے عطا کی وہ تازگی
شورہ زمیں میں پھول کھلائے ہیں آپ نے

سارے جہاں میں دین کی تائید کے لئے
ہر رنگ کے نشان دکھائے ہیں آپ نے

پھیلا دیا ہے نور صداقت کا ہر طرف
ہر راہ میں چراغ جلائے ہیں آپ نے

اندھوں کو نور آپ نے بخشا ہے سرمدی
کہتے ہیں لوگ مُردے جلائے ہیں آپ نے

حق کی بساط دہر پہ تصویر کھینچ کر
باطل کے نقش سارے مٹائے ہیں آپ نے

بخشی ہیں رونقیں وہ کنار چناب کو
ہر سمت چاند تارے بسائے ہیں آپ نے

پردے پڑے ہوئے تھے خدا کے کلام پر
ایک ایک کر کے سارے اُٹھائے ہیں آپ نے

ایمان سب کے تازہ و سیراب کر دیئے
دریا وہ معرفت کے بہائے ہیں آپ نے

حق کے لئے سہی ہیں ہزاروں مصیبتیں
کیا کیا ستم عدو کے اُٹھائے ہیں آپ نے

تسنیم کی طرف بھی کرم کی نگاہ ہو
بھر بھر کے جام سب کو پلائے ہیں آپ نے

# بیتے ہوئے لمحوں کی یاد

(محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ بنت حضرت المصلح الموعود)

مجھے آج تک یاد ہے کہ کئی بار ایسا ہوا کہ سیدنا ابا جان نے دیکھا کہ ہمارے بال کچھ اُلجھے ہوئے ہیں تو اپنے ہاتھ سے ہماری کنگھی کی، ہمارے کپڑوں کا خیال رکھتے ہماری غذا اور دواؤں کا پورا اہتمام اپنی نگرانی میں کرواتے تھے تقریباً ہر روز ہی آکر پوچھتے تھے کہ بچیوں نے دودھ پیا ہے یا نہیں اگر کبھی اس میں غفلت ہو جاتی تو اپنے ہاتھ سے دودھ پلاتے۔ اسی طرح تعلیم و تربیت کی پوری نگرانی فرماتے اور وقت سفر و حضر میں بھی ہمیں اپنے ساتھ رکھتے اور باوجود اس کے کہ آپ کے جماعتی کام اس قدر بڑھے ہوئے تھے اور آپ اتنے عدیم الفرصت تھے کہ آپ کے لئے بچوں کی طرف توجہ دینا بظاہر ناممکن تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی پہلے سے دی ہوئی بشارتوں کے مطابق آپ میں غیر معمولی صلاحیتیں اور عام انسانوں سے بڑھ کر کام کرنے کی طاقت پائی جاتی تھی۔ اس لئے آپ جماعتی کاموں کے ساتھ ساتھ اپنی بیویوں اور بچوں کا بھی پورا پورا خیال رکھتے تھے۔

مجھے اپنے بچپن کے ایک واقعہ کو یاد کر کے اب بھی ہنسی آجاتی ہے۔ میں سمجھا کرتی تھی کہ شاید ابا جان کو نیند آتی ہی نہیں کیونکہ رات کو میں نے جب بھی دیکھا ابا جان کو دینی کاموں میں مصروف دیکھا اور اسی طرح تمام دن بھی آپ مصروف ہی رہتے تھے۔ ایک دن میں نے سوچا اور دل میں تہیہ کیا کہ آج میں تمام رات جاگوں گی اور دیکھوں گی کہ ابا جان کس وقت سوتے ہیں۔ میں تقریباً دو اڑھائی بجے رات تک انتہائی کوشش سے جاگتی رہی اور اس وقت تک ابا جان لگاتار اپنے کام میں مشغول تھے۔ آخر میں تو تھک کر سو گئی اور کئی دن تک دن رات تک سو سو کر اپنی نیند کی کمی کو پورا کرتی رہی لیکن سیدنا ابا جان پر میں نے کبھی تکان کا اثر نہ دیکھا۔ وہ مرد مجاہد اور خدا تعالیٰ کا عاشق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تعلیم کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے شبانہ روز کوشاں رہا۔

......ایک دفعہ ہم منالی پہاڑ پر گئے ہوئے تھے کہ سیدنا ابا جان نے ''تبت پاس'' (Tibet pass) جانے کا پروگرام بنایا۔ ہم بچوں کو معلوم ہو گیا کہ اس پروگرام میں بچے شامل نہیں ہیں۔ میں ابا جان سے بہت بے تکلف تھی اسی وقت دوڑتی ہوئی گئی اور کہا کہ ہمیں بھی ساتھ لے کر جائیں۔ ابا جان سمجھانے لگے کہ وہ راستہ بہت خطرناک ہے اور بچوں کا جانا ناممکن ہے لیکن میں نے ضد شروع کر دی اور اس قدر اصرار کیا کہ ابا جان نے اپنا سفر بھی ملتوی کر دیا۔ اس پر تمام گھر والے میرے پیچھے پڑ

گئے اور کہنے لگے کہ اس نے ہماری سیر خراب کی ہے۔ میری طبیعت پر اس کا بہت اثر ہوا اور میں اُداس ہوگئی مجھے اداس دیکھ کر سب کو کہا کہ میری بچی کو کیوں اُداس کر دیا ہے۔ میں تو خود اس کے بغیر جانا نہیں چاہتا۔ یہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلے گئے اور چند لمحوں بعد یہ شعر پڑھتے ہوئے آئے۔

تبسم لب پہ ہے ہر دل شناسائے محبت ہے
نہ ظاہر تجھ کو دے دھوکہ یہ لڑکی بیش قیمت ہے

اور بار بار مجھے گلے سے لگا کر یہ شعر پڑھتے اس وقت میری خوشی کی انتہا نہ تھی۔

اسی طرح آپ اپنی اولاد کی اولاد سے بھی بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ میری بچی عزیزہ امۃ البصیر سے بے حد محبت کرتے تھے بچپن میں کبھی اس کو روتا دیکھتے تو اپنی گود میں لے کر کافی دیر تک کندھے سے لگا کر ٹہلتے اور عربی کے دعائیہ اشعار پڑھ پڑھ کر اس کو چپ کراتے۔

عزیزہ امۃ النور ایک دفعہ سندھ میں بہت بیمار ہوگئی۔ ڈبل نمونیہ تھا اور بچنے کی کوئی اُمید نہ تھی میں نے سیدنا ابا جان کو دعا کیلئے تار دیا۔ ابا جان کا جواب آیا نوشی اچھی ہو جائے گی۔ لمبی عمر پائے گی۔ جب آپ کا تار ملا تو نوشی کی طبیعت بہت بہتر تھی اور وہ چند دن ہی میں بالکل تندرست ہوگئی۔ ڈاکٹر حیران تھے اور کہتے تھے کہ اس کی صحت ایک معجزہ ہے۔

اسی عرصہ میں مجھے ابا جان کا ایک خط ملا کہ جس دن تمہارا تار ملا اس دن سے دو روز قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ نوشی کافی بڑی عمر کی ہے اور نہایت صحت مند ہے اور ابا حضور کہتی ہوئی آکر مجھ سے لپٹ گئی ہے۔ جب تمہارا تار ملا تو میں سمجھ گیا کہ خواب اس کی شفایابی اور لمبی عمر پانے کے متعلق ہے۔ اسی طرح جب دہلی میں ''مصلح موعود'' کا جلسہ ہوا اور دشمنان احمدیت نے جلسہ میں گڑبڑ ڈالنے اور حضرت مصلح موعود پر حملہ کرنے کی کوشش کی اس وقت میرے میاں کو بھی ان کے پتھراؤ کے نتیجہ میں سر پر بہت شدید چوٹ آئی کہ دہلی کے تمام بڑے بڑے ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ ان کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں۔ اس وقت بھی میں نے سیدنا ابا جان کو نہایت کرب اور بے چینی کی حالت میں ٹہلتے ہوئے دیکھا۔ میری بچی امۃ البصیر کو کندھے سے لگا کر ٹہل رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے اسی دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے میرے میاں کو معجزانہ طور پر شفا دی۔ ہندو اور عیسائی ڈاکٹر بھی یہ کہنے پر مجبور تھے کہ یہ حضرت اقدس کی دعاؤں کے نتیجہ میں معجزانہ طور پر شفایاب ہوئے ہیں۔

آپ بعض دفعہ بچوں کا نام رکھتے ہوئے اس چیز کو بھی ملحوظ فرماتے تھے کہ ان کے بزرگوں کے نام پر رکھا جائے تا کہ ان کی یاد تازہ رہے۔ اس لحاظ سے میری چھوٹی بچی کا نام بھی میری امی کے نام پر امۃ الحیٔ رکھا۔ جب بھی امۃ الحیٔ آپ کے سامنے جاتی آپ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور مسکراتے ہوئے فرماتے تم تو اپنی نانی ہو ناں۔





وہ بہت خوش ہوتی اور آکر سب کو بتاتی کہ ابا حضور مجھے اس لئے زیادہ پیار کرتے ہیں کہ میرا نام امۃ الحیٔ ہے۔

آپ کی ہمیشہ یہ تمنا رہی کہ آپ کی اولاد در اولاد خدمت (دین) کیلئے وقف ہو۔ میرا بچہ عزیزم ظہیر جب بھی اپنے ابا حضور کے پاس جاتا آپ اکثر اس سے یہ سوال کرتے میاں تم بڑے ہو کر کیا بنو گے؟ اور پھر خود ہی فرماتے میرا بیٹا تو (مربی) بنے گا اور خدمت (دین) کرے گا۔ ایک دفعہ اسی طرح ظہیر سے پوچھا کہ تم بڑے ہو کر کیا بنو گے اس نے کہا میں ڈاکٹر بنوں گا۔ کہنے لگے اپنے بڑے ماموں جان جیسے ڈاکٹر بننا ڈاکٹر بھی اور (مربی) بھی۔ خدمت خلق بھی کرنا اور خدمت (دین) بھی۔

آپ کو اپنی اولاد کی تربیت کا بھی بے حد خیال رہتا تھا۔ 1956ء کا واقعہ ہے کہ سیدنا ابا جان نے مجھے مری سے خط لکھا کہ تم لوگ بھی میرے پاس مری آجاؤ۔ میں میاں اور بچے جب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے۔ پروفیسر صاحب (میرے خسر) کہاں ہیں میں نے عرض کیا ربوہ میں۔ آپ کا چہرہ متغیر ہوگیا اور آپ مجھ پر بہت ناراض ہوئے کہ تم ان کو چھوڑ کر کیوں آئی ہو۔ میرا مقصد یہ تو نہیں تھا کہ تم تمہارے میاں اور بچے تو آجائیں لیکن تمہارے خسر وہاں تنہا رہیں۔ پھر میاں سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ تم ربوہ واپس جاؤ اور اپنے والد کو لے کر آؤ۔

میاں حکم کی تعمیل میں ربوہ واپس آئے اور اپنے والد صاحب کو لے کر جب مری پہنچے تو ابا جان بہت خوش ہوئے۔ اسی وقت ان سے ملے اور فرمانے لگے کہ یہ بچے بھی عجیب ہیں آپ کو تنہا چھوڑ کر آگئے حالانکہ میں نے تو آپ کو بھی بلایا تھا۔ پھر ہمارے تقریباً دو ماہ کے قیام کے دوران سیدنا ابا جان نے ہر طرح سے ان کا خیال رکھا۔ کھانے پر بیٹھتے ہی پوچھتے کہ پروفیسر صاحب کا کھانا گیا ہے یا نہیں اور دن میں کئی بار مجھے ان کا خیال رکھنے کی تاکید فرماتے۔

اسی طرح سیدنا ابا جان نے میرے خسر مرحوم کی بیماری کے آخری ایام میں ان کا بے حد خیال رکھا کئی دفعہ خود تشریف لائے اور متعدد ڈاکٹروں کو بھی اپنے سامنے بٹھا کر علاج کے متعلق مشورے فرماتے رہے۔

ابا جان اپنے دامادوں سے بھی اپنے بچوں کی طرح محبت کرتے تھے ایک دفعہ میں اپنے ابا جان کے ساتھ کراچی گئی میاں ساتھ نہیں تھے ہم چاندنی رات میں کلفٹن کی سیر کیلئے گئے سمندر کے کنارے سب چاندنی سے لطف اندوز ہو رہے تھے سیدنا ابا جان ٹہلتے ہوئے ہمارے قریب آئے۔ ان کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے فرمانے لگے۔

احمد تیرے بغیر یہ سیر آب شور
جیسے کہ چاندنی کا ہو کھیت پیش کور

آپ کے دل میں اپنی جماعت کے ہر فرد کیلئے محبت تھی۔ آپ ہر کسی کی تکلیف سے بے چین ہو جاتے اور شب و روز اپنی جماعت کی بلکہ تمام نوع انسان کی

بہبودی اور خیر خواہی میں مصروف رہتے۔

میرے محبوب آقا ہر پہلو سے ایک مکمل انسان تھے آپ کے زیر سایہ بیسیوں کنبے پرورش پاتے رہے۔ جن میں بیوہ عورتیں اور یتیم بچے بھی شامل تھے آپ ان کے نازک سے نازک جذبات کا بھی خیال فرماتے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال فرماتے۔ اپنے بچوں کی طرح بلکہ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گی کہ اپنے بچوں سے بھی زیادہ ان سے حسن سلوک فرماتے۔ گھر میں جو لوگ کام کاج کیلئے رکھے جاتے ان کے متعلق ہمیں تاکیدی حکم تھا کہ ان کے لئے نوکر کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔ اسی طرح ہمارے گھر میں سب کے لئے ایک ہی قسم کا کھانا تیار ہوتا۔ کام کرنے والوں اور بچوں کے کھانے میں کوئی تمیز نہ ہوتی۔ جو آپ کھاتے وہی ان کو کھلایا جاتا۔

آپ کو ہمسایہ کے حقوق کا بھی خاص خیال رہتا تھا۔ کھانے پر بیٹھتے ہی فرماتے کہ اپنے ہمسایہ کو بھی اس کھانے میں سے بھجوادو......

اب عشق الٰہی کا ایک واقعہ لکھنے کے بعد میں اپنا مضمون ختم کرتی ہوں۔ غالباً 1940ء کا واقعہ ہے کہ سیدنا ابا جان اور جماعت کے بہت سے احباب نے حضور کے وصال کے متعلق خواب دیکھے جس پر حضور نے جماعت کے نام ایک وصیت لکھی۔ جماعت کو جو محبت اپنے آقا سے تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس وقت جماعت کا ہر بچہ بوڑھا اور جوان اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز تھا اور لوگ روزے رکھ کر اور تہجد کی نماز میں اپنے محبوب آقا کی درازئ عمر کے لئے دعائیں کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں کی گریہ وزاری سُن کر تقدیروں کو ٹالنے والا ہے اس نے جماعت کی دعاؤں کو سنا اور قبول فرمایا اور جس طرح اس نے خوابوں کے ذریعہ آپ کے وصال کی خبر دی تھی اسی طرح درازئ عمر کی خوشخبری بھی اپنے پیاروں کو دے دی۔

سیدنا ابا جان نے بھی شاید کوئی خواب دیکھا کہ آپ کی عمر بڑھا دی گئی ہے۔ وہ نظارہ آج بھی میرے سامنے ہے جب سیدنا ابا جان مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھانے کیلئے تشریف لائے۔ چوکی پر دستر خوان لگا ہوا تھا اور حضور تخت پر گاؤ تکیہ کے سہارے خاموش اور بہت ہی اُداس لیٹے تھے۔ کئی بار آپا جان (سیدہ ام طاہر) نے کہا کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ کافی دیر کے بعد آپ ایک دم اٹھے اور دستر خوان کے قریب بیٹھ کر بڑے درد سے یہ شعر پڑھنے لگے۔

ہم دونوں میں حائل تھی جو دیوار گراں وہ گر نہ سکی
قسمت میں جدائی لکھی تھی میں جانہ سکا وہ آنہ سکے

آپا جان نے کہا آج آپ اتنے اُداس کیوں ہیں؟ کیا بات ہے؟ اور یہ شعر آپ نے کیوں پڑھا۔ فرمانے لگے میں تو سمجھا تھا کہ بس جلد ہی اب اپنے خدا سے جاملوں گا لیکن تم لوگوں نے مجھے جانے نہ دیا۔

(روزنامہ الفضل 10 دسمبر 1966ء)

✿✿✿





# میرے ابا حضور

(صاحبزادی امۃ الباسط بیگم صاحبہ بنت حضرت مصلح موعود)

ابا جان کی ہر بات ایک احسان تھی۔ امی فوت ہوئیں تو احساس بھی نہیں ہونے دیا کہ ہم بے ماں کے ہیں۔ مختلف الانواع کاموں کے بے پناہ بوجھ کے باوجود راتوں کو اٹھ اٹھ کر ہمیں دیکھتے کہ رو تو نہیں رہے۔ ٹھیک تو سو رہے ہیں۔ اگر لحاف اتر گیا تو اس طرح ہمیں ڈھانکا جیسے چھوٹے بچے کو۔ حالانکہ پندرہ سال کی عمر تھی اس وقت۔ امی سے بڑھ کر خیال رکھا۔ ایک مرتبہ چھوٹی آپا نے مجھ سے کہا کہ تمہارے ابا جان کہتے ہیں کہ باچھی کو اکیلے نہ بیٹھنے دیا کرو۔ وہ ہنستی نہیں کہنے لگیں میں نے کہا کہ ہمارے سامنے تو بڑا ہنستی ہے۔ آپ کے سامنے نہیں ہنستی ہوگی تو فرمانے لگے کہ نہیں ہنستی تو میرے سامنے بھی ہے۔ مگر تم لوگ میری نظر سے نہیں دیکھتے اس کی ہنسی میں کتنی اداسی ہے۔ میں تو امی کی وفات پر اس ڈر سے روتی بھی نہیں تھی کہ خدا تعالیٰ کی ناشکری نہ ہو جائے جس نے مجھے اتنا بڑا باپ، اتنی مجسم محبت، اتنی بڑی نعمت دی ہوئی ہے اور اب بھی دعا کی کوشش کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوں۔ ابا جان رونا پسند نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ فرماتے تھے جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو پھر کیا رہا اور خدا تعالیٰ کو پسند نہیں رونا......

مجھے یاد ہے میرے امۃ المصور پیدا ہوئی تو میں نے چلّے کی دعوت کی۔ اسی دن ڈاکٹر غفور الحق صاحب آف کوئٹہ سے متعلق اطلاع ملی کہ فوت ہو گئے ہیں۔ کھانا تیار ہو چکا تھا۔ حضرت ابا جان نے سب کو روک دیا کہ وہ بے حد مخلص خادم تھے سلسلے کے۔ اس لئے کسی نے دعوت میں نہیں جانا۔ دوپہر کو حضرت اماں جان آئیں اور کہنے لگیں میں آگئی ہوں۔ میرا دل نہیں مانا کہ بے ماں کی بچی ہے اس کا دل بُرا ہوگا۔ کچھ دن کے بعد آپا (ام وسیم) نے مجھے کھانے پر بلایا۔ حضرت ابا جان کے نقرس کی تکلیف تھی۔ بڑی مشکل سے آئے اور آ کر مجھے کہنے لگے چلّے کی دعوت میں پسند نہیں کرتا۔ یہ بدعت ہے ہاں عقیقے کی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اس وقت میں بیمار بھی تھا۔ مگر صرف اس خیال سے آگیا ہوں کہ میری بیٹی کا دل بُرا نہ ہو۔ مجھے خیال آیا کہ یہ اس دن روکنے کی وجہ سے میری دلداری کر رہے ہیں۔

ڈلہوزی میں کھانا لگا۔ اس وقت سارے قافلے کا کھانا ساتھ ہوتا تھا۔ حضرت ابا جان نے پوچھا کہ باہر کھانا بھیج دیا ہے۔ کسی نے کہا کہ جی چلا گیا ہے پوچھا کیا بھیجا ہے جب بتایا تو ایک چیز میز پر زائد تھی۔ حضرت ابا جان نے اسی وقت اٹھوا دی اور سختی سے حکم دیا کہ جو چیز باہر عملے

کے لئے جائے گی میرے لئے وہی آئے۔ ورنہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔

پارٹیشن کے بعد رتن باغ میں طاری (حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب) نے دو آنے والی آئس کریم منگوائی۔ ابا جان نے پھنکوا دی۔ یہ کہہ کر کہ معلوم نہیں قادیان والے پیٹ بھر کر روٹی بھی کھاتے ہیں یا نہیں۔ اور تم لوگ آئس کریم کھاؤ گے۔ چوہدری شکر اللہ خان صاحب فوت ہوئے ان کا جنازہ رتن باغ میں آیا تو ہمارے گھر کے دو تین بچے جن کی عمریں بمشکل تین چار سال کی ہوں گی نیچے کھیلتے ہوئے ہنس پڑے۔ حضرت ابا جان اسی وقت بچوں کو پکڑ کر اوپر آئے اور سخت ناراض ہوئے کہ بچوں کو سمجھ نہیں تو ماؤں کو بھی ہوش نہیں کہ بچوں کو سنبھالیں۔ دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے۔

ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کا بھی بے حد خیال رکھتے تھے۔ جابہ میں ایک مرتبہ بھائی ظفر نے ڈھاکے سے ایلچی بھیجی۔ ڈاکٹر صاحب کو بے حد پسند تھی۔ صبح صبح ایک عورت میرے پاس آئی۔ اس نے کہا آپ کو حضور بلا رہے ہیں۔ میں گئی تو حضرت ابا جان فرمانے لگے یہ ایلچیاں لے جاؤ اور دھاگے سے درختوں کے ساتھ باندھ آؤ۔ میں ڈاکٹر صاحب کو لے کر آتا ہوں۔ میں اسی وقت بھاگی ہوئی گئی اور مختلف درختوں پر ایلچیاں باندھ دیں۔ ابا جان نے ڈاکٹر صاحب کو بلوایا وہ آئے تو فرمانے لگے۔ ڈاکٹر صاحب اگر خدا کی قدرت سے درختوں پر آپ کو ایلچیاں مل جائیں تو کیا ہو۔ ڈاکٹر صاحب ہنسنے لگے۔ آپ فرمانے لگے آئیں ڈھونڈتے ہیں۔ درخت کے پاس جاتے تھے اور فرماتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کھائیں۔ خدا نے آپ کے لئے بھیجی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب بے حد خوش ہو کر کھاتے تھے اور حضرت ابا جان ان کو خوش دیکھ کر بے حد خوش ہو رہے تھے۔ ہر ایک سے احسان ہر ایک کا خیال۔ کس کس بات کا ذکر کروں۔ میرے لڑکے عزیز قمر سلیمان احمد سے بے حد پیار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ روتا ہوا آیا۔ پیچھے دوسرے بچے ہنستے شور مچاتے آ رہے تھے۔ حضرت ابا جان نے فرمایا کیا ہوا ہے۔ بِی (قمر سلیمان احمد صاحب) تو روتا رہا۔ بھائی منور کے بچے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا اس کے منہ پر جمعدار نے پیار کر دیا ہے۔ حضرت ابا جان نے بی کو بلایا اور فرمایا۔ کہاں پیار کیا تھا۔ بی نے اپنے گلے پر انگلی رکھ دی۔ ابا جان نے اسی جگہ پیار کر دیا۔ میں حیران رہ گئی کوئی اور ہوتا تو کہتا جاؤ منہ دھولو۔ منہ صاف ہو جائے گا۔

حضرت ابا جان ایک مرتبہ سندھ گئے۔ بی بڑا رویا کہ میں بھی ساتھ جاؤں گا۔ وہاں سے ابا جان نے اس کی دلداری کے لئے ایک نظم لکھ کر بھیجی (یہ نظم مضمون کے آخر میں شامل اشاعت ہے)۔

روزانہ جب ابا جان سے ملنے جاتی تو دیکھتے ہی فرماتے تمہارا بیٹا نماز کے لئے جاتا ہے۔ میں عرض کرتی جی۔ فرماتے نماز ہو گئی ہے اور وہ ابھی مجھے ملنے نہیں آیا۔ بعض وقت تو اسی وقت آ جاتا تھا۔ بعض وقت چھوٹی آپا





وغیرہ بتاتی تھیں کہ وہ دور کھڑے ہو کر سلام کر کے چلا گیا۔ ایک دن فرمانے لگے کہ تم بی کی آمین کیوں نہیں کرتیں اسے بے حد شوق ہے۔ اس کی آمین کرو۔ ابھی وہ مجھے کہہ کر گیا ہے کہ ''ابا حضور دعا کریں امی میری آمین کر دیں'' دوسرے دن ہی میں نے اس کی تیاری کر کے آمین کر دی۔

ایک اور واقعہ مجھے یاد ہے کوئی عورت تھی جو ابا جان کے متعلق سخت الفاظ کہتی تھی۔ ایک دن وہ ملنے آئی۔ میں اور چھیرو (صاحبزادی امۃ النصیر بیگم صاحبہ) اندر بھاگ گئے۔ ہمارا دل نہیں چاہا اس سے بولنے کو۔ ابا جان کو معلوم ہوا تو ہمیں بلوایا اور فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ مہمان کی عزت کرو۔ جب وہ تمہارے گھر آ گئی ہے تو تم اس سے ٹھیک طرح ملو۔ وہ تمہاری مہمان ہے۔ ہر بات پر عمل حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تھا۔

ایک مرتبہ سفر میں ایک پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے کوئی غلطی کی۔ ابا جان نے فرمایا۔ ان سے کام نہیں ہوتا۔ ان کو واپس بھیج دو اور کسی دوسرے آدمی کو بلوا لو۔ وہ اسی وقت چلے گئے۔ مری کی بات ہے۔ ابا جان کو علم ہوا کہ وہ بھوکے ہیں اور پوسٹ آفس میں بیٹھے ہیں۔ ابا جان کو سخت گھبراہٹ شروع ہو گئی۔ اپنا روئی کا لمبا کوٹ بھجوایا۔ آدمی بھجوایا کہ ان کو واپس لے کر آئے۔ کہیں بیمار نہ ہو جائیں۔ آپ رات کے دس بجے تک بھوکے ٹہلتے رہے۔ جب اطلاع ملی کہ وہ آ گئے ہیں اور انہوں نے کھانا کھا لیا ہے تب کھانا کھایا۔ کس قدر دلداری کرتے تھے اپنے خدام کی۔......

حضرت ابا جان نے جو شعر عزیزم قمر سلیمان احمد کیلئے سندھ سے لکھ کر بھجوائے تھے۔ درج ذیل ہیں۔

......مجھ سے پوری نظم گم ہو گئی ہے۔ جس طرح بھی زبانی یاد ہے وہ لکھ کر بھجوا رہی ہوں۔ نہ ترتیب یاد ہے اور نہ ہی سارے شعر یاد ہیں۔

ابا جان سے اجازت لی تھی کہ تشحیذ میں بھجوا دوں مگر کچھ سستی ہوتی رہی۔ اس لئے بھجوا نہ سکی۔

بی تم کو سلام کہتے ہیں
مومنوں کا کلام کہتے ہیں
جتنے ہندو ہیں سندھ میں رہتے
وہ تمہیں رام رام کہتے ہیں
تم سمجھتے ہو اپنے کو عاقل
ہم تمہیں طفل خام کہتے ہیں
جس کی حاجت ہے تجھ کو اے بی
ہم تو اس کو لگام کہتے ہیں
چلتی ہے تیز تیز اب گاڑی
آ گئی جس کو شام کہتے ہیں
ایک بی شریر لڑکا ہے
قوم سے اپنی میر لڑکا ہے
وہ شرارت سے باز رہتا ہے
زہد و نیکی میں تیر لڑکا ہے

(ماہنامہ مصباح نومبر، دسمبر 1965ء صفحہ 25 تا 28)

کے لئے جائے گی میرے لئے وہی آئے۔ ورنہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔

پارٹیشن کے بعد رتن باغ میں طاری (حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب) نے دو آنے والی آئس کریم منگوائی۔ ابا جان نے پھنکوا دی۔ یہ کہہ کر کہ معلوم نہیں قادیان والے پیٹ بھر کر روٹی بھی کھاتے ہیں یا نہیں۔ اور تم لوگ آئس کریم کھاؤ گے۔ چوہدری شکراللہ خان صاحب فوت ہوئے ان کا جنازہ رتن باغ میں آیا تو ہمارے گھر کے دو تین بچے جن کی عمریں بمشکل تین چار سال کی ہوں گی نیچے کھیلتے ہوئے ہنس پڑے۔ حضرت ابا جان اسی وقت بچوں کو پکڑ کر اوپر آئے اور سخت ناراض ہوئے کہ بچوں کو سمجھ نہیں تو ماؤں کو بھی ہوش نہیں کہ بچوں کو سنبھالیں۔ دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے۔

ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کا بھی بے حد خیال رکھتے تھے۔ جابہ میں ایک مرتبہ بھائی ظفر نے ڈھاکے سے ایلچی بھیجی۔ ڈاکٹر صاحب کو بے حد پسند تھی۔ صبح صبح ایک عورت میرے پاس آئی۔ اس نے کہا آپ کو حضور بلا رہے ہیں۔ میں گئی تو حضرت ابا جان فرمانے لگے یہ ایلچیاں لے جاؤ اور دھاگے سے درختوں کے ساتھ باندھ آؤ۔ میں ڈاکٹر صاحب کو لے کر آتا ہوں۔ میں اسی وقت بھاگی ہوئی گئی اور مختلف درختوں پر ایلچیاں باندھ دیں۔ ابا جان نے ڈاکٹر صاحب کو بلوایا وہ آئے تو فرمانے لگے۔ ڈاکٹر صاحب اگر خدا کی قدرت سے درختوں پر آپ کو ایلچیاں مل جائیں تو کیا ہو۔ ڈاکٹر صاحب ہنسنے لگے۔ آپ فرمانے لگے آئیں ڈھونڈتے ہیں۔ درخت کے پاس جاتے تھے اور فرماتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کھائیں۔ خدا نے آپ کے لئے بھیجی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب بے حد خوش ہو کر کھاتے تھے اور حضرت ابا جان ان کو خوش دیکھ کر بے حد خوش ہو رہے تھے۔ ہر ایک سے احسان ہر ایک کا خیال۔ کس کس بات کا ذکر کروں۔ میرے لڑکے عزیز قمر سلیمان احمد سے بے حد پیار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ روتا ہوا آیا۔ پیچھے دوسرے بچے ہنستے شور مچاتے آرہے تھے۔ حضرت ابا جان نے فرمایا کیا ہوا ہے۔ بِبی (قمر سلیمان احمد صاحب) تو روتا رہا۔ بھائی منور کے بچے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا اس کے منہ پر جمعدار نے پیار کر دیا ہے۔ حضرت ابا جان نے ببی کو بلایا اور فرمایا۔ کہاں پیار کیا تھا۔ ببی نے اپنے گلے پر انگلی رکھ دی۔ ابا جان نے اسی جگہ پیار کر دیا۔ میں حیران رہ گئی کوئی اور ہوتا تو کہتا جاؤ منہ دھو لو۔ منہ صاف ہو جائے گا۔

حضرت ابا جان ایک مرتبہ سندھ گئے۔ ببی بڑا رویا کہ میں بھی ساتھ جاؤں گا۔ وہاں سے ابا جان نے اس کی دلداری کے لئے ایک نظم لکھ کر بھیجی (یہ نظم مضمون کے آخر میں شامل اشاعت ہے)۔

روزانہ جب ابا جان سے ملنے جاتی تو دیکھتے ہی فرماتے تمہارا بیٹا نماز کے لئے جاتا ہے۔ میں عرض کرتی جی۔ فرماتے نماز ہو گئی ہے اور وہ ابھی مجھے ملنے نہیں آیا۔ بعض وقت تو اسی وقت آ جاتا تھا۔ بعض وقت چھوٹی آپا





وغیرہ بتاتی تھیں کہ وہ دور کھڑے ہو کر سلام کر کے چلا گیا۔ ایک دن فرمانے لگے کہ تم ببی کی آمین کیوں نہیں کرتیں اسے بے حد شوق ہے۔ اس کی آمین کرو۔ ابھی وہ مجھے کہہ کر گیا ہے کہ ''ابا حضور دعا کریں امی میری آمین کر دیں'' دوسرے دن ہی میں نے اس کی تیاری کر کے آمین کر دی۔

ایک اور واقعہ مجھے یاد ہے کوئی عورت تھی جو ابا جان کے متعلق سخت الفاظ کہتی تھی۔ ایک دن وہ ملنے آئی۔ میں اور چھیرو (صاحبزادی امۃ النصیر بیگم صاحبہ) اندر بھاگ گئے۔ ہمارا دل نہیں چاہا اس سے بولنے کو۔ ابا جان کو معلوم ہوا تو ہمیں بلوایا اور فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ مہمان کی عزت کرو۔ جب وہ تمہارے گھر آ گئی ہے تو تم اس سے ٹھیک طرح ملو۔ وہ تمہاری مہمان ہے۔ ہر بات پر عمل حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تھا۔

ایک مرتبہ سفر میں ایک پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے کوئی غلطی کی۔ ابا جان نے فرمایا۔ ان سے کام نہیں ہوتا۔ ان کو واپس بھیج دو اور کسی دوسرے آدمی کو بلوا لو۔ وہ اسی وقت چلے گئے۔ مری کی بات ہے۔ ابا جان کو علم ہوا کہ وہ بھوکے ہیں اور پوسٹ آفس میں بیٹھے ہیں۔ ابا جان کو سخت گھبراہٹ شروع ہو گئی۔ اپنا روئی کا لمبا کوٹ بھجوایا۔ آدمی بھجوایا کہ ان کو واپس لے کر آئے۔ کہیں بیمار نہ ہو جائیں۔ آپ رات کے دس بجے تک بھوکے ٹہلتے رہے۔ جب اطلاع ملی کہ وہ آ گئے ہیں اور انہوں نے کھانا کھا لیا ہے تب کھانا کھایا۔ کس قدر دلداری کرتے تھے اپنے خدام کی۔......

حضرت ابا جان نے جو شعر عزیزم قمر سلیمان احمد کیلئے سندھ سے لکھ کر بھجوائے تھے۔ درج ذیل ہیں۔

......مجھ سے پوری نظم گم ہو گئی ہے۔ جس طرح بھی زبانی یاد ہے وہ لکھ کر بھجوا رہی ہوں۔ نہ ترتیب یاد ہے اور نہ ہی سارے شعر یاد ہیں۔

ابا جان سے اجازت لی تھی کہ تشحیذ میں بھجوا دوں مگر کچھ سستی ہوتی رہی۔ اس لئے بھجوا نہ سکی۔

ببی تم کو سلام کہتے ہیں
مومنوں کا کلام کہتے ہیں
جتنے ہندو ہیں سندھ میں رہتے
وہ تمہیں رام رام کہتے ہیں
تم سمجھتے ہو اپنے کو عاقل
ہم تمہیں طفل خام کہتے ہیں
جس کی حاجت ہے تجھ کو اے ببی
ہم تو اس کو لگام کہتے ہیں
چلتی ہے تیز تیز اب گاڑی
آ گئی جس کو شام کہتے ہیں
ایک ببی شریر لڑکا ہے
قوم سے اپنی میر لڑکا ہے
وہ شرارت سے باز رہتا ہے
زہد و نیکی میں تیر لڑکا ہے

(ماہنامہ مصباح نومبر، دسمبر 1965 صفحہ 25 تا 28)

# حضرت مصلح موعود کی ازواج و اولاد

(مرتبہ: مکرم ناصر احمد طاہر صاحب)

## حضرت سیدہ محمودہ خاتون صاحبہ (اُمّ ناصر)

بنت حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب۔

(نکاح اکتوبر 1902ء۔ وفات 31 جولائی 1958ء)

### اولاد

1۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ)
(ولادت 16 نومبر 1909ء۔ وفات 9 جون 1982ء)

2۔ محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ (والدہ محترمہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)
(ولادت 1911ء)

3۔ مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب
(ولادت 9 مئی 1914ء۔ وفات 21 جون 2004ء)

4۔ مکرم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب
(ولادت یکم فروری 1918ء وفات 19 ستمبر 1990ء)

5۔ محترمہ صاحبزادی امۃ العزیز بیگم صاحبہ
(ولادت 11 اکتوبر 1920ء۔ وفات 7 اگست 2007ء)

6۔ مکرم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب
(ولادت 13 نومبر 1925ء)

7۔ مکرم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب
(ولادت 3 اکتوبر 1927ء)

8۔ مکرم صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب
(ولادت 14 ستمبر 1930ء)

9۔ مکرم صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب
(ولادت 8 جولائی 1935ء)

## حضرت سیدہ امۃ الحئی صاحبہ

بنت حضرت خلیفۃ المسیح الاول

(نکاح 31 مئی 1914ء۔ وفات 10 دسمبر 1924ء)

1۔ محترمہ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ
(ولادت 29 ستمبر 1916ء)

2۔ محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ
(ولادت 6 نومبر 1918ء)

3۔ مکرم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب
(ولادت 10 نومبر 1924ء۔ وفات 4 مارچ 1975ء)

## حضرت سیدہ مریم صاحبہ (اُمّ طاہر)

بنت حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحب

(نکاح 7 فروری 1921ء۔ وفات 15 مارچ 1944ء)

1۔ محترمہ صاحبزادی امۃ الحکیم صاحبہ
(ولادت 2 مارچ 1926ء۔ وفات 18 جولائی 2001ء)

2۔محترمہ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ

(ولادت 13رمئی 1927ء۔وفات 29راگست 2006ء)

3۔حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

(ولادت 18ردسمبر 1928ء۔وفات 19راپریل 2003ء)

4۔محترمہ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ

(ولادت 30رجولائی 1937ء)

## حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ

بنت حضرت پروفیسر عبدالماجد صاحب بھاگلپوری

(نکاح 13راپریل 1924ء۔وفات 13رمئی 1933ء)

1۔مکرم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب

(ولادت 5رمارچ 1927ء۔وفات 15رجنوری 2004ء)

2۔محترمہ صاحبزادی امۃ النصیر بیگم صاحبہ

(ولادت 13راپریل 1929ء)

3۔مکرم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب

(ولادت 24رمارچ 1932ء)

## حضرت سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ (اُم وسیم)

بنت حضرت سیٹھ ابوبکر صاحب

(نکاح یکم رفروری 1926ء۔وفات 5ردسمبر 1963ء)

1۔مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب

(ولادت یکم رستمبر 1927ء۔وفات 29راپریل 2007ء)

2۔مکرم صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب

(ولادت 1933ء۔وفات 5راگست 1991ء)

## حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ (اُم متین)

بنت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب

(نکاح 30رستمبر 1935ء۔وفات 3رنومبر 1999ء)

1۔محترمہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ

(ولادت 31ردسمبر 1936ء)

## حضرت سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ (مہر آپا)

بنت حضرت سید عزیز اللہ شاہ صاحب

(نکاح 24رجولائی 1944ء۔وفات 22رمئی 1997ء)

### جماعت سے توقع

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ نے اپنے اوپر ہونے والے قاتلانہ حملہ کے بعد جماعت کے نام جو پیغام دیا اس میں آپ فرماتے ہیں:

''میں ہمیشہ آپ سے اپنی بیویوں اور بچوں سے زیادہ محبت کرتا رہا ہوں اور (دین حق) اور احمدیت کی خاطر اپنے ہر قریبی اور ہر عزیز کو قربان کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہا ہوں میں آپ سے اور آپ کی آنے والی نسلوں سے بھی یہی توقع رکھتا ہوں۔''

(''المصلح کراچی'' 12رمارچ 1954ء)

# سیدنا حضرت فضل عمر کے بعض زریں کارنامے

(مرتبہ: مکرم سہیل احمد ثاقب صاحب)

خلافت ثانیہ کے دورِ سعید میں جماعت احمدیہ نے جس تیز رفتاری کے ساتھ مختلف جہات میں ترقی کی منازل طے کی ہیں، آنے والا بے لوث مؤرخ جب بھی ان پر قلم اٹھائے گا تو وہ ہمارے پیارے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کی حیران کن قائدانہ صلاحیتوں، فہم و فراست، حسن تدبر، استقلال، محنت، اور غیر معمولی تنظیمی دماغ کے بے شمار کارنامے دیکھ کر انگشت بدنداں ہو جائے گا!!

زیر نظر مضمون میں اختصار کے ساتھ اس بطل جلیل کے بعض زریں کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

## استحکام خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خلافت ثانیہ کے دور میں خلافت کی اہمیت کو خاص طور پر واضح فرمایا اور اس کی برکات ایک مخلص کے ذہن میں راسخ کر دیں۔ حضور نے خطبات، تقاریر، کتب، مضامین غرض تحریر اور تقریر کے ذریعہ اس مسئلہ کو ایسا صاف کیا ہے کہ اب کوئی مخلص احمدی اس کی اہمیت سے غافل نہیں۔ خلافت ثانیہ کے دور میں کئی فتنے اٹھے مگر حضور نے مقام خلافت کے تقدس کو مجروح نہیں ہونے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تائیدات سے ہمیشہ اس کی حفاظت فرمائی۔ جماعت خلافت کی برکات کی عملی رنگ میں عینی اور ذاتی شاہد ہے۔ یہی ''استحکام خلافت'' حضور کا ایک اہم ترین عملی کارنامہ ہے۔

## غلط عقائد کی تردید

جماعت احمدیہ کی تاریخ سے واقف حلقے جانتے ہیں کہ 1914ء میں جماعت احمدیہ کے بعض عمائدین نے خلافت کا انکار کر کے لاہور میں ایک نئی انجمن کی بنیاد ڈالی۔ عام مسلمانوں میں مقبولیت حاصل کرنے کیلئے انہوں نے اپنے عقائد میں تبدیلی کی اور اس دھن میں اس حد تک نوبت پہنچی کہ انہیں بعض ایسے عقائد کے شیش محلوں میں پناہ لینا پڑی جو حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام کی تحریرات کے منافی تھے۔ ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کا استخفاف بھی روا ہو گیا اور آپ کو صرف ایک مجدد قرار دیا جانے لگا۔ یہ سب کچھ خلافت سے اختلاف کی بنا پر ہوا اور اختلاف کی یہ خلیج کافی وسیع ہو گئی۔ ''مسئلہ نبوت''، ''مسئلہ کفر و (ایمان)''، ''انجمن اور خلافت'' قدرت ثانیہ اور اسی قسم کے دیگر مسائل پیدا ہو گئے۔

چونکہ یہ احباب جماعت کے عمائدین میں سے

تھے اس لئے جماعت کی صفوں میں انتشار کا امکان ضرور تھا۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خلافت کے ابتدائی دور میں کم عمری اور شدید مصروفیت کے باوجود ان اختلافی مسائل پر متعدد انتہائی ٹھوس کتب رقم فرمائیں اور ان مسائل کو ایسا صاف کیا کہ تمام وساوس اور شبہات کا ازالہ ہوگیا۔ ان اختلافی مسائل کا بروقت فیصلہ حضور کا ایک اور عظیم الشان کارنامہ ہے۔

## جماعت کی شیرازہ بندی

خلافت ثانیہ کا ایک اہم کارنامہ جماعت کی مضبوط شیرازہ بندی اور تنظیم ہے۔ اس ضمن میں حضور نے درج ذیل اقدامات فرمائے۔

### i۔ نظارتوں کا قیام

خلافت ثانیہ کے قیام کے وقت ''صدر انجمن احمدیہ'' ہی جماعت کے تنظیمی نظم و نسق کو چلاتی تھی اور جملہ تربیتی امور کی نگرانی بھی کرتی تھی۔ ہندوستان میں مختلف مقامات پر موجود جماعتوں میں سیکرٹری وغیرہ مقرر تھے جو مرکز سے رابطہ کا ذریعہ تھے۔ حضور نے جہاں مقامی جماعتوں کی تنظیم اور مرکز سے ان کے روابط کو زیادہ مضبوط کیا وہاں مرکزی تنظیم یعنی صدر انجمن احمدیہ کی کارکردگی اور افادیت کے معیار کو زیادہ بلند کرنے کیلئے 1919ء میں اس انجمن کے متوازی ''نظارتوں'' کا ایک نیا نظام جاری فرمایا۔ 1925ء میں اس متوازی نظام کو صدر انجمن احمدیہ میں مدغم کر دیا گیا۔ مقامی جماعتوں میں امراء، صدران اور صدر انجمن کے اہم شعبوں کی طرح علیحدہ علیحدہ سیکرٹریان کام کرتے ہیں جن کا انتخاب جماعتیں خود کرتی ہیں اور مرکزی منظوری سے ان کا تقرر عمل میں آتا ہے۔

### II۔ تحریک جدید کا قیام

(دین حق) کے پرچار اور توحید الٰہی کے قیام کی غرض سے حضرت مصلح موعود نے الٰہی تحریک سے 23 نومبر 1934ء کو ''تحریک جدید'' کی بنیاد رکھی۔ اس تحریک کی بنیاد عین اس وقت القاء الٰہی سے رکھی گئی جب جماعت احمدیہ کے خلاف مخالفین کی ریشہ دوانیاں اور ایذاء رسانیاں شدت اختیار کر گئی تھیں اور احرار کی احمدیت مخالفت تحریک اپنے نقطۂ عروج پر تھی۔ حضرت مصلح موعود کی عظیم الشان قیادت کے نتیجہ میں تحریک جدید کی شکل میں جماعت کو ایسا پلیٹ فارم مہیا ہوا جس کے تحت وہ اپنی زندگیاں دین حق کے پرچار اور توحید الٰہی کے قیام کے لئے وقف کرتی ہے۔

تحریک جدید 1960ء سے ''تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان'' کے نام سے رجسٹرڈ ادارہ کے طور پر مصروف عمل ہے جس کا دائرہ عمل پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ تحریک جدید کا کام مختلف شعبوں میں منقسم ہے اور ہر شعبہ کا ایک انچارج مقرر ہے جو وکیل کہلاتا ہے۔ وکیل اعلیٰ تحریک جدید کے جملہ امور کا نگران اور ذمہ دار ہوتا ہے۔

### III۔ تحریک وقف جدید

پاکستان کے دیہاتی علاقوں کی تعلیم و تربیت کی غرض سے حضرت مصلح موعود نے 1957ء میں ''تحریک وقف جدید'' کا آغاز فرمایا۔ یہ تحریک اپنے قیام کے پچاس سال پورے کر چکی ہے۔ اس وقت متعدد واقفین زندگی معلمین دیہاتی علاقوں کی تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دے چکے ہیں یا دے رہے ہیں۔ مٹھی، نگر پارکر جیسے دور افتادہ مقامات پر قائم ہسپتال و فری ڈسپنسریاں اس تحریک کا منہ بولتا ثمرہ ہے جہاں پر واقفین ڈاکٹر دکھی انسانیت کی خدمت میں مصروف ہیں۔ 1985ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اس تحریک کے دائرہ کو ساری دنیا تک وسیع کر دیا تھا۔

### IV۔ ذیلی تنظیمیں

مرکزی تنظیم کے علاوہ جماعت کے مختلف طبقوں کی مؤثر تربیت اور انہیں مستقبل کی اہم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے قابل بنانے کے لئے حضور نے مختلف تنظیمیں جاری فرمائیں۔ ان میں سے ہر ایک تنظیم جماعت کی مرکزی تنظیم کا فعال اور مضبوط بازو ہے۔ ان تنظیموں کی بدولت جماعت کے مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، غرض سب چھوٹے بڑے مرکز سے وابستہ ہیں۔

**لجنہ اماء اللہ:** 1922ء میں حضور نے احمدی مستورات کی تعلیم و تربیت اور تنظیم کے لئے لجنہ اماء اللہ کو قائم فرمایا۔ ''لجنہ اماء اللہ'' کے تحت احمدی مستورات نے تعلیمی، تربیتی، علمی اور عملی میدان میں نمایاں ترقی کی ہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ ان میں نئی زندگی پیدا ہوئی ہے۔ لاکھوں روپے اور ہزاروں کی مالیت کے قیمتی زیورات احمدی مستورات نے بڑی فراخدلی سے دین کی راہ میں دے کر ایثار اور قربانی کے نادر نمونے دکھائے ہیں اور دکھا رہی ہیں۔

**ناصرات الاحمدیہ:** یہ احمدی بچیوں کی تنظیم ہے جو احمدی بچیوں کو ''لجنہ اماء اللہ'' کا مفید وجود بنانے کے لئے کام کر رہی ہے۔ گویا لجنہ اماء اللہ کی ''نرسری'' کی حفاظت اس تنظیم کے سپرد ہے۔

**انصار اللہ:** یہ جماعت کے ان بزرگوں کی تنظیم ہے۔ جن کی عمر چالیس سال یا اس سے اوپر ہے۔ یہ تنظیم بوڑھوں کو جوان بنائے ہوئے ہے جو جماعت کے نوجوانوں اور بچوں کی تربیتی نگرانی اور اپنے قول و فعل اور نمونے سے انہیں نیکی کی تحریک کرتے ہیں۔

**خدام الاحمدیہ:** 1938ء میں حضور نے نوجوانان جماعت کی تربیت و ترقی کے لئے اس تنظیم کو جاری فرمایا جو آج ایک نہایت مؤثر شکل اختیار کر چکی ہے۔ بیرون پاکستان اور اندرون پاکستان سینکڑوں مجالس قائم ہیں اور احمدی نوجوان اس تنظیم کے طفیل بڑی تیزی سے روحانی، علمی اور اخلاقی لحاظ سے بلند سے بلند تر ہوتے جارہے ہیں۔ یہ تنظیم ''خدام'' کو جماعت کا مفید وجود اور بہترین ''انصار'' بنانے کے لئے کوشاں ہے۔

**اطفال الاحمدیہ:** پندرہ سال کی عمر تک کے احمدی بچوں کی تنظیم ہے۔ جو جماعت کی ''نرسری'' کی روحانی، جسمانی اور تعلیمی لحاظ سے تربیت کرتی ہے اور انہیں اچھے خدام بننے میں مدد دیتی ہے۔

ان تمام مرکزی تنظیموں کے سالانہ اجتماع، مجالس شوریٰ، بجٹ آمد و خرچ اور تعلیمی و تربیتی اور رفاہی سکیمیں

ہیں۔دفاتر ، رسائل، دساتیر اساسی، علامتی پرچم، غرض ہرلحاظ سے مکمل تنظیمیں ہیں جو افراد جماعت کے تمام طبقوں میں احساس ذمہ داری پیدا کرنے کے لئے کام کر ہی ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی حیران کن قائدانہ صلاحیت کا ایک قابل ذکر پہلو یہ بھی ہے کہ جماعت کا ایک مخلص فرد مقامی انجمن احمدیہ کا ممبر ہونے کے علاوہ جماعت کی کسی نہ کسی ذیلی تنظیم سے بھی ضرور وابستہ ہے۔

### v۔مجلس مشاورت

اسلامی معاشرہ میں قومی امور مشورے سے طے کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔قرآن حکیم نے واضح طور پر شوریٰ کا ارشاد فرمایا ہے۔چنانچہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی صحابہ کرام سے مشورہ لیا کرتے تھے۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانے میں جلسہ سالانہ کے ایام ہی میں نمائندگان جماعت سے اہم قومی اور ملی امور میں مشورہ لیا جاتا تھا۔لیکن باقاعدہ ''مجلس شوریٰ'' نہ تھی۔1922ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ضرورت محسوس کر کے اسے باقاعدہ جاری فرمایا۔اس وقت سے ہر سال مرکز میں ''مجلس مشاورت'' منعقد ہورہی ہے۔''شوریٰ'' میں تمام جماعتوں کے منتخب نمائندے مرکز میں تشریف لاکر جماعتی ترقیات اور مسائل پر غور وفکر کرتے ہیں۔آمد وخرچ کے بجٹ پاس کرتے ہیں۔نئے لائحہ ہائے عمل تیار کرتے ہیں اس مجلس کے نمائندوں کی تعداد معین نہیں۔جماعت کی عددی ترقی کے ساتھ ساتھ ان نمائندگان کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔اس مجلس میں جماعت کے تمام طبقات کی نمائندگی ہوتی ہے۔اس مجلس کی بدولت افراد جماعت میں احساس ذمہ داری خوداعتمادی، اپنائیت اور خدمت دین حق کا درد پیدا ہونے میں مدد ملتی ہے۔

### vi۔دارالقضاء

1925ء میں آپ نے دارالقضاء قائم کر کے جماعتی تنظیم میں ایک گراں قدر اضافہ فرمایا۔یہ ایک قسم کی ''قومی عدالت'' ہے جس میں افراد جماعت کے ایسے باہمی نزاعات اور مقدمات کی جو قابل دخل اندازی پولیس نہ ہوں سماعت ہوتی ہے۔اس ''قومی عدالت'' کے قواعدو ضوابط بالکل سادہ ہیں۔کوئی ''کورٹ فیس'' نہیں۔یہ نظام طوعی ہے۔مقرر کردہ قاضی ان مقدمات کی ابتدائی سماعت کر کے فیصلہ دیتے ہیں۔اس فیصلہ کے خلاف اپیل قاضیوں کے ایک بورڈ کے پاس ہوتی ہے۔اگر بورڈ کے ممبران میں اختلاف ہوتو آخری اپیل کی سماعت حضرت خلیفۃ المسیح فرماتے ہیں۔اس قضاء کے آئین کے مطابق اگر کسی مقدمہ میں خلیفہ وقت ذاتی حیثیت میں اس کے ایک فریق ہوں اور قاضیوں کے بورڈ کا فیصلہ خلیفہ وقت کے خلاف ہوتو بورڈ کی رائے قطعی اور آخری سمجھی جائے گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے اس عظیم کارنامے کے دوررَس اثرات مالی، اخلاقی، تمدنی اور معاشرتی لحاظ سے حد درجہ مفید ثابت ہوئے ہیں۔اس ''قومی عدالت'' کی وجہ سے قوم کا ہزاروں روپیہ اور بہت سا قیمتی وقت





ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے۔

## منفی تحریکوں کا انسداد

الٰہی سلسلوں کو مزید ترقیات سے ہمکنار کرنے کے لئے داخلی اور خارجی فتنے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔مذہبی دنیا کی تاریخ میں اس قسم کے محرکات کا تذکرہ موجود ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس نوع کے ابتلاؤں کے آنے کا ذکر فرمایا ہے۔چنانچہ خلافت ثانیہ کے دور میں ایسے متعدد داخلی اور خارجی فتنے اٹھے جو بظاہر اتنے خطرناک تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی خاص حفاظت شامل حال نہ ہوتی تو نہ جانے کیا حشر ہوتا۔حضور کی قیادت میں مٹھی بھر جماعت نے ان تمام فتنوں کا مقابلہ کیا اور تنظیم کو ٹوٹنے اور جماعتی شیرازے کو انتشار سے بچانے کے لئے پوری سعی کی۔1914ء کے ابتلا کے بعد 27-1926ء میں مستریوں نے فتنہ برپا کیا مگر اپنی موت آپ مر گئے۔1934ء میں ''احرار'' نے جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام کے خلاف اشتعال کی ایک خطرناک مہم کا آغاز کیا اور احرار کے سیاسی زور کے پیش نظر انگریز حکام نے بھی ان کی طرف داری کی۔اس شہ پر انہوں نے ہندوستان کے مختلف مقامات پر شورش برپا کی اور قادیان میں بھی آ کر اشتعال پھیلایا لیکن ان مایوس کن حالات میں حضور نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اعلان فرمایا:

''تم سارے مل جاؤ اور دن رات منصوبے کرو اور اپنے منصوبوں کو کمال تک پہنچا دو اور اپنی ساری طاقت جمع کر کے احمدیت کو مٹانے کے لئے تُل جاؤ پھر بھی یاد رکھو تم سب کے سب ذلیل ورسوا ہو کر مٹی میں مل جاؤ گے۔تباہ و برباد ہو جاؤ گے اور خدا مجھے اور میری جماعت کو فتح دے گا۔کیونکہ خدا نے مجھے جس راستہ پر کھڑا کیا ہے وہ فتح کا راستہ ہے اور جو تعلیم مجھے دی گئی ہے وہ کامیابی تک لے جانے والی ہے۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 24رمئی 1935ء)

اللہ تعالیٰ نے اس صبر واستقلال پر حضرت فضل عمر کے ذریعہ جماعت کو ''تحریک جدید'' کا انعام دیا جس کی بدولت الحمدللہ آج احمدیت پر سورج غروب نہیں ہوتا۔

احرار کی شورش کے بعد 1937ء میں شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کو ابتلا پیش آیا اور انہوں نے ایک نیا فتنہ برپا کر دیا اور دل آزار پروپیگنڈے کا ناپاک سلسلہ شروع کر دیا۔حضور نے جماعت کو یہاں بھی صبرو استقلال سے کام لینے کی تلقین فرمائی اور خود بھی صبر ایوبیؑ کا نمونہ دکھایا اور جماعت کو پُر امن رکھا۔اس وجہ سے مصری صاحب کو بھی اپنے پیشرووں کی طرح ہر لحاظ سے ناکامی اور نامرادی نصیب ہوئی۔

اس کے بعد 1953ء میں احرار نے ایک مرتبہ پھر احمدیت کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانے کی بھرپور کوشش کی۔یہ شورش 35-1934ء کے ابتلا سے زیادہ خطرناک تھی کہ اس میں مسلمانوں کی اکثر جماعتوں نے احرار کی تاریخ کو یکسر نظر انداز کر کے ان سے تعاون کیا اور اشتعال انگیزی کا بازار گرم کیا۔اس اشتعال انگیزی کے نتیجہ میں جگہ جگہ خون اور آگ کی ہولی کھیلی گئی

اور نام نہاد ''غازیوں'' نے معصوم احمدیوں کے لہو سے اپنی تلواریں رنگین کیں۔ ان کی جائیدادوں کو نذر آتش کیا جہاں تک مخالف قوتوں کے جوش و خروش کا عالم تھا لوگوں کو بجا طور پر یقین کامل تھا کہ اس سیلاب بلا خیز میں احمدیت اب (نعوذ باللہ) خس و خاشاک کی طرح بہہ جائے گی۔ مگر استقلال کے پیکر خدا کے بندے محمود نے خطرے میں گھرے ہوئے احمدیوں کو تلقین کی کہ حالات خواہ کیسے ہی ناساز کیوں نہ ہو جائیں کوئی احمدی اپنی جگہ سے نہ ہلے اور ساتھ ہی یہ خوشخبری سنادی کہ اللہ تعالیٰ میری مدد کو دوڑتا ہوا آرہا ہے اور اس کی نصرت قریب ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حالات میں جماعت کی نصرت کی اور حالات سازگار ہو گئے۔

حکومت نے ان ہولناک فسادات کی تحقیقات کیلئے کمیشن بٹھایا جس کی روئیداد کی اشاعت سے ملک کے تمام اخبارات کے ذریعہ احمدیت کا خوب پرچار ہوا۔ اگر یہ غریب جماعت لاکھوں روپیہ خرچ کرتی تب بھی اسے یہ شہرت نصیب نہ ہوتی مگر اس نشر و اشاعت سے وسیع پیمانے پر جماعت احمدیہ کی (دعوت الی اللہ) خود بخود ہو گئی اور دوسری طرف ایسے بے شمار افراد جو اس بھنور سے احمدیت کی کشتی کے سلامت نکل آنے کو اس کی صداقت کا ایک ثبوت سمجھتے تھے دیوانہ وار حق کی آغوش میں آ گئے۔

اسی طرح کئی اور فتنے اٹھے مگر وہ سب کے سب احمدیت کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئے اور خدائی قافلہ اولوالعزم میر کارواں کے پرچم کے سائے تلے منزل کی طرف رواں دواں رہا۔ ان میں سے ہر فتنے کا مقابلہ حضور کا ایک زریں کارنامہ ہے۔

## جماعت کی مالی ترقی

کسی جماعت کی ترقی اور قوت کا ایک ناقابل تردید ثبوت اس کا مالی استحکام بھی ہے۔ اس زاویہ نظر سے اگر جماعت احمدیہ کی مالی قربانیوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ امر اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ حضور کے دور خلافت میں نہ صرف جماعتی چندوں میں غیر معمولی اور شاندار اضافہ ہوا بلکہ حضور نے قرآن و حدیث اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روشنی میں مالی قربانیوں کے لئے ایسے قواعد و ضوابط وضع فرمائے جن کی بدولت مخلصین جماعت انفاق فی سبیل اللہ کے میدان میں بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔

## قادیان کی ترقی

خلافت ثانیہ کے دور کا ایک اہم کارنامہ قادیان کی غیر معمولی مادی ترقی بھی ہے جسے کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ قادیان پہلے ہی سے آباد تھا اور حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے عہد ہی میں اسے ایک بین الاقوامی شہرت حاصل ہو چکی تھی۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر قادیان کی مادی ترقیات کی بھی پیش خبریاں دی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے عہد میں بعض اہم پبلک عمارات شہر سے باہر تعمیر ہوئیں۔ لیکن شہر کے باہر کی تمام نئی آبادی خلافت ثانیہ کے دور ہی میں ہوئی۔ قادیان کی نئی آبادی پر تبصرہ کرتے





ہوئے خود حضور نے اس کے قدرتی محرک کی نشان دہی ان الفاظ میں فرمائی ہے:

''بے شک جہاں تک قادیان کی شہرت اور اس کی عظمت کا سوال ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی قادیان کو یہ برکت حاصل ہو چکی تھی مگر جہاں تک شہر سے باہر نئی آبادی کا سوال ہے یہ سب کی سب میرے زمانہ میں ہوئی۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے جب میری خلافت کا زمانہ آیا تو ابتدائی سال ہی میں قرآن کریم کے پہلے پارہ کا ترجمہ کرنے کا سوال سامنے آ گیا۔ اس وقت ہماری جماعت کی حالت اتنی کمزور تھی کہ پہلے پارہ کی اشاعت کے اخراجات کا اندازہ تین ہزار روپیہ لگایا گیا مگر اس روپیہ کا اکٹھا ہونا بھی بالکل ناممکن دکھائی دیتا تھا۔ آخر میں نے تجویز کی کہ ہم اپنی زمین کا کچھ ٹکڑا فروخت کر دیں شاید اسی طرح کچھ آمد ہو جائے اور وہ ترجمۃ القرآن کے کام آ سکے۔ مگر اس تجویز کے متعلق بھی خیال تھا کہ لوگوں کے پاس روپیہ نہیں شاید یہ تجویز کامیاب ہو یا نہ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ زمین کا ایک ٹکڑا جہاں آجکل محلہ دارالفضل آباد ہے میں نے اس غرض کیلئے فروخت کرنے کا اعلان کر دیا اور بعض دوسرے دوستوں کے سپرد یہ کام کر دیا۔ شام کے وقت مجھے یہ اطلاع ملی کہ جتنی زمین تھی سب فروخت ہو چکی ہے اور ابھی کئی گاہک باقی رہتے ہیں۔ غرض ایک دن کے اندر اندر جتنی رقم کی ضرورت تھی اس سے زیادہ روپیہ جمع ہو گیا۔

پھر میرے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ ہم اسی طرح اپنی زمین فروخت کرتے جائیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ قادیان کی آبادی ترقی کر جائے گی۔ چنانچہ اس کے متعلق ہم نے زمینیں فروخت کرنی شروع کر دیں اور وہ تمام محلے آباد ہو گئے جو آج محلّہ دارالفضل، دارالرحمت اور دارالبرکات کے نام سے نظر آتے ہیں۔ قادیان کی نئی آبادی سب کی سب میرے زمانہ میں ہوئی ہے۔ ان میں سے ایک مکان بھی (سوائے تعلیم الاسلام ہائی سکول کی عمارت اور نواب صاحب کی کوٹھی کے) حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانہ میں نہیں تھا۔ یہ دارالفضل، دارالبرکات شرقی اور دارالبرکات غربی، دارالشکر، دارالیُسر، دارالفتوح، دارالانوار سب کے سب وہ محلے ہیں جو میرے زمانہ میں آباد ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ فرشتہ نے مجھے کہا کہ ''ایک ابراہیم تم بھی ہو''

قادیان کی آبادی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی بڑھنی شروع ہو گئی تھی اور کئی سو آدمی حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ہی قادیان آ چکا تھا۔ لیکن نئی آبادی سب کی سب میرے زمانہ میں ہوئی اور یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ فرشتہ کی طرف سے جو کچھ مجھے بتایا گیا وہ بالکل درست تھا۔'' (الفضل 8 جون 1945ء)

## ہجرت کا ابتلا اور قادیان کی حفاظت

1947ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق جماعت احمدیہ کو الٰہی مشیت کے تحت ایک خطرناک ابتلا پیش آیا۔ برصغیر ہند کی تقسیم پر پنجاب کے ضلع گورداسپور کو جس میں مسلم آبادی کی اکثریت تھی

(یعنی 51.5%) اسے ''ریڈ کلف ایوارڈ'' نے ''Other Factors'' کا موہوم سہارا لے کر بھارت یونین میں شامل کر دیا۔ جماعت نے پوری کوشش کی کہ مسلم اکثریت کا یہ علاقہ ضرور پاکستان میں شامل ہو مگر تمام کوششیں بے اثر ثابت ہوئیں اور طرّہ یہ کہ اس علاقے کے غیر مسلموں اور خصوصاً سکھوں نے قادیان اور دوسرے مقامات کے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔

ان حالات میں دینِ حق کے پرچار اور نشر و اشاعت میں مشکلات حائل ہو گئیں۔ اس لئے مشیت الٰہی کے تحت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور جماعت کے کثیر حصہ کو اپنا دائمی مرکز نامعلوم وقفے کے لئے چھوڑنا پڑا۔ جماعت کے دفاتر، ادارے، جائیدادیں، غرض بنے بنائے کام دھرے کے دھرے رہ گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی فراست سے خزانہ بفضلہٖ تعالیٰ پاکستان پہنچ گیا باقی سب کچھ وہاں رہ گیا لیکن قادیان کو بالکل خالی نہیں کیا گیا بلکہ حضور کی ہدایات کے تحت جماعت کے 313 مخلصین دیارِ پر دھونی رمائے بیٹھے رہے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض نونہال بھی ان میں شامل تھے۔ حضور کے ایک فرزند محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (مرحوم) وہاں حضور کی نمائندگی میں موجود رہے۔

مشرقی پنجاب کی تمام بڑی بڑی خانقاہیں اور گدیاں اجڑ گئیں مگر حضور کی توجہ سے قادیان آج بھی مذہبی دنیا میں اپنی انفرادیت قائم رکھے ہوئے ہے۔ ''صدر انجمن احمدیہ قادیان'' اور دیگر ذیلی انجمنیں اور ان کے ادارے وہاں کام کر رہے ہیں۔ پانچ وقت وہاں خدائے واحد کی توحید کا نعرہ فضا کو مرتعش کر دیتا ہے۔ 1947ء کے بعد سے اب تک ہندوپاک کے اَن گنت سیاسی اور سماجی لیڈر قادیان گئے ہیں اور وہاں کی تنظیم اور کارکردگی سے بے حد متاثر ہوئے ہیں۔

ہر سال قادیان میں جماعت ہائے احمدیہ بھارت کا سالانہ جلسہ بھی ہوتا ہے جس میں شرکت کرنے کے لئے لوگ پاکستان اور بیرونی ممالک سے بھی آتے ہیں۔ ''درویشان قادیان'' مقامات مقدسہ کی حفاظت کا مقدس فریضہ نہایت عمدگی سے ادا کر رہے ہیں۔

تمہاری قید پہ صدقے ہزار آزادی

ہجرت کے بعد انتہائی نامساعد حالات میں بھی وہاں احمدیت کے پرچم کو بلند رکھنے کیلئے اپنے اولوالعزم امام کے زیر سایہ جماعت نے جو سعی کی اور جو شاندار نمونہ پیش کیا وہ تاریخ احمدیت کا ایک اَنمِٹ واقعہ ہے۔

## ربوہ کا قیام

1947ء میں تقسیم ہندوستان کے وقت جماعت احمدیہ نے پاکستان کی طرف ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔ قادیان جیسے روحانی اور جذباتی مرکز سے جدائی ایک مذہبی جماعت کے لئے بہت بڑا ابتلا تھا۔ احباب جماعت کے دل پارہ پارہ ہو رہے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خواہش تھی کہ فوراً جماعت کا ایک نیا مرکز بنایا جائے جہاں قادیان کی طرح احمدی احباب جو ہندوستان سے ہجرت





کر کے آئے ہیں آباد ہو سکیں اور جماعت کو اکٹھا کر کے نئے سرے سے مرکزی ادارے قائم ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اس خواہش کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

''یہاں پاکستان پہنچ کر میں نے پورے طور پر محسوس کیا کہ میرے سامنے ایک درخت کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا نہیں بلکہ ایک باغ کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا ہے یعنی ہمیں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ فوراً ایک مرکز بنایا جائے۔'' (خطبہ جمعہ 31 جولائی 1949ء)

نئے مرکز کی تلاش کیلئے مختلف جگہیں زیر بحث آئیں۔ بالآخر حضور نے اپنی ایک رؤیا کی بنا پر اس جگہ کو جہاں آج ربوہ شہر آباد ہے مرکز کے طور پر چنا۔ نئے مرکز کی زمین کے حصول میں جو دشواریاں تھیں وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی دُور اندیشی اور اعلیٰ قیادت کے نتیجہ میں دور ہوئیں۔ اس بنجر اور چٹیل میدان کو عالمی جماعت احمدیہ کا مرکز بنانے کا ابتدائی کام 19/اپریل 1948ء کو شروع ہوا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس علاقے کو آباد کرنے کی یہ پہلی کوشش نہ تھی بلکہ تاریخ میں ایک ایسے ہندو سرمایہ دار کا بھی ذکر ملتا ہے جس نے اس جگہ کو آباد کرنے پر اپنا سرمایہ خرچ کیا مگر اسے بھی ناکامی سے دوچار ہونا پڑا اور مشہور روایت کے مطابق اس ناکامی کا اسے اتنا شدید صدمہ پہنچا کہ وہ اپنا دماغی توازن ہی کھو بیٹھا۔

زمین و آسمان کے مالک قادر خدا نے یہ کام تین کو چار کرنے والے حضرت مصلح موعود کے لئے مقدر کر رکھا تھا۔ بظاہر بے سرو سامانی کے ساتھ شروع ہونے والا یہ شہر ایک عظیم قیادت کے نتیجہ میں دیکھتے ہی دیکھتے ایک مثالی اور خوبصورت شہر بن کر دنیا کے نقشہ پر اُبھرا۔ یہ دنیا کا واحد شہر ہے جس کی بنیاد دعاؤں اور چاروں کونوں پر قربانی کر کے رکھی گئی۔ اس کی آبادکاری کا سہرہ ایک ایسے وجود کو جاتا ہے جس کے بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ''قومیں اس سے برکت پائیں گی'' چنانچہ وہ جگہ جہاں کوئی آبادی نہ تھی، نہ پانی، نہ ہی کوئی سایہ دار درخت۔ مگر آج خدا تعالیٰ کے فضل سے میٹھا پانی بھی دستیاب ہے اور ہر قسم کا پھل پھول اور پودے ہر طرف نظر آتے ہیں اس بابرکت شہر کو چار خلفائے احمدیت کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے۔ ربوہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان میں سب سے پہلی پیدائش ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی 15/ستمبر 1950ء کو ہوئی۔

## لٹریچر کی وسیع اشاعت

(دین حق) کی عالمگیر اشاعت کی مہم کو مناسب لٹریچر کی وسیع اشاعت سے بڑی تقویت پہنچ رہی ہے۔ حضور کی ہدایت کے تحت جماعت کی طرف سے دنیا کی مختلف زبانوں میں لٹریچر شائع کیا جاتا رہا۔ اس ضمن میں سرفہرست قرآن مجید کے متعدد زبانوں میں تراجم ہیں۔

قرآن مجید کے علاوہ انگریزی میں تفسیر القرآن پر مشتمل تین جلدیں بھی شائع ہوئیں۔ علاوہ ازیں حضرت

خلیفۃ المسیح الثانی کا ''دیباچہ تفسیر القرآن'' اور بعض دیگر تصانیف مختلف مشنوں کی طرف سے متعدد زبانوں میں شائع ہوئیں۔

جہاں تک حدیث کا تعلق ہے ''مقامات النساء'' ''چالیس جواہر پارے'' وغیرہ کے تراجم شائع ہوئے۔

اسی طرح تاریخ وسیرت میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام کی لائف پر کتب بھی چھپیں۔ اس کے علاوہ عیسائیوں اور دوسرے مخالفین کی طرف سے (دین حق) پر کئے جانے والے اعتراضات کا کافی وشافی جواب دیا جاتا رہا۔

## پریس کی مضبوطی

موجودہ دور میں پریس نشرواشاعت کا ایک بہت بڑا ہتھیار ہے۔ خلافت ثانیہ کے دور میں جماعتی پریس نے بھی ترقی کی۔ متعدد اخبارات ورسائل وقتاً فوقتاً حق کی نشرواشاعت میں حصہ لیتے رہے ہیں اور لے رہے ہیں۔ ''الفضل'' کی خدمات سب سے نمایاں ہیں جسے خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جاری فرمایا اور ترقی دی۔ مرکز سے دور خلافت ثانیہ میں انگریزی، عربی اور اُردو زبان میں نصف درجن ماہانہ رسائل اور چار سہ ماہی جرائد شائع ہوتے رہے۔ پاکستان کے علاوہ بیرونی مشنوں کے ذریعے انگریزی، جرمن، سویڈش، ڈچ، فرنچ، عربی، انڈونیشین، برمی، تامل وغیرہ زبانوں میں اخبارات اور رسائل شائع ہوتے رہے۔ جن میں (دین حق) کی تعلیمات اور ان کی خصوصیات پر روشنی ڈالی جاتی رہی۔ نیز (دین حق) کے خلاف پھیلائے گئے وساوس کا ازالہ بھی ہوتا رہا۔

## جماعت کی علمی ترقی کے لئے جدوجہد

### i۔ جامعہ احمدیہ کا قیام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو جماعت کی علمی ترقی سے گہری دلچسپی تھی۔ منصب خلافت پر فائز ہونے سے قبل ہی آپ نے جماعت کے تعلیمی معاملات میں گہری دلچسپی لینا شروع کر دی تھی۔ مثلاً دینی تعلیم دینے والے مدرسہ کے اجرا کی تجویز پیش ہونے پر بعض اصحاب نے تعلیم الاسلام ہائی سکول کو ختم کرنا چاہا لیکن حضور نے اس کی پُر زور مخالفت کی اور سکول ٹوٹنے سے بچالیا۔ اسی طرح 1909ء میں مدرسہ احمدیہ کے اجرا کے موقع پر جماعت کے بعض سرکردہ افراد کی مخالفت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور آپ کی ان کوششوں کی بدولت بالآخر یہ مدرسہ جاری ہوگیا۔ کچھ عرصہ آپ کو اس مدرسہ کے ناظم اعلیٰ کے طور پر بھی نمایاں خدمات بجالانے کا موقع ملا جن کی بدولت مدرسہ احمدیہ مضبوط بنیادوں پر قائم ہوگیا۔

حضور نے مدرسہ احمدیہ کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لئے ایک اہم خدمت یہ بھی سرانجام دی کہ 1912ء کے آغاز میں آپ نے اپنے خرچ پر ہندوستان کا طویل دورہ کر کے مشہور دینی مدارس دیوبند، سہارنپور، ندوہ وغیرہ مقامات پر جاکر دیکھے اور اس معلومات افزاء پُر تجارب سفر سے واپس تشریف لاکر مدرسہ احمدیہ میں بعض





اہم اصلاحات فرمائیں۔ پھر اسی سال آپ نے سفر حج کے دوران بلادِ عربیہ کے مدارس کے نظام تعلیم کا بھی مطالعہ کیا۔ 1914ء میں جب آپ مسند خلافت پر فائز ہوئے تو مدرسہ احمدیہ کی ترقی کیلئے آپ کی کوششیں مزید تیز ہوگئیں۔ 20رمئی 1928ء میں اسے ترقی دے کر جامعہ احمدیہ کا نام دے دیا گیا۔ مدرسہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد طالب علم جامعہ احمدیہ میں داخل ہوتا تھا۔ 1949ء میں حضرت مصلح موعود نے جامعۃ المبشرین کا آغاز فرمایا۔ جامعہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جو طلبہ اپنی زندگی وقف کرتے وہ اس میں مزید دو سال تعلیم حاصل کرتے تھے۔ بالآخر جامعۃ المبشرین بھی جولائی 1957ء میں جامعہ احمدیہ میں مدغم کر دیا گیا۔ آج دورِ خلافت خامسہ میں جامعہ احمدیہ پوری شان وشوکت کے ساتھ ترقی کی راہوں کی منازل طے کرتا ہوا دین حق کی اشاعت کے لئے قیمتی وجود مہیا کر رہا ہے۔

### ii۔ خواتین کی علمی ترقی

خواتین جماعت کی گاڑی کا ایک اہم پہیہ ہیں۔ ان کی آغوش تربیت سے جماعت کے مستقبل کے سپوتوں نے پل کر نکلنا ہے۔ اسی وجہ سے حضور نے خواتین کی تعلیمی اور تربیتی ترقی کی طرف خاص طور پر توجہ مرکوز فرمائی۔ اس غرض کیلئے 1922ء میں حضور نے ''لجنہ اماءاللہ'' کا اجرا فرمایا 1925ء میں ''دار مسیح موعود'' میں احمدی مستورات و خواتین کے لئے ''مدرسہ خواتین'' جاری فرمایا۔ پھر 1929ء میں قادیان میں ''نصرت گرلز ہائی سکول'' کا اجرا ہوا۔ قادیان سے ہجرت کے بعد فوری طور پر رتن باغ لاہور میں نصرت گرلز سکول قائم ہوا اور پھر 25راپریل 1949ء کو یہ سکول ربوہ منتقل کر دیا گیا۔ ربوہ میں کھلنے والا یہ پہلا سکول تھا جو بیرکوں میں شروع ہوا۔ 1955ء میں یہ سکول اپنی مستقل عمارت میں منتقل ہوا۔

1951ء میں ربوہ میں حضور کی ہدایات کے مطابق ''جامعہ نصرت'' (گرلز کالج) قائم ہوا۔ اس کالج نے خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے احمدی خواتین کو دینی ماحول میں اعلیٰ تعلیم کے حصول میں بڑی مدد دی ہے۔ مستورات کی علمی اور تربیتی ترقی حضور کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ 1973ء سے یہ ادارے گورنمنٹ کی تحویل میں چلے گئے ہیں۔

### iii۔ نوجوانوں کے لیے تعلیمی اداروں کا قیام

مروجہ علوم کی تدریس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا اہتمام جماعت احمدیہ کے تعلیمی اداروں کی ایک خاص خصوصیت ہے جس کی اغیار نے بھی تعریف کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں تعلیم الاسلام سکول اور دوسال تک تعلیم الاسلام کالج بھی جاری رہا۔ اس کے بعد کالج جاری نہ رہ سکا۔

سکول کی ہمہ گیر ترقی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے گہری ذاتی دلچسپی لی اور جب تحریک جدید کے بورڈنگ ہاؤس کا قیام عمل میں آیا تو حضور کے گہرے تعلق میں اور بھی

مضبوطی پیدا ہوئی۔ حضور سکول میں بکثرت تشریف لا کر طلبہ اور اساتذہ کو نصائح فرماتے اور مفید مشوروں سے نوازتے۔ لیکن ابھی تک جماعت کا اپنا کالج نہ تھا۔

قادیان میں 1944ء میں حضور کی توجہ سے تعلیم الاسلام کالج بھی قائم ہوگیا۔ جو جماعت کی علمی ترقی کی تاریخ میں سنگ میل ثابت ہوا۔ ہجرت کے بعد چھ سات سال لاہور رہنے کے بعد 1954ء میں ربوہ منتقل ہوا۔

حضور نے اپنے دور خلافت میں اس پہلو کی طرف خاص توجہ رکھی کہ زیادہ سے زیادہ تعلیمی ادارے مختلف مقامات پر کھولے جائیں۔ چنانچہ پاکستان اور بیرونِ پاکستان جماعت احمدیہ کے زیر انتظام متعدد تعلیمی ادارے بنی نوع انسان کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ دور خلافت ثانیہ میں پاکستان میں متعدد تعلیمی ادارے کام کر رہے تھے جو 1973ء میں گورنمنٹ کی تحویل میں چلے گئے۔ اب ان کا انتظام وانصرام گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے۔

## تقویم ہجری شمسی

''ہجری شمسی تقویم'' کا اجرا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ایک اور اہم کارنامہ ہے۔ 1939ء میں آپ نے ہجری شمسی تقویم کو مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر فرمائی تھی اور ممبران کمیٹی کو ارشاد فرمایا تھا کہ ہجری شمسی کیلنڈر کا ڈھانچہ اس طرح تیار کریں کہ اس میں عیسوی کیلنڈر بھی شامل ہو۔ حضور نے کمیٹی کی آراء کو ملاحظہ فرما کر ہجری شمسی سال کا آغاز فرمایا۔ جس میں مہینوں اور دنوں کی تقسیم عیسوی کیلنڈر کے مطابق تھی مگر مہینوں کے ناموں میں تبدیلی فرمائی۔ (صلح، تبلیغ، امان، شہادت، ہجرت، احسان، وفا، ظہور، تبوک، اخاء، نبوت، فتح) سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو 622ء میں ہجرت فرمائی تھی۔ اس واقعہ سے ہجری شمسی سن کا اجرا 622ء سے محسوب کیا گیا۔

## جماعتی پرچم......لوائے احمدیت

تصویری زبان میں علامت کے طور پر جماعتی پرچم کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مجلس مشاورت 1939ء میں جماعتی پرچم کا مسئلہ احباب جماعت کے سامنے رکھا۔ شرعی طور پر اس کا جواز مل گیا۔ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پرچم تیار کروایا تھا۔ چنانچہ جماعتی پرچم کی تیاری کے لئے حضرت میر محمد اسحٰق صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر ہوئی جس نے جھنڈے کے سائز، ڈیزائن، فراہمی چندہ، پول وغیرہ جملہ امور کو غور و فکر کے بعد طے کیا۔ اس جھنڈے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تیاری کے تمام مراحل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت کے مطابق (رفقاء) اور (رفیقات) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سرانجام دیئے۔

جماعتی پرچم سیاہ رنگ کے کپڑے پر مشتمل ہے۔ جس کا طول اٹھارہ فٹ اور عرض نو فٹ ہے۔ اس کے ایک





طرف بدر ہے اور دوسری طرف ہلال۔ درمیان میں منارۃ المسیح کی تصویر ہے۔ اس جھنڈے کے لئے 62 فٹ اونچا آہنی پول تیار کرایا گیا۔

حضور نے پہلی مرتبہ 28/دسمبر 1939ء کو بعد دوپہر 2 بج کر 4 منٹ پر اس پرچم کو جلسۂ خلافت جوبلی میں اپنے دست مبارک سے دعا کے ساتھ فضا میں بلند کر کے لہرایا۔

جماعتی پرچم یعنی 'لوائے احمدیت' کی تیاری تاریخ احمدیت کا ایک نہایت اہم واقعہ ہے۔ اس پرچم کی وجہ قومی عزت، ملی کردار، اور جماعتی اخلاق کو زندہ رکھنے کا احساس افراد کے دلوں میں پیدا کرنا ہوتی ہے۔ قومی جوش وخروش کے لحاظ سے اسے خاص اہمیت حاصل ہے۔

## تحریک شدھی اور فتنۂ ارتداد کا انسداد!

متعصب ہندوؤں نے 1922ء کے بعد کھل کر یہ تحریک چلائی کہ ان مسلمانوں کو جن کے آباء واجداد نے کبھی ماضی میں ہندو دھرم ترک کر کے اسلام قبول کر لیا تھا، واپس ہندو دھرم میں لایا جائے۔ اس غرض کے لئے ملکانہ کے علاقوں میں مسلمان راجپوتوں کو جن کا دینی علم اور مالی حالت دونوں کمزور تھے آریوں نے شدھ کرنا شروع کر دیا۔ ''تبلیغ'' کے علاوہ آریوں نے طرح طرح کے لالچ دیکر یا ڈرا دھمکا کر ان سادہ لوح مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اور روز بروز اس ناپاک مہم میں دلیر ہوتے گئے۔

بعض حساس مسلمانوں نے اس سیل عظیم کی تباہ کاریوں کو محسوس کیا مگر اپنے آپ کو بے بس پا کر آخر انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت اقدس میں التجا کی کہ اس فتنے کا تدارک فرمائیں۔ چنانچہ حضور نے مالی اور جانی قربانی کی ایک مفصل سکیم جماعت کے سامنے رکھی اور افراد جماعت نے اپنے محبوب امام کے ارشاد پر دونوں قسم کی قربانیوں میں اعلیٰ درجے کے ایثار کا مظاہرہ کیا۔ اس فتنے کے انسداد کے لئے قادیان سے جیش روانہ ہوئے جو علماء، اساتذہ، طلبہ، وکلاء، تجار، امراء غرض ہر طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد پر مشتمل تھے۔

12/مارچ 1923ء کو مجاہدین کا پہلا جیش حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے کی قیادت میں حضور نے روانہ فرمایا۔ حضور خود قادیان سے باہر دو میل تک اس لشکر کو الوداع کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے مجاہدین کے متعدد دستے روانہ ہوئے۔ جنہوں نے متاثرہ علاقوں میں نامساعد حالات کے باوجود (دین حق) کی بے لوث خدمات سرانجام دیں اور متاثر ہونے والے مسلمانوں کو دوبارہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل کیا اور اس طرح (دین حق) کی عددی قوت کو گزند پہنچنے سے بچایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے خدام نے دشمن کو بے بس کر دیا اور (دین حق) کا بول بالا ہوا۔ اس کامیابی پر مسلمانان ہند کے رہنماؤں نے اظہار تشکر کیا۔

بطور نمونہ ایک مثال پیش ہے:

سید آغا حیدر صاحب وکیل سہارنپور نے لکھا:

''راقم مرزائی نہیں بلکہ اثناء عشری ہے اور اسی فرقے میں ہمیشہ رہا ہے مرزا صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی۔ ناقل) نے اپنی جماعت سے پچاس ہزار روپیہ اور ایک سو واعظ طلب کئے ایک ماہ کے اندر اندر ایک سو چالیس واعظ اور کثیر رقم جمع ہوگئی۔ قادیانی جماعت کی مساعی حسنہ اس معاملے میں قابل تحسین ہیں۔ دوسری اسلامی جماعتوں کو بھی اسی نقش قدم پر چلنا چاہیے۔'' (اخبار ہمدم 6راپریل 1924ء)

## مسلمانان کشمیر کے حقوق کے لئے آئینی جنگ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ''مصلح موعود'' کی پیشگوئی میں یہ خبر بھی تھی کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اس کی وسیع پیمانے پر ایک جھلک تو اس لحاظ سے نظر آتی ہے کہ دنیا کی اکثر محکوم قوموں نے 1944ء کے بعد آزادی کی نعمت حاصل کی ہے مثلاً پاکستان، بھارت، انڈونیشیا، برما اور افریقہ کے بے شمار ممالک کی آزاد حکومتیں 1944ء کے بعد ہی قائم ہوئی ہیں۔ اس پیشگوئی کا ایک پہلو مظلومین کشمیر کے ساتھ بھی تعلق رکھتا ہے۔ مسلمانان کشمیر اقتصادی، معاشی، سیاسی، تعلیمی اور معاشرتی غرض ہر لحاظ سے پس ماندہ رکھے جارہے تھے ان کا حکومت میں کوئی حصہ نہیں تھا، ریاست میں کوئی اسمبلی نہ تھی، پریس کی آزادی نہ تھی، ملازمتوں میں مسلمانوں کو تناسب کے لحاظ سے حق نہیں ملا تھا۔ فصلوں پر قبضے کے حقوق نہ تھے، تعلیم کی سہولتیں نہ تھیں۔ معاشرتی حالات ناگفتہ بہ تھے اور سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ ان بیماریوں کا کوئی علاج نظر نہیں آتا تھا۔

آخر اس صورت حال پر غور کرنے کے لئے درد مند مسلمان رہنماؤں کا ایک جلسہ 25ر اگست 1931ء کو شملہ میں ہوا۔ جس میں ایک کمیٹی کی تشکیل کی گئی مگر اس کمیٹی کی ناکامی کے خوف سے کوئی اس کی صدارت قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے درخواست کی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ عام مسلمان اسے مذہبی سوال بنالیں گے اور کارکردگی پر اثر پڑنے کا اندیشہ ہے۔ مگر اس کے باوجود ڈاکٹر سر محمد اقبال اور دیگر مسلمان لیڈروں کے اصرار پر حضور نے صدارت قبول کرلی اور اپنے اور اپنی جماعت کے تمام وسائل مسلمانان کشمیر کی بھلائی کے لئے بروئے کار لانے شروع کئے۔ احمدی مربیان، وکلاء، اساتذہ، صحافی اور دیگر افراد پوری طرح اس ''جنگ آزادی'' میں شریک ہوگئے۔ اس فعالیت اور تاثیر سے متاثر ہوکر دوسرے مسلمان بھی اختلاف عقائد کو بالائے طاق رکھ کر تعاون کیلئے آگے بڑھے۔ پریس، ملاقاتیں اور جلسے، غرض تمام ممکن طریقے استعمال کئے گئے۔ 14ر اگست 1931ء کو ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے حضرت امام جماعت احمدیہ کی اپیل پر ''یوم کشمیر'' منایا۔ حضور نے کشمیریوں کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی خاص توجہ فرمائی۔ جماعت احمدیہ میں ''کشمیر فنڈ'' جاری فرمایا جس





کی آمدنی اسی مقصد کیلئے خرچ کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے ''آل انڈیا کشمیر کمیٹی'' (جس میں سر اقبال، خواجہ حسن نظامی، غلام رسول مہر، شیخ رحیم بخش، ملک برکت علی، عبد المجید سالک ایڈیٹر ''انقلاب'' وغیرہ مسلمانوں کے لیڈروں نے سرگرم تعاون کا مظاہرہ کیا) کے تحت حضور کی کوششوں کے طفیل کشمیریوں کو بنیادی حقوق مل گئے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے اس جنگ آزادی کا (جو 32-1931ء میں پورے زوروں پر تھی) مندرجہ ذیل الفاظ میں نقشہ کھینچا ہے آپ اپنی کتاب ''سلسلہ احمدیہ'' میں فرماتے ہیں۔

''نتیجہ یہ ہوا کہ ایک نہایت قلیل عرصہ کی جنگ کے بعد ہاں اتنا قلیل عرصہ جو قوموں کی زندگی میں ایک سانس کی بھی حیثیت نہیں رکھتا نہ صرف ریاست نے بلکہ ایک طرح سے حکومت انگریزی نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور کشمیر کا صدیوں کا غلام آنکھیں کھول کر آزادی کی ہوا کھانے لگا۔ اہل کشمیر کو اسمبلی ملی، پریس کی آزادی ملی، مسلمانوں کو ملازمتوں میں برابر کے حقوق ملے، فصلوں پر قبضہ ملا، اور تعلیم کی سہولتیں ملیں۔ جو بات نہیں ملی، اس کے ملنے کا رستہ کھل گیا۔ اہل کشمیر نے پبلک جلسوں میں ''امام جماعت احمدیہ زندہ باد'' اور ''صدر کشمیر کمیٹی زندہ باد'' کے فلک بوس نعرے لگائے اور اپنی عقیدت اور شکر گزاری کے پھول آپ کے قدموں پر لاکر رکھے۔ اس وقت آپ کشمیر اور پنجاب کے تسلیم شدہ ہیرو تھے۔''

(سلسلہ احمدیہ مطبوعہ 1939ء صفحہ 409)

اس کے بعد وہی کچھ ہوا جس کا حضرت خلیفۃ المسیح کو خدشہ تھا۔ احرار اس مقبولیت کو برداشت نہ کر سکے اور اسے ایک مذہبی مسئلہ بنا کر ڈاکٹر اقبال وغیرہ کو مشتعل کر دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے 1933ء میں اس کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ کچھ عرصہ تک ڈاکٹر اقبال نے اس کمیٹی کے کام کو چلایا مگر یہ اپنی موت مرگئی لیکن حضور نے غلام رسول مہر، سید حبیب وغیرہ مسلمان رہنماؤں کے مشورے پر اہل کشمیر کی امداد کے لئے ''آل انڈیا کشمیر ایسوسی ایشن'' کی بنیاد ڈالی۔ جس نے مزید خدمات کا سلسلہ جاری رکھا۔

## قیام پاکستان کے لئے جدوجہد

**آزادیٔ ہند کا وعدہ:** پہلی جنگ عظیم کے دوران 1917ء میں ہندوستانیوں کی بے چینی اور اضطراب کو دیکھ کر وزیر ہند مسٹر مانٹیگو نے ہندوستان کے مستقبل کے بارے میں مندرجہ ذیل بیان دیا تھا۔

''حکومت کا منشاء ہندوستانیوں کو انتظام حکومت میں شریک کرنا ہی نہیں بلکہ منتہائے مقصود یہ ہے کہ وہ حکومت خود اختیار کے قابل ہوجائیں اور یہ کہ ملک کا تمام انتظام ہندوستانیوں کو سونپ دیا جائے گا۔ مگر ہندوستان کا برطانیہ سے تعلق قائم رہے گا۔''

(اعلان وزیر ہند 20راگست 1917ء)

چنانچہ اس سکیم کے بعد اس سلسلہ میں تدریجاً اصلاحات ہوتی گئیں اور اہل ہند کو آہستہ آہستہ حقوق ملتے گئے مگر ساتھ ساتھ بے چینی بھی بڑھتی گئی۔ کئی مرتبہ صورت حال تشویش ناک ہو جاتی رہی۔ حتیٰ کہ دوسری جنگ عظیم کے دوران کانگریس نے ''ہندوستان چھوڑ دو'' یعنی Quit انڈیا کی تحریک بڑی شدت سے چلائی اور حکومت برطانیہ نے جنگ کے آخر تک ہندوستان کو ڈومینین سٹیٹس دینے کا اعلان بھی کر دیا۔

## کانگریس کا رویہ

اس دور میں کانگریس کو آٹھ صوبوں میں اقتدار مل گیا مگر کانگریسیوں نے مسلمانوں اور ان کے تہذیب و تمدن کو بالکل نابود کرنے کی سکیمیں تیار کرنا شروع کر دیں۔ قائداعظم مرحوم پہلے ہی کانگریس سے بدظن ہو چکے تھے اور ''رام راج'' کے ناپاک منصوبوں کی حقیقت ان پر ظاہر ہو چکی تھی بہر حال اس رویے کے خلاف مسلم لیگ نے شدید احتجاج کیا اور ردعمل کے طور پر لاہور میں اپنے اجلاس میں 1940ء کو قیام پاکستان کا ریزولیوشن پاس کیا۔ گورنمنٹ اور کانگریس دونوں نے اس ریزولیوشن کو سخت ناپسند کیا۔ اسی طرح ''اسلام کے غمخوار اور ملت کے فدائی احرار'' نے بھی اپنے آقاؤں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نظریہ پاکستان کی مخالفت کی۔ چنانچہ مسلم لیگ اور مسلمانوں کے اس وطن کے خلاف نفرت پھیلانے کی مہم میں احراری پیش پیش رہے۔

لیکن اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جماعت کو مسلم لیگ اور قائداعظم کی پورے جوش و خروش سے امداد کرنے کی تلقین فرمائی اور خود بھی تمام وسائل کے ساتھ مسلمانوں کی اس عظیم جد و جہد میں شریک ہوئے حضور نے 21؍اکتوبر 1945ء کو پُر زور الفاظ میں افراد جماعت کو تلقین فرمائی کہ وہ انتخابات میں مسلم لیگ کے نمائندوں کو ووٹ دیں اور ان کی ہر طرح مدد کریں اور مسلم لیگ کی پالیسیوں کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ آپ نے فرمایا۔

''آئندہ انتخابات میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہیے تا کہ انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلاخوفِ تردید کانگرس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے اگر ہم اور مسلمانوں کی دوسری جماعتیں ایسا نہ کریں گی تو مسلمانوں کی سیاسی حالت کمزور ہو جائیگی اور ہندوستان کے آئندہ نظام میں ان کی آواز بے اثر ثابت ہوگی اور ایسا سیاسی اور اقتصادی دھکا مسلمانوں کو لگے گا کہ اور چالیس پچاس سال تک ان کا سنبھالنا مشکل ہو جائے گا...... پس میں اس اعلان کے ذریعے تمام صوبہ جات کے احمدیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر پورے زور اور قوت کے ساتھ آئندہ انتخابات میں مسلم لیگ کی مدد کریں۔''

(بحوالہ تاریخ مسلم لیگ از رئیس احمد جعفری صفحہ 453)

آخر میں رئیس احمد جعفری کے اس بیان کو پیش کرنا ضروری ہے جس میں انہوں نے قیام پاکستان کے سلسلہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی گراں قدر مساعی کا





اعتراف کیا ہے آپ نے اپنی کتاب تاریخ مسلم لیگ (یا حیات محمد علی جناح) میں ''اصحاب قادیان اور پاکستان'' ایک پورا باب لکھا ہے اس باب کے آخر میں مولانا جعفری رقمطراز ہیں۔

''مسلم قوم کی مرکزیت پاکستان یعنی ایک آزاد اسلامی حکومت کے قیام کی تائید۔ مسلمانوں کے یاس انگیز مستقبل پر تشویش۔ عامۃ المسلمین کی صلاح و فلاح، نجاح و مرام کی کامیابی۔ تفریق بین المسلمین کے خلاف برہمی اور غصہ کا اظہار کون کر رہا ہے؟ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور جماعت حزب اللہ کا داعی اور امام الہند؟ نہیں۔ پھر کیا جانشین شیخ الہند اور دیوبند کا شیخ الحدیث؟ وہ بھی نہیں؟ پھر کون ہے؟ وہ لوگ جن کے خلاف کفر کے فتووں کا پشتارا موجود ہے۔ جن کی نا مسلمانی کا چرچا گھر گھر ہے جن کے ایمان اور عقیدہ مشکوک مشتبہ اور محل نظر ہے کیا خوب کہا ہے ایک شاعر نے ؎

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندان کدہ خوار ہوئے''

(صفحہ 453،454)

## فرقان فورس۔ آزادیٔ کشمیر کے لئے

1948ء میں بھارت نے کشمیری مسلمانوں کے حق آزادی کو سلب کر کے کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ آزادی کشمیر کیلئے مسلمانوں نے جدوجہد شروع کی تو حضور نے جماعت کے جوانوں کو محاذ پر بھیج کر سر دھڑ کی بازی لگانے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ رتن باغ لاہور میں فرقان بٹالین کا کیمپ قائم ہوا۔ جس نے جولائی 1948ء میں کشمیر میں محاذ جنگ پر اپنی خدمات پیش کر دیں۔ جماعت کے مجاہدین جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے نونہال بھی شامل تھے۔ اس معرکے میں داد شجاعت دیتے رہے۔ کئی جانبازوں نے وطن عزیز کی حفاظت کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ افواج پاکستان کے کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے فرقان بٹالین کی گراں قدر خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ احمدیوں نے ایک انچ زمین بھی دشمن کے پاس نہیں جانے دی۔

فرقان بٹالین کا قیام اور اس کی مجاہدانہ خدمات خلافت ثانیہ کا ایک اہم کارنامہ ہیں۔

## استحکام پاکستان کیلئے جدوجہد

**مفید مشورے**: جب کانگرس اور بعض پاکستان دشمن مسلم گروہوں مثلاً احرار اور جماعت اسلامی کی کوششوں کے باوجود پاکستان معرض وجود میں آگیا تو اب اس مملکت خداداد کی سالمیت اور استحکام ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ حضور نے لاہور پہنچ کر اولین فرصت میں پاکستان کے استحکام اور سالمیت کے متعلق لیکچروں کا سلسلہ شروع فرمایا جس میں حضور نے حکومت اور ارباب اختیار کے سامنے وہ تجاویز پیش فرمائیں جن پر عمل پیرا ہو کر یہ نوزائیدہ مملکت دنیا میں اپنا مقام پیدا کر سکتی ہے۔ لاء کالج ہال لاہور میں حضور نے اپنے چھ لیکچروں میں

استحکام پاکستان کے تقریباً تمام پہلوؤں پر بھرپور روشنی ڈالی۔ ملک کے بعض ذی علم اور نامور اصحاب نے ان جلسوں کی صدارت کی اور حضور کے لیکچروں پر نہایت شاندار خراج تحسین پیش کیا مثلاً ملک فیروز خان نون سابق وزیراعظم پاکستان نے کہا:

''حضرت صاحب کے دماغ کے اندر علم کا ایک سمندر موجزن ہے انہوں نے تھوڑے وقت میں بہت کچھ بتایا ہے اور نہایت فاضلانہ طریق سے مضمون پر روشنی ڈالی ہے۔'' (الفضل 9دسمبر 1947ء)

ڈاکٹر ملک عمر حیات صاحب وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی نے کہا:

''حضرت مرزا صاحب کی تقریر اتنی پُر از معلومات اور جامع تھی کہ ہم نے اول سے آخر تک یکساں دلچسپی سے سنی۔'' (الفضل 14دسمبر 1947ء)

جناب شیخ عبدالقادر صاحب نے اپنے صدارتی ریمارکس میں فرمایا:

''حضرت مرزا صاحب کے پُر مغز اور پُر از معلومات لیکچروں کا اصل منشاء یہی ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ کو اس اہم موضوع پر غور و فکر کرنے کی طرف توجہ ہو اور انہیں معلوم ہو کہ ہمارے سامنے بہت سی مشکلات ہیں۔ لیکن اگر ہم استقلال کے ساتھ ان مشکلات پر قابو پانے کی کوشش کریں گے اور کام کرتے چلے جائیں گے تو یقیناً ہم اپنی منزل کو پالیں گے۔ حضرت مرزا صاحب نے ان لیکچروں کے ذریعے ہمارے تعلیم یافتہ طبقے کی بہت بڑی خدمت کی ہے ہم سب دل سے ان کے ممنون ہیں۔''

(الفضل 11جنوری 1948ء)

آخری لیکچر کے اختتام پر شیخ عبدالقادر صاحب نے فرمایا:

''حضرات! میں سمجھتا ہوں کہ میں آپ سب کے دل کی بات کہہ رہا ہوں جب کہ میں آپ سب کی طرف سے حضرت مرزا صاحب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نہ صرف آج کے لیکچر کے لئے بلکہ گزشتہ پانچ لیکچروں کے لئے بھی جن میں بیشمار اہم معاملات اور مسائل کے متعلق نہایت مفید اور ضروری باتیں آپ نے بیان فرمائی ہیں۔ میں فاضل مقرر سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر ان لیکچروں کو کتاب کی شکل میں شائع کر دیا جائے تو پبلک آپ کی بہت ممنون ہوگی۔'' (الفضل 18جنوری 1948ء)

ان لیکچروں کے علاوہ حضور نے کراچی، راولپنڈی، جہلم اور پشاور غرض اہم مقامات پر پاکستان کے استحکام اور آئین کے موضوعات پر لیکچر دیئے اس کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی آپ کے بھیجے ہوئے مشنریوں نے پاکستان کا پروپیگنڈا کیا۔ بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ جماعت احمدیہ کے مربیان نے حضور کی ہدایات کے پیش نظر دنیا کے اکثر ممالک میں پاکستان کا تعارف کرایا اور سفارت خانوں کے قیام سے قبل مملکت خداداد کا پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ انڈونیشیا میں جب صدر ایوب دورے پر تشریف لے گئے تو انہیں وہ لٹریچر بھی دکھایا گیا جو احمدیہ مشن نے پاکستان کو متعارف کرانے کے لئے تیار





کیا تھا۔ یہ صرف انڈونیشیا ہی کی بات نہیں۔ یورپ، امریکہ اور افریقہ کے اکثر علاقوں میں پاکستان کے تعارف کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں احمدی مشنریوں نے نمایاں کام کیا ہے۔

## آفات وحوادث میں مصیبت زدگان کی مدد

اجتماعی رنگ میں خلافت ثانیہ میں جماعت کو بے لوث خدمت خلق کی بے نظیر مثالیں قائم کرنے کی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے توفیق ملی ہے۔ یہ مضمون خدمت خلق کی ان تمام کارگزاریوں کی تفصیل میں جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ صرف چند واقعات کی طرف اشارہ ہی کیا جاسکے گا۔

1918ء میں دنیا کے اکثر ممالک میں انفلوئنزہ کی جان لیوا وباء پھیل گئی۔ ہندوستان بھی اس لہر کی لپیٹ میں آگیا اور ہزاروں انسان لقمۂ اجل بن گئے اس وقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جماعت کے ڈاکٹروں اور طبیبوں اور دیگر افراد کو حکم دیا کہ وہ خلق خدا کی بے لوث خدمت میں مصروف ہو جائیں۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق خدا کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔

1927ء کے پہلے ہفتے میں لاہور میں خوفناک ہندو مسلم فسادات پھوٹ پڑے اور تین دن تک بے کس مسلمانوں پر لرزہ خیز ستم توڑے گئے۔ حضور نے ان ناگفتہ بہ حالات میں حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحب گوہر اور حضرت مفتی محمد صادق کو قیام امن اور خدمت خلق، امداد مظلومین اور مسلمانوں کی قانونی امداد کیلئے بھجوایا۔ نیز احمدی ڈاکٹروں کے ذریعہ زخمیوں کے علاج معالجہ میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس بے لوث خدمت خلق پر تبصرہ کرتے ہوئے لاہور کے ہفت روزہ ''ترجمان'' نے اپنی 6جون 1927ء کی اشاعت میں لکھا

''مرزائی ...... نے وسیع پیمانے پر لاہور کے مصیبت زدہ مسلمانوں کو ہر صورت میں یعنی، قانونی اور نقدی کی امداد بہم پہنچانا شروع کردی ہے۔''

اسی طرح 1934ء میں بہار کے حوادث کے موقع پر بھی حضور کی ہدایات کی روشنی میں جماعت نے مصیبت زدگان کی بے لوث مدد کی۔ پھر 1940ء میں مصیبت زدگان ترکی کی امداد کیلئے بھرپور کوشش کی گئی۔

تقسیم ملک کے موقع پر جب 1947ء میں مشرقی (پنجاب) میں بے کس مسلمانوں کے خلاف قتل و غارت کی جو وحشت ناک مہم چلائی گئی تو بیشمار مظلوم مسلمان قادیان میں پناہ گزیں ہوئے جہاں ہر طرح سے ان کی خدمت اور حفاظت کی بے لوث کوششیں کی گئیں جس کا مسلمان پریس نے فراخدلی سے اعتراف کیا۔

اس کے علاوہ دیگر آسمانی حوادث اور آفات زلزلہ، سیلاب اور وبا وغیرہ کے موقع پر ہمیشہ جماعت احمدیہ مصیبت زدگان کی مدد کے لئے آگے آتی رہی۔

(ماہنامہ خالد دسمبر 1964ء)

*****

# ابن احمد کس قدر ذی شان ہے تیرا وجود

(مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب)

میری سب سے پہلی یاد مجھے اس زمانہ میں لے جاتی ہے جب میں حضور کو حضرت اماں جان کے صحن سے نماز پڑھانے (بیت الذکر) جاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ نماز سے واپسی پر آپ اپنا کچھ وقت خاص طور پر مغرب کی نماز کے بعد حضرت اماں جان کی صحبت میں گزارتے اور ان عزیزوں سے بھی گفتگو فرماتے جو وہاں موجود ہوتے۔ کئی مرتبہ خاص طور پر سردیوں کے موسم میں آپ پہلے بیت الدعا میں سنتیں ادا فرماتے۔ ان موقعوں پر آپ صحن یا اگر موسم زیادہ خنک ہو تو حضرت اماں جان کے کمرے میں ٹہلتے رہتے اور بعض مرتبہ حضرت ابا جان یا پھر حضرت میر محمد اسماعیل صاحب جو اپنی ہمشیرہ حضرت اماں جان سے ملنے تشریف لائے ہوتے، کے ساتھ جماعتی امور پر تبادلہ خیال فرماتے۔ آپ بچوں سے بھی گفتگو فرماتے مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا قرآن مجید حکمت و دانش کا سمندر ہے تم بچوں کو اس کے مطالعہ اور اس پر غور کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے تا تم اس سے حکمت کے موتی نکال سکو۔ اگر تم ابھی بالغ نظری کی عمر تک نہیں بھی پہنچے تو کم از کم سیپیاں ہی نکالنے کی اہلیت پیدا کرلو۔

## آپ کی قرآن مجید سے محبت

آپ کی قرآن مجید سے محبت اور لگاؤ بہت گہرا اور دائمی تھا ہفتہ کے روز آپ مستورات میں درس دیتے وہ نظارہ ابھی بھی میری نظروں کے سامنے گھومتا ہے کہ آپ حضرت اماں جان کے گھر کے برآمدہ میں کھڑے ہیں اور مستورات سامنے صحن، برآمدہ اور ملحقہ کمروں میں بیٹھی ہیں ان دنوں میں بہت تھوڑی تعداد ہوتی تھی۔ نیز آپ مردوں میں بھی درس قرآن دیتے جس میں بچے بھی شریک ہوتے۔ ایک مرتبہ آپ نے (بیت) اقصیٰ میں درس دیا جس میں نہ صرف قادیان بلکہ باہر سے بھی دوستوں نے شرکت کی۔ یہ درس کئی ہفتے جاری رہا اور روزانہ کئی کئی گھنٹوں پر پھیلا ہوتا۔...... میری جب حضرت مصلح موعود کی بیٹی سے شادی ہوئی تو ہم نے گرمیوں کی چھٹیاں آپ کے ساتھ دھرمسالہ میں گزاریں۔ حضور نے خود تجویز فرمایا کہ وہ قرآن مجید کے مطالب کے بارہ میں مجمع میں درس دیا کریں گے۔ میں اس پرائیویٹ درس کے نوٹ لیا کرتا تھا۔ آپ کی تفسیر کبیر اور تفسیر صغیر جو کئی جلدوں پر مشتمل ہیں آپ کی قرآن مجید سے بے پناہ محبت کا مینار ہیں۔ جن میں قرآن کے بے مثل معارف اور ابدی پیغام کو انتہائی خوبصورت اور اچھوتے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس تفسیر کا بیشتر حصہ اس زمانہ میں لکھا گیا جب آپ کی صحت بہت کمزور تھی۔ مجھے وہ دن بھی

اچھی طرح یاد ہیں جب حضور جابہ کے مقام پر میدانوں کی شدید گرمی سے بچنے کے لئے تشریف لے جاتے اور یہاں گھنٹوں تفسیر کی تیاری میں صرف فرماتے۔

## دعا کی قوت پر کامل یقین

آپ کے کردار کا ایک اور نمایاں پہلو دعا پر کامل یقین اور اعتماد تھا۔ جب بھی جماعت پر کوئی ابتلا آتا تو آپ بیت الدعا میں گھنٹوں دعا میں صرف فرماتے۔ میں نے ہجرت کے موقع پر کئی مرتبہ دیکھا کہ آپ جب بیت الدعا سے باہر تشریف لاتے تو آپ کی آنکھیں سرخ اور متورم ہوتیں۔......

ایک اور واقعہ جس کا آج تک میرے دل ودماغ پر گہرا اثر ہے اور مجھے اس طرح لگتا ہے جس طرح کل کا واقعہ ہو کہ میں رات کو اپنے قادیان والے گھر کے باہر والے مردانہ حصہ کے صحن میں سویا ہوا تھا۔ گرمیوں کا موسم تھا کہ میری آنکھ دردناک دل ہلا دینے والی کرب میں ڈوبی ہوئی آواز سے کھل گئی اور مجھے خوف محسوس ہوا۔ جب میں نیند سے پوری طرح بیدار ہوا تو مجھے احساس ہوا کہ حضرت مصلح موعود تہجد کی نماز جو آپ حضرت ام ناصر والے مکان کے اوپر والے صحن میں ادا فرما رہے تھے جس کی دیوار ہمارے گھر سے ملحقہ تھی، کی دردناک دعاؤں کی آواز تھی۔ میں نے غور سے سننے کی کوشش کی تو آپ بار بار اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کو اتنے گداز سے پڑھ رہے تھے کہ یوں معلوم دیتا تھا کہ ہانڈی ابل رہی ہو اور مجھے یوں لگا کہ آپ نے اس دعا کو اتنی مرتبہ پڑھا جیسے کبھی ختم نہ ہوگی اس رات کی یاد مجھے جب تک زندہ ہوں کبھی نہ بھولے گی۔

## آپ کی جماعت سے گہری محبت

آپ کو جماعت سے بے پایاں محبت تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب بھی قادیان سے کوئی قافلہ پاکستان کیلئے روانہ ہوتا تو آپ حمائل شریف لے کر برآمدہ میں اس وقت تک ٹہلتے ہوئے تلاوت فرماتے رہتے جب تک اس قافلہ کی حفاظت سے سرحد پار کرنے کی اطلاع نہ آجاتی۔ ان مواقع پر آپ مسلسل دعا کرتے رہتے۔ یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ جب بھی جماعت کسی ابتلا کے دور میں سے گزر رہی ہوتی تو آپ بستر پر سونا ترک کر کے فرش پر سوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آزمائش کے بادل چھٹنے کا اشارہ ملتا کہ چلو جا کر بستر پر آرام کرو۔

ایک اور بات جس نے مجھ پر انمٹ نقوش چھوڑے یہ کہ میری شادی کے تھوڑے عرصہ بعد ہی جب میں ملتان میں بطور اسسٹنٹ کمشنر متعین تھا اور اپنی بیوی کے ماموں کرنل سید حبیب اللہ شاہ صاحب کے ہاں عارضی طور پر مقیم تھا جو وہاں سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل تھے تو حضور نے سندھ جاتے ہوئے وہاں ایک روز قیام فرمایا۔ آپ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئے اور ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا اور فرمایا کہ دیکھو تم آئی سی ایس ہو اور تمہیں اعلیٰ طبقہ سے ملاقات کے بہت مواقع ملیں گے لیکن یہ بات تمہیں ہرگز غرباء اور کمزور لوگوں کی ہر طرح سے مدد کرنے سے کبھی باز نہ رکھے۔ آپ نے فرنیچر کی طرف





اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا فرنیچر جو غریبوں سے ملاقات میں روک بنے، رکھنے کے قابل نہیں جس طرح ہر غریب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے بلا امتیاز کھلے رہتے تھے۔ یہی وہ سنت ہے جسے اپنانا چاہیے۔ آپ کی آواز بھرائی ہوئی تھی اور آپ کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ میری حالت کا اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے آپ کو کبھی اتنی جذباتی حالت میں نہیں دیکھا۔

دوسری چیز جس نے مجھ پر بہت گہرا تاثر چھوڑا وہ (دین حق) اور جماعت کی خدمت کا جذبہ تھا۔ میں آج بھی آپ کو فرش پر بیٹھے، چاکلیٹ رنگ کا دھسہ اوڑھے کوئی درجن بھر موم بتیوں جو ایک بکس پر جلا کر رکھی ہوئی تھیں کہ جلو میں پڑھتے یا لکھتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ آپ کا گلا بہت حساس تھا اور مٹی کے تیل کے دھوئیں سے فوراً متاثر ہو جاتا تھا اور ان دنوں قادیان میں ابھی بجلی نہیں آئی تھی اس لئے موم بتیوں کا ہی استعمال فرماتے تھے۔

قادیان میں بجلی اغلباً 1930ء کے اوائل میں آئی تھی۔ اس سے پہلے کے عرصہ میں کام کا بوجھ زیادہ شدید نوعیت کا ہوتا تھا۔ میں نے کئی مرتبہ جب جماعت کسی سخت دور سے گزر رہی ہوتی آپ کو ساری ساری رات بغیر ایک منٹ آرام کئے دیکھا اور آپ کام کرتے کرتے اٹھ کر صبح کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ آپ کبھی کبھی لکھے ہوئے مسودات یا تحریریں حضرت ابا جان (حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے۔ ناقل) کو ترجمہ کی غرض سے اور بعض دفعہ ان کے بارہ میں رائے دریافت کرنے کے لئے بھجواتے اور ہم لڑکے انہیں ادھر سے ادھر لے جانے کی ڈیوٹی ادا کرتے۔

## حضرت اماں جان کی تعظیم

آپ کو حضرت اماں جان سے بہت گہرا لگاؤ تھا۔ اپنے سفروں پر اکثر انہیں ساتھ لے جاتے حضرت اماں جان آپ کو محبت سے ''میاں'' کہہ کر مخاطب ہوتیں۔ جب کبھی بھی حضور سفر کے دوران لیٹ ہوتے تو حضرت اماں جان بڑی گھبراہٹ اور بے چینی کا اظہار فرماتیں۔ میری بیوی بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایسی ہی حالت میں بڑی بیتابی سے حضرت اماں جان حضور کا کسی سفر سے واپسی کا انتظار کر رہی تھیں۔ جب آپ تشریف لے آئے تو اماں جان نے فرمایا ''میں نے تجھے منع نہیں کیا ہوا تھا کہ مغرب کے بعد دیر نہیں کرنی'' حضرت صاحب نے فرمایا ''جی اماں جان'' پھر پوچھا ''پھر کرے گا؟'' حضور نے فرمایا ''نہیں اماں جان'' حضرت اماں جان نے حضور کے جسم کو ایک نرم چھڑی سے تنبیہ کے رنگ میں چھوتے ہوئے فرمایا ''آئندہ کبھی دیر سے مت آنا تمہیں معلوم ہے کہ میری جان پہ بنی رہتی ہے۔'' یہ ایک ماں کا فطری جذبہ تھا جس کا اظہار حضرت اماں جان نے فرمایا ورنہ وہ خود ہر دوسرے احمدی کی طرح حضور کی بڑی عزت فرماتیں۔

جب حضرت اماں جان کی ربوہ میں وفات ہوئی تو حضور کی خواہش تھی کہ انہیں اپنے خاوند حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ میں ان دنوں

لاہور میں متعین تھا۔ حضور کا ارشاد موصول ہوا کہ اس سلسلہ میں انڈین ہائی کمشنر سے رابطہ کیا جائے۔ میری درخواست پر انڈین ہائی کمشنر نے دہلی سے رابطہ کیا اور بتایا کہ ہندوستان کی گورنمنٹ نے خاص کیس کے طور پر اس کی اجازت دے دی ہے لیکن یہ شرط لگائی کہ اس غرض کے لئے 20 سے زائد عزیزوں یا دیگر احباب کو ویزے نہیں دیئے جاسکتے۔ حضرت مصلح موعود نے یہ پیشکش اس وجہ سے مسترد کر دی کہ حضرت اماں جان کی حیثیت کے پیش نظر کم از کم دس ہزار احمدی میت کے ساتھ جانے ضروری ہیں۔

## ایک عظیم خطیب

حضور بہت بلند پایہ مقرر تھے۔ میں نے دنیا میں بہت سفر کیا ہے اور دنیا کے مشہور ترین لیڈروں کو سننے کا موقع ملا ہے مگر میں نے کسی کو بھی خطابت میں حضور کا پاسنگ بھی نہیں پایا۔ آپ کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ آپ اپنے خطاب سے پہاڑوں کو ہلا سکتے تھے۔ اس صداقت پر جماعت کے ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ گواہ ہیں۔ آپ سامعین کو سحرانہ رنگ تک قابو میں رکھتے۔ ہجرت کے فوراً بعد آپ نے مختلف شہروں میں پاکستان کے مختلف مسائل اوران کے حل پر لیکچر دیئے۔ اسلامیہ کالج کے ایک پروفیسر نے جو میرے ایک دوست کے ساتھ بیٹھے تھے بے ساختہ کہا کہ ''حضور کو تو پاکستان کا پرائم منسٹر ہونا چاہیے۔'' ......

## آپ کے التفاتات

میری ساری عمر حضور کے التفات کے سایہ تلے گزری۔ اعلیٰ تعلیم کی غرض سے یورپ کے سفر کے موقع پر حضور نے خط میں بہت سی قیمتی نصائح فرمائیں ان میں سے ایک جس نے مجھ پر بہت گہرا اثر چھوڑا وہ تھی جس میں آپ نے قرآن مجید کی آیت ''اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا'' کہ ''تمام عزتوں کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے'' کا ذکر فرمایا۔......

باوجود انتہائی مصروفیت کے حضور کچھ وقت بچوں اور عزیزوں کے لئے ضرور نکالتے۔ مجھے یاد ہے کہ حضور سردیوں کے ایام میں عشاء کی نماز کے بعد خاندان کے بچوں کو اکٹھا کر کے انہیں کہانیاں سناتے۔ یہ کہانیاں کسی کتاب سے نہ ہوتیں بلکہ آپ انہیں تشکیل دے کر آگے بڑھاتے چلے جاتے۔ ان کہانیوں میں نصائح پنہاں ہوتے۔ جب یہ سلسلہ ختم ہوتا تو بعض چھوٹے بچوں کو جو کہانی سنتے سنتے سو جاتے انہیں خادم اٹھا کر گھر گھر چھوڑ آتے۔

## تفریح کے لمحات

حضور شکار کا شوق رکھتے اور گھر کے افراد اور دوستوں کے ساتھ کھانا پکانے کے مقابلہ میں شرکت فرماتے۔ ایک موقع پر آپ نے جماعت کے دوستوں کی بہت بڑی تعداد کے ساتھ نہر کے ایک پل سے دوسرے پل تک تیرنے کے مقابلہ میں شرکت فرمائی۔ شرط یہ تھی کہ جس کا بھی پاؤں دانستہ یا نادانستہ زمین کو چھو جائے وہ ہاتھ کھڑا کر کے مقابلہ سے علیحدہ ہوتا جائے جب حد مقررہ





کے دوسرے پل پر پہنچے تو آپ کے ساتھ چند دوست ہی باقی رہ گئے تھے۔ ان مواقع پر حضور ایک لمبی نکر پہنا کرتے جو گھٹنوں تک آتی تھی۔......

## وقارِ عمل

جماعت کے ممبران میں امدادی کام اور محنت کی عظمت قائم کرنے کی غرض سے آپ نے وقارِ عمل کے ایام باقاعدہ طور پر منانے کا طریق رائج کیا۔ جس میں. جماعت کے تمام ممبران بلا استثنا عہدہ و امارت اپنے شہروں میں گڑھوں کو پُر کرنا، سڑکوں کی مرمت، محلوں کی صفائی کے کاموں میں شرکت کرتے۔ مجھے اچھی طرح حضور کو خود مٹی سے بھری ہوئی ٹوکریاں اٹھا کر مقررہ جگہ پر ڈالتے ہوئے دیکھنا یاد ہے۔ آپ کی ذاتی مثال تمام احباب کے لئے مہمیز کا کام دیتی اور مشعلِ راہ بنتی۔

## ایک بہادر انسان

حضور بڑے بہادر اور آہنی عزم کے مالک تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جب آپ پر نماز کے دوران حملہ ہوا تو ڈی آئی جی پولیس نے اس سے پہلے کہ یہ خبر مشہور ہو جائے مجھے اطلاع کر دی اور یہ بھی بتایا کہ گو آپ کی حالت خطرہ سے باہر ہے مگر ربوہ سے تمام روابط منقطع کئے جاچکے ہیں اور پولیس کو ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لئے الرٹ کر دیا گیا ہے۔ میں نے فوری طور پر ڈاکٹر امیر الدین سے جو ماہر سرجن تھے رابطہ کیا۔ مگر وہ یونیورسٹی کے امتحانات کی وجہ سے مصروف تھے۔ اس لئے پھر دوسرے ماہر سرجن ڈاکٹر ریاض قدیر کو لے کر میں رات گئے لاہور سے ربوہ پہنچ گیا۔ ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے دریں اثنا ابتدائی مرہم پٹی کر دی ہوئی تھی مگر ڈاکٹر صاحب نے دیکھا کہ حضور کا زخم والا حصہ پھولا ہوا ہے اور تشخیص کی کہ کوئی رگ کٹ گئی ہے جس کی وجہ سے خون جمع ہو رہا ہے۔ اس لئے فوری آپریشن کا فیصلہ کیا گیا جس کے لئے بے ہوش کرنا ضروری تھا مگر حضور نے انکار کیا کہ وہ بے ہوشی کی دوا نہیں لیں گے اور ہوش کی حالت میں ہی آپریشن کیا جائے۔ آپریشن کے دوران حضور نے کمال ہمت اور جرأت کا مظاہرہ فرمایا۔ اس زخم کی وجہ سے آپ کی صحت پر بہت بُرا اثر پڑا اور ایک لمبا عرصہ بیمار رہنے کے بعد جب آپ نے رحلت فرمائی تو ہم سب ربوہ میں موجود تھے۔ آپ کی یہ لمبی بیماری بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی دکھائی دیتی ہے کہ اس کی وجہ سے جماعت کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت پیدا ہوگئی ورنہ آپ سے جماعت کو جو بے پناہ عقیدت اور لگاؤ تھا شاید وہ اس صدمہ سے بے حال ہو جاتی۔

(مکرم صاحبزادہ صاحب کا مندرجہ بالا مضمون انگریزی زبان میں مجلس انصاراللہ امریکہ کے رسالہ ''النحل''، بہار 1995ء میں شائع ہوا جس کا اردو ترجمہ صاحبزادہ مرزا مجید صاحب نے کیا۔)

(الفضل انٹرنیشنل 16 تا 22 فروری 1996ء)

☆☆☆

اچھی طرح یاد ہیں جب حضور جابہ کے مقام پر میدانوں کی شدید گرمی سے بچنے کے لئے تشریف لے جاتے اور یہاں گھنٹوں تفسیر کی تیاری میں صرف فرماتے۔

## دعا کی قوت پر کامل یقین

آپ کے کردار کا ایک اور نمایاں پہلو دعا پر کامل یقین اور اعتماد تھا۔ جب بھی جماعت پر کوئی ابتلاء آتا تو آپ بیت الدعا میں گھنٹوں دعا میں صرف فرماتے۔ میں نے ہجرت کے موقع پر کئی مرتبہ دیکھا کہ آپ جب بیت الدعا سے باہر تشریف لاتے تو آپ کی آنکھیں سرخ اور متورم ہوتیں۔......

ایک اور واقعہ جس کا آج تک میرے دل و دماغ پر گہرا اثر ہے اور مجھے اس طرح لگتا ہے جس طرح کل کا واقعہ ہو کہ میں رات کو اپنے قادیان والے گھر کے باہر والے مردانہ حصہ کے صحن میں سویا ہوا تھا۔ گرمیوں کا موسم تھا کہ میری آنکھ دردناک دل ہلا دینے والی کرب میں ڈوبی ہوئی آواز سے کھل گئی اور مجھے خوف محسوس ہوا۔ جب میں نیند سے پوری طرح بیدار ہوا تو مجھے احساس ہوا کہ حضرت مصلح موعود تہجد کی نماز جو آپ حضرت ام ناصر والے مکان کے اوپر والے صحن میں ادا فرما رہے تھے جس کی دیوار ہمارے گھر سے ملحقہ تھی، کی دردناک دعاؤں کی آواز تھی۔ میں نے غور سے سننے کی کوشش کی تو آپ بار بار اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کو اتنے گداز سے پڑھ رہے تھے کہ یوں معلوم دیتا تھا کہ ہانڈی ابل رہی ہو اور مجھے یوں لگا کہ آپ نے اس دعا کو اتنی مرتبہ پڑھا جیسے کبھی ختم نہ ہوگی اس رات کی یاد مجھے جب تک زندہ ہوں کبھی نہ بھولے گی۔

## آپ کی جماعت سے گہری محبت

آپ کو جماعت سے بے پایاں محبت تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب بھی قادیان سے کوئی قافلہ پاکستان کیلئے روانہ ہوتا تو آپ حمائل شریف لے کر برآمدہ میں اس وقت تک ٹہلتے ہوئے تلاوت فرماتے رہتے جب تک اس قافلہ کی حفاظت سے سرحد پار کرنے کی اطلاع نہ آجاتی۔ ان مواقع پر آپ مسلسل دعا کرتے رہتے۔ یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ جب بھی جماعت کسی ابتلا کے دور میں سے گزر رہی ہوتی تو آپ بستر پر سونا ترک کر کے فرش پر سوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آزمائش کے بادل چھٹنے کا اشارہ ملتا کہ چلو جا کر بستر پر آرام کرو۔

ایک اور بات جس نے مجھ پر انمٹ نقوش چھوڑے یہ کہ میری شادی کے تھوڑے عرصہ بعد ہی جب میں ملتان میں بطور اسسٹنٹ کمشنر متعین تھا اور اپنی بیوی کے ماموں کرنل سید حبیب اللہ شاہ صاحب کے ہاں عارضی طور پر مقیم تھا جو وہاں سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل تھے تو حضور نے سندھ جاتے ہوئے وہاں ایک روز قیام فرمایا۔ آپ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئے اور ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا اور فرمایا کہ دیکھو تم آئی سی ایس ہو اور تمہیں اعلیٰ طبقہ سے ملاقات کے بہت مواقع ملیں گے لیکن یہ بات تمہیں ہرگز غرباء اور کمزور لوگوں کی ہر طرح سے مدد کرنے سے کبھی باز نہ رکھے۔ آپ نے فرنیچر کی طرف





اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا فرنیچر جو غریبوں سے ملاقات میں روک بنے، رکھنے کے قابل نہیں جس طرح ہر غریب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے بلا امتیاز کھلے رہتے تھے۔ یہی وہ سنت ہے جسے اپنانا چاہیے۔ آپ کی آواز بھرائی ہوئی تھی اور آپ کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ میری حالت کا اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے آپ کو کبھی اتنی جذباتی حالت میں نہیں دیکھا۔

دوسری چیز جس نے مجھ پر بہت گہرا تاثر چھوڑا وہ (دین حق) اور جماعت کی خدمت کا جذبہ تھا۔ میں آج بھی آپ کو فرش پر بیٹھے، چاکلیٹ رنگ کا دھسہ اوڑھے کوئی درجن بھر موم بتیوں جو ایک بکس پر جلا کر رکھی ہوئی تھیں کہ جلو میں پڑھتے یا لکھتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ آپ کا گلا بہت حساس تھا اور مٹی کے تیل کے دھوئیں سے فوراً متاثر ہو جاتا تھا اور ان دنوں قادیان میں ابھی بجلی نہیں آئی تھی اس لئے موم بتیوں کا ہی استعمال فرماتے تھے۔

قادیان میں بجلی اغلباً 1930ء کے اوائل میں آئی تھی۔ اس سے پہلے کے عرصہ میں کام کا بوجھ زیادہ شدید نوعیت کا ہوتا تھا۔ میں نے کئی مرتبہ جب جماعت کسی سخت دور سے گزر رہی ہوتی آپ کو ساری ساری رات بغیر ایک منٹ آرام کئے دیکھا اور آپ کام کرتے کرتے اٹھ کر صبح کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ آپ کبھی کبھی لکھے ہوئے مسودات یا تحریریں حضرت ابا جان (حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے۔ ناقل) کو ترجمہ کی غرض سے اور بعض دفعہ ان کے بارہ میں رائے دریافت کرنے کے لئے بھجواتے اور ہم لڑکے انہیں ادھر سے ادھر لے جانے کی ڈیوٹی ادا کرتے۔

## حضرت اماں جان کی تعظیم

آپ کو حضرت اماں جان سے بہت گہرا لگاؤ تھا۔ اپنے سفروں پر اکثر انہیں ساتھ لے جاتے حضرت اماں جان آپ کو محبت سے ''میاں'' کہہ کر مخاطب ہوتیں۔ جب کبھی بھی حضور سفر کے دوران لیٹ ہوتے تو حضرت اماں جان بڑی گھبراہٹ اور بے چینی کا اظہار فرماتیں۔ میری بیوی بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایسی ہی حالت میں بڑی بیتابی سے حضرت اماں جان حضور کا کسی سفر سے واپسی کا انتظار کر رہی تھیں۔ جب آپ تشریف لے آئے تو اماں جان نے فرمایا ''میں نے تجھے منع نہیں کیا ہوا تھا کہ مغرب کے بعد دیر نہیں کرنی'' حضرت صاحب نے فرمایا ''جی اماں جان'' پھر پوچھا ''پھر کرے گا؟'' حضور نے فرمایا ''نہیں اماں جان'' حضرت اماں جان نے حضور کے جسم کو ایک نرم چھڑی سے تنبیہ کے رنگ میں چھوتے ہوئے فرمایا ''آئندہ کبھی دیر سے مت آنا تمہیں معلوم ہے کہ میری جان پر بنی رہتی ہے۔'' یہ ایک ماں کا فطری جذبہ تھا جس کا اظہار حضرت اماں جان نے فرمایا ورنہ وہ خود ہر دوسرے احمدی کی طرح حضور کی بڑی عزت فرماتیں۔

جب حضرت اماں جان کی ربوہ میں وفات ہوئی تو حضور کی خواہش تھی کہ انہیں اپنے خاوند حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ میں ان دنوں

لاہور میں متعین تھا۔ حضور کا ارشاد موصول ہوا کہ اس سلسلہ میں انڈین ہائی کمشنر سے رابطہ کیا جائے۔ میری درخواست پر انڈین ہائی کمشنر نے دہلی سے رابطہ کیا اور بتایا کہ ہندوستان کی گورنمنٹ نے خاص کیس کے طور پر اس کی اجازت دے دی ہے لیکن یہ شرط لگائی کہ اس غرض کے لئے 20 سے زائد عزیزوں یا دیگر احباب کو ویزے نہیں دیئے جا سکتے۔ حضرت مصلح موعود نے یہ پیشکش اس وجہ سے مسترد کر دی کہ حضرت اماں جان کی حیثیت کے پیش نظر کم از کم دس ہزار احمدی میت کے ساتھ جانے ضروری ہیں۔

## ایک عظیم خطیب

حضور بہت بلند پایہ مقرر تھے۔ میں نے دنیا میں بہت سفر کیا ہے اور دنیا کے مشہور ترین لیڈروں کو سننے کا موقع ملا ہے مگر میں نے کسی کو بھی خطابت میں حضور کا پاسنگ بھی نہیں پایا۔ آپ کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے خطاب سے پہاڑوں کو ہلا سکتے تھے۔ اس صداقت پر جماعت کے ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ گواہ ہیں۔ آپ سامعین کو سحرانہ رنگ تک قابو میں رکھتے۔ ہجرت کے فوراً بعد آپ نے مختلف شہروں میں پاکستان کے مختلف مسائل اور ان کے حل پر لیکچر دیئے۔ اسلامیہ کالج کے ایک پروفیسر نے جو میرے ایک دوست کے ساتھ بیٹھے تھے بے ساختہ کہا کہ "حضور کو تو پاکستان کا پرائم منسٹر ہونا چاہیے۔"......

## آپ کے التفاتات

میری ساری عمر حضور کے التفات کے سایہ تلے گزری۔ اعلیٰ تعلیم کی غرض سے یورپ کے سفر کے موقع پر حضور نے خط میں بہت سی قیمتی نصائح فرمائیں ان میں سے ایک جس نے مجھ پر بہت گہرا اثر چھوڑا وہ تھی جس میں آپ نے قرآن مجید کی آیت "اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا" کہ "تمام عزتوں کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے" کا ذکر فرمایا......

باوجود انتہائی مصروفیت کے حضور کچھ وقت بچوں اور عزیزوں کے لئے ضرور نکالتے۔ مجھے یاد ہے کہ حضور سردیوں کے ایام میں عشاء کی نماز کے بعد خاندان کے بچوں کو اکٹھا کر کے انہیں کہانیاں سناتے۔ یہ کہانیاں کسی کتاب سے نہ ہوتیں بلکہ آپ انہیں تشکیل دے کر آگے بڑھاتے چلے جاتے۔ ان کہانیوں میں نصائح پنہاں ہوتے۔ جب یہ سلسلہ ختم ہوتا تو بعض چھوٹے بچوں کو جو کہانی سنتے سنتے سو جاتے انہیں خادم اٹھا کر گھر گھر چھوڑ آتے۔

## تفریح کے لمحات

حضور شکار کا شوق رکھتے اور گھر کے افراد اور دوستوں کے ساتھ کھانا پکانے کے مقابلہ میں شرکت فرماتے۔ ایک موقع پر آپ نے جماعت کے دوستوں کی بہت بڑی تعداد کے ساتھ نہر کے ایک پل سے دوسرے پل تک تیرنے کے مقابلہ میں شرکت فرمائی۔ شرط یہ تھی کہ جس کا بھی پاؤں دانستہ یا نادانستہ زمین کو چھو جائے وہ ہاتھ کھڑا کر کے مقابلہ سے علیحدہ ہوتا جائے جب حد مقررہ





کے دوسرے پل پر پہنچے تو آپ کے ساتھ چند دوست ہی باقی رہ گئے تھے۔ ان مواقع پر حضور ایک لمبی نکر پہنا کرتے جو گھٹنوں تک آتی تھی۔......

## وقار عمل

جماعت کے ممبران میں امدادی کام اور محنت کی عظمت قائم کرنے کی غرض سے آپ نے وقار عمل کے ایام باقاعدہ طور پر منانے کا طریق رائج کیا۔ جس میں جماعت کے تمام ممبران بلا استثنا عہدہ و امارت اپنے شہروں میں گڑھوں کو پُر کرنا، سڑکوں کی مرمت، محلوں کی صفائی کے کاموں میں شرکت کرتے۔ مجھے اچھی طرح حضور کو خود مٹی سے بھری ہوئی ٹوکریاں اٹھا کر مقررہ جگہ پر ڈالتے ہوئے دیکھنا یاد ہے۔ آپ کی ذاتی مثال تمام احباب کے لئے مہمیز کا کام دیتی اور مشعلِ راہ بنتی۔

## ایک بہادر انسان

حضور بڑے بہادر اور آہنی عزم کے مالک تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جب آپ پر نماز کے دوران حملہ ہوا تو ڈی آئی جی پولیس نے اس سے پہلے کہ یہ خبر مشہور ہو جائے مجھے اطلاع کر دی اور یہ بھی بتایا کہ گو آپ کی حالت خطرہ سے باہر ہے مگر ربوہ سے تمام روابط منقطع کئے جا چکے ہیں اور پولیس کو ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لئے الرٹ کر دیا گیا ہے۔ میں نے فوری طور پر ڈاکٹر امیر الدین سے جو ماہر سرجن تھے رابطہ کیا۔ مگر وہ یونیورسٹی کے امتحانات کی وجہ سے مصروف تھے۔ اس لئے پھر دوسرے ماہر سرجن ڈاکٹر ریاض قدیر کو لے کر میں رات گئے لاہور سے ربوہ پہنچ گیا۔ ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے دریں اثنا ابتدائی مرہم پٹی کر دی ہوئی تھی مگر ڈاکٹر صاحب نے دیکھا کہ حضور کا زخم والا حصہ پھولا ہوا ہے اور تشخیص کی کہ کوئی رگ کٹ گئی ہے جس کی وجہ سے خون جمع ہو رہا ہے۔ اس لئے فوری آپریشن کا فیصلہ کیا گیا جس کے لئے بے ہوش کرنا ضروری تھا مگر حضور نے انکار کیا کہ وہ بے ہوشی کی دوا نہیں لیں گے اور ہوش کی حالت میں ہی آپریشن کیا جائے۔ آپریشن کے دوران حضور نے کمال ہمت اور جرأت کا مظاہرہ فرمایا۔ اس زخم کی وجہ سے آپ کی صحت پر بہت بُرا اثر پڑا اور ایک لمبا عرصہ بیمار رہنے کے بعد جب آپ نے رحلت فرمائی تو ہم سب ربوہ میں موجود تھے۔ آپ کی یہ لمبی بیماری بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی دکھائی دیتی ہے کہ اس کی وجہ سے جماعت کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت پیدا ہو گئی ورنہ آپ سے جماعت کو جو بے پناہ عقیدت اور لگاؤ تھا شاید وہ اس صدمہ سے بے حال ہو جاتی۔

(مکرم صاحبزادہ صاحب کا مندرجہ بالا مضمون انگریزی زبان میں مجلس انصار اللہ امریکہ کے رسالہ "النحل"، بہار 1995ء میں شائع ہوا جس کا اردو ترجمہ صاحبزادہ مرزا مجید صاحب نے کیا۔)

(الفضل انٹرنیشنل 16 تا 22 فروری 1996ء)

☆☆☆

# زیر بار اس کی محبت کیسے رکھتی تھی ہمیں

(حضرت مولوی شیر علی صاحب (رفیق) حضرت مسیح موعودؑ)

## حضرت مسیح موعودؑ کی فرمانبرداری

آپ کو بچپن میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ ہدایت فرمائی تھی کہ کسی کے ہاتھ سے کوئی کھانے پینے کی چیز نہ لینا۔.....ابتدا میں حضور بندہ کے مکان پر پڑھنے کے لیے تشریف لاتے تھے اور وہ مکان حضرت مسیح موعودؑ کا ہی مکان تھا۔.....ہم غالباً تین سال اس مکان میں رہے اور اس تمام عرصہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بندہ کے پاس پڑھنے کے لیے تشریف لاتے اور جب کبھی آپ کو پیاس لگتی تو آپ اٹھ کر اپنے گھر تشریف لے جاتے اور اپنے گھر سے پانی پی کر پھر واپس تشریف لاتے۔ خواہ کیسا ہی مصفا پانی کیسے ہی صاف اور ستھرے برتن میں آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا آپ اسے نہ پیتے ،صرف اس لیے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے آپ کو ہدایت تھی کہ کسی کے ہاتھ سے کوئی کھانے پینے کی چیز نہ لینا۔ (الفضل 5 نومبر 1938ء)

## عدل وانصاف

عدل وانصاف کے معاملہ میں آپ امیر وغریب اور چھوٹے بڑے میں کوئی امتیاز نہیں فرماتے اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ بابا نظام الدین صاحب مرحوم ایک نہایت غریب اور ضعیف انسان تھے جو دُور الضعفاء قادیان میں رہتے تھے انہوں نے ایک دفعہ حضرت مصلح موعود کے حضور ناظر صاحب اعلیٰ کے خلاف کوئی شکایت پیش کی جس امر کے متعلق شکایت تھی اس کی تفصیل اس وقت مجھے یاد نہیں مگر وہ ایسی بات تھی جسے سرکاری دفاتر میں قابل التفات نہیں سمجھا جاتا مگر حضرت مصلح موعود نے اس کے متعلق سخت نوٹس لیا اور ناظر صاحب اعلیٰ کو جو اپنے عہدہ کی عزت کے علاوہ ذاتی طور پر بھی بہت بڑی وجاہت رکھتے تھے حکم دیا کہ بابا نظام الدین سے معافی مانگیں مجھے اس واقعہ کا علم خود ناظر صاحب اعلیٰ سے ہوا۔

## ضبط وانتظام

حضور کا ضبط اور انتظام بھی اپنے اندر عدل وانصاف کا عنصر غالب رکھتا ہے۔ سلسلہ کے انتظامی امور میں آپ کسی کارکن کی رورعایت نہیں فرماتے۔ میں نے ناظروں اور انجمن کے ممبروں میں رہ کر دیکھا ہے ہر ایک کو اس بات کا فکر رہتا ہے کہ اگر اس سے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کسی قسم کی سستی اور کوتاہی ہوئی تو سخت باز پرس ہوگی اور اگر میں یہ کہوں کہ ہر ایک ناظر اور افسر جس کا انتظامی امور میں حضور سے براہ راست تعلق ہے ہر وقت ترساں ولرزاں رہتا ہے

اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں غفلت اور لاپرواہی کی صورت میں حضور کی طرف سے مواخذہ کا خوف ہر وقت اس پر طاری رہتا ہے۔ تو مبالغہ نہ ہوگا۔......

## بے حد محنت کی عادت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی میں ایک بات یہ بھی پائی جاتی ہے کہ بے حد محنت اور مشقت سے کام کرنے والے انسان ہیں اور باوجود کمزوریٔ صحت کے دن رات سخت محنت سے کام کرتے ہیں۔ سفر یورپ میں حضور کے ہمراہ جن احباب کو جانے کا موقع ملا ان کا بیان ہے کہ اس سفر میں ان کو سخت محنت سے کام کرنا پڑتا تھا۔ مگر دن رات ایک کر دینے پر بھی یہ ڈر رہتا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تسلی نہیں ہوئی۔

حضور رات کو دو دو بجے تک کام کرتے ہیں بہت بڑی ڈاک زیادہ تر رات کو ہی پڑھتے ہیں کیونکہ دن کو دوسرے کاموں کی وجہ سے موقع نہیں ملتا۔ حضور ناظروں کے کام کی نگرانی کے علاوہ ان کے دفاتر کی بھی نگرانی رکھتے ہیں اور یہ نہایت ضروری سمجھتے ہیں کہ وقت کی پوری پابندی کی جائے بعض اوقات حاضری کے رجسٹروں کا بھی حضور نے معائنہ فرمایا۔ اگر کوئی کام بقایا میں رہ جائے اور اس کی تکمیل میں دیر ہو جائے تو بعض اوقات حضور ناظر اور اس کے عملہ کو حکم دیتے ہیں کہ اس وقت تک دفتر کھلا رکھیں جب تک کام پورا کر کے اس کی رپورٹ نہ بھیجیں۔ خواہ ساری رات دفتر کھلا رکھنا پڑے۔ رپورٹ کے انتظار میں خود بھی جاگتے رہتے ہیں۔

## قدر شناسی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے اوصاف حمیدہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ اپنے کارکنوں کی معمولی سے معمولی خدمات کو نہایت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حضور نے کئی مرتبہ بعض موقعوں پر فرمایا کہ جب کوئی (مربی) غیر ممالک میں (دعوت الی اللہ) کے لئے جاتا ہے تو میں خیال کرتا ہوں کہ وہ میرے ذاتی کام کے سرانجام دینے کے لئے جا رہا ہے (مربیان) کی خدمات کو حضور ایسا سمجھتے ہیں کہ گویا وہ حضور پر احسان کر رہے ہیں۔ ایک (مربی) کی نسبت جو باہر (دعوت الی اللہ) کے لئے گیا۔ آپ نے فرمایا میں اس کی ایک غلطی کی وجہ سے اس پر سخت ناراض تھا لیکن جب میں نے اس کو (دعوت الی اللہ) کے لئے بھیجا تو میں نے اپنے دل سے ناراضگی بالکل نکال دی۔

## ذرہ نوازی

حضور چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی نہایت قدر شناسی کی نظر سے دیکھتے ہیں مجھے حضور سے نہایت ہی قیمتی حقائق اور معارف سننے کا موقع ملا اور بہت سے علمی خزانے حاصل کیے۔ آپ نے میرے پاس کچھ انگریزی پڑھی جسے ان معارف اور علوم کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں جو میں نے آپ سے سیکھے اس لئے حقیقت یہ ہے کہ حضور میرے استاد ہیں نہ کہ میں۔ آپ نے مجھے نہایت





ہی قیمتی لعل و جواہر دیئے اور میں نے صرف چند ٹھیکریاں پیش کیں۔ لیکن پھر بھی حضور بندہ کی اس حقیر سی خدمت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

ایک دفعہ جب کہ آپ انفلوئنزہ کے ایام میں سخت بیمار ہو گئے اور آپ نے اپنے جانشین کے انتخاب کے متعلق ایک وصیت بھی لکھوائی۔ ان دنوں میں بندہ کو ایک وقت حضور کی خدمت میں تنہائی میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ آپ جن محبت کے الفاظ کے ساتھ بندہ سے مخاطب ہوئے ان کا اس وقت تک میرے دل پر اثر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میرے استاد بھی ہو اور اتالیق بھی۔ استاد کا لفظ تو میری سمجھ میں آ گیا لیکن اس بات کا مجھے کوئی خیال نہیں تھا کہ آپ نے اتالیق کا لفظ کیوں استعمال فرمایا۔ مگر آپ نے خود ہی اس کی تشریح فرما دی اور فرمایا کہ میرے بچپن کے دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے سپرد یہ کام کیا تھا کہ دوائی باقاعدہ کھلایا کرو۔ یہ آپ کے بچپن کے زمانہ کا واقعہ تھا۔ مجھے تو یاد بھی نہیں تھا مگر آپ نے اسے یاد رکھا اور اس کی وجہ سے وہ لفظ استعمال فرمایا جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ حضور کے دوائی کھلانے کے واقعہ کا ذکر کرنے سے اس وقت مجھے یاد آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شیشی میں مجھے مچھلی کے تیل کی گولیاں (یعنی کیپسولز) دی ہوئی تھیں۔ آپ سبق کے لئے روزانہ میرے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ میں روزانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایت کے مطابق آپ کو وہ گولیاں کھانے کے لئے دیا کرتا تھا۔ جب ایک شیشی ختم ہو جاتی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دوسری بھیج دیتے۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کتنی شیشیاں استعمال کرائیں لیکن آپ کی قدر شناسی کا یہ حال ہے کہ اس حقیر سی خدمت کی وجہ سے آپ نے اس عاجز کی نسبت اتالیق کا لفظ استعمال فرما کر عزت افزائی کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچپن میں ہی آپ کو اس خدمت کا احساس تھا۔ جس کی وجہ سے آپ ہمیشہ اس نظر سے دیکھتے رہے جس کا اظہار آپ نے اس وقت فرمایا۔......

## اعلیٰ اخلاق

آپ کے اخلاق کا یہ حال ہے کہ جب کبھی کوئی شخص ملنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو خواہ وہ کیسا ہی غریب ہو آپ اس کے اعزاز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب وہ ملاقات کے بعد واپس جانے لگتا ہے تو اس وقت بھی اس کے اکرام کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ لوگ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں ان میں سے اکثر آپ کے غلام اور مرید ہی ہوتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے ناظروں کو ہدایت دے رکھی ہے کہ جب کوئی شخص ملنے کے لئے آئے تو آپ کھڑے ہو کر ملیں خواہ وہ شخص کیسا ہی غریب کیوں نہ ہو۔ اسی طرح آپ نے ناظروں کو یہ ہدایت بھی دی ہوئی ہے کہ جب راستہ میں کوئی شخص ان کو ملے تو ان کا فرض ہے کہ وہ پہلے اسے السلام علیکم کہیں۔

(روزنامہ الفضل 28 دسمبر 1939ء) صفحہ 8،7)

# سفر یورپ 1924ء

(حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب)

"1924ء کے موسم گرما میں حضرت صاحب کو امپیریل انسٹی ٹیوٹ لنڈن میں منعقد ہونے والی امپیریل ریلیجنز کانفرنس میں (دین حق) کی نمائندگی کرنے کے لئے مدعو کیا گیا۔ آپ نے دعوت نامہ منظور فرما لیا اور چند بزرگوں اور صاحبِ علم احباب کے ہمراہ لنڈن روانہ ہو گئے ان میں صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب مرحوم، حافظ روشن علی صاحب مرحوم، مولوی ذوالفقار علی خانصاحب مرحوم، چوہدری فتح محمد سیال صاحب مرحوم، شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب مرحوم، بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی مرحوم، ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب اور بعض دیگر احباب بھی شامل تھے، چوہدری شریف احمد صاحب منٹگمری کو ان کے ذاتی مصارف پر شمولیت کی اجازت مل گئی۔ ماسٹر محمد دین صاحب کو امریکہ سے بُلایا گیا الحاج مولوی عبدالرحیم صاحب نیر مرحوم ان دنوں لنڈن مشن کے انچارج تھے۔

میں پہلے سے ہی یورپ میں تھا مجھے بھی حاضر ہونے کی ہدایت کی گئی تھی۔ ایک آراستہ رہائش 6۔ چیہم پیلس کو افرادِ قافلہ کی رہائش کے لئے کرایہ پر حاصل کر لیا گیا تھا۔ وہاں پر ہم سب اکٹھے ہو گئے۔ تمام انتظامات کم سے کم اور سادہ تھے لیکن اس موقع پر ہمیں بہت دلفریب اور پُر مسرت صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع ملا۔

حضرت صاحب نے راستہ میں فلسطین اور شام دیکھے اور روم میں مختصر سا قیام فرمایا۔ میں نہایت مناسب وقت میں لنڈن پہنچ گیا۔ جبکہ پارٹی کے استقبال کا شرف حاصل کر سکتا تھا۔

میں اس وقت ایک ہی واقعہ پر اکتفا کروں گا۔ یہ ایک ایسا مبارک موقع تھا جبکہ ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور بہت سے معروف اور واجب الاحترام بزرگوں کی کئی ہفتوں تک بے تکلف صحبت کا شرف حاصل ہوا۔ ہم نے اس دوران میں بہت کچھ سیکھا اور مشاہدہ کیا۔ ہم میں سے ہر شخص یہ محسوس کرتا تھا گویا کہ وہ ارسطو کی روحانی اکادمی کا ایک فرد ہے۔ ہر قسم کے معاشرتی و اقتصادی اور اخلاقی و روحانی مسائل و موضوعات پر خیالات کا اظہار ہوتا۔ بحث کی جاتی اور فیصلے کئے جاتے تھے۔ بعض اوقات حضرت صاحب اور حافظ روشن علی صاحب مرحوم کے مابین گفتگو لمبی ہو جاتی اور حافظ صاحب نہایت معقولیت، صفائی اور استقلال کے ساتھ اپنی بات پر جمے رہتے تو اس کے نتیجہ میں کوئی بھی پہلو تحقیق سے بچا نہ رہتا۔ یہ بحثیں عقلِ رسا کو جِلا دینے والی ہوتی تھیں اور ہم علم و عرفان کے ان خزانوں سے بہت استفادہ کرتے جو دورانِ گفتگو کسی

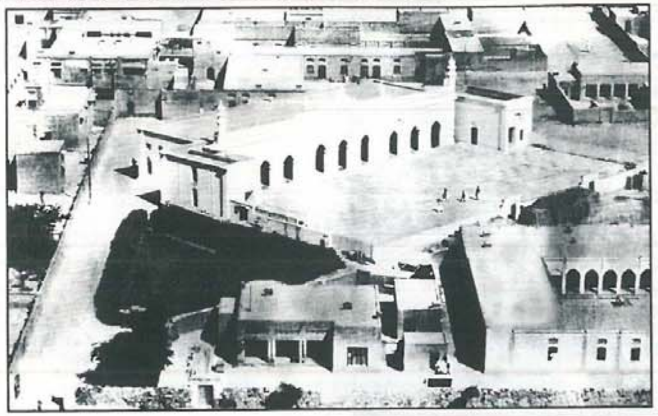
بات پر مخالفت اور حق میں دلائل کے نتیجہ میں بالکل صاف ہو جاتے۔ ہر شخص تشریح و توضیح کے اس شاندار طریق پر مسرت سے جھوم جھوم جاتا۔ یہ موقع بہت ہی مسرت بخش اور بیش قیمت تھا۔ بے لوث ہمدردی و نوازش۔ گہری محبت و شفقت اور اطاعت و خدمت کا وہ میثاق جو ہم نے اپنے محترم و محبوب امام کے ساتھ باندھا تھا۔ ان سب نے مل کر ہمارے جسموں میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی۔

حضرت صاحب نے کانفرنس کے لئے اپنا مقالہ اردو میں تحریر فرمایا تھا اور اسے انگریزی میں ترجمہ کرنے کیلئے مجھے ارشاد کیا گیا تھا۔ مقالہ پڑھے جانے سے ایک دن قبل شام کے وقت مجھے حضور کی موجودگی میں طلب کیا گیا اور حضور نے مجھ سے فرمایا کہ زیر غور مسئلہ یہ ہے کہ کانفرنس میں کس شخص کو پڑھنا چاہیئے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ ''یہ تجویز کیا گیا ہے کہ میں بذاتِ خود اسے پڑھوں لیکن مجھے انگریزی زبان اور بعض نامانوس الفاظ کے تلفظ پر پورا عبور حاصل نہیں ہے'' ایک یا دو نام پیش کئے گئے۔ حضرت صاحب نے میری رائے دریافت فرمائی۔ میں نے نہایت ادب و احترام سے عرض کیا کہ خاکسار اس کام کے لئے اپنے آپ کو مناسب خیال کرتا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اس معاملہ کے بارے میں ایک آزمائشی ٹیسٹ کے ذریعہ تسلی کر لینی چاہیئے۔ ہم میں دو یا تین جن کے اسماء تجویز ہو چکے تھے انہیں مقالہ کے مختلف حصوں کو بلند آواز میں پڑھنے کو کہا گیا اور مخبرین کو گھر کی بالائی اور زیریں منزلوں میں مختلف مقامات پر مقرر کر دیا گیا اور تمام درمیانی دروازے کھلے چھوڑ دیئے گئے تا کہ مخبر حضرات بغور سنیں اور ہر ایک کے اظہارِ بیان کی رپورٹ دیں۔ مجھے یاد ہے کہ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب مرحوم کی رپورٹ میرے حق میں تھی سوائے اس کے کہ انہوں نے میری آواز میں ہلکا سا بھاری پن محسوس کیا تھا۔ حضرت صاحب نے اتفاقِ رائے فرمایا اور مجھے یہ شرف اس ہدایت کے ساتھ عطا کیا گیا کہ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب میرے گلے کے بھاری پن کا علاج کریں۔

ڈاکٹر صاحب اپنی ذمہ داری کے بارے میں اتنے سنجیدہ تھے کہ انہوں نے سخت قسم کے قے آور ٹینکچر کے ساتھ میرے ٹھیک ٹھیک گلے میں تیز دوائیاں لگانے کا ایک سلسلہ جاری کر دیا۔ جس کا ہر عمل مجھے بیمار ہونے کے قریب تر کر دیتا۔ اگلی صبح ناشتے تک میں از روئے اطاعت تین یا چار دفعہ اس تیز علاج کا نشانہ بنتا رہا اور بالآخر ناشتہ پر اس اذیت کے جاری رکھنے کے خلاف حضرت صاحب کی خدمت میں درخواست کرنے پر مجبور ہو گیا۔ درحقیقت اس شدید قسم کے قبل از وقت احتیاطی علاج کے نتیجہ میں اب میرا گلا بھاری رہنے لگ گیا تھا۔ میری گذارش پر حضرت صاحب اور میز پر تشریف فرما تمام احباب بہت ہنسے اور خود ڈاکٹر صاحب بھی ہنسے بغیر نہ رہ سکے اور میرا مزید علاج ازراہِ ترحم چھوڑ دیا گیا۔

مقالہ کانفرنس کے سہ پہر والے اجلاس میں امپیریل انسٹی ٹیوٹ کے مین ہال میں پڑھا جانے والا تھا۔ حاضری بے شمار تھی اور کوئی بھی سیٹ خالی نہ تھی، بیشتر





ربوہ کا ایک ابتدائی یادگار فوٹو جس میں قصرِ خلافت، بیت مبارک، لنگر خانہ اور خلافت لائبریری کی عمارتیں نظر آرہی ہیں



حضرت مصلح موعود ربوہ کے پہلے تاریخی جلسہ سالانہ سے خطاب کے لیے تشریف لاتے ہوئے (اپریل 1949)



ربوہ کی ابتدا

دفاتر صدر انجمن احمدیہ پاکستان خیموں میں

بات پر مخالفت اور حق میں دلائل کے نتیجہ میں بالکل صاف ہو جاتے۔ ہر شخص تشریح و توضیح کے اس شاندار طریق پر مسرت سے جھوم جھوم جاتا۔ یہ موقع بہت ہی مسرت بخش اور بیش قیمت تھا۔ بے لوث ہمدردی و نوازش۔ گہری محبت و شفقت اور اطاعت و خدمت کا وہ میثاق جو ہم نے اپنے محترم و محبوب امام کے ساتھ باندھا تھا۔ ان سب نے مل کر ہمارے جسموں میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی۔

حضرت صاحب نے کانفرنس کے لئے اپنا مقالہ اردو میں تحریر فرمایا تھا اور اسے انگریزی میں ترجمہ کرنے کیلئے مجھے ارشاد کیا گیا تھا۔ مقالہ پڑھے جانے سے ایک دن قبل شام کے وقت مجھے حضور کی موجودگی میں طلب کیا گیا اور حضور نے مجھ سے فرمایا کہ زیرِ غور مسئلہ یہ ہے کہ کانفرنس میں کس شخص کو پڑھنا چاہئے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ "یہ تجویز کیا گیا ہے کہ میں بذاتِ خود اسے پڑھوں لیکن مجھے انگریزی زبان اور بعض نامانوس الفاظ کے تلفظ پر پورا عبور حاصل نہیں ہے" ایک یا دو نام پیش کئے گئے۔ حضرت صاحب نے میری رائے دریافت فرمائی۔ میں نے نہایت ادب و احترام سے عرض کیا کہ خاکسار اس کام کے لئے اپنے آپ کو مناسب خیال کرتا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اس معاملہ کے بارے میں ایک آزمائشی ٹیسٹ کے ذریعہ تسلی کر لینی چاہئے۔ ہم میں دو یا تین جن کے اسماء تجویز ہو چکے تھے انہیں مقالہ کے مختلف حصوں کو بلند آواز میں پڑھنے کو کہا گیا اور مخبرین کو گھر کی بالائی اور زیریں منزلوں میں مختلف مقامات پر مقرر کر دیا گیا اور تمام درمیانی دروازے کھلے چھوڑ دئے گئے تا کہ مخبر حضرات بغور سنیں اور ہر ایک کے اظہارِ بیان کی رپورٹ دیں۔ مجھے یاد ہے کہ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب مرحوم کی رپورٹ میرے حق میں تھی سوائے اس کے کہ انہوں نے میری آواز میں ہلکا سا بھاری پن محسوس کیا تھا۔ حضرت صاحب نے اتفاقِ رائے فرمایا اور مجھے یہ شرف اس ہدایت کے ساتھ عطا کیا گیا کہ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب میرے گلے کے بھاری پن کا علاج کریں۔

ڈاکٹر صاحب اپنی ذمہ داری کے بارے میں اتنے سنجیدہ تھے کہ انہوں نے سخت قسم کے قے آور ٹینکچر کے ساتھ میرے ٹھیک ٹھیک گلے میں تیز دوائیاں لگانے کا ایک سلسلہ جاری کر دیا۔ جس کا ہر عمل مجھے بیمار ہونے کے قریب سے قریب تر کر دیتا۔ اگلی صبح ناشتے تک میں از روئے اطاعت تین یا چار دفعہ اس تیز علاج کا نشانہ بنتا رہا اور بالآخر ناشتہ پر اس اذیت کے جاری رکھنے کے خلاف حضرت صاحب کی خدمت میں درخواست کرنے پر مجبور ہو گیا۔ درحقیقت اس شدید قسم کے قبل از وقت احتیاطی علاج کے نتیجہ میں اب میرا گلا بھاری رہنے لگ گیا تھا۔ میری گذارش پر حضرت صاحب اور میز پر تشریف فرما تمام احباب بہت ہنسے اور خود ڈاکٹر صاحب بھی ہنسے بغیر نہ رہ سکے اور میرا مزید علاج ازراہِ ترحم چھوڑ دیا گیا۔

مقالہ کانفرنس کے سہ پہر والے اجلاس میں امپیریل انسٹی ٹیوٹ کے مین ہال میں پڑھا جانے والا تھا۔ حاضری بے شمار تھی اور کوئی بھی سیٹ خالی نہ تھی، بیشتر





ربوہ کا ایک ابتدائی یادگار فوٹو جس میں قصرِ خلافت، بیت مبارک، لنگر خانہ اور خلافت لائبریری کی عمارتیں نظر آ رہی ہیں



حضرت مصلح موعود ربوہ کے پہلے تاریخی جلسہ سالانہ سے خطاب کے لیے تشریف لاتے ہوئے (اپریل 1949)



ربوہ کی ابتدا
دفاتر صدر انجمن احمدیہ پاکستان خیموں میں



طورخم (صوبہ سرحد)
کے احمدی احباب کے ساتھ (6 اپریل 1948ء)



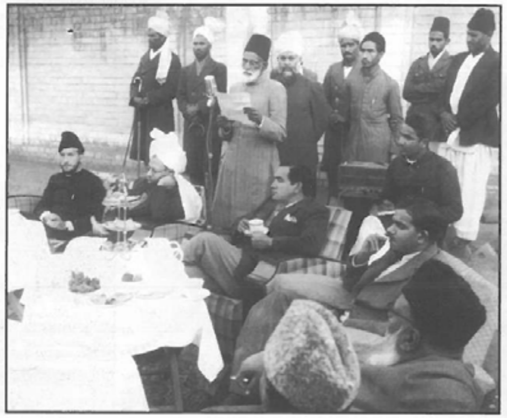
پارک ہاؤس کوئٹہ میں حضور کا خطاب
کرسیوں پر مسٹر بشیر احمد ایس پی کوئٹہ، نواب دودا خاں اور
مسٹر عبدالرشید خاں ریونیو کمشنر کوئٹہ (جون 1948ء)



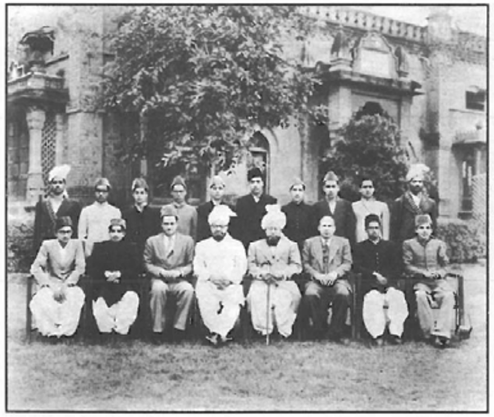
پشاور میں (1948ء)



رتن باغ لاہور میں (1949ء)



مکرم عبدالشکور کنزے صاحب (جرمن نو احمدی) کے
اعزاز میں دی گئی دعوت میں تشریف فرما
(رتن باغ لاہور 1949ء)



انجینئرنگ کالج لاہور کے احمدی طلباء کے درمیان رونق افروز
(اپریل 1951ء)



تعلیم الاسلام کالج (لاہور) کے پہلے جلسہ تقسیم اسناد میں خطاب
فرماتے ہوئے۔ کرسی پر حضرت حافظ مرزا ناصر احمد
صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج تشریف فرما ہیں



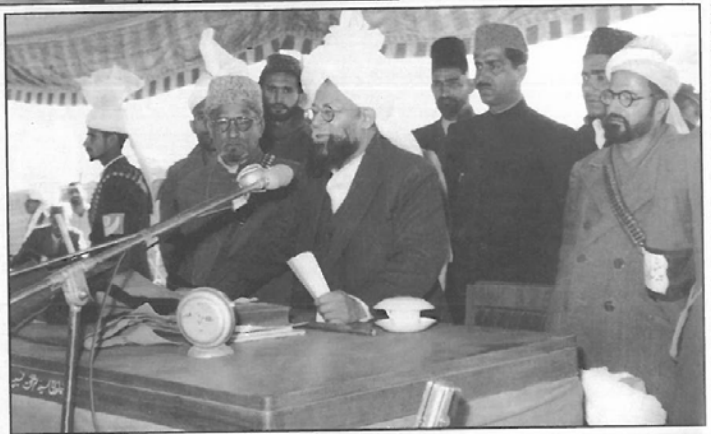
تعلیم الاسلام کالج ربوہ
کے افتتاح کے موقع پر (1954ء)



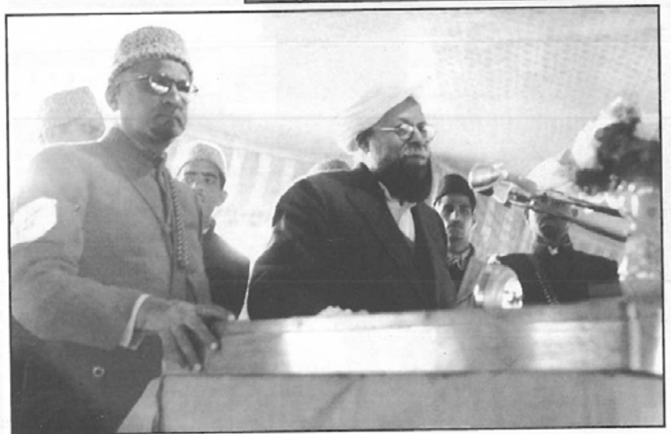
تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی
افتتاحی تقریب کے موقع پر سٹاف کے ساتھ (1954ء)



حضرت مصلح موعود جلسہ سالانہ ربوہ (1951ء) کے موقع
پر لاہور کے بعض ممتاز ایڈیٹروں اور صحافیوں کے ساتھ



جلسہ سالانہ ربوہ 1952ء کے
موقع پر خطاب فرماتے ہوئے



جلسہ سالانہ ربوہ 1953ء کے موقع پر خطاب
فرماتے ہوئے



وسط 1953ء بمقام ربوہ

دائیں سے بائیں

۱۔ حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب ۲۔؟

۳۔ حضرت قمرالانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب

۴۔ چوہدری محمد اسحاق صاحب آف گوکھووال پہریدار

۵۔ حضرت شیخ نیاز محمد صاحب

۶۔ حضرت مصلح موعود

۷۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب

۸۔ حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب



حضرت مصلح موعود سندھ فارمز پر
(جون 1953ء)



تحریکِ جدید ربوہ
کے دفاتر کا معائنہ کرتے ہوئے
(19 نومبر 1953ء)

## دورۂ یورپ 1955ء



کراچی کے ہوائی اڈا پر
یورپ روانگی سے قبل (29 اپریل 1955ء)



حضرت مصلح موعود کا نزول دمشق
(1955ء)




بیروت کے فضائی مستقر پر
(1955ء)

لوگوں کو پہلوؤں میں، ہال کی پشت پر اور نیچے بڑے دالان میں کھڑے ہو کر تقریر سننا پڑی۔ جب میری باری آئی اور میں اسٹیج کی طرف بڑھا تو میرا گلا خشک ہو رہا تھا اور میں اضطراب محسوس کر رہا تھا۔ حضرت صاحب اسٹیج کے سامنے ہی تشریف فرما تھا جونہی میں مقالہ پڑھنا شروع کرنے والا تھا آپ میری طرف جُھکے اور نہایت ہی شیریں اور مشفقانہ لہجہ میں جو بیک وقت تسلی آمیز اور حوصلہ افزا بھی تھا فرمایا:۔

"پریشان نہ ہوں۔ مَیں دعا کروں گا"

اس مشفقانہ ہمدردی کے نتیجہ میں میرے دل کو دوبارہ یہ مکمل یقین ہو گیا کہ میں پورے اعتماد سے اپنے کام سے عہدہ برآ ہو سکنے کے قابل ہوں۔ مقالہ بڑی توجہ اور پورے انہماک سے سنا گیا۔

مقالہ ختم ہونے کے بعد لوگ بڑی تیزی کے ساتھ حضرت صاحب کو مبارک باد اور سلام عرض کرنے کے لئے اسٹیج کی طرف بڑھے میں اسٹیج سے نیچے اتر آیا اور ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا۔ ایک صاحب جو ایڈورڈ ہفتم کی خلعت پہنے ہوئے تھے اور جو مقالہ کے دوران ہال کے سب سے آخری کنارے پر کھڑے تھے۔ میرے پاس آئے اور بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے تعجب سے کہا۔

"میں کچھ اونچا سنتا ہوں اور میں پیچھے کھڑا تھا لیکن میں نے ہر لفظ صاف طور پر سنا ہے نیز نہایت اعلیٰ اٹھارویں صدی کی انگلش سنی ہے۔ جس میں جدید لغویّت کی آمیزش نہیں" اس پر مجھے کافی اطمینان ہو گیا۔

وینس سے بمبئی کو واپسی سفر کے دوران حضرت صاحب جو کہ فرسٹ کلاس میں سفر کر رہے تھے اپنا بیشتر وقت قافلے کے باقی افراد کے ساتھ گذارتے تھے۔ جن میں سے اکثر افراد عرشہ پر سفر کر رہے تھے اور انہوں نے عرشہ پر سائبان تلے آرام دہ انتظام کر رکھا تھا۔ ایک پرسکون شام جبکہ چاند اپنی سحر انگیز چاندنی لہروں پر بکھیر رہا تھا ہم چھوٹے بالائی تختوں پر اکٹھے ہو گئے۔ حضرت صاحب کی تجویز پر میرے سوا سب نے نظمیں سنائیں۔ اختتام پر ہم نے عرض کیا کہ حضور بھی نظم سنائیں۔ کچھ جھجک اور تأمل کے بعد آپ راضی ہو گئے لیکن اس شرط پر کہ ہم ان کے قریب ہو کر جھک جائیں کیونکہ ان کی آواز اتنی بلند نہیں ہو سکتی کہ تین فٹ سے زیادہ دور سنی جا سکے پس ہم آپ سے قریب ہو گئے پھر آپ نے آہستہ لیکن جذبات سے لبریز آواز میں غالب کی یہ غزل سنائی۔

اے تازہ واردان بساط ہوائے دل
زنہار اگر تمہیں ہوس ناؤ نوش ہے
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے

جب اس شیریں اور پیاری آواز کی آخری لرزش بادِ صبا میں لہرائی تو تب کہیں جا کر ہم ہوش میں آئے۔

گویا کہ ہم کسی طلسم میں تھے جہاں سے اب نکلے ہیں۔ ہر ایک آنکھ نمناک تھی اور ہر دل گہری سانسیں لے رہا تھا۔ کوئی بھی ایک لفظ تک نہیں بول سکا۔ ہر ایک نے جو کچھ محسوس کیا الفاظ میں اتنی استطاعت ہرگز نہیں کہ وہ





لندن میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر احباب جماعت کے ساتھ (1955ء)



برطانوی ممبر پارلیمنٹ Sir Hueland کے ساتھ مصروف گفتگو (1955ء)



سوئٹزرلینڈ میں عیدالفطر کے موقع پر احمدی احباب کے ساتھ (1955ء)

اسے بیان کر سکیں۔اس مقدس اور نا قابلِ فراموش واقعہ کی خوشگوار یاد سے کافی عرصہ تک لطف اندوز ہوتے ہوئے ہم بالکل ساکت وخاموش نیچے آ گئے۔

یہ چالیس سال قبل کا واقعہ ہے اور ان دلفریب واقعات کو کئی صفحات پر پھیلایا جا سکتا ہے لیکن وقت اور جگہ اس امر کی مکتفی نہیں۔اس کے باوجود وہ دل جو بے پناہ محبت وشفقت کے مزے لوٹتا رہا ہے، وہ آنکھیں جو آپ کی تابناک شان وعظمت مشاہدہ کرتی رہیں اور وہ کان جو گھنٹوں آپ کی باتیں آخری لہراتی ہوئی آواز کی مسحور کن موسیقی تک سنتے رہے، یہ تمام اعضاء ان تمام مقدس یادوں کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کا یارا نہیں رکھتے۔

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 24 تا 29)

❁❁❁❁❁

## آئیں گے اُن کے عشق سے ہرگز نہ باز ہم

آؤ تمہیں بتائیں محبت کے راز ہم
چھیڑیں تمہاری روح کے خوابیدہ ساز ہم
میدانِ عشق میں ہیں رہے پیش پیش وہ
محمود بن گئے وہ ، بنے جب ایاز ہم
ایسی وفا ملے گی ہمیں اور کس جگہ
آئیں گے اُن کے عشق سے ہر گز نہ باز ہم
گاتے ہیں جب فرشتے کوئی نغمۂ جدید
ہاتھوں میں تھام لیتے ہیں فوراً ہی ساز ہم

(کلام حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ)

## مال ومتاع جان ودل آپ پہ سب نثار ہے

(مکرم عبید اللہ علیم صاحب)

مال و متاع جان و دل آپ پہ سب نثار ہے
میرے حضور آپ کو دین ہدیٰ سے پیار ہے
میرے حضور آپ سے روح کو زندگی ملی
میرے حضور آپ سے زندگی باوقار ہے
میرے حضور کی طرف کیسے بڑھیں نہ منزلیں
راہ وفا میں ہرقدم آپ کا استوار ہے
میرے حضور آپ سے ٹوٹ گیا طلسم شب
میرے حضور صبح نَو آپ سے جلوہ بار ہے
میرے حضور آپ سے اہل جنوں کے سربلند
میرے حضور آپ سے دین کا اقتدار ہے
میرے حضور آپ سے آج ہے عظمتِ چمن
آج بھی یہ چمن حضور آپ سے پُر بہار ہے
میرے حضور آپ ہیں جس کے لئے کہا گیا
”اس کے نفس سے ہر اسیر قید سے رستگار ہے“
میرے حضور کا ظہور آمدِ دَورِ خسروی
شمعِ یقیں میرے حضور آپ سے تابدار ہے
آپ کی بات بات سے رازِ نہاں کا انکشاف
آپ کا ایک ایک لفظ موجۂ صد بہار ہے
آپ کے وار سے حضور دشمنِ دین جاں بلب
آپ سے جو جُدا ہوئی شاخ وہ بے ثمار ہے
میرے حضور آپ کے فیض کی ہیں یہ برکتیں
ربوہ کی سرزمین آج روکشِ لالہ زار ہے
آپ کی مدح میں حضور کہہ نہ سکا علیم کچھ
پڑھنے کے بعد اپنی نظم آپ ہی شرمسار ہے





# خلافت ہی کے دَم سے آج روشن شمعِ وحدت ہے

(مکرم قیس مینائی نجیب آبادی صاحب)

خلافت ہی کے دم سے آج روشن شمعِ وحدت ہے
خلافت ہی کے دم سے آج فرق نور وظلمت ہے

خلافت دین ہے...... ہے اور دیں کی عزت ہے
خلافت ہی کے دَم سے ارتقاء احمدیت ہے

خلافت جلوہ گاہِ جلوۂ حسن رسالت ہے
خلافت آئینہ دارِ کمالاتِ نبوت ہے

گیا دَورِ خزاں اب فصلِ گُل کی پھر حکومت ہے
خلافت ہی کی برکت سے یہ دنیا باغ جنت ہے

خلافت کا نہ ہونا خلفشارِ مرکزیت ہے
کہ فقدانِ خلافت انتشارِ احمدیت ہے

خلافت کعبۂ مقصود کا اک جادۂ آساں
خلافت درحقیقت ایک منہاجِ شریعت ہے

نہ طوفانوں کا خطرہ ہے نہ خوف زلزلہ اس کو
خلافت ایک پختہ اور مستحکم عمارت ہے

جماعت بھی منظّم اور مرکز بھی ہے مستحکم
امامِ وقت میں بھی انتظامی قابلیت ہے

زمامِ ملت بیضا ہے اب دست خلافت میں
خلافت عظمت دیں ہے وقار احمدیت ہے

جماعت کو بھلا پھر کس لئے ہو خوف ناکامی
کہ جب ہم میں قیادت ہے خلافت اور امامت ہے

خلافت کا فدائی بن امامت پر فدا ہو جا
اگر اے قیس تجھ کو اِدّعائے احمدیت ہے

# میں بھی رہا ہوں خلوت جاناں میں ایک شام

میں 1900ء میں پیدا ہوا۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے میری پہلی ملاقات 1913ء میں ہوئی جب حضور شملہ تشریف لائے۔ میں وہاں سکول میں پڑھتا تھا میرے بڑے بھائی مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے حضور کو دعوت پر بھی بلایا جن کے پاس میں 1903ء سے مقیم تھا جب میرے والد صاحب کی وفات ہوگئی تھی۔

حضرت مصلح موعود کو جب میرے اپنے بھائی سے اختلاف کی اطلاع ملی (1914ء میں آپ کے بھائی غیر مبائعین میں شامل ہو گئے جس کی وجہ سے بعد میں ان سے آپ کا اختلاف ہوگیا) تو حضور نے مجھے اتنے ہی وظیفہ کی پیشکش کی جو رقم مجھے بھائی سے ملتی تھی۔ مَیں نے یہ وظیفہ نہیں لیا۔ لیکن مجھے یہ احساس ہوگیا کہ اپنے حقیقی بھائی سے بہت زیادہ شفقت رکھنے والا انسان موجود ہے۔

(روزنامہ الفضل 16 فروری 2001ء)

☆☆☆

غض بصر کی آپ کو یوں بھی بڑی شدت سے عادت ہے۔ میں نے آپ کی آنکھیں کبھی پوری کھلی ہوئی نہیں دیکھیں۔ ہمیشہ نیم بند رہتی ہیں اور نگاہ نیچی رہتی ہے اور ادھر اُدھر نہیں دیکھتے اور اس کے ساتھ چہرہ پر حیا اور حسن نمایاں ہوتا ہے گویا ایک کنواری والی کیفیت ہوتی ہے۔ لیکن نمازوں میں آنکھیں اور بھی کم کھلی رہتی ہیں اور سجدہ گاہ کی طرف نگاہ رہتی ہے۔ اُوپر یا ادھر اُدھر کبھی نہیں ہوتی۔

(حضرت مرزا عبدالحق صاحب)

1944ء میں مصلح موعود کے اعلان کے لئے آپ نے مختلف مقامات پر جلسے کروائے۔ ان میں سے ایک جلسہ لُدھیانہ میں بھی کیا گیا۔ وہاں احرار کا زور تھا۔ انہوں نے ہمارے جلسہ کا مقاطعہ کر دیا۔ جلوس نکالے اور ہمیں خوب گالیاں دیں۔ باوجود اس کے کہ کئی ایک غیر مسلم ہمارے جلسہ میں شریک ہوئے۔ ظہر اور عصر کی نمازیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جلسہ گاہ میں جمع کروائیں۔ نماز شروع ہوتے ہی بارش بھی شروع ہوگئی۔ اتنی تیز بارش کہ سب پانی ہی پانی ہوگیا۔ پانی میں ہی ہم سجدے کر رہے تھے سفر میں قصر ہونے کی وجہ سے آپ نے دو فرض ظہر کے اور دو عصر کے پڑھائے ان چار فرضوں میں شاید پون گھنٹہ لگا ہوگا۔ رقت کی وجہ سے سب طرف سے چیخوں کی آواز آ رہی تھی آپ اس بات سے قطعی بے نیاز معلوم ہوتے تھے کہ بارش میں ہمارا کیا حال ہو رہا ہے اوپر سے آسمان آنسو بہا رہا تھا اور نیچے سے خدا کے معمور کا

خلیفہ اوراس پرایمان لانے والوں کاایک گروہ۔عجیب سماں تھا۔غیر مسلم بھی محوحیرت تھے۔نماز کے بعد یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ ایسانظارہ توانہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھاتھا۔

......کوئی تیس سال کا عرصہ ہواایک دن بٹالہ کے سٹیشن پر میں نے باتوں باتوں میں آپ کا دن رات کا لائحہ عمل دریافت کرنے کی جرأت کی تو معلوم ہواکہ رات کو ایک ایک دودو بجے تک پڑھتے ہیں یہاں تک کہ آنکھوں کے سامنے تارے ناچتے ہیں۔پھرآپ تہجد کیلئے بھی اٹھتے ہیں اوائل میں تو سالہاسال نماز فجر کے بعد بھی نہ سوتے تھے لیکن پھراسے برداشت نہ کرسکے اور صبح کے بعد سونا شروع کردیا۔اس سے پتہ چلتاہے کہ آپ دین کیلئے کس قدرمحنت کرتے رہے۔......

آپ کا کھانا پینا،لباس اورطرز رہائش نہایت سادہ اور ہرقسم کے تکلف سے الگ ہوتے ہیں۔......

مجھے آپ کے ساتھ پچاسوں مرتبہ کھانا کھانے کا موقع ملا اس میں ہمیشہ سادگی پائی۔مہمانوں کا اکرام ضرورمدِ نظر رکھاجاتا لیکن سادگی والاحصہ بھی قائم رہتا۔ بہت پرانی بات ہے ایک دفعہ آپ نے مجھے وہ خرچ بتایاجو آپ اپنے گھروں میں کھانے کے لئے دیتے تھے وہ بہت ہی معمولی تھاچنانچہ میں نے بھی آپ کی اقتدامیں اسی کے مطابق دینا شروع کیا گو بعد میں مہنگائی کے زمانہ میں اسے بڑھانا پڑا۔یہ بھی میں نے ہمیشہ دیکھا کہ آپ کھانا بہت کم مقدار میں کھاتے ہیں بعض دفعہ پندرہ بیس دن دونوں وقت مسلسل آپ کے ساتھ کھانے کا موقع ملا۔تب بھی ہمیشہ یہی دیکھا کہ آپ کی خوراک بہت کم ہے اور ایک کھانے پرہی اکتفا کرنا پسند فرماتے ہیں۔

لباس میں بھی آپ سادگی رکھتے ہیں اور کسی قسم کا تکلف پسند نہیں کرتے۔زمانۂ خلافت میں آپ کا لباس سفید قمیض،سفید شلوار،لمبا کوٹ اور ململ کی پگڑی رہا۔......

آپ کی طرز رہائش بھی بہت سادہ رہی آپ کے بیٹھنے اورسونے کا کمرہ آرائش اور زیبائش سے خالی ہوتا۔ ان میں سامان بہت سادہ اور معمولی قسم کا ہوتا۔کتابیں وغیرہ ادھر اُدھر بکھری پڑی ہوتیں۔آپ فرش پر بیٹھتے سوائے اس کے کہ مہمانوں یا ملاقات کرنے والوں کی خاطر صوفہ یا کرسی پر بیٹھیں۔خدام کے ساتھ نہایت بے تکلفی سے بیٹھتے اور گفتگو فرماتے۔گفتگو میں لطائف کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ربوہ آکر آپ خاصہ عرصہ کچے مکانوں میں رہے جوآرام کے سامانوں سے قطعی خالی تھے لیکن آپ کی کسی بات سے معلوم نہ ہوتا کہ آپ کے نزدیک یہ بھی کوئی کمی ہے سب کام پہلے کی طرح جاری رہے اور چہرہ پروہی طمانیت اورسرور۔

آپ کرسی وغیرہ پر بیٹھتے تو اس میں یہ بھی خصوصیت ہوتی کہ آپ کبھی ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر نہ بیٹھتے۔......میں نے کبھی ایک دفعہ بھی اس کے خلاف نہیں دیکھا۔خواہ کتنے تھک جاتے ٹانگیں لمبی کر لیتے یا ٹیک لگا لیتے لیکن لات کے اوپرلات نہ رکھتے۔

(ماہنامہ خالد دسمبر 1964ء)

☆☆☆





1924ء ......میں انگلستان جاتے ہوئے پورٹ سعید سے آپ نے جماعت کے نام ایک مکتوب تحریرفرمایاجوالفضل میں شائع ہواتھا۔میں نے اس مکتوب کے اقتباس اس وقت اپنی ایک نوٹ بک میں لکھ لئے جو میں نے اس غرض کیلئے بنائی تھی کہ اس میں وہ چیزیں لکھتا جاؤں جن کو میں باربار پڑھنا چاہتا تھا......۔اس خط کو میں نے کئی مرتبہ پڑھاہے اور لطف اٹھایا۔اس کے جو حصے میں نے نوٹ کئے ہوئے ہیں وہ یہ ہیں۔

’’جس دن صبح کے وقت چلنا تھا اس دن رات کے ایک بجے میں اپنے بعد کے کام چلانے کے متعلق ہدایات لکھنے سے فارغ ہوااور صبح عزیزم عبدالسلام ولد حضرت خلیفۃ الاول کو جو بیمار تھے دیکھ کراس آخری خوشی کو پورا کرنے کے لئے چلاگیا جواس سفر(یورپ) سے پہلے میں قادیان میں حاصل کرنا چاہتا تھا یعنی آقائی وسیدی و راحتی وسروری وحبیبی ومرادی حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک پر دعا کرنے کیلئے۔ایک بے بس عاشق اپنے محبوب کے مزار پر عقیدت کے دو پھول چڑھانے اوراپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں دعا کرنے کے سوا اور کیا کرسکتاہے۔سواس فرض کوادا کرنے کے لئے میں وہاں گیا۔مگر آہ!وہ زیارت میرے لئے کیسی افسردہ کن تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ مردے اس مٹی کی قبر میں نہیں ہوتے بلکہ ایک اورقبر میں رہتے ہیں۔مگراس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس مٹی کی قبر سے بھی ان کوایک تعلق ہوتاہے اور پھراس میں بھی کوئی شک نہیں کہ انسانی دل اس قرب سے بھی جواپنے پیارے کی قبر سے ہوایک گہری لذت محسوس کرتاہے۔پس یہ جدائی میرے لئے ایک تلخ پیالہ تھا اور ایسا تلخ کہ اسکی تلخی کومیرے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔میری زندگی کی بہت بڑی خواہشات میں سے اوران خواہشات میں سے جن کا خیال کرکے بھی میرے دل میں سرور پیدا ہوجاتا تھا۔ایک یہ خواہش بھی کہ جب میں مرجاؤں تو میرے بھائی جن کی محبت میں مَیں نے عمر بسر کی ہے اور جن کی خدمت میرا واحد شغل رہاہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عین قدموں کے نیچے میرے جسم کو دفن کردیں۔تاکہ اس مبارک وجود کے قرب کی برکت سے میرا مولا مجھ پربھی رحم فرمائے۔ہاں شاید اس قرب کی وجہ سے وہ عقیدت کیش احمدی جو جذبۂ محبت سے لبریز دل کو لے کراس مزار پر حاضر ہو میری قبر بھی اس کو زبان حال سے یہ کہے کہ

’’اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی‘‘

اور وہ کوئی کلمۂ خیر میرے حق میں بھی کہہ دے۔ جس سے میرے رب کا فضل جوش میں آکر میری کوتاہیوں پر سے چشم پوشی کرے اور مجھے بھی اپنے دامن رحمت میں چھپالے۔آہ!اس کی تمنا میرے دل کو کھائے جاتی ہے اوراس کی شان احدیت میرے جسم کے ہرذرہ پر لرزہ طاری کردیتی ہے۔پس میں سمجھتا تھا کہ شاید یہ جسمانی قرب روحانی قرب کا موجب بن جائے۔اللہ تعالیٰ کا فضل تو سب ہی کچھ کرسکتا ہے مگر اپنی شامت اعمال اور صحت کی کمزوری دل کو شکار اوہام بنادیتے ہیں۔

پس میری جدائی حسرت کی جدائی تھی۔ کیونکہ میں دیکھ رہا تھا کہ میری صحت جو پہلے ہی کمزور تھی پچھلے دنوں کے کام کی وجہ سے بالکل ٹوٹ گئی ہے۔ میرے اندر اب وہ طاقت نہیں جو بیماریوں کا مقابلہ کرسکے۔ وہ ہمت نہیں جو مرض کی تکلیف سے مستثنیٰ کردے۔

ادھر ایک تکلیف دہ سفر درپیش تھا۔ جو سفر کام ہی کام کا پیش خیمہ تھا اور ان تمام باتوں کو دیکھ کر دل ڈرتا تھا اور کہتا تھا کہ شاید یہ زیارت آخری ہو۔ شاید وہ اُمید حسرت میں تبدیل ہونے والی ہو۔ سمندر پار کے مردوں کو کون لاسکتا ہے۔ ان کی قبر یا سمندر کی تہ اور مچھلیوں کا پیٹ ہے یا دیار بعیدہ کی زمین جہاں مزار محبوب پر سے ہوکر آنے والی ہوا بھی تو نہیں پہنچ سکتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک وہم تھا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل کے ہی امیدوار ہیں اور میں تو کبھی اس سے مایوس نہیں ہوا۔ میں اس کا بندہ ہوں اور میرا حق ہے کہ میں اس سے مانگوں اور وہ میرا رب ہے اور اس کی شان ہے کہ وہ مجھے دے۔ مگر عشق است و ہزار بدگمانی۔ عشق اور محبت وہم پیدا کیا ہی کرتے ہیں اور خصوصاً اس قدر لمبا سفر اور ایسی تکلیف کا سفر اور صحت کی خرابی ایسے قوی موجبات ہیں کہ جن کے سبب سے ایسے وہم بالکل طبعی ہیں۔

غرض حسرت واندوہ سے میں اس مقام سے جدا ہوا اور گھر پہنچا۔ صرف ایک ایک دو دو منٹ مجھے اپنی بیویوں سے ملنے کیلئے اور اتنا ہی وقت حضرت والدہ مکرمہ اور ہمشیرگان سے ملاقات کے لئے چلتے ہوئے اپنے بعض بچوں کی شکل بھی نہیں دیکھ سکا میں یہ بھی نہیں دیکھ سکا کہ میرے ساتھ کیا اسباب ہے......

اے میری عزیز قوم اور اے خدا کے فرستادہ کی مقدس جماعت تمہاری بہبودی اور بہتری کا خیال میرے دل کو ہر وقت فکر مند رکھتا ہے اور تمہاری محبت ہمیشہ مجھے بدگمانیوں میں مبتلا رکھتی ہے کہ عشق است و ہزار بدگمانی۔ اے کاش تمہارا ایمان اور تمہارا یقین اور تمہارا ایثار اور تمہارے اخلاق اور تمہارا تمدن اور تمہارا علم اور تمہارے عمل اور تمہاری قربانیاں ایسی ہوں بلکہ اس سے بڑھ کر ہوں جو میں دیکھنی چاہتا ہوں۔ اے کاش تم زمانے کی دست بُرد سے محفوظ رہو۔ اے کاش تم ہر قسم کے فتنوں سے بچے رہو۔ خدا تعالیٰ تم میں ہمیشہ وہ لوگ پیدا کرتا رہے۔ جن کے دل تمہاری خیر خواہی اور محبت کے جذبات سے پُر ہوں اور جن کے افکار تمہاری بہتری کی تجاویز میں مشغول۔ تم یتیموں کی طرح کبھی نہ چھوڑے جاؤ اور سورج تم پر لاوارثی کی حالت میں کبھی نہ چڑھے۔ تم خدا کے پیارے ہو اور خدا تمہارا پیارا ہو۔ اے خدا تو ایسا ہی کر اور زندگی اور موت میں مجھے ایسا ہی دکھا۔

خاکسار

(مرزا محمود احمد)

(ماہنامہ مصباح نومبر، دسمبر 1965ء)





# خود میرا تجربہ ہے وہ بے حد عجیب تھا

میرا پچاس سالہ مشاہدہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے بیشتر حصہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے انتہائی درجہ کی محبت ہے اور یہ ایسی محبت ہے کہ بجز جذبِ خاص، دوسروں کے دلوں میں پیدا نہیں ہوسکتی۔ نیز جب تک محبوب کے دل میں اپنے محبوں کے ساتھ دلی محبت نہ ہو ایسا جذب پیدا نہیں ہوسکتا۔ پس آپ کا حسنِ باطنی آپ کی قوتِ جاذبہ ہے اور آپ کی اپنی جانب سے محبت جماعت کے آپ کے لئے والہانہ محبت رکھنے سے بیّن طور پر ثابت ہے 1944 میں لاہور کے جلسہ مصلح موعود سے خطاب کرتے ہوئے حضور نے خود بھی فرمایا تھا کہ اگر میں اس وقت احباب جماعت کو اپنی جانیں قربان کردینے کو کہہ دوں تو بلا دریغ وہ ایسا کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔

پھر میں نے کثیر تعداد میں غیر از جماعت لوگوں کو، کیا ہندو کیا مسلمان، حضور کا بہت ادب کرتے مشاہدہ کیا ہے۔ مشہور تھروٹ سپیشلسٹ ڈاکٹر انیسورتھ نے حضور کے گلے کا معائنہ کیا اور علاج تجویز کیا تو فیس پیش کرنے پر لینے سے انکار کردیا۔ اسی طرح متعدد مواقع پر اور بھی کئی ڈاکٹروں نے جن میں عیسائی، ہندو، مسلمان سبھی شامل ہیں، ہمارے اصرار کے باوجود فیس لینے سے عذر کردیا۔

ایک سفر میں ہم سندھ سے واپس قادیان کی طرف آرہے تھے تو لودھراں سٹیشن پر ملتان کے ایک ہندو رئیس کی نظر حضور پر پڑگئی۔ وہ بھی اسی ٹرین میں سفر کررہا تھا۔ اس نے دیکھتے ہی ملک عمر علی صاحب مرحوم سے جن کا وہ واقف تھا بمنت درخواست کی کہ مجھے حضرت صاحب سے ملوادیں۔ چنانچہ ملک صاحب نے جو حضور کے ہمراہیوں میں حضور کے کمپارٹمنٹ میں ہی سفر کررہے تھے حضور سے اجازت لے کر اس رئیس کو جس کا نام کلیان داس تھا ملاقات کیلئے حضور کے کمپارٹمنٹ میں بُلا لیا۔ ٹرین سٹیشن سے روانہ ہوگئی اور وہ ہندو حضور کی برتھ کی سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گیا مگر خاموش بیٹھا رہا۔ حضور نے کہا فرمائیں تو دیکھا گیا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور روتے روتے ہچکی سی بندھ گئی۔ یہ کیفیت کچھ دیر تک جاری رہی اس کے بعد رئیس مذکور نے اپنا طویل قصہ یوں بیان کیا کہ بہت عرصہ ہوا میں بغداد اور کربلا وغیرہ میں قبروں کی زیارت پر گیا۔ مگر دل کو تسلی حاصل نہ ہوئی لیکن جب میں حضرت سلمان فارسیؓ کے روضہ پر گیا تو میرے دل کو تسلی اور سرور حاصل ہوا اور میری حالت نیم بیہوش کی سی ہوگئی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نورانی چہرے والے بزرگ سامنے آرہے ہیں۔ ان کے ساتھ چار (رفقاء) اَور ہیں۔ ان بزرگ کو دیکھ کر میرا دل بیحد خوشی

(حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب)

اور سرور سے بھر گیا۔ بیداری کے بعد میرا دل لذت سے بھرا رہا اور جب بھی تصور غالب آتا تو وہی بزرگ مع چار (رفقاء) کے سامنے آجاتے۔ اب میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ میں اس بزرگ کی تلاش کر کے اس کی زیارت کروں۔ چنانچہ میں ان علاقوں میں اور پھر ہندوستان آکر مختلف شہروں میں گھوما پھرا مگر میری مراد پوری نہ ہوئی۔ اس واقعہ پر پانچ سال کا عرصہ گزر چکا ہے کہ آج جب میری نظر حضورِ والا پر پڑی تو میرے سامنے وہی چہرہ آگیا جو حضرت سلمان فارسیؓ کے مقبرہ پر کشف میں نظر آیا تھا۔ تب ملک عمر علی صاحب سے بمنت آپ کی ملاقات کیلئے کہا اور میری مراد پوری ہوگئی۔

یہ عجیب بات ہے کہ حضور کے ہمراہ اس وقت چار ہی (رفقاء) اس کمپارٹمنٹ میں تھے۔ یعنی صاحبزادہ میاں مبارک احمد صاحب سلمہ، ملک عمر علی صاحب مرحوم، مکرمی غلام محمد صاحب اختر اور یہ عاجز حشمت اللہ۔ رئیس مذکور نے پھر کہا کہ حضور میں اب آپ کا ہی ہوگیا ہوں۔ میں اس وقت سفر سے واپس اپنے گھر کو جا رہا ہوں۔ اگر حضور فرمائیں تو میں حضور کے ہمراہ ہی قادیان چلتا ہوں یا اگر اجازت فرمائیں تو گھر اطلاع دے کر کل قادیان کے لیے چل پڑوں گا۔ حضور نے ملتان ٹھہرنے کی اجازت دیدی اور وہ رئیس حسب وعدہ قادیان تیسرے دن پہنچ گیا۔ حضور نے اس کو ملاقات کا شرف بخشا اور پاک کلمات فرمائے تب وہ اجازت لے کر گھر واپس چلا گیا۔

❁❁❁

1924ء کے سفرِ لنڈن کے دوران جہاز کا اطالوی ڈاکٹر حضور کو دیکھ کر خود بخود گرویدہ ہوگیا۔ وہ AKAI نامی ایک سوسائٹی کا بانی تھا۔ جس کے اصولوں میں سے ایک یہ اصول تھا کہ جو بھی اس سوسائٹی کا ممبر ہوگا کبھی افسردہ نظر نہ آئے گا بلکہ شگفتہ صورت نظر آئے گا۔ اس نے حضور کی شگفتگی اور خوش خلقی اور بلند اخلاقی کو دیکھتے ہوئے آپ سے اپنی سوسائٹی کا ممبر بننے کی درخواست کی اور اس پر بڑا ہی اصرار کیا مگر حضور نے فرمایا کہ ہمیں کسی سوسائٹی کا ممبر بننے کی ضرورت نہیں۔ ہم تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے ایمان و یقین کی وجہ سے ہر آن خوش رہتے ہیں۔ تاہم وہ کئی دن کوشش میں لگا رہا اور جب بھی حضرت صاحب باہر تشریف لاتے تو دیکھنے آجاتا۔ وہ مجھ سے بھی بے تکلف ہوگیا تھا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ جہاز کے فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کے درمیانی صحن میں ہم بارہ خدام حضور کی اقتدا میں باجماعت نماز ادا کر رہے تھے۔ نماز کے ختم ہونے پر حضور مصلّٰے پر خدام کی طرف رُخ کر کے تشریف فرما ہوئے تو ڈاکٹر مذکور نے اس نظارہ کو کچھ فاصلہ سے بغور دیکھا اور اشارہ کر کے مجھے اپنے پاس بلایا اور حضرت صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا

"Jesus christ and 12 Disciples!"

یعنی یسوع مسیح اور بارہ حواری! میرے دل نے اس وقت اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا نظارہ کرتے ہوئے بڑا لطف اٹھایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک عیسائی کے منہ سے وہ بات نکلوائی جو ہم پر اس وقت خوب صادق آتی





تھی کیونکہ خلیفہ کا وجود بھی مامور کا وجود ہی متصور ہوتا ہے اور پھر بارہ (رفقاء) کا ہم سفر ہونا بھی محض الٰہی تقدیر کا کرشمہ تھا (یہ مشابہت بھی قابل ذکر ہے کہ مسیحؑ کے حواریوں کی طرح حضور کے ان ساتھیوں میں ایک آپ کا بھائی اور ایک بعد ازاں مُرتد ہو جانیوالا شخص بھی شامل تھا۔ ایڈیٹر)

❁❁❁

اسی سفر کا واقعہ ہے کہ جب ہم روم میں تین روز کے لئے رُکے تو حضور کیلئے آپ کی نقاہت کے پیش نظر عام کھانے کے علاوہ ایک چوزہ کا سالن تیار کروایا گیا۔ دوپہر کے کھانے کیلئے میز پر بیٹھے تو حضور کے ساتھ خانصاحب ذوالفقار علی خاں اور یہ عاجز بھی بیٹھے تھے کیونکہ حضور والے ہوٹل میں ہم دونوں ہی مقیم تھے۔ حضور نے چوزہ کے سالن والے ڈش میں سے کچھ حصہ اپنی پلیٹ میں لے کر ڈش ہماری طرف سرکا دی۔ ہم نے سوچا کہ یہ بقیہ چوزہ حضرت میاں شریف احمد صاحب کو بھیج دیں گے۔ اس لئے ہم نے اپنی پلیٹوں میں صرف عام سالن ہی ڈالا۔ حضور نے ابھی چند لقمے ہی کھائے تھے کہ کھانا چھوڑ دیا اور ہم سے اظہار ناراضگی فرمایا کہ مجھے یہ ہرگز پسند نہیں کہ اپنے ساتھ بیٹھ کر کھانے والوں سے امتیاز رکھوں کہ کوئی خاص کھانا صرف میں ہی کھاؤں دوسرا کوئی ساتھی نہ کھائے۔

❁❁❁

میرا یہ بھی مشاہدہ ہے کہ حضور نے قانون کی پابندی کی باریک سے باریک راہوں کا بھی خیال رکھا۔ مثلاً ریل پر سفر کرتے ہوئے اس امر کا خصوصیت سے جائزہ لیتے کہ کرایہ پوری شرح سے ادا ہو۔ اگر کسی بچہ کی عمر ساڑھے بارہ سال ہوگئی تو خواہ بظاہر وہ اس عمر سے چھوٹا ہی نظر آتا ہو اس کا پورا ٹکٹ خرید کروایا۔ اسی طرح حضور اکثر سیکنڈ کلاس میں ریزرو کمپارٹمنٹ میں سفر کرتے۔ جب کسی سٹیشن پر کوئی خادم کسی خدمت کی بجا آوری کے لئے حاضر ہوتا تو آپ اسے ٹرین کے روانہ ہونے سے پہلے اپنی جگہ پر جا بیٹھنے کی تاکید فرماتے تاکہ ریلوے کے قوانین کی پوری پابندی رہے۔

اوائل 1921ء میں ڈاکٹر انیسورتھ تھروٹ سپیشلسٹ نے تبدیلی آب وہوا کا مشورہ دیا اور تاکید کی کہ روزانہ کافی دیر تک کسی دریا وغیرہ کے کنارہ پر بیٹھا کریں۔ مثلاً مچھلی کے شکار کا مشغلہ اختیار کر لیا کریں۔ اس غرض کیلئے حضور کشمیر تشریف لے گئے اور سرینگر ایک ہاؤس بوٹ میں رہائش رکھی۔ ساتھ ہی مچھلی کے شکار کے لئے آپ نے اپنے نام کا لائسنس بھی بنوالیا۔ مگر سوائے ایک دن کے مچھلی پکڑنے کا شغل نہ کیا اور وہ بھی بمشکل ایک گھنٹہ۔ کچھ دنوں بعد ایک مقام گاندھربل پر تشریف لے گئے۔ مجھے اس نالہ میں جہاں ہماری کشتی ٹھہری تھی۔ مچھلی بہت معلوم ہوئی میں نے اس بناء پر کہ لائسنس تو ہمارے پاس ہے ہی، مچھلی کیلئے کنڈی ڈال دی اور دو چھوٹی مچھلیاں پکڑ لیں۔ حضور نے مجھے تو کچھ نہ بتلایا۔ مگر میرے نام کا لائسنس منگوا کر چپکے سے میرے کوٹ کی جیب میں

رکھوا دیا۔ جب اگلے روز میں نے کنڈی ڈالی تو حضور نے میرے پاس سید محمود اللہ شاہ صاحب مرحوم کو جو اس سفر میں بطور پرائیویٹ سیکرٹری ہمراہ گئے تھے، میرے پاس باز پرسی کے لئے بھیجا کہ آپ بغیر لائسنس کے مچھلی پکڑ رہے ہیں۔ میں نے کہا حضور کا لائسنس جو ہے اور مچھلی بھی میں حضور کے لئے پکڑ رہا ہوں تو انہوں نے کہا کہ حضور کے لائسنس پر آپ کو تو مچھلی پکڑنے کا حق نہیں ہے۔ پھر ذرا وقفہ سے کہا کہ آپ یونہی کہتے ہیں کہ آپ کا لائسنس نہیں ہے ذرا جیب میں تو دیکھیں میں نے نہ معلوم کیوں جیب میں ہاتھ ڈالا اور میں حیران ہوا کہ جیب سے میرے نام کا لائسنس نکل آیا۔ اس وقت میں سمجھ گیا کہ میرے کنڈی ڈالنے کر حضور نے قانون کے خلاف جانا اور مخفی طور پر اسی وقت میرے نام کا لائسنس خرید کر لطیفہ سنجی کیلئے چپکے سے میرے کوٹ کی جیب میں ڈلوا دیا اور مجھ سے جواب طلبی شروع کر دی۔ غرض بڑے لطیف رنگ میں حضور نے مجھے قانون کی خلاف ورزی پر تنبیہ فرما دی اور میرے احساسات کا بھی پورا خیال رکھا۔

❀❀❀

محمد آباد سٹیٹ سندھ میں ایک دفعہ ایک مقامی کارکن نے حضور کی خدمت میں لطیفہ کے رنگ میں بیان کیا کہ فلاں کارکن ایک دن کہہ رہا تھا کہ ''یارو جب حضرت ناراض ہوتے ہیں تو مجھے بہت مزہ آتا ہے'' یہ بظاہر بڑی نرالی بات ہے لیکن بغور دیکھا جائے تو یہ حضور کے ''دل کا حلیم'' ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ یعنی حضور خفا تو ہوتے ہیں اور غصہ کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ لیکن کوئی سخت سزا نہیں دیتے بلکہ جلد معاف کر دیتے ہیں اور دلجوئی کرنے لگتے ہیں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ پیار کرنے لگتے ہیں۔

(ماہنامہ خالد دسمبر 1964ء)

❀❀❀

## حضور کی دلنوازی

1909ء مارچ یا اپریل کا واقعہ ہے کہ ایک روز میں اپنے بورڈنگ (میڈیکل لاہور) سے کسی کام کے لئے انارکلی بازار لاہور میں گیا یہ کوئی دس گیارہ بجے کا وقت تھا۔ حسن اتفاق سے یا میری خوش قسمتی سے حضرت محمود مع ایک نوجوان رفیق کے انارکلی میں مل گئے۔ باوجود یہ کہ میرا کوئی تعارف حضرت صاحبزادہ محترم سے نہ تھا۔ مگر محترم کے ذاتی حسن و جذب کی وجہ سے میں مجبور ہو گیا کہ کچھ وقت کے لئے آپ کی معیت اختیار کر لوں۔ چنانچہ میں بن بلائے مہمان کی طرح السلام علیکم کہہ کر ساتھی بن گیا اور ساتھ ساتھ پھرنے لگ گیا۔ میں قریباً دو گھنٹے ساتھ رہا۔ ...... میں نے اس دو گھنٹہ کی معیت میں جو مصروفیت آپ کی دیکھی یہ تھی کہ اول آپ راما کرشنا کی دکان پر گئے اور وہاں سے کچھ کتابیں خرید کیں۔ دوم آپ پبلک لائبریری میں تشریف لے گئے وہاں بہت دیر تک رہے اور اس کے لائف ممبر بنے۔......

## سفر ڈلہوزی

1920ء کے موسم گرما میں حضور ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ انہی دنوں میں عید الاضحیٰ بھی آئی۔ جس دن یوم حج تھا اس دن حضور نے پروگرام بنایا کہ نماز ظہر کے بعد باہر جا کر دعا کریں گے اس ارادہ سے آپ قیام گاہ سے بہت بلند بکروٹہ پہاڑی پر تشریف لے گئے۔ حضور کے ہمراہ قافلہ کے نصف کے قریب احباب تھے۔ حضور نے پہاڑی کے اس حصہ میں جہاں علیحدگی میسر آ رہی تھی با جماعت نفلوں میں دعا کرنے کا بتلا کر نیت باندھ لی اور قرأت بالجہر پڑھی اور لمبے سجدے کئے۔ اس طرح پر چار رکعتیں ڈیڑھ گھنٹہ میں ختم کیں۔ میرے جیسے کمزوروں کو بعض دفعہ نیند کا ٹھونکا بھی آ جاتا رہا۔ مگر حضور نے بڑے عظم کے ساتھ باوجود کمزور ہونے کے دعا کا حق ادا کیا۔

ڈلہوزی کے قیام کے آخری دنوں میں جب حضرت چوہدری فتح محمد صاحب کی جانب سے لنڈن سے تار کے ذریعہ اطلاع ملی کہ (بیت الذکر) کے لئے جگہ خرید کی گئی ہے تو حضور بہت خوش ہوئے اور فرمایا کل ڈیانکنڈ پر چائے کی دعوت کی جائے گی اور خوشی کا جلسہ منایا جائے گا اور فرمایا کہ ہر اہل قافلہ اس خوشی کی یاد میں ایک ایک نظم بنائے اور چندہ دے۔ چنانچہ یہ جلسہ خوب شاندار طریق پر منایا گیا۔ ہم سب نے اس سے محسوس کیا کہ حضور کو (دین حق) کی اشاعت اور اس کی برتری دیکھنے کا کس قدر شوق ہے۔

(ماہنامہ مصباح دسمبر جنوری 1964ء)

❀❀❀

## سیدنا حضرت مصلح موعود کے دربار عالی میں

(محترم میاں غلام محمد صاحب اختر)

تجھے بخشی گئی دیں کی خلافت
جہاں میں مظہر حق العلاء ہے

نہ ہو تو کس طرح فضلوں کا وارث
کہ فرزند مسیح دوسرا ہے

تری صحبت تری سیرت کا مظہر
عیاں ہر رنگ میں نور خدا ہے

خطر کیا تجھ کو دنیائے دَنی سے
ترا حامی ترا ناصر خدا ہے

دعائیں کارگر ہوتی ہیں تیری
کہ تو اک محرم راز خدا ہے

ترے دم سے حیات نو ملی ہے
ترا دست دعا معجز نما ہے

ترے کوچے کی پیارے خاک ہوں مَیں
تڑپ ہے آرزو ہے، مدعا ہے

لگا کے تجھ سے یہ عشق و محبت
محبت کا قرینہ آ گیا ہے

❀❀❀

رکھوادیا۔ جب اگلے روز میں نے کنڈی ڈالی تو حضور نے میرے پاس سید محمود اللہ شاہ صاحب مرحوم کو جو اس سفر میں بطور پرائیویٹ سیکرٹری ہمراہ گئے تھے، میرے پاس باز پرسی کے لئے بھیجا کہ آپ بغیر لائسنس کے مچھلی پکڑ رہے ہیں۔ میں نے کہا حضور کا لائسنس جو ہے اور مچھلی بھی میں حضور کے لئے پکڑ رہا ہوں تو انہوں نے کہا کہ حضور کے لائسنس پر آپ کو تو مچھلی پکڑنے کا حق نہیں ہے۔ پھر ذرا وقفہ سے کہا کہ آپ یونہی کہتے ہیں کہ آپ کا لائسنس نہیں ہے ذرا جیب میں تو دیکھیں میں نے نہ معلوم کیوں جیب میں ہاتھ ڈالا اور میں حیران ہوا کہ جیب سے میرے نام کا لائسنس نکل آیا۔ اس وقت میں سمجھ گیا کہ میرے کنڈی ڈالنے کرحضور نے قانون کے خلاف جانا اور مخفی طور پر اسی وقت میرے نام کا لائسنس خرید کر لطیفہ سنجی کیلئے چپکے سے میرے کوٹ کی جیب میں ڈلوادیا اور مجھ سے جواب طلبی شروع کردی۔ غرض بڑے لطیف رنگ میں حضور نے مجھے قانون کی خلاف ورزی پر تنبیہہ فرما دی اور میرے احساسات کا بھی پورا خیال رکھا۔

❀❀❀

محمد آباد سٹیٹ سندھ میں ایک دفعہ ایک مقامی کارکن نے حضور کی خدمت میں لطیفہ کے رنگ میں بیان کیا کہ فلاں کارکن ایک دن کہہ رہا تھا کہ ''یارو جب حضرت ناراض ہوتے ہیں تو مجھے بہت مزہ آتا ہے'' یہ بظاہر بڑی نرالی بات ہے لیکن بغور دیکھا جائے تو یہ حضور کے ''دل کا حلیم'' ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ یعنی حضور خفا تو ہوتے ہیں اور غصہ کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ لیکن کوئی سخت سزا نہیں دیتے بلکہ جلد معاف کردیتے ہیں اور دلجوئی کرنے لگتے ہیں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ پیار کرنے لگتے ہیں۔

(ماہنامہ خالد دسمبر 1964ء)

❀❀❀

## حضور کی دلنوازی

1909ء مارچ یا اپریل کا واقعہ ہے کہ ایک روز میں اپنے بورڈنگ (میڈیکل لاہور) سے کسی کام کے لئے انارکلی بازار لاہور میں گیا یہ کوئی دس گیارہ بجے کا وقت تھا۔ حسن اتفاق سے یا میری خوش قسمتی سے حضرت محمود مع ایک نوجوان رفیق کے انارکلی میں مل گئے۔ باوجود یہ کہ میرا کوئی تعارف حضرت صاحبزادہ محترم سے نہ تھا۔ مگر محترم کے ذاتی حسن و جذب کی وجہ سے میں مجبور ہوگیا کہ کچھ وقت کے لئے آپ کی معیت اختیار کرلوں۔ چنانچہ میں بن بلائے مہمان کی طرح السلام علیکم کہہ کر ساتھی بن گیا اور ساتھ ساتھ پھرنے لگ گیا۔ میں قریباً دو گھنٹے ساتھ رہا۔ ...... میں نے اس دو گھنٹہ کی معیت میں جو مصروفیت آپ کی دیکھی یہ تھی کہ اول آپ راما کرشنا کی دکان پر گئے اور وہاں سے کچھ کتابیں خریدیں۔ دوم آپ پبلک لائبریری میں تشریف لے گئے وہاں بہت دیر تک رہے اور اس کے لائف ممبر بنے۔ ......

## سفر ڈلہوزی

1920ء کے موسم گرما میں حضور ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ انہی دنوں میں عیدالاضحیٰ بھی آئی۔ جس دن یوم حج تھا اس دن حضور نے پروگرام بنایا کہ نماز ظہر کے بعد باہر جا کر دعا کریں گے اس ارادہ سے آپ قیام گاہ سے بہت بلند بکروٹہ پہاڑی پر تشریف لے گئے۔ حضور کے ہمراہ قافلہ کے نصف کے قریب احباب تھے۔ حضور نے پہاڑی کے اس حصہ میں جہاں علیحدگی میسر آرہی تھی باجماعت نفلوں میں دعا کرنے کا بتلا کر نیت باندھ لی اور قرأت بالجہر پڑھی اور لمبے سجدے کئے۔ اس طرح پر چار رکعتیں ڈیڑھ گھنٹہ میں ختم کیں۔ میرے جیسے کمزوروں کو بعض دفعہ نیند کا ٹھونکا بھی آجاتا رہا۔ مگر حضور نے بڑے عظم کے ساتھ باوجود کمزور ہونے کے دعا کا حق ادا کیا۔

ڈلہوزی کے قیام کے آخری دنوں میں جب حضرت چوہدری فتح محمد صاحب کی جانب سے لنڈن سے تار کے ذریعہ اطلاع ملی کہ (بیت الذکر) کے لئے جگہ خرید کی گئی ہے تو حضور بہت خوش ہوئے اور فرمایا کل ڈیا نکنڈ پر چائے کی دعوت کی جائے گی اور خوشی کا جلسہ منایا جائے گا اور فرمایا کہ ہر اہل قافلہ اس خوشی کی یاد میں ایک ایک نظم بنائے اور چندہ دے۔ چنانچہ یہ جلسہ خوب شاندار طریق پر منایا گیا۔ ہم سب نے اس سے محسوس کیا کہ حضور کو (دین حق) کی اشاعت اور اس کی برتری دیکھنے کا کس قدر شوق ہے۔

(ماہنامہ مصباح دسمبر جنوری 1964ء)

❀❀❀

## سیدنا حضرت مصلح موعود کے دربار عالی میں

(محترم میاں غلام محمد صاحب اختر)

تجھے بخشی گئی دیں کی خلافت
جہاں میں مظہر حق العلاء ہے

نہ ہو تو کس طرح فضلوں کا وارث
کہ فرزند مسیح دوسرا ہے

تری صحبت تری سیرت کا مظہر
عیاں ہر رنگ میں نور خدا ہے

خطر کیا تجھ کو دنیائے دنی سے
ترا حامی ترا ناصر خدا ہے

دعائیں کارگر ہوتی ہیں تیری
کہ تو اک محرم راز خدا ہے

ترے دم سے حیات نو ملی ہے
ترا دست دعا معجز نما ہے

ترے کوچے کی پیارے خاک ہوں مَیں
تڑپ ہے آرزو ہے، مدعا ہے

لگا کے تجھ سے یہ عشق و محبت
محبت کا قرینہ آ گیا ہے



Shakeel Ahmad
0333-6710524
Shakeel Electronics
MOBILE Repairing, Sale & Service
TELEPHONE, CORDLESS
Shop # 8, Umar Market, Aqsa Road,
Rabwah. Tel. 047-6215524

خالد — سیدنا مصلح موعود نمبر — جون جولائی 2008

# مقدس شمائل اور پاکیزہ اخلاق

(حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب انور اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی)

جنوری 1934ء میں خاکسار کو حضور نے تحریک جدید کا چارج لے کر کام شروع کرنے کا ارشاد فرمایا۔ جب خاکسار اگلے دن حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے میری کم عمری اور ناتجربہ کاری کا اندازہ کرتے ہوئے حسب ذیل نصائح سے نوازا جو ہمیشہ ہی میرے لیے مشعل راہ رہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا:

☆ جس کام کیلئے مجھ سے وقت لیا جائے پہلے وہی کام پیش کیا جائے۔

☆ جس قدر وقت لیا جائے اُسی میں اپنے کام کو ختم کیا جائے اگر اتنے وقت میں وہ کام ختم نہ ہو تو بقیہ کام کسی دوسرے وقت میں وقت لے کر پیش کر دیا جایا کرے۔ تاکہ جو وقت دوسرے لوگوں کے لیے منظور کیا گیا ہے اس میں خرابی نہ پڑے۔

☆ اگر کام کرتے ہوئے نماز کا وقت آجائے تو از خود ہی یاد دلا دیا جائے تاکہ دیر ہونے کی وجہ سے (بیت الذکر) میں انتظار کرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

☆ اگر میں کسی کام کے متعلق کہہ دوں کہ پھر پیش ہو تو اس کو جلدی ہی پیش کیا جائے۔

☆ اگر میں کسی کام کے متعلق کوئی تجویز بتاؤں تو جس طرح وہ تجویز سمجھ آئی ہو اس کے مطابق جلدی ہی کام کا خاکہ پیش کر دیا جائے اس کو مکمل کر کے پیش کرنے کا خیال کر کے کئی ماہ نہ لگا دیے جایا کریں۔ تاکہ اگر تجویز کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہو تو اس کی اصلاح جلدی ہو جائے۔

☆ جب میں بات کر رہا ہوں تو اپنے دل میں آئی ہوئی کسی تجویز یا بات کو کہہ کر میری بات کو قطع نہ کیا جائے یہ بھی ادب کے خلاف ہے۔

◉◉◉

حضور ایک مرتبہ سندھ میں اپنی اراضی بمقام ناصر آباد تشریف لے گئے اور پھر گھوڑوں پر سوار ہو کر حضور فصل کو دیکھنے کے لئے باہر نکلے۔ چونکہ تحریک جدید کی اراضی میں ابھی جانا تھا اور میں فارغ تھا اس لئے مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب کے ہمراہ برساتی پانی کے ایک نالے پر جسے ڈھورا کہتے ہیں میں بھی چلا گیا اور کنڈی کے ذریعہ مچھلیاں پکڑنے لگے۔ حضور بھی ادھر تشریف لے آئے اور بے تکلفی سے مکرم ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ سے کنڈی لے کر فرمایا۔ ہم بھی مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ جب پانی پر تیرتے ہوئے سرکنڈے کو ذرا سا جھٹکا محسوس ہوتا تو حضور اس کو کھینچ لیتے۔ تین دفعہ ایسا ہوا اور کوئی مچھلی نہ آئی۔ تب حضور نے فرمایا کہ ’’ہمیں تو خدا نے آدمی پکڑنے کیلئے بنایا ہے۔ ہماری کنڈی میں مچھلی کیسے

آئے۔" اور پھر ہماری پکڑی ہوئی مچھلیوں کو ملاحظہ فرماتے رہے اور بالآخر ایک قدرے بڑی مچھلی کو ہاتھ لگا کر فرمایا کہ یہ کس نے پکڑی ہے۔ مَیں نے عرض کیا میری کنڈی میں آئی تھی تو فرمایا اچھا آج ہماری مہمان نوازی انور صاحب کے حصہ رہی۔ یہ حضور کی نوازش کریمانہ تھی ورنہ سب کچھ حضور ہی کا تھا۔ ان دنوں حضور خیمہ میں باہر ہی اپنے خدام میں بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ کھانے کے شروع ہونے کے دو چار منٹ بعد ہی خاص طور پر مچھلی والے کھانے کو طلب فرمایا کہ انور صاحب کی دعوتی مچھلی کہاں ہے۔ یہ حضور کی عزت افزائی تھی کہ معمولی سی مچھلی کو اور اپنے زیر اہتمام پکی ہوئی چیزوں کو میری طرف منسوب کر دیا۔

◉◉◉

ایک دفعہ حضور کراچی تشریف لے گئے اور ڈاکٹری ہدایت کے بموجب سمندر کے ایک کنارے "پرشمس پیر" مقام پر تشریف لے گئے۔ حضور کے اہل خانہ کے علاوہ حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ہلال پوری پروفیسر مدرسہ احمدیہ بھی تھے۔ کنارے پر پہنچ کر چند منٹ بعد ہی حضور ہاتھ میں مٹھائی کی ٹوکری لئے اس طرف تشریف لائے جس طرف قافلے کے مرد تھے اور حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب کے قریب جا کر ریت پر پاؤں کے بل بیٹھ گئے اور دونوں ہاتھوں میں مٹھائی کی ٹوکری رکھ کر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی طرف بڑھائی کہ آؤ سب بیٹھ کر کھائیں سب نے باری باری حضور کے ہاتھوں والی ٹوکری میں سے لیا اور حضور خدام کو اصرار کر کے کھلاتے رہے۔

◉◉◉

جب حضور نے بشیر آباد اسٹیٹ ضلع حیدر آباد سندھ کی اراضی تحریک جدید کیلئے خریدنے کا ارادہ فرمایا تو ناصر آباد سے خاکسار کو مع مکرم مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کے 18، 19 سوالات لکھ کر دیئے کہ ان کے مطابق معلومات لے کر تین دن کے اندر رپورٹ کریں۔ یہ سوالات اس قسم کے تھے کہ علاقہ میں کیا کیا فصلیں ہوتی ہیں۔ منڈیاں کتنے فاصلے پر ہیں، ڈاکخانہ کتنے فاصلے پر ہے، پختہ سڑک کون سی قریب ہے، ذرائع آمدورفت کیا کیا ہیں، پانی کی کیا کیفیت ہے، لوگوں کی صحتیں کیسی ہیں، کون کون سے درخت اس علاقہ میں ہیں، لوگوں کے اخلاق و عادات کیسے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ (ماہنامہ خالد ستمبر 1961ء)

◉◉◉

میں جن دنوں انچارج تحریک جدید تھا۔ حضور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مبلغ پانچ صد روپے کی رقم حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کو پہنچاؤں اور حضور کے اس ارشاد سے بھی اطلاع دوں کہ چونکہ یہ رقم ایک قومی امانت ہے جسے فلاں دوست کو پہنچانا ہے اور وہ بذریعہ ریل گاڑی جا رہے ہیں اس لئے اس رقم کو اپنے کوٹ کے اندر کی جیب میں رکھ کر اوپر سے اسے سی لیں۔ تا کہ جیب سے گرنے کا خطرہ نہ رہے اور حضور نے مجھے یہ ہدایت فرمائی کہ خاکسار یہ سارا کام اپنے سامنے کروا کر حضور کو اطلاع دے کہ حضور کے ارشاد کی تعمیل ہو گئی۔





یہ رقم کوئی بڑی رقم نہیں تھی۔ لیکن قومی رقوم کی حفاظت کیلئے ایک ذمہ وار عزیز کے لئے اس قدر تاکیدی ہدایات سے حضور کے علو مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔

◉◉◉

حضور نے نوجوانوں میں صنعت وحرفت کا شوق پیدا کرنے کیلئے دارالصناعت کا کارخانہ قائم فرمایا۔ جس میں لکڑی، لوہے اور چمڑے کا کام سکھایا جاتا تھا۔ جب ابتدائی انتظامات مکمل ہو کر اس کے افتتاح کا موقع ہوا۔ تو حضور بہ نفس نفیس خود تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھ سے رندہ کے ذریعہ لکڑی کو صاف کیا۔ پھر آری کے ذریعہ لکڑی کے ایک ٹکڑے کو کاٹا۔ اس طرح سے خود اپنے ہاتھ سے کام کر کے صنعت کی عزت افزائی فرمائی اور یہ کام سیکھنے والے بچوں کے دل میں خود کام کرنے کے جذبہ کی عزت کو بڑھایا اور ثابت کیا کہ اپنے ہاتھوں سے کوئی کام کرنا ذلت نہیں بلکہ عزت کا موجب ہے۔

◉◉◉

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے قادیان میں تحریک جدید کے انتظام کے ماتحت خاص نگرانی کی ہدایات کے ساتھ بورڈنگ تحریک جدید قائم فرمایا تھا۔ جس میں سپرنٹنڈنٹ اور ٹیوٹران سارے وقت کے کارکن ہوتے تھے اور چھوٹی عمر کے بچوں کی رہائش کا بھی انتظام فرمایا تھا اور چھوٹے بچوں کیلئے خادم طفلاں کے طور پر بعض معمر مخلص احباب کو مقرر فرمایا تھا۔ حضور سال میں کئی مرتبہ خود بورڈنگ تشریف لے جا کر بورڈران کی عزت افزائی فرمایا کرتے تھے اور طلباء سے گفتگو فرما کر ان کے حالات کا علم حاصل فرماتے تھے۔ ایک دفعہ جب حضور بورڈنگ تحریک جدید میں گئے تو اپنے ساتھ کچھ تعداد ٹافیوں اور بعض مٹھائیوں کی بھی لے گئے اور ننھے ننھے بورڈران کو خود بُلا کر مٹھائی اپنے ہاتھ سے دیتے تھے۔ دو چار طلباء کے آنے کے بعد جب طلباء کو احساس ہوا کہ حضور سب کو تقسیم فرمائیں گے تو سب حضور کے پاس آ گئے اور لائن کی صورت قائم نہ رہ سکی تو حضور کے ہمراہ کارکنان نے بچوں کو پکڑ پکڑ لائن میں کرنا شروع کیا تو حضور نے فرمایا اس کی ضرورت نہیں۔ بچوں کو اسی طرح آنے دو جس طرح وہ گھر میں اپنے والدین کے پاس آتے ہیں۔ اس پر بچوں کا ہجوم زیادہ ہو گیا۔ جو حضور کی خدمت میں اپنے ہاتھ لمبے کر کے حضور سے مٹھائی لیتے تھے اور حضور بہت خوش تھے کہ بچے بے تکلفی سے حضور کی شفقت سے حصہ لے رہے ہیں۔

لیکن جب اس طرح کے ناز پروردہ بورڈران تحریک جدید کی طرف سے ایک ٹیوٹر کے خلاف کچھ شکایت مشترکہ طور پر ایک ہی کاغذ پر درج ہو کر جس کے نیچے کئی طلباء کے دستخط تھے موصول ہوئی تو حضور نے تربیت کے طریق کو مقدم رکھتے ہوئے یہ فیصلہ فرمایا کہ چونکہ یہ نوعیت سٹرائیک کی ہے جو ہماری تعلیم کے خلاف ہے۔ اس لئے جن جن کے دستخط اس چٹھی پر ہیں پہلے ان کو تین تین بید لگائے جائیں اور پھر تحقیقات کر کے رپورٹ کی جائے۔ اس طرح سے محبت اور فرض شناسی دونوں کا اظہار فرمایا۔

◉◉◉

قادیان میں ایک دفعہ حضور کا ایک ذاتی خادم دفتر تحریک جدید میں آیا اور کہا کہ حضور نے باہر کے محلّہ میں ایک شخص سے کوئی چیز منگائی ہے۔ اگر سائیکل دفتر کامل جائے تو جلدی لے کر آجاؤں۔ چونکہ اس وقت دفتر کا سائیکل فارغ تھا میں نے اسے وہ سائیکل دے دیا اور وہ پندرہ بیس منٹ کے اندر اندر سائیکل واپس کر گیا اور وہ چیز حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضور نے اس سے دریافت فرمایا کہ اتنی جلدی کس طرح سے لے آئے۔ اس نے کہا کہ دفتر تحریک جدید سے سائیکل لے لیا تھا۔ اس طرح سے جلد لے آیا۔ اس پر حضور نے مجھے فوراً یاد فرمایا اور فرمایا کہ اسے دفتر کا سائیکل کیوں دیا گیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور کا خادم تھا۔ حضور کے کام کے لئے ہی جانا تھا اور دفتر کا سائیکل فارغ تھا اس لئے دے دیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ ذاتی کام کیلئے دفتر کا سائیکل دینا درست نہ تھا۔ اس طرح سے حضور نے صحیح فرض کی راہنمائی فرمائی۔

◉◉◉

حضور کی طرف سے یہ تاکیدی ہدایت تھی کہ جملہ واقفین زندگی روزانہ اپنی ڈائری کو لکھ کر ہی سویا کریں اور دفتر تحریک جدید کے لئے بھی یہی ہدایت تھی کہ دفتر بند کرنے سے پہلے روزانہ رپورٹ ضرور بھجوائی جایا کرے۔ جس میں اس دن کے کام کا مختصر ذکر ہو جو کیا گیا ہے اور جن کاموں کیلئے حضور نے ہدایت دی ہوئی ہے اور ان کو آج نہیں کیا جاسکا ان کو کس طور پر کل کرنا ہے اور حضور کا معمول تھا کہ رپورٹ ملتے ہی اسے ملاحظہ فرماتے تھے اور جو ہدایت ضروری ہوتی تھی فوراً بذریعہ ڈکٹوفون دیتے تھے اور اگر رپورٹ کے دینے کے بعد پندرہ بیس منٹ تک کوئی کال نہ ہوتی تھی تو سمجھا جاتا تھا کہ رپورٹ میں مندرجہ امور کے متعلق حضور کو تسلی ہے۔ کیونکہ حضور فرماتے تھے کہ میری طبیعت ایسی ہے کہ غلطی کی اصلاح کئے بغیر حضور آگے نہیں گزر سکتے اور فرض شناس طبیعت کا تقاضا یہی ہوتا ہے۔

◉◉◉

سندھ میں جب حضور تشریف لے جایا کرتے تھے تو سارے سال کے حسابات کو چیک کرنے کا کام چند دنوں میں کرنا پڑتا تھا۔ اس طرح سے رات کو دو دو بجے تک بھی حضور اس کام میں مصروف رہتے تھے۔ حضور تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اَن تھک وجود تھے۔ ان کو درمیان میں کسی وقفہ کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی۔ لیکن اپنے ساتھ کام کرنے والوں کی سہولت کا خاص خیال رکھا کرتے تھے اور دو اڑھائی گھنٹوں کے بعد کچھ منٹ کا وقفہ دیا جاتا تھا ...... اور اس عرصہ میں حضور اس مجلس میں دوسرے لوگوں سے مصروف گفتگو رہتے۔

◉◉◉

حضور نے ایک مرتبہ اپنے ایک بچے کے متعلق بھی یہ فیصلہ فرمایا کہ اسے بورڈنگ تحریک جدید میں داخل کر دیا جاوے اور مجھے بُلا کر بچے کو میرے حوالہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اسے بورڈنگ میں داخل کر دیا جائے اور بغیر حضور کی اجازت کے گھر نہ آیا کرے۔ بچے نے مجھے کہا کہ اس کا بستہ اندر ہے اور کھلا پڑا ہے۔ اگر اجازت





دیں تو بستہ بند کر آوٴں۔ میں نے کہا ہاں بستہ باندھ آوٴ۔ جب بچہ اندر گیا تو حضور بچے کو لے کر فوراً باہر تشریف لائے اور مجھ سے جواب طلبی فرمائی کہ یہ آپ کے حوالہ ہو جانے کے بعد اب کس کی اجازت سے اندر گیا ہے۔ اس پر مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور غلطی کا اقرار کیا کہ واقعی ضروری تھا کہ اندر بھجوانے سے پہلے حضور سے اجازت لی جاتی۔ اگرچہ یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے لیکن تعمیل حکم کی صحیح کیفیت سے آگاہ کرنے کیلئے روشنی کا مینار ہے۔

(ماہنامہ خالد جنوری 1962ء)

◉◉◉

قادیان میں گرمی کے موسم میں سکولوں کے طلباء اس نہر پر جایا کرتے تھے جو قادیان سے دو میل کے فاصلے پر موضع تتلے کے پاس سے گزرتی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی بعض دفعہ اس موقعہ پر شرف شمولیت بخشا کرتے تھے اور پانی میں فٹ بال کو ہاتھوں سے کنارے کے باہر پھینکنے کی کھیل میں شامل ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ یہ طے پایا کہ نہر کے بہاؤ کے مطابق تتلے کے پُل کے پاس سے احباب نہر میں تیرنا شروع کریں۔ دیکھیں کون زیادہ دیر تک تیرتا رہتا ہے۔ چنانچہ جملہ احباب نے جو اس ٹرپ پر گئے تھے تیرنا شروع کیا۔ ان میں مدرسہ احمدیہ کی آخری کلاسوں اور ہائی سکول کے طلباء اور اساتذہ اور دیگر قادیان کے نوجوان بھی شامل تھے۔ چنانچہ اگلے پُل کے بالکل پاس تک صرف حضور ہی تیرتے رہے۔ باقی احباب تھک کر پانی میں چلتے چلتے ہمراہ رہے۔ یہ فاصلہ ڈیڑھ دو میل کے قریب بنتا ہے۔ اس سے حضور کی مستقل مزاجی اور اولوالعزمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

◉◉◉

حضور وقار عمل کے پروگرام میں بھی باقاعدہ شامل ہو کر اپنے ہاتھ سے مٹی اکھاڑ کر ٹوکریوں کو اٹھاتے تھے۔ پھر جس قدر ڈاک حضور کے نام کی روزانہ آیا کرتی تھی اس کو بھی ڈاک کے مقفل تھیلے سے خود ہی نکالتے تھے اور فوراً سارٹ کر کے پھر سارے خطوط کو اپنے ہاتھ سے کھول کر اس کے لفافہ پر ضروری ہدایات کو اپنی قلم سے درج فرمایا کرتے تھے اور جس قدر مضامین حضور نے تحریر فرمائے ہیں وہ بھی حضور کے اپنے قلم سے ہی لکھے ہوئے ہوتے تھے......

◉◉◉

حضور کے دوسروں کے احساسات کا خیال رکھنے کے متعلق اس واقعہ سے روشنی پڑتی ہے کہ حضور جبکہ ناصر آباد سندھ میں اپنی زمینوں پر تشریف لے گئے۔ ناصر آباد سے قریب ہی ایک پیر صاحب سے جو سرہندی پیر کے نام سے مشہور تھے کئی ہزار ایکڑ زمین مقاطعہ پر لی ہوئی تھی۔ یہ پیر صاحب اگرچہ ہزاروں ایکڑ زمین کے مالک تھے لیکن طبیعت کے بہت سادے اور شہری تمدن سے بہت دُور تھے۔ انہوں نے اپنی گوٹھ یعنی جائے رہائش پر حضور کی دعوت بھی کی تھی۔ چنانچہ دیہاتی طریق کے مطابق بجائے ڈشوں میں سالن لا کر خالی پلیٹوں میں حسب ضرورت سالن ڈالنے کے طریق کے مٹی کی روغنی

پلیٹوں میں کافی مقدار میں شوربے والا سالن ڈال کر ہر شخص کے آگے رکھا۔ حضور نے ارادہ کیا کہ اس رکابی سے دوسری خالی رکابی میں بقدر ضرورت سالن ڈال کر اس سے روٹی کھالیں۔ حضور نے نیک محمد خان صاحب غزنوی سے کہا جو حضور کے پاس ہی تھے کہ کیا چمچ نہیں ہے تا کہ اس سے دوسرے برتن میں سالن ڈالا جا سکے۔ نیک محمد خان صاحب نے اونچی آواز سے پیر صاحب کے آدمیوں میں سے ایک سے کہا کہ چمچ تو لائے ہی نہیں۔ چونکہ حضور نے تو صرف معمولی سا استفسار فرمایا تھا یہ مطلب نہ تھا کہ ضرور چمچ ہی منگوایا جاوے۔ کیونکہ ممکن ہے چمچہ موجود نہ ہو اور میزبان کی خفت ہو۔ حضور نے نیک محمد خاں صاحب کو روک دیا کہ کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ فوراً رکابی کو ٹیڑھا کر کے خالی رکابی میں کچھ سالن انڈیل کر کھانا شروع کر دیا۔

⊙⊙⊙

حضور کا دستور یہی رہا ہے کہ اپنے خدام کو مخاطب کرتے وقت ''صاحب'' کا لفظ ضرور استعمال فرماتے ......اور ایک ادارہ کے افسر کو اس طور پر ہدایت دی کہ اپنے ماتحت کارکنوں کے نام کے ساتھ ''صاحب'' کا اعزازی لفظ ضرور استعمال کیا کریں۔ دیکھیں مَیں نے آپ کا نام تین چار دفعہ لکھا ہے یا پُکارا ہے۔ میرا بھلا کتنا وقت زیادہ لگ گیا ہوگا اور مجھے بھلا کتنی دقت ہوئی ہوگی۔ کچھ بھی نہیں۔

(ماہنامہ خالد فروری 1962ء)

⊙⊙⊙

قادیان کے پنڈت ملاوامل سے اکثر احمدی واقف ہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ اس وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو ان کا خاص خیال تھا اور اس امر سے بھی حضور واقف تھے کہ براہ راست وہ نقدی کی امداد لینے کو بھی پسند نہ کرتے تھے۔ لیکن ان کے احمدیوں کے ساتھ اچھے مراسم کی وجہ سے ان کی عطاری کی دوکان زیادہ اچھی طرح نہ چلتی تھی اور ان کی حالت تنگی تھی۔ اس پر حضور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ جو معروف دوائیں مرکبات کی قسم کی ان کے پاس موجود ہیں۔ ان کا علم حاصل کر کے کئی سو روپے کی دوائیں ان سے خرید لی جائیں اور اپنے سائیکل سرور یز واقفین زندگی کے ذریعہ لوگوں میں تقسیم کی جائیں۔ اس طرح سے جو منافع ہوگا اس سے پنڈت ملاوامل صاحب کی بھی امداد ہو جائے گی اور حضور کی طرف سے نقدی کی امداد کی صورت بھی ظاہری صورت میں نہ ہوگی۔ چنانچہ اس طرح سے پنڈت ملاوامل صاحب کی وہ تقریباً سب دوائیں بک گئیں جواب تک نہ بکنے کی وجہ سے خراب ہونے والی تھیں اور ساتھ ہی بہت سے غریب لوگوں کے لئے بھی فائدہ کا سامان پیدا ہو گیا۔

⊙⊙⊙

ایک دفعہ حضور سفر میں تھے۔ جب ایک گاؤں کے پاس سے گزرے تو اس گاؤں کے بہت سے غریب بچے حضور کے گرد جمع ہو گئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان بچوں میں کچھ نقدی تقسیم کر دی جائے۔ چنانچہ تعمیل کی گئی





اور آئندہ کے لئے مجھے ہدایت فرمائی کہ سفر میں چھوٹے نوٹ اور ریزگاری ضرور رکھنی چاہیے۔

اسی طرح حضور جب بالاکوٹ میں حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ کے مزار پر دعا کیلئے تشریف لے گئے، تو قبرستان کے احاطہ سے باہر آنے پر مجھ سے دریافت فرمایا کہ اس قبرستان کے خادم کو کچھ رقم دے دی گئی ہے۔ عرض کیا گیا کہ اسے دس روپے دے دیئے گئے ہیں تو حضور نے فرمایا کہ یہ لوگ محتاج ہوتے ہیں ان کو کچھ نہ کچھ دے دینا چاہیے۔

(ماہنامہ خالد اپریل 1962ء)

⊙⊙⊙

ایک دوست کی رپورٹ حضور کی خدمت میں پیش ہوئی جس میں انہوں نے فل سکیپ سائز کے دو تین صفحات اپنے دلائل کے کسی معاملہ کے متعلق لکھ کر آخر میں لکھا کہ ان وجوہات کی بنا پر ان کے نزدیک یہ کارروائی ہونی مناسب ہے۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اپنا وقت بھی ضائع کیا اور میرا بھی کافی وقت ضائع کیا۔ ان کو چاہیے تھا کہ پہلے ابتداء رپورٹ میں ہی وہ لکھتے کہ اس معاملہ کے متعلق ان کی رائے یہ ہے اور اس کے بعد بیشک وہ اپنے مکمل دلائل درج کر دیتے تا کہ اگر میرے نزدیک بھی ان کی منشاء کے مطابق کرنے میں کوئی امر مانع نہ ہو تو مجھے ان کے دلائل پڑھنے کی ضرورت نہ ہوگی اور میں ان کے دلائل پڑھنے کی زحمت سے بچ سکتا تھا۔ لیکن اگر مجھے ان کی تجویز سے اتفاق نہ ہوگا تو مجھ پر ضرورت کے مطابق ان کے وجوہات اور دلائل کو پڑھنا بوجھ نہ ہوگا اور معلومات میں اضافہ کا موجب ہوسکتا ہے۔

**پس رپورٹ کے شروع میں اپنی رائے لکھ کر دلائل کو بعد میں درج کرنا مناسب ہوتا ہے۔**

⊙⊙⊙

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی حفاظت کے سلسلہ میں ایک لمبے عرصہ سے صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے محافظین کا تقرر ہوتا رہا ہے لیکن حضور نے اپنی حفاظت کے انتظام کے لئے کبھی کسی شخص کو خود ملازم نہیں رکھا۔ صدر انجمن احمدیہ ہی اپنا فرض سمجھتے ہوئے اس کا انتظام کرتی آئی ہے۔ کیونکہ حضور کو اپنے خدا پر کامل یقین ہے کہ وہی حضور کی ہر طرح سے حفاظت کرے گا۔

چنانچہ ایک موقعہ پر جبکہ حضور ایک تقریب میں شامل ہونے کے لئے باہر تشریف لائے تو عرض کیا گیا کہ ابھی پہرہ دار نہیں آیا۔ حضور اسے پہنچنے کا موقعہ دیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ حفاظت کی مجھے اپنے لئے ضرورت نہیں ہے آپ لوگوں کو ہوگی میں تو نہیں رُک سکتا۔ اور حضور بغیر پہرہ دار کے ہی روانہ ہو گئے۔ اور پہرہ دار کچھ وقت کے بعد پہنچ سکا۔ (ماہنامہ خالد اکتوبر 1962ء)

⊙⊙⊙

حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرا تو یہ طریق ہے کہ خط کو بجائے ابتدا سے پڑھنے کے درمیان سے پڑھنا شروع کرتا ہوں۔ اگر اس کے مضمون کا تسلسل پہلے سے ہوتا ہے تو پھر اوپر سے پڑھنا شروع کرتا ہوں ورنہ آگے چل پڑتا

ہوں۔ کیونکہ اکثر احباب ابتدائی کافی حصہ میں تعریفی غیر ضروری امور کو درج کر کے اپنے مقصد کو آخر میں مختصراً لکھتے ہیں۔ اس طرح سے میرا بہت سا وقت بچ جاتا ہے۔

◉◉◉

غالباً 1951ء میں حضور گلے کی خرابی سے بیمار ہوئے۔ تکلیف اس قدر زیادہ تھی کہ گلے سے آواز نہ نکل سکتی تھی۔ ان دنوں بھی حضور اپنے فرائض کو اس تندہی سے سر انجام دیتے رہے کہ جو بات حضور نے کہنی ہوتی حضور پنسل سے کاغذ پر لکھ دیتے اس طرح حضور کے ارشاد کا علم ہو جاتا اور تعمیل کر دی جاتی۔ ان دنوں حضور کی رہائش کچے مکانات میں تھی۔ حضور اندر سے دفتر میں تشریف لاتے اور دفتری کام کو بھی سرانجام دیتے۔ (ماہنامہ خالد جولائی 1962ء)

◉◉◉

غریب سے غریب شخص نے بھی جب حضور کو کھانے پر بلایا تو حضور نے اس کی دعوت کو قبول فرمایا۔ بلکہ ایک مرتبہ تو ایک معزز دوست نے جب حضور کو دیکھا کہ حضور ایک نہایت ہی غریب شخص کے گھر اس کی دعوت پر تشریف لے گئے ہیں تو اس نے کہا کہ حضور کیا اس قدر غریبوں کی دعوت بھی قبول کر لیتے ہیں۔

◉◉◉

یہ امر بھی اکثر دیکھنے میں آتا رہا ہے کہ بہت لمبی لمبی حساب کی میزانوں کو حضور پلک جھپکنے میں کر لیتے ہیں اور پیچیدہ حسابی معاملات تو منٹوں میں حل ہو جاتے۔

جب حضور سندھ کی اراضی پر دورہ کے لئے تشریف لے جاتے تو خاندانی زمیندار بھی حضور کی معلومات کو درست قرار دیتے اور ان معلومات کی بدولت سندھ کے علاقہ میں حضور کی اراضی کی فصل سب سے اعلیٰ ہوتی۔ باغوں کے متعلق تو حضور کو خاص دلچسپی ہے۔ چنانچہ قسم قسم کے آموں کے پودوں کو اپنے باغوں میں لگوایا اور اعلیٰ اور لذیذ پھل حاصل کیا۔

بڑے بڑے تاجر جب حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پریشانیوں کا ذکر کرتے تو حضور کے مشوروں سے ہی فائدہ اٹھاتے اور سر دھنتے۔ (ماہنامہ خالد دسمبر 1964ء)

◉◉◉

ایک مرتبہ حضور نے ناصر آباد سندھ میں فرمایا کہ جو یہ کوارٹر تعمیر ہوئے ہیں۔ حساب لگاؤ کہ ان کی کھڑکیوں، دروازوں اور ان کی چھتوں پر کتنی شہتیریاں خرچ ہوئی ہیں خاکسار نے تین دن لگا کر موجودہ پیمائش کے مطابق حساب پیش کیا جو ٹھیکیدار کی بیان کردہ مقدار سے کافی کم تھا۔ حضور نے میرے اندازہ سے ٹھیکیدار کو اطلاع دی کہ وہ باقی لکڑی کا حساب دے ادھر حضور مجھے ساتھ لے کر نصف گھنٹہ کے قریب ٹہلتے رہے اور دریافت فرماتے رہے کہ کیسے حساب کیا میں نے موجودہ صورت کی پیمائش کا ذکر کیا تو فرمایا کہ سالم شہتیری کی پیمائش اور ہوتی ہے اور اس میں سے کارآمد لکڑی کم نکلتی ہے۔ کچھ آری کے برادے کے طور پر ضائع ہوتی ہے۔ کچھ رندے کے ذریعہ سے اور کچھ زائد از ضرورت کو کاٹ کر پھینک دینے سے کم ہوتی ہے۔ کیا اس ضیاع کا بھی خیال رکھا؟ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا تو خیال نہیں رکھا۔ اس پر





فرمایا کہ اس اصول کو ملحوظ رکھ کر پھر حساب تیار کرو۔ چنانچہ خاکسار نے پھر حساب کیا اس عرصہ میں ان شہتیریوں سے کچھ اور تیار شدہ سامان بھی معلوم ہوا۔ اس طرح سے حضور کو جب سب امور سے اطلاع ہوئی تو حضور کو اطمینان ہو گیا کہ آمدہ شہتیریوں کا حساب درست ہو گیا ہے۔

(ماہنامہ خالد مئی 1970ء)

حضور کے ساتھ کام کرتے ہوئے ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضور نے یاد فرمایا تو دیکھا کہ حضور نے ریش مبارک کو مہندی لگائی ہوئی ہے اور اوپر کپڑا باندھا ہوا ہے اس حالت میں بجائے آرام سے لیٹنے کے کاغذات پیش کرنے کا موقع عطا فرمایا اور ہدایات سے نوازتے رہے۔

◉◉◉

اسی طرح ایک موقع پر جب کہ حضور بیمار تھے اور حضور ربوہ کے کچے چوبارہ میں مقیم تھے ایک معاملہ کے متعلق تحقیقات کا کام تھا۔ حضور نے متعلقہ احباب کو اوپر کے چھوٹے سے کچے کمرہ میں ہی بلوالیا۔ حضور انڈرویئر دھوتی پہنے ہوئے تھے اسی حالت میں حضور چارپائی پر تشریف فرما رہے اور باقی دوست فرش پر بیٹھ گئے اور کئی گھنٹہ تک بیانات ہوتے رہے۔ حضور نے ظاہری ٹیپ ٹاپ کو نظر انداز فرماتے ہوئے کام کو مقدم سمجھا اور اس حالت میں ہی کام جاری رکھا۔

◉◉◉

اس ضمن میں ایک اور واقعہ بھی ہے کہ خاکسار انچارج تحریک جدید کے طور پر کام کرتا تھا۔ حضور نے وقت کی تنگی کی وجہ سے خاکسار کو بھی کاغذات پیش کرنے کے لئے یاد فرمایا اور مکرم مولوی جلال الدین شمس صاحب کو بھی ارشاد فرمایا کہ وہ کشمیر کمیٹی سے متعلقہ کاغذات پیش کریں۔ پہلے حضور میرے کاغذ پیش کرنے پر ہدایت دیتے۔ میں حضور کی ہدایت کو لکھنے میں مصروف ہوتا تو اس وقت میں مکرم شمس صاحب حضور کی خدمت میں کاغذ پیش کرتے اور وہ حضور کی ہدایت کو نوٹ کرنے میں مصروف ہوتے تو خاکسار دوسرا کاغذ پیش خدمت کر دیتا۔ اس طرح سے حضور نے بیک وقت دو احباب کو کاغذات پیش کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ (ماہنامہ خالد جولائی 1970ء)

◉◉◉

### خلافت اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کا ذریعہ

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ تم کتنے عقلمند اور مدبر ہو، اپنی تدابیر اور عقلوں پر چل کر دین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ جب تک تمہاری عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت نہ ہوں اور تم امام کے پیچھے پیچھے نہ چلو، ہرگز اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تم حاصل نہیں کر سکتے۔ پس اگر تم اللہ تعالیٰ کی نصرت چاہتے ہو تو یاد رکھو اس کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تمہارا اٹھنا بیٹھنا، کھڑا ہونا اور چلنا۔ تمہارا بولنا اور خاموش ہونا میرے ماتحت ہو۔'' (الفضل 4 ستمبر 1937ء)

# اخلاق حسنہ کے چند ایمان افروز نمونے

(محترم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی)

1924ء میں جب حضرت صاحب لندن تشریف لے گئے تو واپسی پر آپ پانی پت کی طرف سے گزرے۔ اس کا اعلان الفضل میں پہلے سے ہو گیا تھا۔ وقت مقررہ پر پانی پت کے احمدی حضور کو خوش آمدید کہنے کیلئے سٹیشن پر آئے۔ شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی کے فرزند جناب خانصاحب خواجہ سجاد حسین بھی آپ کی آمد کی خبر سن کر سٹیشن پر آپ سے ملنے آئے۔ جب گاڑی سٹیشن پر آکر رکی تو تمام احمدی احباب حضور سے شرف مصافحہ حاصل کرنے اور آپ کی زیارت کرنے کیلئے فوراً اُس درجہ میں چڑھ گئے جس میں حضور سوار تھے۔ میں نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ مولانا حالی کے لڑکے خواجہ سجاد حسین صاحب بھی آپ سے ملنے سٹیشن پر آئے ہوئے ہیں اور نیچے پلیٹ فارم پر کھڑے ہیں وہ غیر احمدی ہیں اگر آپ ان سے ملنا چاہیں تو میں ان کو اندر درجے میں بلا لوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا نہیں میں خود نیچے اتر کر ان سے ملوں گا۔ یہ فرما کر فوراً حضور کھڑے ہوئے اور پلیٹ فارم پر اتر کر خواجہ صاحب سے نہایت تپاک کے ساتھ ملے اور گاڑی کے روانہ ہونے تک برابر ان سے باتیں کرتے رہے انہوں نے پانی پت کی بالائی تحفہ کے طور پر پیش کی جو آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے قبول کی۔

یہی خواجہ سجاد حسین صاحب 1928ء میں حضرت استاذی المحترم ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کی دعوت پر جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے قادیان تشریف لائے۔ حضرت صاحب نے قصر خلافت میں خاص طور پر ان کو ملاقات کا شرف بخشا اور دروازہ تک خود ان کو لینے کے لئے تشریف لائے اور بڑے اعزاز کے ساتھ ان کو اپنے اس گدیلے پر بٹھایا جس پر خود حضور تشریف رکھتے تھے۔ خاکسار راقم الحروف بھی پانی پت سے خواجہ سجاد حسین صاحب کے ساتھ آیا تھا اور اس وقت موجود تھا۔

حضرت صاحب نے خواجہ صاحب سے فرمایا۔ ”آپ نے بڑی تکلیف کی جو اس ضعیفی اور پیرانہ سالی میں سفر کی صعوبت اٹھا کر یہاں تشریف لائے آپ کو یہاں کے قیام میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔“ خواجہ صاحب نے فرمایا ”الحمد للہ میں بہت ہی آرام سے ہوں اور مجھے یہاں کسی قسم کی تکلیف نہیں بالکل گھر کا سا آرام مل رہا ہے۔ جلسہ میں شامل ہو کر مجھے بہت خوشی ہوئی اور الحمد للہ میں نے یہاں کا ماحول نہایت دیندارانہ پایا۔“

گفتگو کے دوران میں حضرت صاحب نے فرمایا: ”خواجہ صاحب! میں آپ کے والد مولوی الطاف حسین حالی صاحب کا نہایت ممنون ہوں۔ انہوں نے مجھے ایک

نصیحت میرے بچپن میں کی تھی جو آج تک مجھے یاد ہے اور میں اکثر اس کا ذکر مختلف موقعوں پر کر چکا ہوں۔"

خواجہ سجاد حسین صاحب مرحوم نے نہایت تعجب کے ساتھ پوچھا کہ والد مرحوم مولانا حالی کے ساتھ آپ کا کیا واقعہ ہوا تھا اور وہ کب اور کہاں آپ سے ملے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:

خواجہ صاحب مولانا حالی سے میری ملاقات تو کبھی نہیں ہوئی۔ مگر ایک خط میں نے ان کو ضرور لکھا تھا جس کا انہوں نے جواب دیا تھا۔ میرے خط اور ان کے جواب کی تفصیل یہ ہے کہ بچپن میں مجھے شاعری کا شوق پیدا ہوا تو میں نے سوچنا شروع کیا کہ اپنے شعروں کی اصلاح کس سے لیا کروں۔ میں کئی دن تک اس بات کو سوچتا رہا اور آخر کار میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مولوی الطاف حسین حالی سے بہتر سارے ہندوستان میں کوئی اور شاعر اس وقت نہیں (کیونکہ وہ اپنی مسدس کی بدولت تمام ملک میں بہت مشہور ہو چکے تھے۔) پس ان ہی کو شاعری میں اپنا استاد بنانا چاہیے۔ یہ سوچتے ہی میں نے انہیں پانی پت میں خط لکھا کہ "میں ابھی چھوٹا بچہ ہوں مگر مجھے شعر کہنے کا بڑا شوق ہے اور میں شاعری میں آپ کو اپنا استاد بنانا چاہتا ہوں۔ اگر میں یہاں سے اپنے اشعار اور اپنی نظمیں آپ کو لکھ کر بھیج دیا کروں اور ان کی اصلاح کر کے آپ مجھے واپس بھیج دیا کریں تو میں آپ کی اس مہربانی اور عنایت کا نہایت شکر گزار رہوں گا۔"

مولانا حالی نے میرے خط کا فوراً جواب دیا۔ اس خط میں انہوں نے مجھے لکھا تھا کہ "میاں صاحبزادے! تمہارا خط پہنچا جس میں تم نے اپنے شوق کا ذکر کیا ہے اور اس شوق میں مجھے اپنا استاد بنانا چاہا ہے۔ میاں اس سلسلہ میں میری نصیحت تمہیں یہی ہے کہ شاعری بے کاری کا دھندا ہے۔ اس فضول جھنجھٹ میں نہ پڑو۔ اس وقت تمہاری عمر شاعری کی نہیں بلکہ تحصیل علم کی ہے۔ پس نہایت دل لگا کر اور بالکل یکسو ہو کر علم حاصل کرو۔ جو وقت شاعری جیسے بے کار شغل میں گنوانا چاہتے ہو وہ تحصیل علم میں صرف کرو اور کسی طرف خیال اور دھیان کو نہ لگاؤ۔ جب لکھ پڑھ کر فارغ ہو جاؤ گے اور بڑے ہو کر فکر معاش سے بھی فراغت ہو گی تو اُس وقت شاعری بھی کر لینا کون سی بھاگی جا رہی ہے۔"

یہ واقعہ بیان کر کے حضرت صاحب خواجہ صاحب سے فرمانے لگے کہ "خواجہ صاحب! جب میں نے یہ خط آپ کے والد صاحب کو لکھا تھا اس وقت میں بچہ تھا اور اب بوڑھا ہو گیا ہوں مگر اب بھی جب کبھی مجھے مولانا حالی کی یہ نصیحت یاد آتی ہے تو بڑی پیاری لگتی ہے اور میں خیال کرنے لگتا ہوں کہ واقعی مولانا حالی نے مجھے بہت ہی عمدہ اور نہایت نیک مشورہ دیا تھا۔ مجھے اس نصیحت میں ہمیشہ مولانا کا خلوص جھلکتا ہوا نظر آتا ہے اور بے اختیار ان کی نیکی اور شرافت کی تعریف کرنے کو دل چاہتا ہے۔"

حضرت صاحب کی زبان سے یہ واقعہ سن کر خواجہ سجاد حسین صاحب نے کہا کہ آپ نے ٹھیک فرمایا۔ والد صاحب مرحوم کا قاعدہ تھا کہ وہ لوگوں کو شعر کہنے سے





روکتے اور اپنے شاگرد بننے سے منع کیا کرتے تھے کیونکہ لوگوں نے بیکار اور فضول شعر کہنا اپنا پیشہ بنالیا ہے اور اس سے وہ کام نہیں لیتے جو در حقیقت لینا چاہیے۔ اسی لیے ہماری شاعری بیکاری کا مشغلہ بن کر رہ گئی ہے اس کے بعد کچھ متفرق باتیں ہوتی رہیں اور آدھ گھنٹے کی نہایت دلچسپ ملاقات کے بعد یہ صحبت ختم ہوئی۔

❁❁❁

تقسیم ملک کے بعد 1947ء میں جب حضور قادیان سے ہجرت فرما کر پاکستان تشریف لائے اور لاہور کے رتن باغ میں قیام فرمایا تو ابتدا میں بہت سے لوگ ایک انتظام اور تنظیم کے ماتحت بسوں میں قادیان جاتے اور واپس آیا کرتے تھے۔ ایک روز شام کے وقت رتن باغ کے لان میں ایک کارکن نے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ اعلان کیا کہ "کل صبح سویرے جو قافلہ قادیان کے لئے روانہ ہو رہا ہے اس میں جو جو آدمی شامل ہو کر قادیان جانا چاہیں وہ نماز مغرب کے فوراً بعد یہاں حاضر ہو کر اپنے اپنے نام لکھوا دیں۔"

چونکہ یہ اعلان لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ بہت بلند آواز سے کیا گیا تھا۔ لہٰذا حضرت صاحب نے بھی اپنے کمرہ میں سنا اور فوراً ایک صاحب کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ ابھی ابھی جو اعلان ہوا ہے یہ بالکل غلط ہے میری طرف سے لاؤڈ سپیکر پر یہ اعلان کر دیا جائے کہ "جو جو حضرات کل صبح قادیان تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے ہوں وہ نماز مغرب کے بعد از راہ کرم دفتر میں تشریف لے آئیں تا کہ ان کے اسم ہائے گرامی نوٹ کر لئے جائیں اور سفر کے لئے جو ضروری ہدایات ہوں وہ بھی انہیں سمجھا دی جائیں"۔

حضور کے اعلیٰ اور شریفانہ طرز تخاطب کا یہ واقعہ کتنا اچھا نمونہ ہے جو میں نے دیکھا ہے۔

❁❁❁

ایک دعوت میں جس میں میں بھی حاضر تھا منتظمین نے حضرت صاحب کے بیٹھنے کے لئے خاص الخاص اہتمام کیا۔ دری پر ایک قالین بچھائی، ایک بڑا گاؤ تکیہ لگایا۔ کھانے کی کئی پلیٹیں آپ کے آگے دستر خوان پر قرینے سے لا کر رکھیں۔ جب حضرت صاحب تشریف لائے تو آپ نے اس سازوسامان اور خاص انتظام و انصرام کو دیکھ کر فرمایا کہ "یہ تکیہ میرے لئے خاص طور پر کیوں لگایا گیا ہے اور یہ قالین خاص میرے لئے کیوں بچھائی گئی ہے۔ اٹھاؤ دونوں چیزوں کو جس طرح اور تمام احباب بیٹھے ہوئے ہیں میں بھی سب کے ساتھ اسی طرح بیٹھوں گا۔"

حکم کی تعمیل میں دونوں چیزیں فوراً اٹھا لی گئیں اور حضور سب لوگوں کے ساتھ دری پر بیٹھ گئے اور بیٹھتے ہی اپنے دائیں بائیں بیٹھنے والے احباب سے فرمایا کہ آپ صاحبان اتنے الگ الگ اور دور دور کیوں بیٹھے ہیں میرے پاس آ کر بیٹھیں۔ پھر فرمایا کہ یہ چار پانچ پلیٹیں

میرے سامنے کیوں لاکر رکھی گئی ہیں جب کہ تمام حاضرین کے سامنے ایک ایک پلیٹ ہے یہ سب اٹھاؤ اور صرف ایک پلیٹ رہنے دو۔ میں کوئی دیو تو نہیں جو چار پانچ پلیٹیں بھر کر کھاؤں گا۔ اس کے بعد جب منتظمین نے کھانا تمام مہمانوں کے آگے رکھ دیا تو حضور نے بلند آواز سے فرمایا کہ کیا کھانا سب دوستوں کے پاس پہنچ گیا ہے۔ اس پر ایک صاحب نے کھڑے ہو کر کہا کہ ”حضور میرے آگے کھانا نہیں آیا“ اس پر حضور نے منتظمین کو ہدایت کی ”ان صاحب کو فوراً کھانا پہنچاؤ“ ایک دومنٹ کے بعد حضور نے پھر ان صاحب کو مخاطب کر کے بلند آواز سے پوچھا کہ ”کیا آپ کو کھانا پہنچ گیا، جب ان صاحب نے کہا ”ہاں حضور پہنچ گیا ہے۔“ تب حضور نے احباب سے فرمایا کہ ”الحمدللہ کہہ کر کھانا شروع فرمائیں۔“

(ماہنامہ انصاراللہ جنوری 1966ء صفحہ 23 تا 28)

۞۞۞۞۞

بتاؤں تمہیں کیا کہ کیا چاہتا ہوں
ہوں بندہ مگر میں خدا چاہتا ہوں
مجھے بیر ہر گز نہیں ہے کسی سے
میں دنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں
رقیبوں کو آرام و راحت کی خواہش
مگر میں تو کرب و بلا چاہتا ہوں
دکھائے جو ہر دم ترا حسن مجھ کو
مری جاں میں وہ آئنہ چاہتا ہوں

(کلام حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہٗ)

## ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں

(مکرم مبارک احمد عابد صاحب)

اے فضل عُمر تیرے اوصاف کریمانہ
یاد آکے بناتے ہیں ہر روح کو دیوانہ

ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں پائیں تو کہاں پائیں
سُلطانِ بیاں تیرا انداز خطیبانہ

قدرت نے جو بخشا تھا نورِ سکون دل
آنکھوں سے ہے اب اوجھل وہ نرگس مستانہ

دشمن بھی پکار اُٹھے ...... کی خاطر ہی
محمود نے دکھلائی جانبازیٔ پروانہ

...... کی مشعل کو دنیا میں کیا روشن
پھر تو نے اُجاگر کی سر گرمیٔ فرزانہ!

ہاں! علم و عمل میں تھا اک پیکر عظمت تو
...... کا شیدائی، اللہ کا دیوانہ

تیری ہی دعاؤں نے بخشے ہیں ہمیں ناصرؔ
ربوہ کی فضا پر ہے پھر لُطف کریمانہ

عابدؔ ہے دُعا میری اس تیری نشانی کو
حاصل رہے مولیٰ کی ہر نصرت شاہانہ





## یارو درِ حبیب پہ جا کر صدا کرو

(مکرم رشید قیصرانی صاحب)

یارو درِ حبیب پہ جا کر صدا کرو
اہل وفا کے سارے مراسم ادا کرو
آہوں کی ڈالیوں سے سجاؤ حریم یار
اس راہ میں بکھیر دو دامن کا تار تار
وہ چال تم چلو کہ رہِ یار جھوم اُٹھے
گاؤ کچھ ایسے گیت کہ دلدار جھوم اٹھے
کچھ سسکیوں کو دوستو اِذن کلام دو
کچھ دھڑکنوں کے ساز پہ اپنا پیام دو
کچھ نالہ ہائے شب کو شریک دعا کرو
اُس کے حضور کچھ تو لب زخم وا کرو
دیوانگیٔ شوق کی قدریں نکھار دو
دل خون کر کے کوچۂ جاناں سنوار دو
اس حال میں جو قرب کی دولت نصیب ہو
یارو حضورِ یار جو خلوت نصیب ہو
کہنا وہ خضرِ راہ وہ سالارِ کارواں
تیرا گدا وہ تیری محبت کا پاسباں

میٹھی سروں میں جس نے ترے گیت گائے ہیں
جس نے ترے خیال کے خاکے بنائے ہیں
ہر ایک دل میں جس نے ترا درد بھر دیا
ہر راہرو کو جس نے مذاقِ سفر دیا
لاکھوں بتوں کو جس نے جھکایا ترے حضور
نقشِ دوئی کو جس نے مٹایا ترے حضور
عنوان عشق تیرے فسانے کو دے دیا
تیرا پیام جس نے زمانے کو دے دیا
اِک نور ہے جو ظلمت اوہام کے لئے
گرجا جو شیر بن کے ترے نام کے لئے
جادُو اثر کلام ہے شیریں بیان ہے
جس کی پُکار قافلہ والوں کی جان ہے
جس نے لیا ہے نور فقط تیرے نام سے
جس کے لئے خود آپ بھی اترے تھے بام سے
جو تیری عظمتوں کی مجسم دلیل ہے
کچھ روز سے وہ بندۂ عالی علیل ہے
مانا کہ تو کریم بھی ہے بے نیاز بھی
حکمت تری عیاں بھی ہے سربستہ راز بھی
''لَا تَقْنَطُوْا'' کا وعدۂ عالی جو ہم سے ہے
اپنا سوال تیری نگاہِ کرم سے ہے





# میرے مصلح موعود آقا

(مکرمہ فاطمہ بیگم صاحبہ خادمہ حضرت مصلح موعود)

مجھے قریباً چھبیس ستائیس سال سے حضرت مصلح موعود کی خدمت کرنے کا موقع ملا ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسی کا احسان ہے کہ اس نے مجھ ناچیز کو یہ سعادت بخشی۔ اس لئے اس عرصہ میں حضور کی خدمت میں رہتے ہوئے میں حضور کی سیرت طیبہ کے چند واقعات پیش کرتی ہوں۔

۞ ایک دفعہ حضور ڈلہوزی گئے۔ میں بھی ساتھ تھی۔ آپ جب ظہر کی نماز پڑھنے تشریف لے جاتے تو نماز کے بعد کچھ دیر وہیں بیٹھ جاتے۔ ایک دفعہ حضور واپسی کے وقت اپنی کوٹھی میں اس راستے سے آئے جس طرف سے غسل خانہ بیت الخلاء اور پینٹری بنی ہوئی تھی۔ اس طرف حضور کبھی پہلے نہیں آئے تھے۔ میں اور دوسری خادمات اُس وقت وہاں پر کھانا کھا رہی تھیں۔ حضور نے فرمایا۔ ایسی گندی جگہ بیٹھ کر کیوں کھا رہی ہو اور پھر اتنی دیر کے بعد کیوں کھانا کھا رہی ہو۔ تمہیں چاہیے کہ میز پر دستر خوان بچھا کر کھانا کھاتیں۔ پھر حضور نے دیر سے کھانا کھانے کی وجہ دریافت کی۔ ہم نے کہا۔ حضور کھانا کم ہو گیا تھا۔ دوبارہ پکوا کر اب کھانا کھا رہے ہیں۔ حضور کھلکھلا کر ہنسے۔ دوبارہ فرمایا۔ پھر بھی تم کو دستر خوان پر کھانا کھانا چاہیے۔ انگریزوں میں یہ رواج ہے کہ وہ خود اپنے ملازموں کے ساتھ مل کر ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھاتے ہیں۔ اس میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ یہ کہتے ہوئے حضور خود اوپر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد اوپر سے حضور کی اونچی اونچی بولنے کی آواز آئی۔ دراصل اس وقت حضور اپنی بیگمات کو ہدایت دے رہے تھے کہ یہ خادمات سارا دن کام کرتی کرتی تھک جاتی ہیں اور کھانا ان کو سب کے آخر پر اب دیا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے حضور نے ہم سے یہ بھی پوچھا تھا کہ کیا روزانہ ہی اسی وقت تم کو کھانا ملتا ہے اور کیا روز ہی کھانا کم ہوتا ہے؟ جس پر ہم میں سے کسی نے ہاں کہہ دیا تھا۔ اس پر بھی حضور نے بیگمات کو سمجھایا کہ آئندہ ہانڈی ایک ہی پکے گی۔ پھر سب سے پہلے خادموں اور خادمات کو کھلایا جائے۔ جب وہ فارغ ہوں۔ اس کے بعد مجھے اطلاع دی جائے۔ تب میں کھانا کھایا کروں گا۔

حضرت سیدہ ام ناصر نے پوچھا کہ حضور اگر ہانڈی ایک ہی ہو تو اوپر اوپر کا اچھا حصہ تو خادمات اور نوکر کھائیں گے تو آپ کے لئے بچا کھچا رہے گا اس طرح آپ کی صحت کیسے اچھی رہے گی۔ حضور اس بات سے ناراض ہوئے اور فرمایا بس جو میں کہتا ہوں وہی کرنا ہوگا۔ اس حکم کی تعمیل کے لئے اس وقت بیگمات سے دستخط بھی حضور نے لئے۔......

حضور جب کبھی کسی غریب آدمی سے ملتے تو چاہے اس کی بات سنتے ہوئے گھنٹوں کھڑے رہنا پڑتا بُرا نہ مناتے اور امیروں کے ساتھ اس طرح نہ کرتے۔ غریب پروری بہت کرتے تھے۔

۞ ایک دفعہ میں کوئٹہ میں حضور کے ہمراہ تھی۔ ان دنوں جنس کا سارا انتظام میرے ہاتھ میں تھا۔ باہر سے ایک کلرک سودا لایا میرا نام لے کر فاطمہ فاطمہ کر کے آوازیں دینے لگا۔ میں کسی کام میں مشغول تھی اور میں اس کی آواز نہ سن سکی۔ اس پر اس نے غصے سے کہا۔ کہ فاطمہ کہاں مرگئی ہے۔ حضور کا کمرہ ساتھ ہی ہوتا تھا۔ اس کی یہ آواز حضور نے خود بھی سنی۔ حضور نے پیغام بھیجا کہ جاؤ اس آدمی سے کہو کہ وہ تین دن (بیت الذکر) میں جا کر استغفار کرتا رہے اور کوئی آدمی اس وقت تک اس سے کلام نہ کرے۔ دیکھئے حضور کو اپنے غلاموں کی عزت کا کتنا خیال تھا۔

۞ ایک دفعہ میں نے غلطی سے رات کے وقت حضور کا تکیہ اٹھا لیا اور اس کو سرہانے رکھ کر سو گئی۔ کسی طرح بیگمات کو علم ہوگیا۔ پھر بچوں نے حضور کے پاس شکایت کی۔ اب میں ڈری کہ نہ معلوم میری اس حرکت پر حضور مجھے کیا سزا دیں گے۔ حضور نے بجائے اس کے کہ مجھے ڈانٹتے۔ اسی وقت اپنے دفتر کو آرڈر دیا کہ آج شام سے پہلے ایک نیا تکیہ روئی بھروا کر پیش کیا جائے۔ جب شام کو تکیہ حضور کے سامنے پیش کیا گیا تو اس وقت حضور نے بیگمات کے سامنے مجھے بلایا اور کہا کہ ''لو فاطمہ یہ آپ کا تکیہ'' میں حضور کی اس شفقت اور ہمدردی سے بہت خوش ہوئی۔ میں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

۞ ایک دفعہ حضور ڈلہوزی میں تھے۔ مجھ سے حضور نے بڑی ہی شفقت سے پوچھا۔ ''فاطمہ کیا تم نے سیر کرنے کے لئے چنبہ جانا ہے'' میں نے کہا آپ کی مرضی۔ اس پر حضور مجھے پیدل ہی ساتھ لے گئے۔ بیگمات بھی ہمراہ تھیں اور سواری کیلئے ویسے گھوڑے اور ڈانڈیاں بھی تھیں۔ حضور باری باری ان پر سب کو سوار کراتے لیکن گاڑیاں اور موٹر وہاں نہیں جاسکتے تھے۔ پہاڑی راستہ تھا۔ کہیں چڑھنا کہیں اترنا پڑتا تھا۔ اس دوران میں حضور گھوڑے پر سوار تھے تھوڑی دیر بعد ایک پہرہ دار سامنے سے وہی گھوڑا لے کر آتا دکھائی دیا۔ آ کر اس نے معلوم کیا کہ فاطمہ کون ہے اور کہا کہ یہ گھوڑا حضور نے فاطمہ کیلئے بھیجا ہے۔ اس سے پہلے اس پر حضور خود سوار تھے۔ اب آپ اتر گئے ہیں اور گھوڑا فاطمہ کیلئے بھیجا ہے۔ حضور خود پیدل جا رہے ہیں۔ چنانچہ حضور کے حکم کی تعمیل میں اسی وقت مجھے گھوڑے پر سوار کرایا گیا۔ جب چنبہ پہنچ گئے تو وہاں کافی گرمی تھی۔ وہاں کسی وزیر نے یا کسی بڑے آدمی نے حضور کے لئے ایک کوٹھی میں ٹھہرانے کا انتظام کیا تھا۔ وہاں کچھ دن رہ کر حضور واپس آگئے۔ پھر حضور نے تمام خادمات کو فرمایا کہ اب تم لوگ بازار جاؤ پیسے ساتھ لے جاؤ۔ جو چاہے کھاؤ اور خرید کر لاؤ۔ حضور کی عادت تھی کہ سفر میں خادمات کو کسی وقت بازار جانے کی اجازت دیتے اور خرچ کرنے کیلئے پیسے بھی دیتے۔ چڑیا گھر بھی دکھاتے۔ جب ہم بازار سے واپس آتیں تو پھر حضور پوچھتے آؤ مجھے دکھاؤ کیا کچھ خرید کر لائی ہو۔ دیکھوں تمہاری





عقل کتنی تیز ہے۔ ہم نے جو کچھ لایا ہوتا۔ حضور کو دکھاتیں۔ یہ واقعہ ہے تو معمولی لیکن اس سے یہ بات کس قدر ظاہر ہے کہ حضور کس طرح باوجود بے انتہا مصروفیات کے غریبوں کی دلداری کا خیال رکھتے۔

۞ ایک دفعہ میں ماہ رمضان میں بیمار ہوگئی۔ میرے گلے میں گٹھلیاں نکلی تھیں۔ جب حضور کو اس بات کا علم ہوا تو فوراً ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو بلوایا۔ ڈاکٹر صاحب نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ کمزوری اور گٹھلیاں یہاں کے پانی کی خرابی سے ہوگئی ہیں۔ اس میں آئیوڈین کم ہے یا ہے ہی نہیں۔ انہوں نے میرے لئے کچھ گولیاں اور ٹیکے تجویز کئے۔ حضور نے فرمایا:

اسے فوراً یہ ٹیکے لگواؤ اور دوائی بھی دو۔ چنانچہ حضور کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور کی دعاؤں سے میری صحت اچھی ہوگئی۔ اس طرح مجھ پر حضور کے بے شمار احسانات ہیں۔ جن کو میں گن نہیں سکتی۔

۞ ایک دفعہ غالباً ڈلہوزی کا ذکر ہے کہ حضور نے مجھ سے پوچھا کہ تم کس سے باتیں کر رہی ہو۔ میرے منہ سے اس وقت نکل گیا کہ حضور چوہڑی سے۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ خبردار! آئندہ اسے چوہڑی کہا۔ اسے جمعدارنی یا مہترانی کہا کرو۔ گویا حضور نہ صرف اپنی خادمات کا خیال رکھتے۔ بلکہ اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ ملازمات کا بھی لحاظ رکھتے تھے۔ (ماہنامہ مصباح اپریل 1967ء)

۞۞۞۞۞

## نگاہِ حضرت فضل عمر کی بات کرو

(مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب)

مرے امام مرے راہبر کی بات کرو
مسیحؑ وقت کے لختِ جگر کی بات کرو
خدا نے اس کو بنایا ہے ''مصلح موعودؑ''
حَکَم عَدَل کے پیارے پسر کی بات کرو
وہی ہے حُسن میں احسان میں نظیر پدر
اسی جمیل کی، رشکِ قمر کی بات کرو
نشانِ حق و صداقت ہے لاجرم 'محمودؓ'
خدا کے بندۂ عالی گہر کی بات کرو
خدا نے اس کو خلافت کا تاج پہنایا
خدا کے ''فضل'' کی اس تاجور کی بات کرو
وہ بالیقیں ہے ''اولوالعزم'' اپنے کاموں میں
تم اس فہیم و زکی مقتدر کی بات کرو
فروغ دینِ محمد کو ہے دیا ہر سُو
غلام سید نوعِ بشر کی بات کرو
ہوئے جو خاکِ کفِ پا وہ بن گئے اکسیر
نگاہِ حضرت فضل عمر کی بات کرو
درِ خلافت حقہ پہ تم خلوص کے ساتھ
سرِ نیاز جھکاؤ نہ شر کی بات کرو
دیا ہے شادؔ مجھے آب زندگی جس نے
تم اس مسیحا نفَس، اس خضر کی بات کرو

❋❋❋

# یاد کی کرنیں

زیر نظر مضمون میں مختلف احباب کی متفرق یادوں میں سے بعض کو جمع کیا گیا ہے۔ (مرتبہ: مکرم وزیر خاں ساجد صاحب)

## نماز باجماعت کے قیام کی کوشش

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کو خدمت دین کی جو والہانہ لگن تھی اس میں نماز باجماعت کے قیام کی کوشش کو ایک نمایاں مقام حاصل تھا۔ آپ کے خطبات اور فرمودات اور انتظامی اقدامات میں ہمیں بیسیوں جھلکیاں اس کوشش کی نظر آتی ہیں۔ اگرچہ شدید جماعتی مصروفیات کے باعث اپنے بچوں کی خصوصی تربیت کا ان کو بہت کم وقت میسر آتا لیکن اگر آپ کی اولاد کی بچپن کی یادوں کو چھیڑا جائے تو بلا امتیاز ایک بات جو سب کے ذہنوں میں نمایاں طور پر اُبھر کر سامنے آئے گی وہ حضور کی نماز باجماعت کی لگن ہے۔ یہ ایک ایسی کوتاہی تھی جسے آپ کبھی برداشت نہ کرتے اور اگر کبھی کوئی بچہ نماز کے وقت (بیت الذکر) سے غیر حاضر پایا جاتا تو جو اس پر گذرتی تھی وہ اس کا دل جانتا ہے۔

ایک مرتبہ تو مجھے یاد ہے کہ ہم پانچ چھ بچے کسی کھیل میں مصروف عصر کی نماز باجماعت سے محروم رہ گئے۔ حضور جب نماز پڑھا کر واپس تشریف لائے تو ہمیں کھیلتے دیکھ لیا اور سب کو اکٹھا کر کے اپنے ساتھ حضرت امی جان کے صحن میں لے گئے اور وہاں ایک صف میں بدنی سزا دینے کے لئے کھڑا کر دیا۔ گویا نماز باجماعت سے غیر حاضری کی سزا بھی باجماعت تجویز ہوئی حضور کو یہ لگن بچپن ہی سے تھی اور بہت چھوٹی عمر میں ہی آپ کا راتوں کو (بیت الذکر) پہنچ کر خدا کے حضور گریہ وزاری کرنا اور (دین حق) کی فتح کی دعائیں مانگتے ہوئے آنسوؤں سے سجدہ گاہ کو تر کر دینا معتبر روایات سے ثابت ہے۔''

(ماہنامہ خالد نومبر 1975ء)

## مہمان نوازی

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) تحریر فرماتے ہیں:

''ڈلہوزی کی بات ہے حضور اپنی نئی کوٹھی بیت الفضل میں قیام فرماتے تھے ان دنوں دستور یہ تھا کہ باہر سے آنے والے تمام ملاقاتی خواہ جماعتی کام سے حاضر ہوں یا ذاتی ملاقات کیلئے آئیں۔ حضور کے ذاتی مہمان شمار ہوتے تھے اور حضور اس بات کا خاص خیال فرماتے تھے کہ انہیں کھانے سے متعلق کسی قسم کی کوئی شکایت نہ ہو۔ چونکہ بعض دفعہ مہمان اور افراد خانہ کی کثرت کے باعث کھانے کا معیار گر جاتا تھا۔ اس لئے حضور کے اہل بیت میں سے

وہ زوجہ محترمہ جن کے ہاتھ میں انتظام ہوتا اس خیال سے کہ حضور کی خوراک بہت تھوڑی ہے اگر کھانا معمولی قسم کا ہوتو غذائیت بھی پوری نہیں ہوگی۔ حضور کیلئے خاموشی کے ساتھ کچھ الگ کھانا پکوالیتی تھیں۔

ایک دفعہ ایسے ہی موقع پر حضور نے پہلا نوالہ اٹھایا ہی تھا کہ خادمہ کی کسی بات سے حضور نے یہ اخذ فرمالیا کہ مہمانوں کو جو کھانا دیا جارہا ہے وہ اس سے مختلف ہے جو حضور تناول فرمانے لگے ہیں ۔ یہ معلوم کرتے ہی لقمہ واپس پلیٹ میں پھینک دیا اور بغیر کچھ کھائے میز سے اٹھ کر اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے یہ کہتے ہوئے کہ میں ایسا کھانا نہیں کھا سکتا جو مہمانوں کے لئے اور ہو اور گھر والوں کے لئے اور یا اس مفہوم کے الفاظ تھے کہ میں ایسا کھانا نہیں کھا سکتا کہ مجھے بہتر کھانا ملے اور مہمانوں کو ادنیٰ۔ حضور کے اس ہاتھ کھینچنے پر تمام اہل بیت نے، کیا بڑے اور کیا بچے اپنے اپنے ہاتھ کھینچ لئے اور اس رات کسی نے کھانا نہیں کھایا۔''

❋❋❋

مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو جماعت میں ڈسپلن (نظم وضبط) کا بہت خیال رہتا تھا۔ اسی وجہ سے خاص طور پر خدام الاحمدیہ یعنی بچوں اور نوجوانوں میں ڈسپلن پر حضور بہت زور دیتے تھے حتیٰ کہ خدام الاحمدیہ کے لئے حکم تھا کہ پہلے سزا جو کہ بالا افسران کی طرف سے بطور اصلاح کے دی جاتی تھی لیں اور اگر ان کو اس سزا پر کوئی اعتراض ہے تو بعد میں اس کی اپیل کریں۔ حضور فرماتے تھے کہ وہ قوم جو اصلاح کی خاطر سزا نہیں دیتی اور افراد جن کی اصلاح کیلئے سزا تجویز کی جاتی ہے وہ سزا نہیں لیتے۔ ایسی قوم دنیا میں کبھی ترقی نہیں کرسکتی۔ اسی لئے نوجوانوں اور بچوں میں یہ روح پیدا کرنے کیلئے قادیان میں۔ خدام الاحمدیہ کے لئے ذریعہ اصلاح مختلف نوعیت کا رائج کیا گیا تھا۔ جس میں استغفار، کٹ پریڈ اور بدنی سزا بھی دی جاتی تھی تاکہ خدام کو بشاشت سے سزا دینے اور سزا لینے کی عادت پڑے۔ یہ دونوں چیزیں قومی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہیں۔

حضور اکرام ضیف کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ خاص طور پر جلسہ سالانہ کے موقع پر۔ کارکنان کو یہ ہدایت ہوتی تھی کہ مہمانوں کیلئے ہر قسم کی سہولت جو سلسلہ کے بس میں ہے دی جائے اور ان سے نرمی اور محبت کا سلوک کیا جائے ایسے کارکنان جو مہمانوں کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ ان کے لئے سخت سے سخت سزا بھی حضور کی طرف سے مل سکتی تھی ایک واقعہ جو میرے ساتھ پیش آیا درج ذیل ہے۔

غالباً تقسیم ہند سے چار پانچ سال پہلے کی بات ہے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مجھے محلّہ دارالفضل کے لنگر کا ناظم مقرر کیا گیا۔ وہاں پر لوگ قطاروں میں کھڑے ہوکر کھانا لیا کرتے تھے۔ نگران مقرر تھے کہ لوگوں کو صحیح طور پر لائنوں میں کھڑا رکھیں اور باری باری کھانا لے کر اطمینان سے جائیں۔ ایک دن نگران میرے پاس آیا۔ اس وقت شام کا کھانا تقسیم ہو رہا تھا۔ اس نے کہا کہ ایک لڑکا





شرارت کر رہا ہے اور جب اسے کہا گیا کہ لائن میں کھڑے ہوکر کھانا لو تو اس نے نگران اور جلسہ کے متعلق بیہودہ باتیں کی ہیں اس لئے آپ خود جا کر اس معاملہ کو سلجھائیں۔ میں باہر گیا تو دیکھا کہ وہ مہمانوں کو تنگ کر رہا ہے اور بیہودہ باتیں کر رہا ہے میں نے اس کو پکڑ کر وہاں پر سزا دی۔ اس دوران میں دو تین مہمان جن میں ایک سرکاری افسر بھی تھے وہاں پر آگئے اور انہوں نے کہا کہ مہمانوں کو کیوں مارتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ محلّہ دارالفضل کا لڑکا ہے میں اسے جانتا ہوں اس کی اصلاح بغیر سزا کے نہیں ہوسکتی۔ میں لنگر خانہ میں آگیا اور نو بجے کے قریب جب میں کام ختم کر کے آنے لگا تو حضرت میر اسحاق صاحب کا فون آیا کہ حضور کے پاس بعض مہمانوں نے شکایت کی ہے جو منٹگمری کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں کہ ہم محلّہ دارالفضل کا لنگر دیکھنے گئے تو وہاں ناظم صاحب نے مہمانوں کو پیٹا اور بدسلوکی کی اور حضور نے فرمایا ہے صبح نو بجے (اگلے دن) حضور نے جو تقریر فرمانی تھی وہ نہیں فرمائیں گے جب تک اس معاملہ کی پوری رپورٹ ایک کمیشن مقرر کر کے نہ کی جائے گی۔ اس کے لئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو کمیشن مقرر کیا جاتا ہے جو صبح سات بجے دارالبرکات میں اپنا اجلاس کرے گا۔ آپ کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے شکایت کی ہے اطلاع کی جاتی ہے۔ اگلے دن صبح سات بجے حضرت میاں بشیر احمد صاحب دارالبرکات تشریف لائے۔ میں وہیں پر موجود تھا۔ فرمانے لگے حضور بہت ناراض ہیں۔

میں نے عرض کیا جو کچھ میں نے کیا ہے اپنی ڈیوٹی اور فرض کو مدنظر رکھ کر کیا ہے۔ باقی جو حضور سزا دیں گے میں بخوشی منظور کروں گا۔ میں نے عرض کی میرا بیان چھوٹا سا ہے اور وہ تین چار سطروں میں آجائے گا۔ میں نے بیان دیا کہ میری دو حیثیتیں ہیں ایک ناظم جلسہ سالانہ محلّہ دارالفضل اور دوسری مہتمم خدام الاحمدیہ، پہلی شکل میں اگر کوئی فساد کرتا ہے تو میرا کام ہے کہ جو مجھے خدا تعالیٰ نے سمجھ دی ہے اس کے مطابق عمل کروں اور اس کو ٹھیک کرنے کی کوشش کروں۔ دوسری شکل میں خدام الاحمدیہ کے مہتمم کی حیثیت سے قادیان کے لڑکوں کی اصلاح کیلئے بدنی سزا بھی دینے کا مجاز ہوں یہ سمجھتے ہوئے کہ اس شخص کی اصلاح ہو جس نے شر پیدا کیا اور دوسرے شرپسند عناصر کے لئے عبرت کا موجب بنے اور آئندہ بھی اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہوا اور ایسے حالات ہوں تو میں اس قسم کی سزا دوں گا۔ دوسرے دوستوں نے بہت لمبا چوڑا بیان دیا جو نصف گھنٹہ سے زائد وقت میں لکھا گیا۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں تمام کارروائی 9 بجے سے پہلے حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے بھجوا دی۔ حضور ٹھیک وقت پر سٹیج پر تشریف لائے اور اس معاملہ کے متعلق ذکر کر کے فرمایا۔ قادیان میں ہم نے بشاشت سے سزا دینے اور سزا لینے کا خدام الاحمدیہ کے ذریعہ جو کام شروع کیا ہے وہ ابھی تک باہر کی جماعتوں میں رائج نہیں ہوا۔ آہستہ آہستہ ان لوگوں کو بھی اس کا علم ہو جائے گا اور یہ کارروائی محض جماعتی نظام کو مدنظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے اور باہر کے دوستوں کو

چونکہ اس چیز کا علم نہیں ہے اس لئے وہ اس کا برا مناتے ہیں۔آہستہ آہستہ وہ بھی اس سے واقف ہو جائیں گے۔''

***

مکرمہ ومحترمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ فرماتی ہیں:

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جلسہ پر آنے والے مہمانوں کا بے حد خیال فرماتے۔جلسہ کے ایام میں آپ کی مصروفیات اس قدر بڑھی ہوئی ہوتی تھیں کہ عام آدمی اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔اس کے باوجود آپ آنے والے مہمانوں کے متعلق ذاتی نگرانی بھی فرماتے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں۔لنگر خانوں میں بذاتِ خود تشریف لے جاتے۔ہر قسم کے انتظام کا معائنہ فرماتے اور چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال فرماتے۔جس کی طرف ہر ایک کی نگاہ نہیں جاسکتی۔مستورات کے قیام کا انتظام موجودہ صورت میں نہیں ہوتا تھا۔بلکہ قادیان میں صرف تین گھروں میں مستورات کے قیام کا انتظام ہوتا تھا۔حضرت (اماں جان) کے مکان میں۔حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے مکان میں اور مرزا گل محمد صاحب کے مکان میں۔حضرت (اماں جان) اور مرزا گل محمد صاحب کے مکانوں میں جو مہمان مستورات اور بچے ٹھہرے ہوئے ہوتے۔کھانا تو ان کا لنگر خانہ سے آتا۔لیکن چاول، پرہیزی، صبح کے وقت چائے اور رس بسکٹ وغیرہ کا انتظام ان سینکڑوں مستورات کیلئے حضور خود فرماتے۔اس کا یہ طریق تھا کہ حضور اپنے چاروں حرم میں ہر ایک کے سپرد ایک ایک دن مقرر فرماتے کہ مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور میری ہر بیوی ایک ایک دن ان تمام مہمانوں کو جو ہمارے گھروں میں، حضرت (اماں جان) کے گھر میں اور مرزا گل محمد صاحب کے گھر میں ٹھہرے ہوئے ہیں ان میں سے جو بیمار ہوں یا بچے ہوں ان کو ان کی خواہش کے مطابق گھر سے کھانا اور صبح کا ناشتہ ملے۔حالانکہ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔یہی سمجھ لیں کہ جس طرح اب قیام گاہوں میں مستورات ٹھہرتی ہیں اسی طرح کی قیام گاہ وہ ہوتی تھی اور کوئی الگ قیام گاہ نہیں تھی۔حضور کی بیویاں ایک ایک دن منتظمین سے اپنے سامنے چائے بنواتیں اور اپنے ہاتھ سے تمام مہمانوں میں تقسیم کرتیں اور پھر حضور کی ہدایت کے مطابق باقاعدہ حضور کو اطلاع دی جاتی کہ تمام مہمانوں نے ناشتہ کرلیا ہے۔''

## نئی نسل کا خیال

حضرت سید عبدالرزاق شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''یہ قادیان دارالامان کی بات ہے کہ ہم چند طلباء صبح کی نماز اکثر (بیت) مبارک میں حضور کی اقتدا میں پڑھا کرتے تھے۔ایک دن صبح کی نماز کے بعد حضرت المصلح الموعود نے (بیت الذکر) کے دروازے نماز ختم ہوتے ہی بند کرا دیئے اور کسی لڑکے کو باہر جانے کی اجازت نہ دی۔لڑکوں کو جو موجود تھے کھڑا کر کے ان کی تعداد گن لی۔کچھ لڑکے اپنے پاس بلا لئے اور باقی جو تھے ان کو حضرت مولوی سرور شاہ صاحب کے پاس بھجوایا اور فرمایا ان کا امتحان لو کہ ان کو نماز باترجمہ یاد ہے یا نہیں۔





حضور نے بھی امتحان لیا۔میں حضرت مولوی صاحب کے گروپ میں تھا۔امتحان کی رپورٹ کے بعد حضور نے سب کو اکٹھا کیا اور فرمایا:''کہ جو نوجوان نماز باقاعدگی سے باجماعت (بیت الذکر) میں پڑھتا رہے گا وہ کبھی بھی ضائع نہ ہوگا۔''

اس پر ہم سب نے مل کر یہ پختہ عہد کیا کہ ہم سب نمازیں باقاعدہ باجماعت (بیوت الذکر) میں ادا کیا کریں گے۔اس وقت کے تقریباً سب نوجوان (بیوت الذکر) میں نماز باجماعت کی سختی سے پابندی کرتے رہے۔چنانچہ ان میں سے جو اس وقت زندہ ہیں آپ ان کو دیکھ سکتے ہیں کہ وہ باقاعدہ نماز باجماعت کے عادی ہیں۔حضور کا یہ فرمان کہ نمازیں باقاعدہ پڑھنے والا کبھی ضائع نہ ہوگا۔بالکل صحیح نکلا۔ہم میں سے سب نے اس کا تجربہ کیا ہے کہ دینی و دنیاوی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا ہم پر بڑا ہی فضل ہوا ہے۔''

## خندہ پیشانی ومزاح

(مکرم ومحترم میاں غلام محمد صاحب اختر)

''1942ء میں خاکسار دہلی میں محکمہ ریلوے میں راشننگ آفیسر تھا۔ایک مرتبہ مصروفیت کے باعث دو تین ماہ تک حضور کی زیارت نہ کرسکا۔دل میں تڑپ تھی کہ یہ غلام کسی دن آقا کے دربار میں حاضری دے، کہ ایک دن حضور کا پیغام ملا کہ ڈلہوزی آ کر مل جاؤ۔چنانچہ میں ڈلہوزی پہنچا۔حضور ان دنوں ''امرِ ولا'' میں مقیم تھے۔میری آمد کی اطلاع ہونے پر بکمال مہربانی حضور باہر تشریف لائے اور خندہ پیشانی سے میرا استقبال فرمایا۔

شام چار بجے حضور کوٹھی کی Site دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے۔یہ جگہ ''امرِ ولا'' سے قریباً اڑھائی میل کے فاصلے پر تھی۔وہاں کافی دیر ٹھہرے۔اس دوران میں مجھے بوجہ پہاڑی سفر سر درد کی شکایت ہوگئی تو میں ایک طرف جا کر جھاڑیوں میں لیٹ گیا۔حضور نے دریافت فرمایا۔''اختر کہاں ہے؟'' کسی نے اشارہ کیا کہ وہاں لیٹا ہوا ہے۔تو حضور مع خدام وہاں تشریف لے آئے۔میں باادب کھڑا ہوگیا۔فرمانے لگے کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی کہ سر درد کی شکایت ہے فرمایا ''عورتوں والی بیماری لے بیٹھے ہو'' اتنے میں درد صاحب بھی وہاں آگئے اور ہنس کر دریافت کرنے لگے کہ اختر صاحب کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا۔آپ کو Knight یعنی ''سر'' کا خطاب دیا تھا اب سزا پا رہا ہوں۔حضور اس لطیفہ سے بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ اب یہ بڑا افسر ہوگیا ہے۔حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے مجھے بعد میں کہا کہ تم بڑے افسر ہو جاؤ گے۔خدا کی قدرت کہ چند دن بعد ہی مجھے غیر معمولی ترقی ملی۔فالحمدللہ۔خدا تعالیٰ کے پاک بندوں کی باتیں کیا اثر رکھتی ہیں۔'' (ماہنامہ خالد دسمبر 1968ء، جنوری 1969ء)

## پاسِ محبت

(مکرم ومحترم چوہدری حمید اللہ صاحب۔وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ)

''حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویئر ہاؤس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے (رفیق) تھے جو بعد میں لاہور کی جماعت سے منسلک ہو گئے۔

چونکہ اس چیز کا علم نہیں ہے اس لئے وہ اس کا برا مناتے ہیں۔ آہستہ آہستہ وہ بھی اس سے واقف ہو جائیں گے۔"

❋❋❋

مکرمہ ومحترمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ فرماتی ہیں:

"حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جلسہ پر آنے والے مہمانوں کا بے حد خیال فرماتے۔ جلسہ کے ایام میں آپ کی مصروفیات اس قدر بڑھی ہوئی ہوتی تھیں کہ عام آدمی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس کے باوجود آپ آنے والے مہمانوں کے متعلق ذاتی نگرانی بھی فرماتے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں۔ لنگر خانوں میں بذاتِ خود تشریف لے جاتے۔ ہر قسم کے انتظام کا معائنہ فرماتے اور چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال فرماتے۔ جس کی طرف ہر ایک کی نگاہ نہیں جا سکتی۔ مستورات کے قیام کا انتظام موجودہ صورت میں نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ قادیان میں صرف تین گھروں میں مستورات کے قیام کا انتظام ہوتا تھا۔ حضرت (اماں جان) کے مکان میں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے مکان میں اور مرزا گل محمد صاحب کے مکان میں۔ حضرت (اماں جان) اور مرزا گل محمد صاحب کے مکانوں میں جو مہمان مستورات اور بچے ٹھہرے ہوئے ہوتے۔ کھانا تو ان کا لنگر خانہ سے آتا۔ لیکن چاول، پرہیزی، صبح کے وقت چائے اور رس بسکٹ وغیرہ کا انتظام ان سینکڑوں مستورات کیلئے حضور خود فرماتے۔ اس کا یہ طریق تھا کہ حضور اپنے چاروں حرم میں ہر ایک کے سپرد ایک ایک دن مقرر فرماتے کہ مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور میری ہر بیوی ایک ایک دن ان تمام مہمانوں کو جو ہمارے گھروں میں، حضرت (اماں جان) کے گھر میں اور مرزا گل محمد صاحب کے گھر میں ٹھہرے ہوئے ہیں ان میں سے جو بیمار ہوں یا بچے ہوں ان کو ان کی خواہش کے مطابق گھر سے کھانا اور صبح کا ناشتہ ملے۔ حالانکہ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ یہی سمجھ لیں کہ جس طرح اب قیام گاہوں میں مستورات ٹھہرتی ہیں اسی طرح کی قیام گاہ وہ ہوتی تھی اور کوئی الگ قیام گاہ نہیں تھی۔ حضور کی بیویاں ایک ایک دن منتظمین سے اپنے سامنے چائے بنواتیں اور اپنے ہاتھ سے تمام مہمانوں میں تقسیم کرتیں اور پھر حضور کی ہدایت کے مطابق باقاعدہ حضور کو اطلاع دی جاتی کہ تمام مہمانوں نے ناشتہ کر لیا ہے۔"

## نئی نسل کا خیال

حضرت سید عبدالرزاق شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"یہ قادیان دارالامان کی بات ہے کہ ہم چند طلباء صبح کی نماز اکثر (بیت) مبارک میں حضور کی اقتدا میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد حضرت المصلح الموعود نے (بیت الذکر) کے دروازے نماز ختم ہوتے ہی بند کرا دیئے اور کسی لڑکے کو باہر جانے کی اجازت نہ دی۔ لڑکوں کو جو موجود تھے کھڑا کر کے ان کی تعداد گن لی۔ کچھ لڑکے اپنے پاس بلا لئے اور باقی جو تھے ان کو حضرت مولوی سرور شاہ صاحب کے پاس بھجوایا اور فرمایا ان کا امتحان لو کہ ان کو نماز با ترجمہ یاد ہے یا نہیں۔





حضور نے بھی امتحان لیا۔ میں حضرت مولوی صاحب کے گروپ میں تھا۔ امتحان کی رپورٹ کے بعد حضور نے سب کو اکٹھا کیا اور فرمایا: "کہ جو نوجوان نماز باقاعدگی سے باجماعت (بیت الذکر) میں پڑھتا رہے گا وہ کبھی بھی ضائع نہ ہوگا۔"

اس پر ہم سب نے مل کر یہ پختہ عہد کیا کہ ہم سب نمازیں باقاعدہ باجماعت (بیوت الذکر) میں ادا کیا کریں گے۔ اس وقت کے تقریباً سب نوجوان (بیوت الذکر) میں نماز باجماعت کی سختی سے پابندی کرتے رہے۔ چنانچہ ان میں سے جو اس وقت زندہ ہیں آپ ان کو دیکھ سکتے ہیں کہ وہ باقاعدہ نماز باجماعت کے عادی ہیں۔ حضور کا یہ فرمان کہ نمازیں باقاعدہ پڑھنے والا کبھی ضائع نہ ہوگا۔ بالکل صحیح نکلا۔ ہم میں سے سب نے اس کا تجربہ کیا ہے کہ دینی و دنیاوی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا ہم پر بڑا ہی فضل ہوا ہے۔"

## خندہ پیشانی ومزاح

(مکرم ومحترم میاں غلام محمد صاحب اختر)

"1942ء میں خاکسار دہلی میں محکمہ ریلوے میں راشننگ آفیسر تھا۔ ایک مرتبہ مصروفیت کے باعث دو تین ماہ تک حضور کی زیارت نہ کر سکا۔ دل میں تڑپ تھی کہ یہ غلام کسی دن آقا کے دربار میں حاضری دے، کہ ایک دن حضور کا پیغام ملا کہ ڈلہوزی آ کر مل جاؤ۔ چنانچہ میں ڈلہوزی پہنچا۔ حضور ان دنوں "امرِ ولا" میں مقیم تھے۔ میری آمد کی اطلاع ہونے پر بکمال مہربانی حضور باہر تشریف لائے اور خندہ پیشانی سے میرا استقبال فرمایا۔

شام چار بجے حضور کوٹھی کی Site دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے۔ یہ جگہ "امرِ ولا" سے قریباً اڑھائی میل کے فاصلے پر تھی۔ وہاں کافی دیر ٹھہرے۔ اس دوران میں مجھے بوجہ پہاڑی سفر سر درد کی شکایت ہو گئی تو میں ایک طرف جا کر جھاڑیوں میں لیٹ گیا۔ حضور نے دریافت فرمایا۔ "اختر کہاں ہے؟" کسی نے اشارہ کیا کہ وہاں لیٹا ہوا ہے۔ تو حضور مع خدام وہاں تشریف لے آئے۔ میں باادب کھڑا ہو گیا۔ فرمانے لگے کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی کہ سر درد کی شکایت ہے فرمایا "عورتوں والی بیماری لے بیٹھے ہو" اتنے میں درد صاحب بھی وہاں آ گئے اور ہنس کر دریافت کرنے لگے کہ اختر صاحب کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا۔ آپ کو Knight یعنی "سر" کا خطاب دیا تھا اب سزا پا رہا ہوں۔ حضور اس لطیفہ سے بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ اب یہ بڑا افسر ہو گیا ہے۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے مجھے بعد میں کہا کہ تم بڑے افسر ہو جاؤ گے۔ خدا کی قدرت کہ چند دن بعد ہی مجھے غیر معمولی ترقی ملی۔ فالحمد للہ۔ خدا تعالیٰ کے پاک بندوں کی باتیں کیا اثر رکھتی ہیں۔" (ماہنامہ خالد دسمبر 1968ء، جنوری 1969ء)

## پاسِ محبت

(مکرم ومحترم چوہدری حمید اللہ صاحب۔ وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ)

"حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویئر ہاؤس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے (رفیق) تھے جو بعد میں لاہور کی جماعت سے منسلک ہو گئے۔

1959ء میں ان کا پوتا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ہم نے خیموں، شامیانوں اور قناتوں وغیرہ کی دکان کھولی ہے۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعت ہم سے سامان لے۔ حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ان کے ریٹ زیادہ ہیں۔ فرمایا: تھوڑا فرق ہو تو کوئی بات نہیں۔ چنانچہ آرڈر دے دیا گیا۔ جلسے کے بعد جب وہ اپنا بل وصول کرنے کے لئے آئے تو ظہر عصر کے درمیان کا وقت تھا انہوں نے کہا کہ حضرت صاحب سے ملنا ہے۔ میں نے کہا حضور اس وقت آرام کر رہے ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ جب حضور نے مجھے کہہ رکھا ہے کہ جب چاہو ملاقات کے لئے آ جاؤ تو آپ کیوں روکتے ہیں۔ چنانچہ پھر وہ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے پاس چلے گئے اور ان سے حضور سے ملاقات کروانے کو کہا۔ اس پر پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے حضور کی خدمت میں اطلاع کی تو حضور نے فوراً بلا لیا۔ ملاقات کے دوران انہوں نے حضور سے شکایت کی کہ مجھے ملاقات کرنے سے روکا جا رہا تھا۔ اس پر حضور نے دفتر کے کارکن مکرم منشی فتح الدین صاحب کو بلوایا اور کہا کہ یہ لکھ لیں کہ ان کے دادا حضرت مسیح موعودؑ کے (رفیق) تھے اور ان کے والد عبدالحمید صاحب مرحوم میرے کلاس فیلو تھے۔ اس لئے یہ جب بھی ملاقات کے لئے آئیں تو ان کی ملاقات کروا دیا کریں۔''

## قومی وحدت کا درس

''1946ء کی بات ہے کہ مولانا جلال الدین صاحب شمس، مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ اور شام کے مکرم سید منیر الحسنی صاحب کے اعزاز میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کی طرف سے ایک دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ' مہمانوں کے ساتھ اسکول کے لان میں تشریف فرما تھے۔ اسکول کے طلباء اپنے اپنے کلاس رومز میں تھے۔ جب دعوت ختم ہوگئی اور سب فارغ ہو گئے تو طلباء اپنے کلاس رومز سے باہر آ کر حضور اور مہمانوں کے سامنے لان میں نیچے گھاس پر بیٹھ گئے اور سپاسنامے پیش کرنے کا پروگرام شروع ہوا۔ آخر پر جب حضور نے خطاب شروع فرمایا تو آپ نے اس بات کا نوٹس لیا کہ حضور کے سامنے جو طالب علم بیٹھے ہوئے تھے ان میں بیٹھنے کے لحاظ سے یکسانیت نہ تھی۔ کوئی آلتی پالتی مار کر بیٹھا ہوا تھا۔ کوئی ٹانگ کولٹا کر بیٹھا ہوا تھا تو کوئی کھڑا کر کے اور بعض طلباء کھڑے تھے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ قوم میں یکسانیت ہونی چاہیے۔ سب کو ایک طریق پر بیٹھنا چاہیے یا تو سب ایک ہی طریق پر بیٹھ جائیں یا سب کھڑے ہو جائیں۔ جب حضور نے تقریر ختم فرمائی تو آپ نے اپنی کرسی ایک طرف کر دی اور نیچے گھاس پر رومال بچھا کر تشریف فرما ہو گئے اس پر سب مہمان بھی کرسیوں سے نیچے اتر آئے۔ پھر حضور نے اختتامی دعا فرمائی۔''

## شفقت کے انداز

(مکرم عبدالسمیع نون صاحب)

''سر ملک فیروز خان صاحب نون (جو پاکستان





کے وزیر اعظم بھی رہے) وہ خان بہادر ملک صاحب خان صاحب نون سے چوتھی پانچویں پشت پر ملتے تھے۔ خان بہادر صاحب مخلص اور بڑے فدائی احمدی تھے قیام پاکستان کے کچھ ہی عرصہ بعد کسی وجہ سے وہ اپنے چھوٹے بھائی میجر ریٹائرڈ ملک سردار خان صاحب نون اور ملک فیروز خان صاحب سے شدید ناراض ہو گئے حتیٰ کہ ہر قسم کے تعلقات منقطع کر دیئے۔ سارے نون خاندان پر ان کا رعب ایسا تھا کہ کسی کو ان سے بات کرنے کی ہمت بھی نہیں تھی۔ آخر بڑی سوچ بچار کے بعد ملک فیروز خان صاحب اور میجر سردار خان صاحب حضرت مصلح موعود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ ملک صاحب خان صاحب کی ناراضگی کی وجہ سے سارا نون خاندان جو بارہ دیہات کا مالک ہے اس کا بے مثل اتفاق پارہ پارہ ہو رہا ہے حضور ان دنوں رتن باغ لاہور میں قیام فرما تھے آپ نے ملک صاحب خان صاحب کو طلب فرمایا اور فرمایا اتنی رنجش اور ناراضگی بہت نامناسب ہے آپ پہلے سر فیروز خان صاحب کے پاس جا کر معذرت کریں اور پھر اپنے چھوٹے بھائی میجر سردار خاں صاحب سے معافی مانگیں اور پھر آج ہی مجھے رپورٹ دیں۔

ملک صاحب خان صاحب نے مضمون نگار سے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور کے اس حکم سے میرے دل میں انقباض پیدا ہوا کہ حضور نے ناراضگی کی وجہ دریافت فرمائے بغیر چھوٹے بھائیوں کے سامنے مجھے جھکنے کا حکم دے دیا ہے تاہم میری مجال نہ تھی کہ تعمیل ارشاد میں تاخیر کرتا۔ چنانچہ پہلے سر فیروز خان صاحب کی کوٹھی پر حاضر ہوا وہ بڑی محبت سے میری طرف لپکے اور زار و قطار روتے ہوئے کہنے لگے کہ میں قربان جاؤں مرزا محمود احمد پر جنہوں نے ہمارے سارے خاندان پر یہ احسان عظیم کیا جب میں نے ان سے معافی مانگی تو کہنے لگے کہ آپ میرے عزیز ترین بڑے بھائی ہیں آپ مجھے خدا کے لئے معاف کر دیں...... پھر میں جلد ہی ان سے بمشکل اجازت لے کر میجر صاحب کے ہاں پہنچا وہ بھی خوشی اور ممنونیت کے جذبات سے مغلوب تھے۔ ان کے اصرار پر بھی وہاں نہ رکا کیونکہ حضور نے رپورٹ دینے کا حکم دے رکھا تھا۔ چنانچہ سیدھا حضور کے پاس پہنچا اور سارا ماجرا سنایا حضور بہت خوش ہوئے اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا آپ کے لئے میرا یہ حکم دل پسند تو شاید نہ ہوا ہو گا کہ کسی قسم کی تحقیقات کرنے یا ناراضگی کی وجوہ معلوم کرنے کے بغیر ہی آپ کو حکم دے دیا کہ جاؤ اپنے سے عمر میں چھوٹے بھائیوں سے معافی مانگو۔ وجہ یہ تھی کہ آپ نے میری بیعت کی ہوئی ہے سر فیروز خان اور میجر سردار خان کے ساتھ تو میرے معاشرتی تعلقات ہی ہیں وہ میرے حکم کے پابند تو نہیں مگر آپ پابند ہیں۔ پھر حدیث ہے کہ جو اپنے روٹھے ہوئے بھائی کو منانے میں پہل کرے گا وہ پانچ سو سال پہلے جنت میں جائے گا۔ یہ استعارہ کا کلام ہے مگر بہر حال اس حدیث کی رو سے آپ ایک ہزار سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ پھر سوچ لیں کہ یہ کس قدر فائدہ اور منافع کا سودا ہوا۔

حضور نے ایسے دلکش انداز میں یہ باتیں بیان

1959ء میں ان کا پوتا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ہم نے خیموں، شامیانوں اور قناتوں وغیرہ کی دکان کھولی ہے۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعت ہم سے سامان لے۔ حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ان کے ریٹ زیادہ ہیں۔ فرمایا: تھوڑا فرق ہو تو کوئی بات نہیں۔ چنانچہ آرڈر دے دیا گیا۔ جلسے کے بعد جب وہ اپنا بل وصول کرنے کے لئے آئے تو ظہر عصر کے درمیان کا وقت تھا انہوں نے کہا کہ حضرت صاحب سے ملنا ہے۔ میں نے کہا حضور اس وقت آرام کر رہے ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ جب حضور نے مجھے کہہ رکھا ہے کہ جب چاہو ملاقات کے لئے آ جاؤ تو آپ کیوں روکتے ہیں۔ چنانچہ پھر وہ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے پاس چلے گئے اور ان سے حضور سے ملاقات کروانے کو کہا۔ اس پر پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے حضور کی خدمت میں اطلاع کی تو حضور نے فوراً بلا لیا۔ ملاقات کے دوران انہوں نے حضور سے شکایت کی کہ مجھے ملاقات کرنے سے روکا جارہا تھا۔ اس پر حضور نے دفتر کے کارکن مکرم منشی فتح الدین صاحب کو بلوایا اور کہا کہ یہ لکھ لیں کہ ان کے دادا حضرت مسیح موعودؑ کے (رفیق) تھے اور ان کے والد عبدالحمید صاحب مرحوم میرے کلاس فیلو تھے۔ اس لئے یہ جب بھی ملاقات کے لئے آئیں تو ان کی ملاقات کروا دیا کریں۔‘‘

## قومی وحدت کا درس

’’1946ء کی بات ہے کہ مولانا جلال الدین صاحب شمس، مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ اور شام کے مکرم سید منیر الحسنی صاحب کے اعزاز میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کی طرف سے ایک دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ، مہمانوں کے ساتھ اسکول کے لان میں تشریف فرما تھے۔ اسکول کے طلباء اپنے اپنے کلاس رومز میں تھے۔ جب دعوت ختم ہوگئی اور سب فارغ ہوگئے تو طلباء اپنے کلاس رومز سے باہر آ کر حضور اور مہمانوں کے سامنے لان میں نیچے گھاس پر بیٹھ گئے اور سپاسنامے پیش کرنے کا پروگرام شروع ہوا۔ آخر پر جب حضور نے خطاب شروع فرمایا تو آپ نے اس بات کا نوٹس لیا کہ حضور کے سامنے جو طالب علم بیٹھے ہوئے تھے ان میں بیٹھنے کے لحاظ سے یکسانیت نہ تھی۔ کوئی آلتی پالتی مار کر بیٹھا ہوا تھا۔ کوئی ٹانگ کولٹا کر بیٹھا ہوا تھا تو کوئی کھڑا کر کے اور بعض طلباء کھڑے تھے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ قوم میں یکسانیت ہونی چاہیے۔ سب کو ایک طریق پر بیٹھنا چاہیے یا تو سب ایک ہی طریق پر بیٹھ جائیں یا سب کھڑے ہو جائیں۔ جب حضور نے تقریر ختم فرمائی تو آپ نے اپنی کرسی ایک طرف کر دی اور نیچے گھاس پر رومال بچھا کر تشریف فرما ہو گئے اس پر سب مہمان بھی کرسیوں سے نیچے اتر آئے۔ پھر حضور نے اختتامی دعا فرمائی۔‘‘

## شفقت کے انداز

(مکرم عبدالسمیع نون صاحب)

’’سر ملک فیروز خان صاحب نون (جو پاکستان





کے وزیر اعظم بھی رہے) وہ خان بہادر ملک صاحب خان صاحب نون سے چوتھی پانچویں پشت پر ملتے تھے۔ خان بہادر صاحب مخلص اور بڑے فدائی احمدی تھے قیام پاکستان کے کچھ ہی عرصہ بعد کسی وجہ سے وہ اپنے چھوٹے بھائی میجر ریٹائرڈ ملک سردار خان صاحب نون اور ملک فیروز خان صاحب سے شدید ناراض ہو گئے حتیٰ کہ ہر قسم کے تعلقات منقطع کر دیئے۔ سارے نون خاندان پر ان کا رعب ایسا تھا کہ کسی کو ان سے بات کرنے کی ہمت بھی نہیں تھی۔ آخر بڑی سوچ بچار کے بعد ملک فیروز خان صاحب اور میجر سردار خان صاحب حضرت مصلح موعود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ ملک صاحب خان صاحب کی ناراضگی کی وجہ سے سارا نون خاندان جو بارہ دیہات کا مالک ہے اس کا بے مثل اتفاق پارہ پارہ ہو رہا ہے حضور ان دنوں رتن باغ لاہور میں قیام فرما تھے آپ نے ملک صاحب خان صاحب کو طلب فرمایا اور فرمایا اتنی رنجش اور ناراضگی بہت نامناسب ہے آپ پہلے سر فیروز خان صاحب کے پاس جا کر معذرت کریں اور پھر اپنے چھوٹے بھائی میجر سردار خاں صاحب سے معافی مانگیں اور پھر آج ہی مجھے رپورٹ دیں۔

ملک صاحب خان صاحب نے مضمون نگار سے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور کے اس حکم سے میرے دل میں انقباض پیدا ہوا کہ حضور نے ناراضگی کی وجہ دریافت فرمائے بغیر چھوٹے بھائیوں کے سامنے مجھے جھکنے کا حکم دے دیا ہے تاہم میری مجال نہ تھی کہ تعمیل ارشاد میں تاخیر کرتا۔ چنانچہ پہلے سر فیروز خان صاحب کی کوٹھی پر حاضر ہوا وہ بڑی محبت سے میری طرف لپکے اور زار و قطار روتے ہوئے کہنے لگے کہ میں قربان جاؤں مرزا محمود احمد پر جنہوں نے ہمارے سارے خاندان پر یہ احسان عظیم کیا جب میں نے ان سے معافی مانگی تو کہنے لگے کہ آپ میرے عزیز ترین بڑے بھائی ہیں آپ مجھے خدا کے لئے معاف کر دیں...... پھر میں جلد ہی ان سے بمشکل اجازت لے کر میجر صاحب کے ہاں پہنچا وہ بھی خوشی اور ممنونیت کے جذبات سے مغلوب تھے۔ ان کے اصرار پر بھی وہاں نہ رکا کیونکہ حضور نے رپورٹ دینے کا حکم دے رکھا تھا۔ چنانچہ سیدھا حضور کے پاس پہنچا اور سارا ماجرا سنایا حضور بہت خوش ہوئے اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا آپ کے لئے میرا یہ حکم دل پسند تو شاید نہ ہوا ہوگا کہ کسی قسم کی تحقیقات کرنے یا ناراضگی کی وجوہ معلوم کرنے کے بغیر ہی آپ کو حکم دے دیا کہ جاؤ اپنے سے عمر میں چھوٹے بھائیوں سے معافی مانگو۔ وجہ یہ تھی کہ آپ نے میری بیعت کی ہوئی ہے سر فیروز خان اور میجر سردار خان کے ساتھ تو میرے معاشرتی تعلقات ہی ہیں وہ میرے حکم کے پابند تو نہیں مگر آپ پابند ہیں۔ پھر حدیث ہے کہ جو اپنے روٹھے ہوئے بھائی کو منانے میں پہل کرے گا وہ پانچ سو سال پہلے جنت میں جائے گا۔ یہ استعارہ کا کلام ہے مگر بہرحال اس حدیث کی رو سے آپ ایک ہزار سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ پھر سوچ لیں کہ یہ کس قدر فائدہ اور منافع کا سودا ہوا۔

حضور نے ایسے دلکش انداز میں یہ باتیں بیان

فرمائیں کہ ملک صاحب خان صاحب کو شرح صدر ہو گیا۔ اور پھر ان بھائیوں کے درمیان کبھی اختلاف پیدا نہ ہوا۔

صدر ایوب کے زمانہ میں جب ملک سر فیروز خان نون لاہور میں مقیم تھے چلنے پھرنے سے قریباً معذور ہی تھے ہر ہفتے مجھے فون کرتے اور حضور کی طبیعت دریافت کرتے نیز یہ ہدایت دیتے کہ اگر ربوہ جانا ہو تو میرا اسلام ضرور عرض کریں۔ اسی طرح یہ بھی پوچھتے کہ سر ظفر اللہ خان صاحب کب پاکستان آئیں گے۔

جب حضور کی وفات ہوئی تو سر فیروز نے اپنے بیٹے ملک نور حیات (MNA) جو سرگودھا میں مقیم تھے کو حکم دیا کہ حضرت صاحب ہمارے بڑے محسن تھے فوراً ربوہ پہنچو، چہرہ مبارک کی زیارت کرو، حضور کے صاحبزادگان سے اظہار تعزیت کرو اور اجازت لے کر نماز جنازہ میں شامل ہو۔ ملک نور حیات صاحب کی کمر میں شدید درد تھا جس کی وجہ سے وہ اس رات ربوہ نہ جا سکے۔ اگلی صبح سر فیروز نے فون کر کے پوچھا کہ ربوہ گئے تھے؟ جواب نفی میں ملا تو اتنی شدید ناراضگی کا اظہار کیا کہ ملک نور حیات صاحب اسی وقت اپنی موٹر کی عقبی سیٹ پر گاؤ تکیہ رکھ کر بڑی تکلیف اٹھا کر ربوہ پہنچے۔ (بیت) مبارک کے سامنے مجھ سے ملاقات ہوگئی اور میں ان کی راہنمائی کرتا رہا۔

حضرت مصلح موعود کا سر فیرز و خان صاحب نون پر ایک احسان اور بھی تھا کہ ان کی شادی کو چھ سات سال ہو چکے تھے لیکن ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تھی لاہور میں رہائش تھی۔ 1925ء کی ایک صبح لیڈی نون صاحبہ نے اپنے ڈرائیور کو حکم دیا کہ موٹر نکالو ایک نوکرانی اور خاندانی ملازم احمد شیر کو ہمراہ لیا اور قادیان کا سفر اختیار کیا۔ دوپہر ایک بجے یہ قافلہ قادیان پہنچا لیڈی نون صاحبہ اور نوکرانی حضور کے گھر میں چلی گئیں۔ حضور اس وقت نماز پڑھانے کیلئے گھر سے جانے والے تھے لیڈی نون صاحبہ نے سارے حالات بیان کر کے عرض کی کہ آپ کا دوست سر فیروز خان تو اولاد کی خواہش میں دوسری شادی کر لے گا میرے لئے دعا کریں چنانچہ حضور نے گھر کے افراد کے ساتھ اسی وقت دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور 1926ء میں ملک نور حیات خانصاحب نون پیدا ہوئے۔ یہ بچہ چار پانچ ماہ کا ہوا تو لیڈی نون صاحبہ پھر وہی قافلہ لے کر قادیان پہنچی اور بچے کو حضور کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ یہ حضور کی دعاؤں کا ثمرہ ہے اس کے سر پر دست مبارک پھیریں کہ یہ بلند نصیبے والا ہو۔

بعد میں سر فیروز نون کے ہاں مزید دو بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔ سب بااقبال ہوئے لیکن جس کے سر پر وہ مبارک ہاتھ لگے تھے وہ صورت و سیرت میں سارے خاندان میں یکتا تھا۔ دنیاوی لحاظ سے ایک کامیاب سیاستدان کئی بار قومی اسمبلی کا رکن بنا۔ دو تین مرتبہ مرکزی وزیر کے منصب پر فائز ہوا۔ دیانتدار، راست باز اور سخاوت کے علاوہ بے ریا عبادت گزاری کا شغف رکھنے والا تھا۔ ستر سال کی عمر میں وفات پائی لیکن ان کے کئی نیک کام صدقہ جاریہ کی صورت میں ابھی چل رہے ہیں۔" (الفضل 3 اپریل 2001ء)





## غیروں کے جذبات کا خیال

"مکرم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب مکرم مولانا ابو المنیر نور الحق صاحب اور مکرم میاں عباس احمد صاحب ایک بار ڈلہوزی میں سیر کرتے ہوئے فرقہ رادھا سوامی کے گرو کے درس میں شامل ہو گئے اور وہاں کچھ اعتراضات کئے اور مجلس سے اٹھ کر آ گئے۔ گرو صاحب نے ان کی شکایت حضرت مصلح موعود سے کر دی۔ اگلے روز حضور نے (بیت الذکر) میں بہت غصہ میں ان تینوں سے پوچھا کہ یہ کیوں ان کے درس میں مخل ہوئے اس پر صوفی صاحب نے عرض کیا کہ گرو صاحب نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارہ میں نامناسب بات کی تو میں نے کھڑے ہو کر اعتراض کیا اس پر گرو صاحب نے پوچھا۔ تو اندر گیا وایں؟ تو میں نے ان کے کمروں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ اور کہا کہ کیہڑے اندر؟ اس پر حضور کھلکھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا کہ یہ ان کا خاص محاورہ ہے ان کی مراد تھی کہ کشف وغیرہ کا تجربہ تمہیں ہے؟...... اب حضور کا موڈ بدل چکا تھا فرمانے لگے کہ ان کا کوئی نوجوان میرے درس میں آ کر اعتراضات کرنے لگے تو تمہارا ردعمل کیا ہو گا۔ ہم نے عرض کی آئندہ ایسی غلطی نہیں ہو گی پھر حضور نے ہمیں رادھا سوامی مذہب کی تفصیل بتائی۔"

## احباب جماعت سے محبت

"ایک بار بٹالہ میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کا ایک مناظرہ تھا۔ مخالفت زوروں پر تھی دکانداروں سے احمدیوں کا بائیکاٹ کروا دیا گیا۔ ایک رات عشاء کے بعد حضرت مصلح موعود کو قادیان میں رپورٹ پہنچی کہ مناظرہ کے سلسلہ میں باہر سے جانے والے جو احمدی باغ میں مقیم ہیں انہیں کھانا نہیں ملا۔ حضور یہ سنتے ہی بے چین ہو گئے آپ نے خود بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھایا تھا۔ اسی وقت مقامی عہدیداروں کو بلایا کہ ابھی یہ رپورٹ آئی ہے انہوں نے عرض کیا کہ صبح ہوتے ہی انتظام کر دیا جائے گا۔ فرمایا کہ پھر مجھے تمام رات جاگنا پڑے گا۔ یہ سنتے ہی انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور عرض کیا ابھی انتظام کرتے ہیں دوسرے دن علم ہوا کہ جب حضور کو بٹالہ کے احمدیوں کو کھانا پہنچانے کی اطلاع رات گئے دی گئی تو اس کے بعد حضور نے کھانا کھایا۔"

## اتباع سنت و احترام استاد

"سنت کی پیروی اور استاد کے ادب کے حوالہ سے یہ واقعہ اہم ہے کہ 1929ء میں ایک بار حضور نے کشمیر کا سفر اختیار فرمایا اور اس دوران خواجہ کمال الدین صاحب کی عیادت کے لئے بھی تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا "(دینی) سنت کو پورا کرنے کیلئے اور اس وجہ سے کہ میں چھوٹا تھا اور مدرسہ میں پڑھتا تھا خواجہ صاحب نے تین چار دن مجھے حساب پڑھایا تھا اور اس طرح وہ میرے استاد ہیں میں ان کی عیادت کیلئے گیا تھا۔"

## خدمت خلق

مفتی ضیاء الدین ضیاء صاحب سابق مفتی اعظم پونچھ اپنے ایک منظوم کتابچہ ''نوحۂ کشمیر'' میں لکھتے ہیں کہ ''کشمیر کی تحریک آزادی کے آغاز پر مظلوموں کی مدد کرنے کیلئے بہت سے زعماء ہندوستان کی خدمت میں خطوط بھیجے گئے جن میں علامہ اقبال، شیخ صادق حسین امرتسری، امام جماعت احمدیہ، اور خواجہ حسن نظامی دہلوی شامل ہیں۔ امام جماعت احمدیہ کی طرف سے یکمشت ایک خطیر رقم موصول ہوئی لیکن باقی سب کی طرف سے یہ جواب آیا کہ آپ نے ایسے خطرناک کام میں کیوں ہاتھ ڈالا؟''

(الفضل انٹرنیشنل 7 فروری تا 13 فروری 2003ء)

## قبولیت دعا کے متفرق واقعات

مکرم محمد عمر بشیر صاحب بیان کرتے ہیں کہ ''1956ء میں میرے والدین ڈھاکہ سے کراچی آئے ہوئے تھے۔ حضور بھی ان دنوں کراچی میں تشریف فرما تھے میرے والدین نے حضور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ میرے والد صاحب کو گلے میں کئی دنوں سے سخت تکلیف تھی۔ معروف ڈاکٹروں نے اس تکلیف پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ آپریشن ہی اس کا علاج ہے لیکن آپریشن بھی کم ہی کامیاب ہوتا ہے۔ ملاقات کے دوران حضور کی خدمت میں دعا کی درخواست کی گئی تو حضور نے فرمایا اچھا میں دعا کروں گا۔ والدہ صاحبہ نے عرض کیا کہ حضور! ان کو یہاں تکلیف ہے حضور نے جب نظر اُٹھائی اور گلے کو دیکھا تو والدہ صاحبہ کہنے لگیں حضور ابھی دعا کر دیں حضور مسکرا دیئے اور دعا کی۔ حضور کے توجہ فرمانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ میرے والدین ابھی حضور کی کوٹھی سے باہر ہی نکلے تھے کہ والد صاحب کہنے لگے مجھے آرام محسوس ہوتا ہے اور جب گلے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو نہ وہاں گلٹی تھی اور نہ ہی درد تھا۔''

❋❋❋

''دریائے بیاس کے کنارے واقع گاؤں بھٹیاں کے نمبردار ایک سکھ تھے انہوں نے بیان کیا کہ مجھ پر قتل کا جھوٹا مقدمہ چلایا گیا جس پر بہت پریشانی ہوئی۔ بعض احمدی دوستوں کے کہنے پر میں قادیان آیا اور حضور سے مل کر حالات بیان کر کے دعا کے لئے عرض کی۔ مرزا صاحب نے میرا نام دریافت کیا اور بغیر کوئی مزید بات کہے گھر تشریف لے گئے میں نے دوستوں سے کہا کہ حضور نے صرف میرا نام دریافت کیا ہے لیکن دعا کا وعدہ نہیں کیا انہوں نے کہا کہ حضور ضرور دعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کے طفیل آپ کو بری کر دے گا۔ پھر میں گاؤں چلا گیا چند دن بعد میں نے خواب میں عدالت میں خود کو دوسرے ملزموں کے ساتھ دیکھا۔ مجسٹریٹ نے صرف مجھے آواز دے کر پکارا کسی اور کو نہیں بلایا۔ چند دن بعد جب عدالت میں پیشی ہوئی تو بعینہ ایسا ہی ہوا کہ مقدمہ کے دوران مجسٹریٹ نے صرف میرا نام لے کر پیش ہونے کے لئے آواز دی۔ اس کے بعد جتنی پیشیاں





بھی ہوئیں سب میں مجسٹریٹ نے صرف میرا نام لے کر پکارا جبکہ باقی ملزمان بھی میرے ساتھ ہی کھڑے ہوتے تھے یہ دیکھ کر میرے وکیل نے تو کہہ دیا کہ باقیوں میں سے شاید کوئی بری ہو جائے لیکن تمہیں ضرور سزا ملے گی۔ مگر خدا کی شان کہ جب فیصلہ سنایا گیا تو صرف میں ہی بری کیا گیا جبکہ باقی تمام ملزموں کو سزا ہو گئی۔''

❋❋❋

مکرم شیخ فضل حق صاحب آف واہ کینٹ نے بیان کیا کہ ''1948ء میں میری اہلیہ کی بیماری طوالت پکڑ گئی۔ سول ہسپتال راولپنڈی کے ڈاکٹر نے بہت مہنگے ٹیکے تجویز کئے جو پچاس روپے میں پانچ آتے تھے اور صبح و شام لگتے تھے میری مالی حالت ٹھیک نہیں تھی، بڑا پریشان ہو کر حضور کو دعا کے لئے خط لکھا۔ تو ایک دم لیڈی ڈاکٹر نے کہا کہ ایکسرے کروالیں پھر مزید علاج ہوگا۔ اگلے روز ہی میں بیوی کو لے کر ہسپتال پہنچا۔ ایکسرے کروایا اسی روز حضور کا جواب موصول ہوا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اہلیہ کو مکمل صحت دے گا اور دیگر مشکلات کو بھی حل کرے گا۔ دل کو تسلی ہوئی ایکسرے لے کر لیڈی ڈاکٹر کے پاس گیا۔ اس نے دیکھ کر کہا کہ آپ کی اہلیہ بالکل ٹھیک ہیں آپ کو مبارک ہو۔'' (الفضل انٹرنیشنل 13 تا 19 ستمبر 2002ء)

## ''گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود''

(محترم میجر ڈاکٹر شاہ نواز خاں صاحب)

''1946ء میں عاجز جاپان میں مقیم تھا اور فوج میں کیپٹن تھا۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک مجلس میں اپنے ایک رؤیا کے تعلق میں میرے والد صاحب مرحوم چوہدری مولا بخش صاحب بھٹی کا نام لیا اور تعارف کے طور پر فرمایا ''یعنی میجر ڈاکٹر شاہنواز صاحب کے والد مرحوم'' حالانکہ عاجز اس وقت کیپٹن تھا۔ جنگ ختم ہو چکی تھی اور ایمر جنسی کمیشن کے ختم ہو جانے کا قوی امکان تھا۔ مگر حضور کی زبان سے میجر کا رینک کہلوایا گیا جو ایک پیشگوئی تھی جو 1952ء میں آکر پُوری ہوئی کہ سخت ناموافق حالات میں عاجز کو دوبارہ کمیشن ملا اور ترقی کے امتحان وغیرہ کی روکیں اللہ تعالیٰ نے دور کر دیں۔ عاجز کو زندہ رکھا۔ تقسیم ملک ہوئی۔ باوجود بینائی کی کمزوری کے میڈیکل بورڈ نے پاس کر دیا۔ غرضیکہ بیسیوں اسباب تھے جن پر کسی انسان کو کنٹرول نہیں ہوسکتا وہ سب مولیٰ کریم نے پیدا کئے تا اس کے مقبول بندہ کے منہ کا قول پورا کرے۔ چنانچہ حضور کے اس قول پر میرے بعض عزیزوں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اب آپ میجر ہو کر ہی رہیں گے۔''

❋❋❋

''1949-50ء کی بات ہے۔ حضور کوئٹہ میں تشریف فرما تھے۔ مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب سے ایک دن آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا ڈاکٹر شاہنواز صاحب کی تنخواہ ایک ہزار روپیہ ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا۔ حضور پختہ معلوم نہیں۔ وہ سینئر کیپٹن ہیں 700 سے زیادہ نہ ہوگی۔ واقعی اس وقت عاجز کی تنخواہ سات سو ہی تھی۔ 1952ء میں جب میں میجر ہوا تو مہنگائی الاؤنس

ملا کر بھی 975 روپے بنتے تھے۔ جس میں کسی اضافہ کی بظاہر امید نہ تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پاک بندے کا قول پورا کرنے کے لئے تمام فوجی افسروں کو 25 روپے کا خاص الاؤنس دلوایا اور اس طرح میری تنخواہ پورے ایک ہزار روپے ہوگئی۔ فالحمدللہ''

(ماہنامہ خالد دسمبر 1964ء)

❋❋❋

## بہادری

(از جناب عبدالحکیم صاحب شملوی)

''1919ء کا واقعہ ہے کہ یہ عاجز اور ڈاکٹر محمد منیر صاحب آف امرتسر مہمان خانہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ رات کے پچھلے حصہ میں ڈھاب کے پار سید سرور شاہ صاحب کے مکان کے قریب شور سنائی دیا کہ کچھ چور آئے ہیں مَیں اور ڈاکٹر صاحب دوڑ کر جائے وقوع پر پہنچے اور خیال تھا کہ ہم سب سے پہلے پہنچنے والے ہوں گے لیکن ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی کہ ہم سے پہلے حضور موقع پر موجود تھے۔''

## شفقتِ پدری

''اسی سفر (چکی تحصیل پٹھان کوٹ۔ 1926ء) کا واقعہ ہے کہ حضور چوتھے روز شکار کے واسطے تشریف نہیں لے گئے جمعہ کا روز تھا صاحبزادہ مرزا منور احمد نے عرض کیا ابا جان ہم ندی میں مچھلیاں پکڑیں گے یہ عاجز موجود تھا لیکن حضور نے فرمایا میاں چلو۔ حضور پانی میں تشریف لے گئے اور شلوار کو پنڈلیوں تک اوپر کر لیا اور اپنی پگڑی اتار کر ایک سرا صاحبزادہ صاحب کے ہاتھ میں دیا اور ایک خود تھامے رہے اور اس طرح بہت دیر تک چھوٹی چھوٹی مچھلیاں جو چاندی کی طرح چمک رہی تھیں پکڑتے رہے۔ یہ واقعہ بتاتا ہے کہ حضور کو بچوں کی دلجوئی کا کتنا خیال ہے۔''

(ماہنامہ خالد جون 1962ء)

❋❋❋

## ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

(منیر احمد بانی کلکتہ)

''ایک دن ہم بھائیوں نے حضرت ام طاہر سے درخواست کی کہ حضور کا کوئی تبرک عنایت فرما دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور قصرِ خلافت میں ہیں خود جا کر مانگ لو۔ چنانچہ ہم تینوں چلے گئے۔ حضور اپنے کمرہ میں فرش پر لیٹے ہوئے تھے اور کسی کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ السلام علیکم عرض کرنے پر اٹھ کر بیٹھ گئے اور اتنے تپاک اور شفقت سے حال دریافت فرمایا کہ گویا حضور ہمارا ہی انتظار فرما رہے تھے پوچھا بچو! کیسے آنا ہوا؟ ہم نے مدعا عرض کیا کہ کوئی تبرک عنایت فرمائیں۔ حضور نے ریفریجریٹر سے تین عدد عمدہ سیب نکال کر دیئے اور خود پھر کتاب پڑھنے میں منہمک ہوگئے ہم بھائیوں نے وہیں بیٹھ کر سیب کھائے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور کی توجہ ہماری طرف ہوئی تو فرمایا بچو! اب کیوں بیٹھے ہو۔ خاکسار نے





عرض کیا کہ تبرک کے لئے درخواست کی تھی۔ حضور زیرلب مسکرائے اور فرمایا کہ جو سیب کھائے وہ کیا تھا؟ بچپن کی سادگی تھی ہم نے عرض کیا وہ تو ہم نے کھالئے۔ کوئی ایسی چیز دیں جو ہمارے پاس رہے۔ اس پر حضور نے تین خوبصورت لال رومال عنایت فرمائے اور ہم اجازت لے کر چلے آئے۔''

''1943ء میں والد صاحب نے ارادہ کیا کہ قادیان میں اپنا مکان خرید لیں۔ مختلف محلّہ جات میں مکانات دیکھے بالآخر محلّہ دارالبرکات میں ایک نیا تعمیر شدہ مکان پسند آیا۔ یہ اس وقت مکرم شیخ فضل حق صاحب ریلوے گارڈ کی ملکیت تھا۔ گارڈ صاحب نے کہا میں نے بڑے شوق سے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے یہ مکان بنوایا تھا۔ کسی خانگی ضرورت کے پیش نظر فروخت کرنا پڑ رہا ہے۔ قیمت فروخت انہوں نے بارہ ہزار روپے بتلائی لیکن یہ شرط رکھی کہ کسی سے مکان کی فروختگی کا ذکر نہ کریں۔ دو دن تک مجھے Yes یا No بتلا دیں۔ والد صاحب نے کہا مجھے قادیان میں مکان وغیرہ کی قیمتوں کا مطلقاً اندازہ نہیں ہے۔ آپ اجازت دیں۔ میں صرف حضرت صاحب سے مشورہ کروں گا۔ چنانچہ والد صاحب مرحوم خاکسار کو ہمراہ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری بات بیان کی۔ حضور نے فرمایا گارڈ صاحب کی بیٹی احمدی بیگم کی شادی ہوئی تھی تو میں بھی اس مکان میں گیا تھا۔ بڑے ہال کمرہ میں مہمانوں کو بٹھایا گیا تھا۔ والد صاحب نے عرض کیا کہ اس ہال کمرہ کے چاروں کونوں پر اتنے رقبہ کے چار کمرے ہیں۔ حضور نے دو منٹ انگلیوں پر حساب کیا اور فرمایا کہ گارڈ صاحب نے یہ مکان ایک سال قبل بنوایا تھا میرے اندازے کے مطابق انکی لاگت اس مکان پر پونے گیارہ ہزار روپے ہے۔ اس لحاظ سے بارہ ہزار بہت مناسب قیمت ہے۔ ہم لوگ واپس گارڈ صاحب کے یہاں آئے اور مکان کا سودا طے کر کے بیعانہ دے دیا۔ والد صاحب نے گارڈ صاحب سے کہا کہ سودا تو ہو گیا۔ اب آپ کے یہ بتلانے میں کچھ حرج نہیں ہے کہ یہ مکان بنوانے پر آپ کا کتنا خرچ آیا۔ گارڈ صاحب نے بتلایا قریباً پونے گیارہ ہزار۔ اس پر والد صاحب نے گارڈ صاحب کو حضور کے ساتھ اپنی گفتگو تفصیل کے ساتھ سنائی۔ سارے موجود الوقت احباب بہت ہی خوش ہوئے۔ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی میں درج ہے ''وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔'' والد صاحب نے بتلایا میں کلکتہ میں بڑے بڑے انجینئروں سے مکانات کی مالیت کے اندازے لگواتا ہوں۔ مہینوں کی مغزماری کے بعد بھی ان کا تخمینہ اکثر غلط ہوتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی یہ پیشگوئی کتنی شان سے پوری ہوئی کہ حضور نے قصر خلافت میں ہی بیٹھ کر صرف دو منٹ میں مکان کی مالیت کا کس قدر صحیح اندازہ بتلا دیا۔''

(الفضل انٹرنیشنل 20 تا 26 فروری 1998ء)

❋❋❋

## ایک غیر ملکی طالب علم کے تاثرات

(مکرم محمد عثمان چو چنگ شی صاحب آف چین)

''ایک دفعہ گرمی کے موسم میں حضور کوہ مری

تشریف لے گئے۔ میں نے ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے چینی ترجمے کے سلسلہ میں آپ سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے آپ کو ایک خط لکھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ مری میں آکر بات کرو۔ میں نے مری میں کچھ دن رہ کر حضور سے کلر کہار جانے کی اجازت طلب کی۔ مگر کوئی جواب نہ آیا۔ آخر پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے حضور کے پاس جا کر میرے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے اس لئے اس کو بلایا ہے کہ یہاں کا موسم ٹھنڈا ہے۔ اس لئے وہ کچھ عرصہ یہاں رہے۔ میں یہ بات سن کر حیران رہ گیا اور نہایت خوشی کے ساتھ مری میں ایک عرصہ رہا اور آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھایا۔ اس دوران ایک دن آپ نے فرمایا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ احمدیت افریقہ اور چین میں جلدی پھیل جائے گی۔ ایک دفعہ میں نے بعض چینیوں کی حضور سے ملاقات کرانا چاہی۔ چینی دوست شوق سے تیار ہو گئے لیکن بعد میں یہ اظہار کیا کہ ہم پاکستانیوں کے گھر نہیں جایا کرتے۔ کیونکہ وہ مہمانوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتے جو ہم کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ جن کے پاس آپ جا رہے ہیں وہ دوسرے پاکستانیوں سے ممتاز ہیں۔ آپ فکر نہ کریں چنانچہ جب اُن کی حضور سے ملاقات ہوئی تو وہ آپ کی خوش اخلاقی اور مہمان نوازی سے بہت متاثر ہوئے اور مجھے کہا کہ حضرت صاحب واقعی اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں اور انہوں نے ہمارے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہے جیسے چینی لوگ اپنے مہمانوں کے ساتھ کرتے ہیں۔

اپنی صحت مندی کے ایام میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مہمانوں کی دعوت کا اہتمام فرمایا کرتے۔ ان دعوتوں میں بعض اوقات غیر ملکی طلباء بھی بُلائے جاتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور نے باہر سے آنے والے چند مہمانوں کو ایک عشائیہ پر مدعو فرمایا۔ جس میں مجھے بھی شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ کھانے کے دوران آپ نے مجھ سے چینیوں کے ناموں کے متعلق دریافت فرمایا تو باتوں باتوں میں مَیں نے عرض کیا کہ نہ صرف ہر چینی کا ایک چینی نام ہے بلکہ چینی لوگ اس غیر ملکی کے لئے جو چین میں جاتا ہے ایک ایسا نام رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جو تلفظ کے لحاظ سے اس کے اصلی نام سے کچھ ملتا جلتا اور مفہوم کے لحاظ سے چینی زبان میں کچھ معنے رکھتا ہے حضور نے یہ سُن کر فرمایا کہ آج یہاں جتنے دوست ہیں ہر ایک کا ایک ایک چینی نام تجویز کرو۔ مذکورہ باتوں کا خیال رکھتے ہوئے غیر ملکیوں کے نام تجویز کرنے کیلئے کچھ غور کرنا پڑتا ہے۔ میں سوچ بچار کے ساتھ ایک ایک دوست کا نام تجویز کر کے حضور کو سنانے لگا۔ بعض دوستوں کے ناموں کے لئے فوراً مناسب الفاظ نہیں ملتے تھے اس لئے دیر ہو جاتی تھی۔ اس پر مولانا ابو العطاء صاحب نے فرمایا زیادہ دیر نہ لگائیں، ذرا جلدی کریں۔ حضور نے فرمایا نہیں اس کام کے لئے یقیناً غور کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح حضور نے میری بہت عزت افزائی اور اکرام فرمایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء





ایک دفعہ جامعۃ المبشرین کے Trip کے موقعہ پر حضور بھی از راہ شفقت تشریف لائے۔ پرنسپل جامعۃ المبشرین مولانا ابو العطاء صاحب نے مجھے کہا کہ تم چینی نظم سناؤ۔ چنانچہ میں نے ایک چینی نظم سنائی۔ حضور اس کو سن کر لوگوں سے چینی زبان کے متعلق کچھ مذاقیہ باتیں کرتے رہے۔ بعد میں میرے جذبات کا خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم بھی چینی تھے۔ صرف یہاں آکر ناک کچھ اونچی ہوگئی ہے۔

اسی ٹرپ یا کسی اور موقعہ پر آپ نے چینی طلباء کو بعض نصائح فرمائیں جن میں سے ایک بات مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے وہ یہ کہ حضور نے فرمایا کہ جب تک تمام چینی (مومن) نہ ہو جائیں اس وقت تک تمہیں خوش نہیں ہونا چاہیے۔''

(خالد دسمبر 1964ء)

## دشمنوں سے حسن سلوک

(مکرم حکیم نذیر احمد رہان صاحب۔ مربی سلسلہ)

1956ء کی بات ہے کہ حضور کوہ مری میں قیام فرما تھے احباب میں سے کسی نے حضور کا 1953ء کا ایک خواب یاد دلایا جو اس سے قبل الفضل میں شائع ہو چکا تھا۔ وہ خواب یہ تھا کہ حضور نے خواب میں دیکھا کہ کسی پہاڑی مقام پر حضور بھی موجود ہیں اور سلسلہ عالیہ کے شدید معاند مولوی ظفر علی خاں صاحب بھی موجود ہیں۔ مولوی ظفر علی صاحب بیمار ہیں اور حضور نے ان کی دعوت کی ہے۔

حسن اتفاق سے 1956ء میں حضور کوہ مری خیبر لاج میں مقیم تھے اور مولوی ظفر علی صاحب بھی کشمیر پوائنٹ مری کے ایک ہوٹل میں مقیم تھے اور بیمار تھے۔ حضور نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے معالج کو ہدایت کی کہ مولوی ظفر علی صاحب کا معائنہ کر کے ان کا مناسب علاج کیا جائے۔

حضور کے اس حکم کی تعمیل میں ایک روز ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب جب علاج کے لئے جا رہے تھے تو خاکسار، مکرم مقبول احمد ذبیح صاحب مرحوم اور مکرم عبدالحکیم اکمل صاحب مرحوم ہم تینوں ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ مولوی ظفر علی صاحب کی جائے قیام پر پہنچے۔ وہ بے سدھ دائیں کروٹ لیٹے ہوئے تھے۔ ان کا ایک دور کا رشتہ دار جس کے سارے بال سفید تھے معمولی لباس تہبند اور قمیض میں ملبوس تھا مولوی صاحب کا تیماردار تھا۔ ہم تینوں کی موجودگی میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے مولوی صاحب کو مناسب انجکشن دیا۔ یاد رہے کہ 1953ء کی اینٹی احمدیہ تحریک میں اخبار زمیندار نے جس کے مالک مولوی ظفر علی خاں صاحب تھے جماعت کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا تھا۔

ایک طرف یہ مخالفت اور دوسری طرف یہ حسن سلوک کوئی عام بات نہیں۔

❋❋❋

تشریف لے گئے ۔ میں نے ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے چینی ترجمے کے سلسلہ میں آپ سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے آپ کو ایک خط لکھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ مری میں آ کر بات کرو۔ میں نے مری میں کچھ دن رہ کر حضور سے کلر کہار جانے کی اجازت طلب کی۔ مگر کوئی جواب نہ آیا۔ آخر پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے حضور کے پاس جا کر میرے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے اس لئے اس کو بلایا ہے کہ یہاں کا موسم ٹھنڈا ہے ۔ اس لئے وہ کچھ عرصہ یہاں رہے۔ میں یہ بات سن کر حیران رہ گیا اور نہایت خوشی کے ساتھ مری میں ایک عرصہ رہا اور آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھایا۔ اس دوران ایک دن آپ نے فرمایا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ احمدیت افریقہ اور چین میں جلدی پھیل جائے گی۔ ایک دفعہ میں نے بعض چینیوں کی حضور سے ملاقات کرانا چاہی۔ چینی دوست شوق سے تیار ہو گئے لیکن بعد میں یہ اظہار کیا کہ ہم پاکستانیوں کے گھر نہیں جایا کرتے ۔ کیونکہ وہ مہمانوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتے جو ہم کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ جن کے پاس آپ جا رہے ہیں وہ دوسرے پاکستانیوں سے ممتاز ہیں۔ آپ فکر نہ کریں چنانچہ جب اُن کی حضور سے ملاقات ہوئی تو وہ آپ کی خوش اخلاقی اور مہمان نوازی سے بہت متاثر ہوئے اور مجھے کہا کہ حضرت صاحب واقعی اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں اور انہوں نے ہمارے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہے جیسے چینی لوگ اپنے مہمانوں کے ساتھ کرتے ہیں۔

اپنی صحت مندی کے ایام میں سیدنا حضرت خلیفة المسیح الثانی مہمانوں کی دعوت کا اہتمام فرمایا کرتے ۔ ان دعوتوں میں بعض اوقات غیر ملکی طلباء بھی بُلائے جاتے تھے ۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور نے باہر سے آنے والے چند مہمانوں کو ایک عشائیہ پر مدعو فرمایا۔ جس میں مجھے بھی شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی ۔ کھانے کے دوران آپ نے مجھ سے چینیوں کے ناموں کے متعلق دریافت فرمایا تو باتوں باتوں میں مَیں نے عرض کیا کہ نہ صرف ہر چینی کا ایک چینی نام ہے بلکہ چینی لوگ اس غیر ملکی کے لئے جو چین میں جاتا ہے ایک ایسا نام رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جو تلفظ کے لحاظ سے اس کے اصلی نام سے کچھ ملتا جلتا اور مفہوم کے لحاظ سے چینی زبان میں کچھ معنے رکھتا ہے حضور نے یہ سُن کر فرمایا کہ آج یہاں جتنے دوست ہیں ہر ایک کا ایک ایک چینی نام تجویز کرو۔ مذکورہ باتوں کا خیال رکھتے ہوئے غیر ملکیوں کے نام تجویز کرنے کیلئے کچھ غور کرنا پڑتا ہے۔ میں سوچ بچار کے ساتھ ایک ایک دوست کا نام تجویز کر کے حضور کو سنانے لگا۔ بعض دوستوں کے ناموں کے لئے فوراً مناسب الفاظ نہیں ملتے تھے اس لئے دیر ہو جاتی تھی۔ اس پر مولانا ابو العطاء صاحب نے فرمایا زیادہ دیر نہ لگائیں ، ذرا جلدی کریں ۔ حضور نے فرمایا نہیں اس کام کے لئے یقیناً غور کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح حضور نے میری بہت عزت افزائی اور اکرام فرمایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء





ایک دفعہ جامعة المبشرین کے Trip کے موقعہ پر حضور بھی ازراہ شفقت تشریف لائے ۔ پرنسپل جامعة المبشرین مولانا ابوالعطاء صاحب نے مجھے کہا کہ تم چینی نظم سناؤ۔ چنانچہ میں نے ایک چینی نظم سنائی۔ حضور اس کو سن کر لوگوں سے چینی زبان کے متعلق کچھ مذاقیہ باتیں کرتے رہے۔ بعد میں میرے جذبات کا خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم بھی چینی تھے ۔ صرف یہاں آ کر ناک کچھ اونچی ہوگئی ہے۔

اسی ٹرپ یا کسی اور موقعہ پر آپ نے چینی طلباء کو بعض نصائح فرمائیں جن میں سے ایک بات مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے وہ یہ کہ حضور نے فرمایا کہ جب تک تمام چینی (مومن) نہ ہو جائیں اس وقت تک تمہیں خوش نہیں ہونا چاہیے۔''

(خالد دسمبر 1964ء)

## دشمنوں سے حسن سلوک

(مکرم حکیم نذیر احمد ریحان صاحب ۔ مربی سلسلہ)

1956ء کی بات ہے کہ حضور کوہ مری میں قیام فرما تھے احباب میں سے کسی نے حضور کا 1953ء کا ایک خواب یاد دلایا جو اس سے قبل الفضل میں شائع ہو چکا تھا۔ وہ خواب یہ تھا کہ حضور نے خواب میں دیکھا کہ کسی پہاڑی مقام پر حضور بھی موجود ہیں اور سلسلہ عالیہ کے شدید معاند مولوی ظفر علی خاں صاحب بھی موجود ہیں۔ مولوی ظفر علی صاحب بیمار ہیں اور حضور نے ان کی دعوت کی ہے۔

حسن اتفاق سے 1956ء میں حضور کوہ مری خیبر لاج میں مقیم تھے اور مولوی ظفر علی صاحب بھی کشمیر پوائنٹ مری کے ایک ہوٹل میں مقیم تھے اور بیمار تھے۔ حضور نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے معالج کو ہدایت کی کہ مولوی ظفر علی صاحب کا معائنہ کر کے ان کا مناسب علاج کیا جائے۔

حضور کے اس حکم کی تعمیل میں ایک روز ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب جب علاج کے لئے جا رہے تھے تو خاکسار، مکرم مقبول احمد ذبیح صاحب مرحوم اور مکرم عبدالحکیم اکمل صاحب مرحوم ہم تینوں ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ مولوی ظفر علی صاحب کی جائے قیام پر پہنچے۔ وہ بے سدھ دائیں کروٹ لیٹے ہوئے تھے ۔ ان کا ایک دور کا رشتہ دار جس کے سارے بال سفید تھے معمولی لباس تہبند اور قمیض میں ملبوس تھا مولوی صاحب کا تیمار دار تھا۔ ہم تینوں کی موجودگی میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے مولوی صاحب کو مناسب انجکشن دیا۔ یاد رہے کہ 1953ء کی اینٹی احمدیہ تحریک میں اخبار زمیندار نے جس کے مالک مولوی ظفر علی خاں صاحب تھے جماعت کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا تھا۔

ایک طرف یہ مخالفت اور دوسری طرف یہ حسن سلوک کوئی عام بات نہیں۔

❋❋❋

# 1889ء سے 1965ء تک

## کے بعض اہم واقعات کا سن وار تذکرہ

(1914ء سے 1965ء تک کے واقعات پر مشتمل مضمون ماہنامہ خالد دسمبر 1964ء میں شائع ہوا جس کو بعض ضروری تبدیلیوں و اضافہ جات کے بعد مکرم شفیق احمد چچہ صاحب نے اس خصوصی نمبر کے لیے مرتب کیا)

### 1889ء

- 12 رجنوری کو آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔
- 18 رجنوری بروز جمعہ آپ کا عقیقہ ہوا۔

### 1895ء

- آپ کی تعلیم القرآن کی ابتدا ہوئی۔ مکرم حافظ احمد اللہ صاحب نے آپ کو قرآن کریم ناظرہ پڑھایا۔

### 1897ء

- 7 رجون کو آپ کے ختم قرآن کے موقع پر آمین کی یادگار تقریب ہوئی۔

### 1898ء

- آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کی۔
- آپ نے مدرسہ تعلیم الاسلام میں داخلہ لیا۔

### 1899ء

- آپ حضرت مسیح موعودؑ اور رفقاء کے گروپ فوٹو میں پہلی دفعہ شامل ہوئے۔

### 1900ء

- آپ نے انجمن تشحیذ الاذہان کی بنیاد رکھی۔

### 1901ء

- اس سال آپ نے پہلا روزہ رکھا۔

### 1902ء

- اکتوبر میں آپ کا پہلا نکاح حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ (ام ناصر) بنت حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب سے ہوا۔

### 1903ء

- اکتوبر میں حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ کا رخصتانہ عمل میں آیا۔

### 1905ء

- مارچ میں آپ نے میٹرک کا امتحان امرتسر میں دیا، نیز حضرت مولانا نورالدین (خلیفۃ المسیح الاول) سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔
- آپ کو پہلا الہام ہوا۔

### 1906ء

- جنوری میں حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے آپ صدر انجمن احمدیہ کی مجلس معتمدین میں بطور ممبر نامزد ہوئے۔
- مارچ میں آپ کی ادارت میں رسالہ تشحیذ الاذہان کا اجرا ہوا۔
- 26 رمئی کو آپ کے ہاں پہلے بیٹے صاحبزادہ مرزا نصیر احمد صاحب کی ولادت ہوئی جن کی جلد ہی وفات ہوگئی۔
- جلسہ سالانہ میں پہلی دفعہ آپ نے پر معارف تقریر کی۔

### 1907ء

- ایک فرشتہ نے رؤیا میں آپ کو سورۃ الفاتحہ کی تفسیر سکھائی۔

### 1908ء

- 27 راپریل کو حضرت مسیح موعودؑ کے ہمراہ لاہور کا آخری سفر کیا۔
- 26 رمئی کو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر آپ کی نعش مبارک کے سامنے آپ نے تاریخی عہد کیا۔
- 27 رمئی کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔
- آپ کی پہلی تصنیف ''صادقوں کو روشنی کو کون دور کر سکتا ہے'' شائع ہوئی۔

### 1909ء

- دہلی، کپورتھلہ، لاہور، قصور اور فیروز پور میں پبلک لیکچرز دیے۔
- جولائی میں سرزمین کشمیر کی طرف پہلا سفر کیا۔
- 15 رنومبر کو آپ کے ہاں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کی ولادت ہوئی۔

### 1910ء

- فروری میں قادیان میں نماز مغرب کے بعد درس قرآن دینا شروع کیا۔
- احمدی طلباء کے لیے تربیتی کلاس کا اجرا کیا۔

- 24رجولائی کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے سفر ملتان کے دوران پہلی مرتبہ امیر مقامی مقرر ہوئے۔
- 29رجولائی کو پہلی بار آپ نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔
- 26راگست کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے آپ کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔
- آپ نے منتظم مدرسہ احمدیہ کی حیثیت سے علمی خدمات کا آغاز کیا۔

## 1911ء

- مجلس انصار اللہ کا قیام عمل میں آیا۔
- پادری ینکسن سے مدلل و مسکت مذہبی گفتگو فرمائی۔
- 25رستمبر کو پہلا خطبہ عید الفطر ارشاد فرمایا۔

## 1912ء

- ہندوستان کی مشہور اسلامی درسگاہوں کا دورہ کیا نیز سفر بلاد عرب اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔
- 6تا8راپریل 1912ء کو آپ مولانا شبلی نعمانی کے اصرار پر ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسہ میں شامل ہوئے۔

## 1913ء

- مئی میں آپ کا منظوم کلام پہلی مرتبہ شائع ہوا۔
- 19رجون کو اخبار الفضل کا اجرا فرمایا۔

## 1914ء

- جنوری میں انجمن ترقی (دین حق) قائم فرمائی۔
- 13رمارچ کو خلافت اولیٰ کے زمانہ کا آخری خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔
- 14رمارچ کو بعد نماز عصر (بیت) نور قادیان میں خلافت ثانیہ کا انتخاب ہوا اور حضرت خلیفہ اول کی تدفین عمل میں آئی۔
- جماعت احمدیہ کے نمائندوں کو خطاب کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنا پروگرام بیان فرمایا (یہی تقریر "منصب خلافت" کے عنوان سے کتابی شکل میں طبع ہوئی)۔
- حضرت میر حامد شاہ صاحب نے خلافت ثانیہ کی بیعت کر لی۔ (1914ء میں خلافت کے موقع پر غیر مبائعین نے 4احباب کے نام جماعت احمدیہ میں داخل ہونے والوں سے بیعت لینے کے لیے پیش کیے۔
(1) حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب
(2) حضرت سید حامد شاہ صاحب
(3) حضرت مولانا غلام حسن صاحب پشاوری
(4) جناب خواجہ غلام الدین صاحب۔ صرف خواجہ صاحب محروم رہے باقی دو احباب نے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کر لی۔
- حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے والی بھوپال نواب سلطان جہاں کو احمدیت کی دعوت پر مشتمل خط رقم فرمایا۔
- ہندوستان کے مختلف علاقوں میں (دعوتی) وفود نے دورے کئے۔
- منارۃ المسیح کی تکمیل کا آغاز۔
- جلسہ سالانہ خلاف معمول ۵ دن جاری رہا۔

## 1915ء

- سیلون میں اعلائے کلمۃ اللہ۔
- ماریشس مشن کا آغاز۔
- قادیان میں (مربیان) کلاس کا اجرا۔
- والئی دکن میر عثمان علی خان کو دعوت و تحفۃ الملوک کی پیشکش۔
- مشہور مخیر خادم سلسلہ حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب آف سکندر آباد دکن کی بیعت۔
- قادیان سے ہفت روزہ فاروق کا اجرا۔

## 1916ء

- قادیان میں منارۃ المسیح کی تکمیل۔
- لاہور میں احمدی طلباء کی سہولت کے لئے ہوسٹل کا قیام
- انجمن ترقی (دین حق) قادیان کی طرف سے قرآن مجید کے پہلے پارہ کے انگریزی ترجمہ کی اشاعت۔
- آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر مارگولیتھ کی قادیان میں آمد اور حضرت خلیفۃ المسیح سے ملاقات۔

## 1917ء

- نور ہسپتال قادیان کی تکمیل۔
- بمبئی میں علمائے سلسلہ کی بھرپور (دعوتی) کوشش اور لٹریچر کی وسیع اشاعت۔
- قادیان اور مضافات کے غیر احمدی احباب کو دعوتِ حق۔
- حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا عزم انگلستان برائے (دعوت الی اللہ)۔
- سیلون سے انجمن احمدیہ کولمبو کی طرف سے اینگلو تامل میں ہفتہ واری اخبار The Message کا اجرا۔
- آسٹریلیا میں (دینی) لٹریچر کی اشاعت۔
- پنجاب کے سابق چیف جسٹس اور یوپی کے سابق گورنر کو انگلستان مشن کی طرف سے دعوتِ (دین حق)۔

## 1918ء

- انفلوئنزا کی عالمگیر وبا پھیل جانے پر حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمتِ خلق کے بارے میں ہدایت کے تحت احمدی ڈاکٹروں اور طبیبوں نے خلقِ خدا کی بے لوث خدمات سرانجام دیں۔
- تحریک "وقف زندگی" کا احیا حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے اس پر خاص زور۔
- جنگ عظیم کے خاتمہ پر دنیا کے 18 مختلف حکمرانوں کو جماعت احمدیہ کی طرف سے تحفۃ الملوک کے انگریزی ترجمہ کی پیشکش کے ساتھ دعوت حق۔
- دلآزار کتاب ستیارتھ پرکاش کے خلاف سخت احتجاج کیا گیا۔

## 1919ء

- صدر انجمن احمدیہ کے ساتھ نظارتوں کے متوازی نظام کا قیام۔
- گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ کے مقام پر تعلیم الاسلام سکول کا اجرا۔
- جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے گورنر پنجاب سے ملاقات کر کے (دعوتی) لٹریچر پیش کیا۔ نیز ترکوں سے معاملہ کرتے وقت مسلمانان عالم کے جذبات کا خیال رکھنے کی اپیل کی۔

## 1920ء

- نیویارک مشن کا آغاز۔
- (مولوی عبدالباری فرنگی محل کی درخواست پر) الہ آباد میں معاہدہ ترکیہ کے متعلق منعقد ہونے والی کانفرنس کے لئے حضور نے مضمون لکھا۔ جسے احمدیہ وفد نے وہاں پیش کیا (معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ)۔
(مطبوعہ الفضل 7رمئی 1960ء)
- ہندوستان کے مختلف مقامات پر حضور نے متعدد معرکۃ الآراء لیکچر ارشاد فرمائے ((دین حق) میں اختلافات کا آغاز۔ آئندہ مذہب (دین حق)۔ مذہب اور اس کی ضرورت وغیرہ)۔
- (بیت الذکر) لنڈن کے لئے قطعہ اراضی خریدا گیا۔

## 1921ء

- افریقہ کے ممالک سیرالیون اور گولڈ کوسٹ میں (دعوت الی اللہ) (دین حق) کا آغاز۔
- شکاگو امریکہ میں احمدیہ مشن کا آغاز۔ مشن کی طرف سے انگریزی جریدہ "سن رائز" کا اجرا۔
- حضرت خلیفۃ المسیح کا سفرِ کشمیر (دعوتی) جلسوں کا انعقاد اور کشمیر میں احمدیت کی ترقی کا آغاز۔
- حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے ہجرت کی تحریک میں مسلمانانِ ہند کی صحیح راہنمائی۔
- شاہ بیلجیئم اور صدر برازیل کو (دینی) لٹریچر کی مزید پیشکش اور دعوت (دین حق)۔
- سرزمین حجاز میں حضرت میر محمد سعید صاحب کے ذریعہ احمدیت کے پیغام کی اشاعت۔
- افریقہ کی فینٹی قوم، سالٹ پانڈ اور لیگوس کے علاقہ میں احمدیت کی معجزانہ اشاعت، شاہ لیگوس کو (دعوت الی اللہ)، ہزارہا افراد کی اجتماعی بیعت۔

## 1922ء

- جماعت احمدیہ میں باقاعدہ مجلس مشاورت کا آغاز۔
- جماعت کے وفد نے شہزادہ ویلز کو (دعوتی) کتاب "تحفہ شہزادہ ویلز" پیش کی۔
- امریکہ میں (بیت الذکر) شکاگو کا قیام۔
- مجلس حسن بیان کا قیام (نوجوانوں میں انگریزی اور عربی میں تقریر کا ملکہ پیدا کرنے کی منظم کوشش)۔
- مصر میں احمدیت کی تعلیمات کا نفوذ۔
- احمدی مستورات کی تنظیم "لجنہ اماء اللہ" کا قیام۔
- احمدیہ گرلز سکول سیالکوٹ کا اجرا۔

## 1923ء

- جماعت ہائے احمدیہ میں لجنہ اماء اللہ کا استحکام
- (بیت الذکر) برلن کیلئے احمدی مستورات نے ایک لاکھ روپیہ فراہم کیا (بعض مجبوریوں کی بنا پر (بیت الذکر) برلن تو تعمیر نہ کی جا سکی مگر یہ روپیہ احمدی خواتین کے مشورہ سے اہم دینی اغراض پر صرف کیا گیا)۔ (اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں بیت "خدیجہ" کے نام سے ایک عظیم الشان بیت الذکر زیر تعمیر ہے)۔
- (بیت الذکر) اقصیٰ قادیان میں توسیع۔
- مجلس مشاورت نے ادنیٰ اقوام میں (دعوت الی اللہ) (دین حق) کی اہمیت پر زور دیا۔ اور ایک ٹھوس قابل عمل سکیم تیار کی گئی۔

## 1924ء

- یوپی کے علاقہ ملکانہ میں "شدھی" اور ارتداد کے فتنہ کا سدِ باب کیا۔ جماعت کے ہر طبقہ سے مجاہدین نے اس جہاد میں حصہ لیا۔
- حضرت خلیفۃ المسیح الثانی "ویمبلے کانفرنس" میں شرکت کرنے کے لئے لنڈن تشریف لے گئے۔ درجن بھر علماء، اور بزرگان سلسلہ بھی اس سفر میں ساتھ گئے تھے حضور نے اس سفر میں لنڈن میں (بیت) فضل کی بنیاد رکھی۔
- ایران اور شام میں (دعوتی) کوششوں کا آغاز۔
- افغانستان میں حضرت مولانا نعمت اللہ خان صاحب کو امیر کابل کے حکم پر شہید کر دیا گیا۔ اس ظالمانہ اقدام کے خلاف شدید احتجاج کیا گیا۔
- روس اور بخارا میں احمدی (مربیان) کا داخلہ۔
- حضرت میر ناصر نواب صاحب اور حضرت سیدہ امۃ الحیٔ صاحبہ کا انتقال پُرملال۔

## 1925ء

- 1919-20ء میں نظارتوں کے جس متوازی نظام کا اجرا ہوا تھا اسے صدر انجمن احمدیہ میں مدغم کر دیا گیا۔
- ''محکمہ قضاء'' کا اجرا۔
- دمشق میں باقاعدہ مشن کا آغاز۔
- جاوا، سماٹرا میں (دعوتی) مراکز کا قیام اور عیسائیت کی شکست۔
- احمدی لڑکیوں اور خواتین کی خصوصی تعلیم کے لئے قادیان میں ''مدرسہ خواتین'' کا اجرا۔
- افغانستان کے مظلوم احمدی شہیدوں کے ظالمانہ قتل پر لیگ آف نیشنز سے احتجاج۔
- حضور کی ''تحریک ایک لاکھ'' کی کامیابی۔
- (بیت الذکر) احمدیہ لندن کی تعمیر کا آغاز۔ لنڈن کے لاٹ پادری کو (دعوت الی اللہ) اور دعوتِ مباہلہ۔
- ایک کارٹون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے کے خلاف لنڈن مشن کی طرف سے احتجاج۔
- مدینہ منورہ پر نجدیوں کے حملہ اور مزار اقدس حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی کے خلاف جماعت کی طرف سے شدید احتجاج۔
- مزار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چاردیواری کی تعمیر۔

## 1926ء

- (بیت الذکر) لنڈن کی تکمیل اور افتتاح۔ افغانستان میں احمدیت کا چرچا۔
- عراق میں احمدیت کی عام (دعوت الی اللہ) کی اجازت مل گئی (بعض غلط فہمیوں کی بناء پر حکومت عراق نے احمدیت کی (دعوت) پر پابندی عائد کر دی تھی۔ حضور کی ہدایت کے مطابق حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب نے اربابِ اختیار کی غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے اجازت حاصل کی)۔
- احمدی مستورات کے جریدہ ''مصباح'' کا اجرا۔
- احمدی مستورات کے سالانہ جلسہ کا آغاز۔
- قادیان میں تارگھر کا قیام۔
- قادیان میں قصر خلافت کی بنیاد رکھی گئی۔
- سالٹ پانڈ میں تعلیم الاسلام سکول کی بنیاد رکھی گئی۔

## 1927

- ''رنگیلا رسول'' نامی دلآزار کتاب کے ناشر کی بریت پر احتجاجی تحریک چلائی گئی۔
- رسالہ ''ورتمان'' امرتسر کی توہین (دین حق) کے خلاف احتجاج (حکومت نے اسے ضبط کر لیا)۔
- حضور کی اپیل پر مسلمانان ہند نے سارے ہندوستان میں یوم تحفظ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منایا۔
- مذہبی پیشواؤں کی حفاظت ناموس کے لئے جدوجہد کا آغاز۔ ذی اثر اصحاب اور برطانوی پارلیمنٹ کے ارکان سے رابطہ قائم کر کے تعزیرات ہند میں نئی دفعہ ایزادی کرائی گئی۔
- مسلمانان ہند کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کیلئے حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے ایک مؤثر مہم کا آغاز (تجارت اور باہمی اتحاد پر غور)۔
- قادیان کو ''سمال ٹاؤن کمیٹی'' کی حیثیت مل گئی۔
- سیرالیون میں باقاعدہ مشن کا اجرا۔
- مسلمانان ہند کے حقوق کیلئے محضر نامہ پیش کیا گیا۔ جماعت احمدیہ کی کوششوں سے اس پر ہزاروں مسلمانوں نے دستخط کئے۔
- مشہور مسلمان راہنما مولانا محمد علی جوہر کی قادیان میں آمد۔
- حضرت مولانا عبداللہ صاحب سنوری کا انتقال۔
- ''مستریوں'' کا منافقانہ حرکتوں کی وجہ سے اخراج اور ان کے ناپاک فتنے کا آغاز۔

## 1928

- حیفہ مشن (فلسطین) کا اجرا۔
- قادیان میں ریلوے لائن پہنچ گئی (پہلی گاڑی پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور بزرگان جماعت امرتسر سے سوار ہو کر قادیان تشریف لائے اور دعاؤں سے افتتاح فرمایا)۔
- جامعہ احمدیہ کا قیام۔
- حضور کی تجویز اور اپیل پر ہندوستان میں جلسہ ہائے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آغاز۔
- ہندی رسالہ ''شدھی سماچار'' کے خلاف شدید احتجاج۔

## 1929ء

- نصرت گرلز سکول قادیان کا اجرا (اس سکول کی ایک شاخ خصوصی دینی تعلیم کیلئے وقف کی گئی)۔
- آسٹریلیا میں جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ
- گورنر پنجاب کی خدمت میں ایڈریس اور احمدیہ تحریک سے تعارف۔
- قادیان میں سکھوں کا حملہ مذبحہ خانہ کا انہدام اور مسلمانان ہند کی طرف سے شدید احتجاج۔ اس مقدمے میں مسلمانوں کی آئینی فتح۔
- ذبیحہ گائے کے موضوع پر حضور کا مکتوب، ہندو سکھ اور مسلمان لیڈروں کے نام۔
- حضرت مولانا حافظ روشن علی صاحب کا انتقال پُر ملال۔

## 1930ء

- ڈچ حکومت کی ہدایت پر سماٹرا کے ڈچ کونسل کی قادیان میں احمدیت





کے مطالعہ کے لئے آمد۔
- سیاسی معاملات میں حضور کی طرف سے مسلمانوں کی راہنمائی اور سیاسی حلقوں میں مقبولیت۔
- مستریوں کے فتنہ کا عروج۔ امرتسر سے دلآزار لٹریچر کی اشاعت حضرت خلیفۃ المسیح کا عدیم المثال صبر اور احباب جماعت کو صبر کی تلقین۔ جماعت کی طرف سے حضور سے والہانہ عقیدت کا اظہار۔ جماعت قادیان کی طرف سے ''مستریوں'' کو مباہلہ کی دعوت۔
- مقدمہ بلوہ قادیان کی سماعت۔

## 1931ء

- حضرت خلیفۃ المسیح کو کشمیر کمیٹی کا صدر منتخب کیا گیا۔ جماعت کے وکلاء رضاکاروں اور کارکنوں نے کشمیری مسلمانوں کے مفادات کے لئے ان تھک کوششیں کیں۔
- 14 / اگست کو مسلمانان ہند اور جماعت ہائے احمدیہ نے حضرت صاحب کی اپیل پر ''یوم کشمیر'' منایا۔
- لارڈ ارون وائسرائے ہند کو جماعت احمدیہ کے وفد نے (دعوتی) رسالہ ''تحفہ لارڈ ارون'' پیش کیا۔
- گول میز کانفرنس لنڈن میں شامل ہونے والے وفد کے مسلمان ممبروں کی لنڈن (بیت الذکر) میں آمد۔ علامہ اقبال کی طرف سے مشن کی خدمات کا اعتراف۔
- جاوا میں علیحدہ مشن کا قیام۔

## 1932ء

- کشمیر میں کشمیر کمیٹی کی کوششوں سے کشمیری مسلمانوں کو بنیادی حقوق مل گئے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کی گراں قدر خدمات کا اعتراف۔ احمدیہ ٹریننگ کور کا قادیان میں اجرا۔
- پہلا ملک گیر یوم (دعوت الی اللہ) (8-10-32) کو منایا گیا۔ مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں سب نے اس میں حصہ لیا۔
- قادیان کے مشرق میں آبادی کی ترقی، محلّہ دارالانوار کا افتتاح
- قادیان میں پہلی بار ہوائی جہاز کی آمد حضور اور کئی دیگر احباب نے تفریحی پرواز کی۔

## 1933ء

- ڈیٹن (یو۔ ایس۔ اے) میں مشن کا قیام۔
- افغانستان کے ظالم شاہی خاندان کا خاتمہ، نادر شاہ کا عروج اور اس کا قتل (''آہ نادر شاہ کہاں گیا'' کی پیشگوئی پوری ہوئی)۔
- احراریوں کی فتنہ انگیزی پر حضور کشمیر کمیٹی سے مستعفی ہو گئے۔
- کانفرنس اتحاد مذاہب شکاگو کے لئے حضور نے افتتاحی پیغام ارسال کیا۔
- حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کا انتقال پُر ملال۔

## 1934ء

- احرار کی طرف سے جماعت احمدیہ کے خلاف شورش برپا کی گئی۔ حکومت کی طرف سے احراریوں کی پشت پناہی۔
- ''تحریک جدید'' کا آغاز حضور نے جماعت کے سامنے 19 مطالبات پیش فرمائے۔
- مشرقی افریقہ، برما، نائیجیریا میں (دعوتی) مشنوں کا قیام۔
- (بیت الذکر) احمدیہ فیصل آباد کا افتتاح حضور نے فرمایا اور ایک پبلک لیکچر ہال میں اہل فیصل آباد پر صداقتِ احمدیت واضح فرمائی۔
- کشمیری مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے ''آل انڈیا ایسوسی ایشن'' کا اجرا۔
- جماعت احمدیہ میں مسلمانان کشمیر کی امداد کے لئے ''کشمیر فنڈ'' کا اجرا۔
- مصیبت زدگان بہار کی جماعت کی طرف سے امداد۔

## 1935ء

- حضرت مرزا شریف احمد صاحب پر قادیان میں قاتلانہ حملہ۔
- احراری شورش اپنے جوبن پر پہنچ کر خدا تعالیٰ کے ہاتھوں ناکام ہوئی۔
- سنگاپور، ہانگ کانگ اور جاپان میں (دعوتی) کوششوں کا آغاز۔
- حبشہ میں ڈاکٹر نذیر احمد صاحب بلالؔ کے توسط سے (دعوتی) مساعی کا آغاز۔
- قادیان میں بجلی پہنچ گئی۔
- قادیان اور دوسرے مقامات پر جماعت ہائے احمدیہ میں حضور کی اجازت سے ''نیشنل لیگ کور'' کی تاسیس۔
- زلزلہ کوئٹہ کے مصیبت زدگان کی جماعت کی طرف سے امداد۔
- (بیت الذکر) اقصیٰ قادیان کی مزید توسیع۔

## 1936ء

- یوگوسلاویہ، سپین اور ہنگری میں (دعوتی) کوششوں کا آغاز۔
- قادیان میں دارالصناعۃ کا اجرا (لوہے، لکڑی اور چمڑے کا کام سکھایا جاتا تھا)۔
- راجہ پونچھ کو (دینی) لٹریچر کی پیشکش۔
- مقدمہ قبرستان قادیان اور مخالفین کی فتنہ انگیزی۔

## 1937ء

- سیرالیون میں باقاعدہ (دعوتی) مرکز کا قیام۔
- قادیان میں ٹیلی فون کا آغاز۔ آبادی میں ترقی۔
- اٹلی اور پولینڈ میں (دعوتی) کوششوں کا آغاز۔
- مطالبہ وقف زندگی کے ضمن میں احمدی نوجوانوں کا قابل تعریف نمونہ۔
- مصری صاحب کا فتنہ اور بانیان فتنہ کا جماعت سے اخراج۔

## 1938ء

- تحریک جدید کے تحت واقفین زندگی کی ٹریننگ کے لئے قادیان میں دارالواقفین کا قیام۔
- مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس اطفال الاحمدیہ کا قیام اور انکے منشور اور دستور کی تیاری۔
- حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ''سیر روحانی'' کے ایمان افروز سلسلہ تقاریر کا آغاز فرمایا۔
- (بیت الذکر) اقصیٰ میں لاؤڈ سپیکر کا آغاز۔
- حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بسمل فردوسی ہند کا انتقال۔

## 1939ء

- لوائے احمدیت (جماعتی پرچم) کیلئے کمیٹی کا تقرر۔
- تعلیم ناخواندگان کی تحریک کا اجرا (خدام الاحمدیہ کے تحت قادیان کے 9 محلہ جات میں ناخواندگی ختم کرنے کی مہم)۔
- امیر فیصل اور مندوبین فلسطین کانفرنس کے نام حضرت امام جماعت احمدیہ کا پیغام۔
- احمدیہ دارالبیعت لدھیانہ کی تعمیر۔
- قرآن کریم کے گورمکھی اور ہندی تراجم کی اشاعت۔
- چیف جسٹس پنجاب ہائی کورٹ کی قادیان میں آمد اور حضور سے ملاقات۔
- خلافت ثانیہ کی سلور جوبلی منائی گئی۔ تین لاکھ روپیہ حضور کی خدمت میں جماعت کی طرف سے نذر کیا گیا جس سے حضور نے جماعتی ترقی کیلئے خلافت جوبلی فنڈ قائم فرمایا۔
- حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے دست مبارک سے پہلی مرتبہ لوائے احمدیت اور لوائے خدام الاحمدیہ لہرایا (جلسہ سالانہ کے موقع پر)۔

## 1940ء

- یوپی اور سی پی میں احمدی علماء کے وفد نے خاص طور پر (دعوت الی اللہ) کی۔
- سرینگر میں احمدیہ (بیت الذکر) کی تعمیر کا آغاز۔
- بلاد عربیہ میں لٹریچر کی اشاعت کی طرف خاص توجہ دی گئی۔ البشریٰ کی وسیع اشاعت۔
- غیر مسلموں میں (دعوت الی اللہ) کیلئے 3/ مارچ کو یوم (دعوت الی اللہ) منایا گیا۔
- حضرت مولانا غلام حسن صاحب پشاوری نے خلافتِ ثانیہ کی بیعت کر لی۔
- ہجری شمسی تقویم کا آغاز۔
- قادیان میں اجتماعی وقار عمل کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضور اور بزرگان سلسلہ بھی اس میں شریک ہوئے۔ اس نمونہ سے ساری جماعت میں ایک نئی فعالیت پیدا ہوئی۔
- چیف جسٹس آف انڈیا اور کمال یار جنگ ایجوکیشن کمیشن کی قادیان آمد۔
- مصیبت زدگان ترکی کی امداد۔
- بمبئی ریڈیو سے حضور کی تقریر ''میں (دین حق) کو کیوں مانتا ہوں'' نشر ہوئی۔
- حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل کا انتقال۔

## 1941ء

- متعدد اہم شخصیات (سر فریڈریک جیمز، سرجی ہورد، مہاراجہ آف پٹیالہ وغیرہ) کی مرکز سلسلہ آمد حضور سے ملاقات اور مقامی صنعتی اور تعلیمی اور تنظیمی اداروں کا معائنہ۔
- جنگ کے باعث بیرونی ممالک میں (دعوت الی اللہ) کی راہ میں مشکلات۔
- حضرت اقدس کے بزرگ (رفیق) حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی کا انتقال ہوا۔

## 1942ء

- قادیان کے اردگرد کے دیہات میں (دعوتی) کوششیں تیز تر کی گئیں۔ متعدد بزرگوں نے اعزازی طور پر پیغام حق کی اشاعت میں حصہ لیا۔
- حضرت سیٹھ عبد اللہ الہٰ دین صاحب آف دکن نے صداقت (دین حق) اور صداقت احمدیت کے متعلق ساری دنیا کے مذاہب کو ایک لاکھ روپیہ کا انعامی چیلنج دیا۔ (جو آج تک کسی نے قبول نہ کیا)۔
- ٹانگانیکا کے گورنر اور کمانڈر انچیف کو احمدیت کی (دعوت الی اللہ)۔

## 1943ء

- مقامی (دعوت الی اللہ) کے دائرے کو امرتسر، سیالکوٹ، جالندھر اور ہوشیار پور کے اضلاع تک وسیع کیا گیا۔
- نائجیریا میں لیگوس کے مقام پر (بیت الذکر) احمدیہ کی تعمیر اور افتتاح۔
- پنجاب کے ممبران اسمبلی کو حضور نے مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے بارے میں مشورہ دیا۔
- قادیان سے غیر مبائعین کے وساوس کے ازالہ کے لئے مجلس رفقائے احمد کی طرف سے ماہنامہ فرقان کا اجرا۔

## 1944ء

- اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے المصلح الموعود ہونے کا دعویٰ فرمایا اور ہوشیار پور، لدھیانہ، لاہور اور دہلی میں عظیم الشان پبلک جلسوں میں اس دعویٰ کا اعلان فرمایا۔
- تحریک جدید کے دور ثانی کا آغاز۔
- قادیان میں تعلیم الاسلام کالج کا اجرا۔
- (بیت) مبارک قادیان کی توسیع۔
- مرکزی لائبریری کی ترقی کے لئے ٹھوس اقدامات۔





- البانیہ کے بادشاہ کنگ ذونو کو دعوت (دین حق) دی گئی۔
- قادیان میں فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے چیف جسٹس کی آمد۔
- حضرت میر محمد اسحٰق صاحب اور حضرت سیدام طاہر کا انتقال پُر ملال۔

## 1945ء

- (مربیان) کے وفد کی یورپ کو روانگی۔
- اٹلی اور جزیرہ سسلی میں (دعوت الی اللہ) (دین حق) کا آغاز۔
- قادیان سے خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے ترجمان ''طارق'' کا اجرا۔
- قادیان میں سرکاری تربیتی سکاؤٹنگ کیمپ کا اہتمام۔
- حضور نے ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں (بیوت الذکر) قائم کرنے کی تحریک فرمائی۔
- قادیان میں نظارت تعلیم اور مجلس خدام الاحمدیہ کے تعاون سے پہلی تعلیم القرآن کلاس کا انعقاد۔
- تحریک حلف الفضول کا احیا۔
- حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کی وفات
- (بیت الذکر) احمدیہ ٹبورا اور (بیت الذکر) احمدیہ ESSIAH کا افتتاح۔

## 1946ء

- صوبائی اور مرکزی انتخابات میں مسلم لیگ کی کامیابی اور پاکستان کے قیام کیلئے جماعت احمدیہ کی طرف سے سرگرم تعاون اور گراں قدر خدمات۔
- قادیان میں فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح ڈاکٹر سر شانتی سروپ بھٹناگر نے کیا۔
- سپین میں (دینی) مشن کا قیام۔
- سوئٹزرلینڈ میں (دعوتی) کوششوں کا آغاز۔
- تعلیم الاسلام کالج قادیان میں ڈگری کلاسز کا اجرا۔
- جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضور کی طرف سے دنیا کی آٹھ مشہور زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کی تکمیل کا مژدہ جانفزا۔
- قادیان میں صنعتی اداروں کی ترقی

## 1947ء

- حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے سکھوں کو بھی پاکستان کی حمایت کی اپیل۔
- باؤنڈری کمیشن کے سامنے پاکستان کے کیس کو مضبوط کرنے کیلئے مسلم لیگ کی درخواست پر جماعت احمدیہ کی اپیل اور گورداسپور کو پاکستان میں شامل کرنے کی بھرپور جدوجہد۔
- ہالینڈ اور (ملائشیا) مشنوں کا قیام۔
- قادیان میں پراونشل ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کانفرنس کا انعقاد۔
- مشہور ریاضی دان ڈاکٹر ہارڈل ایف آر ایس اور جرمن فلاسفر ڈاکٹر آر بروناز کی قادیان آمد۔
- ہجرت کا ابتلا، قادیان پر سکھوں کا حملہ اور متعدد احمدیوں کی شہادت۔ سکھوں کے مظالم سے تنگ آکر (مومنوں) کا قادیان میں اجتماع۔ بھارتی پولیس کے ایما پر بعض احمدی احباب کی گرفتاری۔ احمدیوں کی بخیریت پاکستان میں آمد۔ 313 درویش مقامات مقدسہ کی حفاظت کیلئے مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ کی زیر امارت وہیں مقیم رہے۔
- عارضی مرکز کا لاہور میں قیام۔ مختلف مقامات پر ذیلی اداروں (سکول، جامعہ، کالج وغیرہ) کا اجرا۔
- لاہور سے الفضل کا اجرا۔
- مشرقی پنجاب کے وزیر اعلیٰ اور وزیر داخلہ سے اس علاقہ میں مسلمانوں کی حفاظت کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ کے وفد کی ملاقات۔
- شاہ انگلستان، شہزادی الزبتھ، ولی عہد مراکش اور دیگر اہم شخصیات کو دعوتِ حق۔
- اس سال متعدد بزرگان سلسلہ مثلاً حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب، حضرت صوفی غلام محمد صاحب آف ماریشس اور حضرت مولانا شیر علی صاحب نے انتقال فرمایا۔
- لاء کالج لاہور میں حضرت خلیفۃ المسیح نے پاکستان کے استحکام کے متعلق تقاریر کا سلسلہ شروع فرمایا۔

## 1948ء

- سوئٹزرلینڈ میں باقاعدہ (دین حق) مشن کا اجرا۔
- کشمیر میں افواج پاکستان کی امداد کیلئے فرقان بٹالین کا قیام اور خدمات کا آغاز۔
- نئے مرکز ربوہ کا افتتاح اور تعمیر کا آغاز۔ ربوہ میں ممتاز صحافیوں کی آمد۔
- اہل سیالکوٹ پر حجت، حضور کا مقالہ ''احمدیت کا پیغام'' جلسہ عام میں پڑھا گیا۔
- مرکزی تعلیم القرآن کلاس کا احمد نگر میں انعقاد۔
- شاہ عبداللہ والی شرق اردن کو دعوتِ حق۔ حضور نے شاہ کے نام خاص پیغام ارسال فرمایا۔
- دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی کی اشاعت۔
- حضور کا سفر کوئٹہ، مخالفین کی شورش، ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب کی شہادت۔

## 1949ء

- حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ربوہ میں مستقل رہائش کے لئے لاہور سے 19-04-49 کو تشریف لے آئے۔
- حضور نے صدر مجلس کی حیثیت سے مجلس خدام الاحمدیہ کی براہ راست

- نگرانی شروع فرمائی۔
- مسقط میں (دعوتی) مشن کا آغاز۔
- ربوہ میں پہلا جلسہ سالانہ اور خدام الاحمدیہ کا پہلا سالانہ اجتماع۔
- جامعۃ المبشرین کا اجرا۔
- حضور نے (بیت) مبارک کا سنگ بنیاد نصب فرمایا۔
- فری ٹاؤن مشن مغربی افریقہ کا قیام۔
- ربوہ میں ڈاکخانہ کا اجرا۔
- تعلیم الاسلام سکول گھٹیالیاں کی ہائی سکول کے درجہ تک ترقی۔
- سرگودھا کے کمپنی باغ میں حضور کا اہل سرگودھا سے خطاب۔
- سلسلہ احمدیہ کے ممتاز خادم حضرت نواب محمد الدین صاحب کا انتقال۔

## 1950ء

- ٹرینی ڈاڈ میں مشن کا آغاز۔
- بورنیو مشن کی طرف سے احمدیت اور (دین حق) پر مشتمل لٹریچر کی اشاعت۔
- امریکن مشن کا ہیڈ کوارٹر واشنگٹن منتقل ہوا۔ (بیت الذکر) واشنگٹن کا قیام۔
- اہم مرکزی عمارات، دفاتر صدر انجمن احمدیہ، تحریک جدید، تعلیم الاسلام ہائی سکول، دفتر لجنہ اماء اللہ اور قصر خلافت کا حضور نے سنگ بنیاد نصب فرمایا۔
- حضو کا سفر بھیرہ اور اہل بھیرہ سے خطاب۔
- ربوہ میں سٹیٹ بنک کے گورنر ڈاکٹر زاہد حسین کی آمد۔
- گولڈ کوسٹ میں پہلے احمدیہ کالج کا اجرا۔
- تعلیم الاسلام کالج لاہور کی پہلی کانووکیشن اور حضور کا پُر اثر خطاب۔
- سیلاب زدگان کی جماعت احمدیہ کی طرف سے امداد۔
- فرقان بٹالین کی کشمیر سے کامیاب مراجعت۔
- احرار کی اشتعال انگیزی کی وجہ سے متعدد احمدی پاکستان کے مختلف مقامات پر شہید ہوئے۔

## 1951ء

- سیلون میں باقاعدہ مشن کا اجرا حلب میں نئے مشن کا قیام۔
- جامعہ نصرت (گرلز کالج) کا ربوہ میں حضور نے افتتاح فرمایا۔
- ڈچ ترجمہ قرآن پر نظر ثانی۔
- ربوہ میں تار گھر کا قیام۔
- سیرالیون مشن کی طرف سے آرچ بشپ آف کنٹربری اور دیگر عمائدین عیسائیت کو دعوت (دین حق)۔
- لاہور سے ہفت روزہ ''الرحمۃ'' کا اجرا۔
- سمندری (فیصل آباد) میں جماعت احمدیہ کی (بیت الذکر) کو احراریوں نے نذر آتش کر دیا۔

## 1952ء

- حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کا انتقال پُر ملال۔
- دفاتر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا سنگ بنیاد حضور نے نصب فرمایا۔
- برما مشن کا تحریک جدید کی طرف سے احیا اور استحکام۔
- خدام الاحمدیہ کے ترجمان ''خالد'' کا ربوہ سے اجرا۔
- صدر انڈونیشیا اور صدر لائبیریا کو انگریزی ترجمہ قرآن کریم کا تحفہ اور (دعوت دین حق)۔
- جماعت ہائے احمدیہ نے یوم مراکش اور تیونس منایا جس میں ان اسلامی ممالک کی آزادی کا مطالبہ کیا گیا۔
- علامہ محمد بشیر الجزائری نمائندہ اختفال العلماء کی ربوہ آمد۔
- یونیورسٹیوں کے متعدد امتحانات میں احمدی طلباء اول رہے۔ حضور کا اظہار خوشنودی۔

## 1953ء

- جماعت احمدیہ کے خلاف ملک دشمن عناصر کی شدید فتنہ انگیزی، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بابرکت راہنمائی اور دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جماعت کی معجزانہ حفاظت کا سامان۔
- فسادات پنجاب کے تحقیقاتی کمیشن کا آغاز (ستمبر 1953ء)۔
- قرآن کریم کے جرمن اور سواحیلی ترجمہ قرآن مجید کی اشاعت۔
- الفضل کی ایک سال کیلئے جبری بندش اور کراچی سے روزنامہ المصلح کا اجرا۔
- (دینی) لٹریچر کی اشاعت کے لئے ربوہ میں الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ اور دی اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کمپنی کا قیام۔
- سلسلہ احمدیہ کی تاریخ محفوظ کرنے کا انتظام۔
- جامعہ نصرت ربوہ میں ڈگری کلاسز کا اجرا۔
- حضور نے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید انجمن احمدیہ کے نئے دفاتر کا افتتاح فرمایا۔

## 1954ء

- فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں جماعت احمدیہ کی بطور فریق شرکت اور ملک کے اخبارات کے ذریعہ سے وسیع (دعوت الی اللہ)۔
- سیرالیون سے (دینی) اخبار ''افریقن کریسنٹ'' کا اجرا۔
- ہالینڈ مشن کی طرف سے جریدہ ''الاسلام'' کا اجرا۔
- جڈونگ انڈونیشیا میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں شریک ہونے والے 29 وزرائے اعظم کو (دینی) لٹریچر کی پیشکش۔
- (بیت الذکر) احمدیہ سالٹ پانڈ کا افتتاح۔ گھانا کے وزیراعظم نکرومانے کیا۔
- حضرت خلیفۃ المسیح الثانی پر (بیت) مبارک میں قاتلانہ حملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت اور معجزانہ شفایابی۔





- قرآن کریم کے ڈچ ترجمہ کی اشاعت۔
- ضیاء الاسلام پریس کا ربوہ میں قیام۔
- تعلیم الاسلام کالج لاہور سے ربوہ منتقل ہوا۔ حضور نے نئی عمارت کا افتتاح فرمایا۔
- سیلاب زدگان کی امداد۔ حضور نے بنفس نفیس لاہور کے متاثرہ علاقوں کا دورہ فرما کر خدام اور جماعت کے کارکنوں کو ہدایات دیں۔
- اخبار الفضل ربوہ سے شائع ہونا شروع ہوا۔
- جاپان میں منعقد ہونے والی مذاہب عالم کانفرنس میں جماعت احمدیہ کے (مربی) نے (دین حق) کی نمائندگی کی۔
- ہالینڈ کے وزیر اعظم، وزیر تعلیم، جرمنی کے صدر، انڈونیشیا کے صدر، پاکستان کے گورنر جنرل اور دیگر شخصیات کو جرمن ترجمہ قرآن مجید کی پیش کش۔

## 1955ء

- حضرت خلیفۃ المسیح نے دوسری مرتبہ یورپ کا سفر اختیار فرمایا۔ حضور کی صدارت میں لبنان میں (مربیان) یورپ کی کانفرنس، (دعوت دین حق) کے متعلق اہم فیصلے۔ متعدد یورپین احباب نے حضور کے دست مبارک پر (دین حق) قبول کیا۔
- (بیت الذکر) ہالینڈ کی بنیاد، تعمیر اور افتتاح۔
- کالی مٹن مشن (انڈونیشیا) کا قیام۔
- حضرت اماں جی (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الاول) کا انتقال پُر ملال۔
- سیلاب زدگان کی امداد (صدر انجمن احمدیہ نے بھی پندرہ ہزار روپیہ ریلیف فنڈ میں دیا۔)
- ربوہ میں تعلیم الاسلام کالج کی پہلی کانووکیشن۔ وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کی آمد۔

## 1956ء

- برما میں ڈیڑھ لاکھ روپیہ سے (بیت الذکر) اور مشن ہاؤس کی تعمیر۔
- لائبیریا اور فلپائن میں (دعوتی) مراکز کا قیام۔
- سپین میں (دعوت دین حق) پر حکومت سپین کی پابندی کے خلاف اکناف عالم میں پھیلی ہوئی احمدی جماعتوں کی طرف سے شدید احتجاج اور اس ظالمانہ حکم کی واپسی۔
- دفتر انصار اللہ مرکزیہ اور فضل عمر ہسپتال کا سنگ بنیاد حضور نے نصب فرمایا۔
- حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب درد اور صاحبزادہ میاں عبد السلام صاحب عمر کا انتقال۔
- فتنہ منافقین کا سد باب۔ افراد جماعت کی طرف سے خلافت سے وابستگی کے عہد کی تجدید۔

## 1957ء

- سیلون کے طلباء کے وفد کی ربوہ میں آمد۔
- سفیر انڈونیشیا متعینہ پاکستان کا دورہ ربوہ۔
- (بیت الذکر) احمدیہ دار السلام (افریقہ) کا افتتاح۔
- (بیت الذکر) ہمبرگ جرمنی کا افتتاح۔
- تفسیر صغیر کی اشاعت۔
- ادارۃ المصنفین کا ربوہ میں قیام۔
- مشرقی افریقہ مشن کی طرف سے ایسٹ افریقن ٹائمز کا اجرا۔
- جرمنی کے چانسلر، ڈچز آف کینٹ لائبیریا کے وزیر دفاع اور شام کے صدر کو ترجمہ قرآن کریم اور (دینی) لٹریچر کی پیشکش۔
- سکنڈے نیویا میں مشن کا قیام۔
- انتخاب خلافت کے متعلق ایک ضروری ریزولیوشن کی منظوری۔
- حضرت مفتی محمد صادق صاحب حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کا انتقال پُر ملال۔

## 1958ء

- سیرالیون میں مختلف مقامات پر تین (بیوت الذکر) کی تعمیر۔
- یوگنڈا میں مشن ہاؤس اور (بیت الذکر) کی تعمیر۔
- حضور کی طرف سے تحریک ''وقف جدید'' کا آغاز۔
- سیرالیون میں ''نذیر احمدیہ پرنٹنگ پریس'' کا اجرا۔
- رومن کیتھولک فرقے کے نئے پوپ جون کو (دعوت دین حق)۔
- سعودی عرب کے شہزادہ فواد الفیصل اور ہالینڈ کی ولی عہد شہزادی (BEATRIX) کو ترجمہ قرآن مجید اور (دینی) لٹریچر کا تحفہ۔
- ربوہ میں مشہور روسی سائنسدان (Dr. Leonid Sedov) برطانوی سائنسدان (Dr.Benneth) اور اطالوی پروفیسر بارطولینی کی آمد۔
- فضل عمر ہسپتال کا افتتاح۔
- حضرت سیدہ ام ناصر احمد صاحبہ اور جماعت کے مشہور مناظر مکرم ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم کا انتقال۔

## 1959ء

- سورابایا چری بون (انڈونیشیا) فرانکفورٹ (جرمنی) اور سیرالیون میں عظیم الشان (بیوت الذکر) کی تعمیر۔
- جنجہ (مشرقی افریقہ) میں (بیت الذکر) احمدیہ اور مشن ہاؤس کی تعمیر۔
- قرآن مجید کے جرمن ترجمہ کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت۔
- جامعہ احمدیہ سے عربی جریدہ ''البشریٰ'' کا اجرا۔

- سکنڈے نیویا مشن سے ایک (دعوتی) جریدہ کا اجرا۔
- انڈونیشین زبان میں ترجمہ قرآن کی تکمیل۔
- فضل عمر ہسپتال کی یادگاری (بیت الذکر) کی تعمیر۔
- نائجیریا کے گورنر جنرل سر جیمز رابرٹس، بھارتی لیڈر راجاریہ ونود بھاوے اور تبت کے مذہبی جلاوطن راہنما دلائی لامہ کو (دعوت دین حق)۔ ترجمہ قرآن مجید اور (دینی) لٹریچر کی پیشکش۔
- ربوہ میں مشہور مصری صحافی السید محمد عودہ کی آمد۔
- افریقہ کے نو آزاد ممالک کے ستر راہنماؤں کو (دینی) لٹریچر کا تحفہ۔

## 1960ء

- نگران بورڈ کا قیام (حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اس کے صدر مقرر ہوئے)۔
- فینٹی زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ کا آغاز
- ☆ برٹش گی آنا میں اصلاحی مشن کا آغاز۔
- پندرہ روزہ ''مسلم ٹارچ لائٹ'' کا برٹش گی آنا سے اجرا۔
- آکرہ گھانا میں مشن ہاؤس کی نئی عمارت کی تعمیر۔
- (بیت) احمدیہ ATUM اور (بیت) احمدیہ WA (افریقہ) کا افتتاح۔
- رنگون میں مشن ہاؤس اور (بیت الذکر) کی تعمیر۔
- جامعہ نصرت ربوہ میں ڈگری کلاسز کا اجرا۔
- صدر آئزن ہاور، ہمرشولڈ (سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ) شاہ حسین (والئی اردن) آسٹریا کے صدر اڈلف شیرف کانگو کے وزیر اعظم پڑک لومبا اور دیگر اہم شخصیات کو قرآن مجید کا تحفہ۔
- چیف جسٹس ایم۔ آر کیانی، سردار دیوان سنگھ، مفتون (ایڈیٹر ریاست کی ربوہ میں آمد اور جلسوں سے خطاب)۔

## 1961ء

- آئیوری کوسٹ میں (دینی) مشن کا اجرا۔
- ماریشس مشن کی طرف سے پندرہ روزہ فرانسیسی جریدہ La Massage کا اجرا۔
- سیرالیون کے قبیلہ کرانکو کے 1300 افراد نے ایک ہی دن میں احمدیت قبول کی۔
- گولڈ کوسٹ میں احمدیہ مشن نے حکومت سے تعلیمی اداروں میں مسلمان بچوں کو عیسائیت کی تعلیم نہ دینے کے احکام جاری کروائے۔
- ڈینش ترجمہ قرآن کریم کے حصہ اول کی اشاعت کیکمہ اور لوٹین زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کی تکمیل۔
- شہنشاہ حبشہ، صدر لائبیریا، صدر سومالیہ، صدر برطانیہ کی خدمت میں ترجمہ قرآن مجید اور (دینی) لٹریچر کا تحفہ۔
- جامعہ احمدیہ کی نئی عمارت کا افتتاح۔
- گھٹیالیاں سیالکوٹ میں تعلیم الاسلام کالج کا اجرا۔
- حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب، حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کا انتقال پُر ملال۔

## 1962ء

- رشتہ ناطہ کمیشن کا قیام۔
- یتامیٰ مساکین کے لئے اقامۃ النصرت کا قیام۔
- نائجیریا میں (مومن) طلباء کی دینی تربیت کے لئے ریلیجس ٹریننگ سنٹر کا اجرا۔
- ماریشس میں فضل عمر سیکنڈری کالج کا اجرا۔
- جرمن مستشرق Kurtfrishler کی دلآزار کتاب عائشہ کے خلاف سیرالیون مشن کی طرف سے بھر پور احتجاج (حکومت کی طرف سے کتاب کی اشاعت پر پابندی)۔
- ربوہ میں بی کلاس ریلوے اسٹیشن کی تکمیل۔
- ربوہ ریلوے اسٹیشن پر صدر ایوب کا استقبال۔
- جماعتی تاریخی میوزیم کمیٹی کا قیام۔
- (بیت) محمود زیورک کا سنگ بنیاد از دست مبارک حضرت سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ۔
- (بیت) نور راولپنڈی کی تکمیل، (بیت الذکر) احمدیہ کلکتہ کی تعمیر کا آغاز۔
- مشرقی پاکستان میں مجالس خدام الاحمدیہ کا پہلا سالانہ اجتماع۔
- تعلیم الاسلام کالج میں ایم۔ اے عربی کا اجرا۔
- نصرت گرلز سکول کی نئی عمارت کی تعمیر۔
- خدام الاحمدیہ کے مرکزی ہال کا سنگ بنیاد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے رکھا۔
- ربوہ میں آل پاکستان فضل عمر بیڈمنٹن ٹورنامنٹ کا آغاز۔
- تھائی لینڈ کے بادشاہ اور ملکہ الزبتھ کو (دعوت دین حق) اور ترجمہ قرآن کریم اور (دینی) لٹریچر کی پیشکش۔
- حضرت سیٹھ عبداللہ الہٰ دین صاحب اور حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب نے انتقال فرمایا۔

## 1963ء

- دفتر وقف جدید کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد اور تعمیر۔
- سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب کی ضبطی کے خلاف شدید احتجاج۔
- کتاب کی بحالی اور وسیع اشاعت۔





- صدر مملکت کے ریلیف فنڈ میں صدر انجمن احمدیہ کا چھ ہزار کا عطیہ۔
- منڈے زبان میں ترجمہ قرآن کریم کی اشاعت۔
- بہشتی مقبرہ قادیان کی چار دیواری، تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کے بشیر ہال اور تعلیم الاسلام کالج گھٹیالیاں کے ہوسٹل کی تکمیل۔
- سیرالیون میں اسلامک بک ڈپو کا اجرا۔
- دی ڈیوک آف ایڈنبرا، شاہ کمبوڈیا کو (دعوت دین حق)، (دینی) لٹریچر اور قرآن مجید کی پیشکش۔
- محترم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب جنرل اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے اور وہاں (دینی) اقدار کی (دعوت الی اللہ) کا آپ کو موقع ملا۔
- وزیر تعلیم مغربی پاکستان کی ربوہ میں آمد۔
- کراچی میں تعلیم الاسلام سیکنڈری سکول کا اجرا۔
- حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت سیدہ ام وسیم صاحبہ اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب کا انتقال پُر ملال۔

## 1964ء

- جزائر فجی میں مشن ہاؤس کی تعمیر۔
- قمر الانبیاء فنڈ کا اجرا۔
- شمالی بورنیو میں سر برآوردہ اصحاب کو (دعوت دین حق)۔ قرآن مجید اور (دینی) لٹریچر کی پیشکش۔

خلافت ثانیہ کے پہلے پچاس سال پورے ہونے پر اظہار مسرت، اکناف عالم میں پھیلے ہوئے احمدیوں کی طرف سے تجدید عہد۔

## 1965ء

- 7، 8 نومبر 1965ء کی درمیانی شب حضور انور کا انتقال پر ملال ہوا اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

نونہالان جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو
جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سستیاں ترک کرو طالب آرام نہ ہو
ہم تو جس طرح بنے کام کیے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

(کلام حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ)

# سیدنا محمود

(حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب)

کھلی زمانے پہ جس دم فضیلت محمود
بفضل حق ہوئی قائم خلافت محمود
نگاہ شوق سے پوچھو صباحت محمود
تو سمعِ ذوق سے سُن لو فصاحتِ محمود
جو دوستوں سے سنو گے عدالت محمود
تو دشمنوں سے سلوک مروت محمود
جو مجرمین نے دیکھی سیاست محمود
تو مخلصین ہیں آگاہِ رأفت محمود
خدا نے رکھ دیا جب نام آپ کا محمود
تو خود بُرا ہے کرے جو مذمت محمود
بتا دیا تھا خدا نے کہ وہ تو یوسف ہے
کہ تا نہ ہو سکے انکار عصمت محمود
مخالفت کو جو اُٹھا، دکھا دیا نیچا
کہ چاہتا ہے خداوند رفعتِ محمود
یہ وعدہ مالک قدر و قضا کا ہے سچا
رہے گی کفر پہ غالب جماعت محمود
معارف اور حقائق کا اک خزینہ ہے
جو ہے نشان منیر صداقت محمود
غروب مہر نہیں ہوتا احمدیوں پر
ہر ایک جا پہ ہے قائم جماعت محمود
بصد خلوص دعا ہے یہ عاجز اکمل کی
کرے ترقی جاوید، دولت محمود

# اس کی سیرت حسین

## (سیرت کے چند دلکش پہلو)

### مخالفوں سے حسن سلوک

نکالا مجھے جس نے میرے چمن سے
میں اس کا بھی دل سے بھلا چاہتا ہوں

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

''میں دیانتداری سے کہہ سکتا ہوں کہ لوگوں کے لئے جو اخلاص اور محبت میرے دل میں میرے اس مقام پر ہونے کی وجہ سے ہے جس پر خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے اور جو ہمدردی اور رحم میں اپنے دل میں پاتا ہوں وہ نہ باپ کو بیٹے سے ہے اور نہ بیٹے کو باپ سے ہوسکتا ہے''

(الفضل 4راپریل 1924)

''میں کسی کا بھی دشمن نہیں گو ساری دنیا میری دشمن ہے مگر مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ اس میں میرے لئے خدا تعالیٰ کے عفو اور غفران کی علامت ہے کیونکہ جو کسی کا دشمن نہ ہو پھر بھی اس سے دشمنی کی جائے تو خدا تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخشنے کیلئے تیار ہوتا ہے'' (الفضل 17رجنوری 1945ء)

''میں مانتا ہوں کہ اختلاف کلّی طور پر نہیں مٹ سکتا مگر میرے دل میں کبھی کسی ہندو، سکھ یا عیسائی کے لئے نفرت پیدا نہیں ہوئی۔ میں اس معاملہ میں یہاں تک

(مرتبہ: مکرم ندیم احمد فرخ صاحب)

تیار ہوں کہ اپنے بچوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کبھی کسی ہندو، عیسائی یا سکھ کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ میری عمر اس وقت 47 سال ہے مگر اس میں سے ایک لحظہ بھی ایسا نہیں گزرا جس میں میرے دل میں کسی شخص کے متعلق دشمنی کے جذبات پیدا ہوئے ہوں۔'' (الفضل 26رفروری 1936ء)

ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اسی شہر (فیصل آباد) میں ایک بیرسٹر تھے...... میں ان کا نام نہیں لیتا تا کہ اگر یہاں ہوں تو شرمندگی نہ ہو۔ میں جب حج کے لئے جا رہا تھا تو وہ بھی ڈگری لینے کے لئے اسی جہاز میں جا رہے تھے ان کے ساتھ ایک اور ہندو بیرسٹر بھی تھے جو اِن دنوں لاہور میں پریکٹس کرتے ہیں اور مشہور بیرسٹر ہیں وہ عام طور پر مذہبی گفتگو کرتے رہتے تھے اور جب ان کو علم ہوا مَیں احمدی ہوں تو مذہبی گفتگو کا سلسلہ اور بھی لمبا ہونے لگا۔ وہ بعض اوقات بانی سلسلہ احمدیہ کو گالی بھی دے دیتے مگر میں تحمل سے جواب دیتا۔ آخر گیارہ دن کے بعد جب ہم سویز پہنچے تو نامعلوم کس طرح اُنہیں علم ہو گیا کہ مَیں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا بیٹا ہوں اس پر وہ بہت گھبرائے ہوئے میرے پاس آئے اور

کہنے لگے کہ معاف کیجئے مجھے علم نہ تھا اِس لئے سخت الفاظ بعض اوقات منہ سے نکل گئے۔ میں نے انہیں کہا کہ اگر میں بُرا مانتا تو آپ سے کہہ دیتا۔ میں تو چاہتا تھا کہ آپ کُھل کر اعتراض کریں۔ پس یہ چیزیں ہماری نگاہ میں کچھ ہستی ہی نہیں رکھتیں''

(تحقیقِ حق کا صحیح طریق۔ انوارالعلوم جلد 13 صفحہ 393،392)

آپ فرماتے ہیں:

''یہاں ایک دفعہ آریوں کا جلسہ ہوا جس میں انہوں نے ہمارے خلاف بہت شور مچایا۔ جلسہ کے بعد ان کے لیکچرار مجھ سے ملنے آئے۔ میں نے ان سے کہا کہ سنا ہے آپ کو جگہ کے متعلق تکلیف ہوئی آپ میرے پاس آتے میں (بیت الذکر) میں انتظام کرا دیتا۔ وہ کہنے لگے کیا آپ اپنی (بیت الذکر) میں اس کی اجازت دے دیتے۔ میں نے کہا کیوں نہیں اگر ہمارے آقا و مولا نے عیسائیوں کو مسجد میں اپنے طریق پر عبادت کرنے کی اجازت دی تو میں آپ کو (بیت الذکر) میں لیکچر کی اجازت کیوں نہیں دے سکتا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آج لیکچر دے سکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے اجازت دی اور اسی (بیت الذکر) (بیت اقصیٰ قادیان۔ ناقل) میں ان کا لیکچر ہوا۔''

(الفضل 11 رجون 1936ء)

احرار کے ذکر میں حُسنِ سلوک کی ایک اور دلچسپ مثال قادیان کے زمانہ میں دیکھنے میں آتی ہے۔ قادیان میں احرار بہت ہی کم تعداد میں تھے مگر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل اور قادیان کی پُر امن احمدی فضا کو خراب کرنے کی ناکام کوششوں میں لگے رہتے تھے۔ ایسی ہی ایک کوشش یہ بھی کی گئی کہ قادیان کے قدیمی قبرستان جو حضور کا خاندانی قبرستان تھا پر ناجائز قبضہ کرلیا جائے۔ قادیان میں فساد اور خونریزی کی کوشش میں ناکامی کے بعد عدالت کی طرف بھی رجوع کیا گیا مگر ان کو ہر جگہ بُری طرح ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ اس موقع پر حضور نے فرمایا:

''باوجود تمام مخالفتوں کے اگر آج بھی احرار کے لئے جگہ ختم ہو جائے تو کم سے کم میں اپنی زندگی تک کہہ سکتا ہوں کہ ان کو قبرستان کے لئے کوئی زمین خریدنے کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ ان کے بھائیوں اور ہم مذہبوں سے پہلے ان کی تکلیف میں میں ان کی امداد کرنے کے لئے تیار ہوں گا۔'' (الفضل 25 رجون 1936ء)

مکرم چوہدری محمد اسد اللہ خاں صاحب راوی ہیں کہ:

''ایک دفعہ کسی وجہ سے شیخ غلام محمد صاحب مرحوم (جو اپنی مخصوص دماغی حالت کی وجہ سے بڑے بڑے دعاوی کرتے تھے اور اسی وجہ سے حضور کے بھی شدید مخالف تھے) کے ساتھیوں نے احمدیہ بلڈنگز میں ہنگامہ کر کے مولوی صدرالدین صاحب (جو بعد میں امیر انجمن احمدیہ اشاعت اسلام منتخب ہوئے) کو ضربات پہنچائیں۔ قادیان سے حضرت اقدس کا ارشاد مکرمی شیخ بشیر احمد صاحب (جو اس وقت جماعت احمدیہ لاہور کے امیر تھے) کو ملا کہ مولوی صاحب موصوف کے پاس جا کر ان سے اظہار ہمدردی کیا جائے اور اگر ان کی کوئی خدمت اس ضمن میں ممکن ہو تو اس





سے گریز نہ کیا جائے بلکہ ان سے دریافت کیا جائے کہ ہماری جماعت اس معاملہ میں ان کی کیا خدمت کر سکتی ہے اور اگر وہ کوئی خدمت لینا چاہیں تو پوری تندہی سے وہ خدمت بجا لائی جائے۔ اس کی اہلیہ کی حضور نے کئی بار مالی معاونت فرمائی۔''

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 124)

مکرم مولوی عبدالرحمان صاحب انور بیان کرتے ہیں کہ:

''ربوہ کے آباد ہونے پر ضلع جھنگ کی ایک خانقاہ کے مجاور نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ان کو وہ اونٹ بہت پسند ہے...... لیکن خریدنے کی طاقت نہیں ہے جس پر حضور نے ایک خاص آدمی کو بھیج کر 600 روپے میں وہ اونٹ خرید کر اس کے حوالہ کر دیا۔ وہ حضور کی اس مہربانی پر بہت ہی ممنون ہوا...... اور باصرار کہتا رہا کہ کوئی خدمت میرے لائق۔ حضور نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں آپ سے کسی خدمت کی ضرورت نہیں ہے۔''

## تربیت کے انداز

''مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور پہاڑ پر رہائش پذیر تھے اور وہاں سے ایک قافلہ پکنک کے لئے حضور کے ساتھ جا رہا تھا۔ قافلہ کے افراد پہاڑی ٹٹوؤں پر سوار تھے، ایک ٹٹو...... ضرورت سے زیادہ سُست اور کاہل تھا اس کے پیچھے رہ جانے پر حضور نے آواز دی: ''ٹٹو کو چلاتے کیوں نہیں؟''

انہوں نے کہا: ''یہ نہیں چلتا۔ استخارہ کر رہا ہے''

استخارہ ایک مذہبی اصطلاح ہے، اس پر حضور کو سخت جلال آیا اور غصہ آیا اور آپ نے قافلہ کے اس ساتھی کو جو حضور کا بہت قریبی عزیز تھا وہاں سے واپس کر دیا اور اپنے ساتھ جانے کی اجازت نہ دی کیونکہ آپ مذہبی اصطلاحات اور شعائر کا احترام ضروری سمجھتے تھے۔

قادیان کے ایک محنت کش میاں عزیز احمد صاحب مخالفوں کی اشتعال انگیزیوں سے جوش میں آ کر بعض گالیاں دینے والوں سے اُلجھ گئے اور ان میں سے ایک کا قتل ہو گیا۔ عام مروجہ طریق پر وکلاء کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جاتا تو اس مقدمہ میں بَری ہونا مشکل امر نہ تھا مگر ہمارے پیارے امام نے جو اخلاقِ فاضلہ کے قیام کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے انہیں نصیحت کی کہ اپنی جان بچانے کے لئے جھوٹ نہیں بولنا جو بات ہوئی ہے اس کو سچ سچ بیان کیا جائے چنانچہ میاں عزیز احمد صاحب مجرم ثابت ہونے پر ہائی کورٹ کے فیصلہ کے مطابق سزائے موت سے دوچار ہوئے۔ حضور نے جماعتی تربیت کو مقدم کرتے ہوئے ان کا جنازہ نہ پڑھا۔ عدالت کے بعض بے جا ریمارکس پر جن میں قتل کی بالواسطہ ذمہ داری امام جماعت پر بھی ڈالی جا سکتی ہے۔ جماعت کو بہت تکلیف ہوئی۔ حضور نے اس موقع پر جماعت کو بڑے ہی پُر درد انداز میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''اکثر کے خطوں سے معلوم ہوا ہے کہ وہ اس خبر

کے پڑھنے کے بعد کھانا نہیں کھا سکے اور رات کو نیند بھی ان کو نہیں آتی اور بعض نے تو نہایت درد سے لکھا ہے کہ خدایا کیا غضب ہے کہ جس شخص نے ہمیں نرمی اور محبت اور راحت کی تعلیم دی اور جس نے ہمیں سختی اور ظلم اور فساد سے روکا اور جس نے ہماری طبیعتوں کی وحشت کو دور کر کے پیار اور محبت کا ہمیں سبق دیا اور دشمنوں سے بھی حُسنِ سلوک کی ہمیں ہدایت کی اور ہمارے شدید ترین غصہ کی حالت میں ہمارے جذبات کو سختی سے قابو میں رکھا اس کی نسبت آج کہا جا رہا ہے کہ اس نے لوگوں کو قتل و غارت کی تعلیم دی اور فساد پر آمادہ کیا۔ بعض کے خطوط تو ایسے دردناک ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے ان کے دل خون ہو گئے ہیں اور ان کے لئے عرصۂ حیات تنگ ہو گیا ہے پس باوجود اس کے کہ عدالت عالیہ کے فیصلہ کے متعلق کچھ لکھنا ایک نازک سوال ہے اور قانون کا کوئی ماہر ہی اس مشکل راستہ کو بخیریت طے کر سکتا ہے میں مجبور ہو گیا ہوں کہ اس بارہ میں اپنے خیالات کو ظاہر کروں وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ سب سے پہلے تو میں یہ کہتا ہوں کہ اے بھائیو! میں تمہاری ہمدردی کا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے زخمی دل پر پھایہ رکھنے کی کوشش کی اور میرے غم میں شریک ہوئے اور میرے بوجھ کے اُٹھانے کے لئے اپنے کندھے پیش کر دیئے۔ خدا کی تم پر رحمتیں ہوں وہ تمہارے دل کے زخموں کو مندمل کرے اور تمہارے دکھوں کا بوجھ ہلکا کرے کہ تم نے اس کے ایک کمزور بندے پر رحم کیا اور اس کے غم نے تمہارے دلوں کو پریشان کر دیا......

اگر میاں عزیز احمد بے قابو نہ ہو جاتے اور اگر ان سے اس فعل کا ارتکاب نہ ہوتا جو ہوا تو ججوں کو میرے متعلق اچھے یا بُرے خیالات کے اظہار کا موقع ہی کب مل سکتا تھا ان کو ان ریمارکس کے کہنے کا موقع تو خود آپ لوگوں میں سے ہی ایک فرد نے دیا...... جب میں اس نکتۂ نگاہ سے اس معاملہ کو دیکھتا ہوں تو میرے دل سے بے اختیار یہ آواز آتی ہے کہ محمود جس قوم کی خدمت تو نے بچپن میں اپنے ذمہ لی، جس کی خدمت جوانی میں تو نے کی، جب تیرے بال سفید ہو گئے، جب تیری رگوں کا خون ٹھنڈا ہونے کو آیا تو ان میں سے بعض کی وجہ سے تجھ پر اس فعل کا الزام لگایا گیا جس فعل کو دنیا سے مٹانے کیلئے تیرا بچپن اور تیری جوانی خرچ ہوئے تھے۔ جب ہم میں سے بعض نے اپنے خدا پر بدظنی کی اور خیال کیا کہ وہ جائز راستہ سے ہماری مدد نہیں کر سکتا اور اس کا بتایا ہوا طریق ہمیں کامیاب نہیں بنا سکتا تو بتا کہ اگر دنیا کے لوگ تجھ پر اور تیرے دوستوں پر بدظنی کریں تو اس میں ان کا کیا قصور۔‘‘

(فاروق 14رجنوری 1938ء)

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 187 تا 204)

٭٭٭

## محنت کی عادت

حضور کے مندرجہ ذیل بیان سے حضور کی غیر معمولی مصروفیات کا اندازہ ہو سکتا ہے:

’’میں ہمیشہ عام طور پر جلسہ کی تقریروں کے نوٹ





دوران جلسہ میں لیا کرتا ہوں چونکہ فُرصت نہیں ہوتی اس لئے میرا قاعدہ ہے کہ سفید کاغذ تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا کرتا ہوں اور دوسرے کاموں کے دوران میں جو وقت مل جائے اس میں کاغذ نکال کر نوٹ کرتا رہتا ہوں۔ مثلاً ڈاک دیکھ رہا ہوں دفتر والے کاغذات پیش کرنے کے لئے لانے گئے اور اس دوران میں مَیں نوٹ کرنے لگ گیا یا نماز کے لئے تیاری کی سنتیں پڑھیں اور جماعت تک جتنا وقت ملا اس میں نوٹ کرتا رہا۔ اس طرح میں یہ تیاری پندرہ سولہ دسمبر سے شروع کر دیتا تھا اور قریباً 22، 23 دسمبر تک کرتا رہتا اور اس کے بعد دوسرے کاموں سے فراغت حاصل کر کے نوٹوں کی تیاری میں لگ جاتا لیکن ان کو درست کر کے لکھنے کا کام مَیں بالعموم 27، 28 کو کرتا تھا اور اس کے لئے وقت انہی تاریخوں میں ملتا تھا۔ اس وجہ سے طبیعت میں کچھ فکر بھی رہتا تھا کہ صاف کر کے لکھ بھی سکوں گا یا نہیں۔ لیکن اس دفعہ قرآن کریم کی تفسیر کا کام رہا اور اس کیلئے وقت نہ تھا۔ 22 کی شام کو ہم تفسیر کے کام سے فارغ ہوئے، 23 کو بعض اور کام کرنے تھے وہ کئے، 24 کی شام کو نوٹوں کا کام شروع کیا اور فکر تھا کہ یہ کس طرح کروں گا مگر اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ نوٹوں کی تیاری میں بہت آسانی ہو گئی۔ حوالے وغیرہ بہت جلد جلد ملتے گئے اور 25 کی شام کو تینوں لیکچروں کے نوٹوں سے میں فارغ ہو چکا تھا۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ مجھے زیادہ کوفت نہیں ہوئی۔‘‘

(الفضل 14رجنوری 1941ء)

ایک اور موقع پر حضور نے فرمایا:

’’......میری کئی راتیں ایسی گزری ہیں کہ میں نے رات کو عشاء کے بعد کام شروع کیا اور صبح کی اذان ہو گئی تم یہ کیوں نہیں کر سکتے۔ اب بھی میرا یہ حال ہے کہ میری اس قدر عمر ہو گئی ہے چلنے پھرنے سے میں محروم ہوں، نماز کے لئے (بیت الذکر) میں بھی نہیں جا سکتا، لیکن چارپائی پر لیٹ کر بھی میں گھنٹوں کام کرتا ہوں۔ پچھلے دنوں جب فسادات ہوئے میں ان دنوں کمزور بھی تھا اور بیمار بھی لیکن پھر بھی رات کے دو دو تین تین بجے تک روزانہ کام کرتا تھا۔ 6 ماہ کے قریب یہ کام رہا۔ جو لوگ ان دنوں کام کر رہے تھے وہ جانتے ہیں کہ کوئی رات ہی ایسی آتی تھی جب میں چند گھنٹے سوتا تھا۔ اکثر رات جاگتے جاگتے کٹ جاتی تھی۔ نوجوانوں کے اندر تو کام کرنے کی اُمنگ ہونی چاہئے۔‘‘ (الفضل 9رفروری 1955ء)

مشکل اوقات میں جب زیادہ محنت کرنا پڑتی تھی تو اللہ تعالیٰ کی تائید بھی عام حالات سے زیادہ ہوتی۔ حضور اس ایمان افروز تجربہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’جب بھی کبھی کوئی مشکل وقت مجھ پر آیا ہے اسی وقت میں نے اپنے اندر بہت زیادہ قوت پائی ہے۔ باوجود اس بیماری کے جو اس سفر (سفر یورپ 1924ء) میں ہوئی...... میں نے اس بیماری کی کوئی پرواہ نہ کی اور برابر کام میں لگا رہا لیکن میں بیروت اور شام کے درمیان دوران سفر میں ایک دن کام نہ تھا تو ایسی حالت ہوئی کہ میرے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے اور غشی تک

نوبت پہنچ گئی...... میں نے دیکھا ہے جتنا کبھی کام بڑھا ہے اتنی ہی زیادہ خداتعالیٰ نے طاقت دے دی ہے۔ پس مشکلات کوئی چیز نہیں اگر خداتعالیٰ پر بھروسہ اور یقین ہو تو مشکلات کمزور نہیں کرتیں بلکہ طاقتور بناتی ہیں۔ میں کبھی مشکلات سے نہیں گھبراتا، نہ مجھے یہ خوف ہے کہ آپ لوگوں کو ان کا سامنا کرنا پڑے گا اگر ڈر ہے تو یہی کہ تربیت اخلاص کو نہ لے جائے۔ اگر تم لوگ تربیت میں مکمل ہو جاؤ تو اخلاص میں کمی نہ آ جائے، اور جب یہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں گی تو یورپ کا فتح کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہوگا۔''

(الفضل 6 دسمبر 1924ء)

## حافظہ

اپنی اسی خداداد خوبی کے متعلق حضور فرماتے ہیں:

''میرا حافظہ اپنی ذات میں کمزور ہے۔ میں کوئی لمبی چیز یاد نہیں کر سکتا میں نے کئی شاعروں کے شعر پڑھے ہیں لیکن شاید مجھے چھ سات شعر یاد ہوں قرآن کریم ہزاروں دفعہ پڑھا ہے لیکن جب ضرورت پڑے مجھے آیت کا آدھا ٹکڑا یاد رہتا ہے......لیکن واقعات میں نہیں بھولا کرتا۔ میرے پاس ڈاک آتی ہے بعض اوقات پرائیویٹ سیکرٹری دس دس پندرہ پندرہ دن کے بعض خطوط کا خلاصہ پیش کرتے ہیں اور میں کہہ دیتا ہوں کہ یہ بات غلط ہے اصل خط میں یہ بات نہیں اور جب وہ خط لایا جاتا ہے تو وہ واقعی غلط خلاصہ ہوتا ہے۔ میرے ساتھ کام کرنے والے جانتے ہیں کہ جو واقعات سے تعلق رکھنے والا امر ہو اس کے متعلق خداتعالیٰ نے مجھے غیر معمولی حافظہ دیا ہے ورنہ دوسری باتوں میں میرا حافظہ کمزور ہے۔ ممکن ہے کہ ایک دن مجھے ذھول ہو جائے لیکن وہ بات میرے دماغ کی لائبریری میں محفوظ رہتی ہے اور وہ پھر باہر نکال دیتی ہے اور دو چار دن کے بعد مجھے وہ بات یاد آ جاتی ہے۔''

(الفضل 12 جون 1952ء)

قوتِ حافظہ کے تعلق میں مندرجہ ذیل واقعہ بھی دلچسپی کا باعث ہوگا:

''جب گاڑی کیمبل پور پہنچی تو سٹیشن پر نہ صرف کافی احمدی موجود تھے بلکہ غیر احمدی دوست بھی حضور کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ یہ سب قطاروں میں کھڑے تھے۔ حضور نے ٹرین سے نیچے اُتر کر ہر ایک سے مصافحہ کیا اور مصافحہ کے دوران میں چوہدری اعظم علی صاحب سب جج درجہ اول ہر آدمی کا تعارف کراتے جاتے تھے کہ ایک دوست کا نام چوہدری اعظم علی صاحب نے محمد جہان بتایا اس دوست کے پاس حضور کھڑے ہو گئے اور پوچھا کہ آپ کا نام محمد جعفر نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضور میرا نام محمد جعفر ہی ہے۔ اس پر چوہدری صاحب نے کہا کہ حضور! میں نام ادا نہیں کر سکا۔ لاکھوں کی جماعت کے امام کو اپنے احباب کے اس طرح نام یاد ہونا حیرت ناک ہے۔''

(الفضل 8 اپریل 1948ء)





## قوت شامہ

آپ فرماتے ہیں:

''میرے اپنے ناک کی حِس غیر معمولی طور پر تیز ہے یہاں تک کہ میں دودھ سے پہچان جاتا ہوں کہ گائے یا بھینس نے کیا چارہ کھایا ہے۔ اسی لئے اگر میرے قریب ذرا بھی کوئی بدبودار چیز ہو تو مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے اور جو لوگ میرے واقف کار ہیں وہ (بیت الذکر) میں داخل ہوتے وقت کھڑکیاں وغیرہ کھول دیتے ہیں کیونکہ اگر بند ہوں تو میرا دم گھٹنے لگتا ہے میں ہمیشہ کثرت سے عطر لگایا کرتا ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کثرت سے عطر لگایا کرتے تھے۔'' (سیر روحانی صفحہ 250 جدید ایڈیشن)

## تیز لکھنے کی طاقت

اس کے متعلق آپ نے بیان فرمایا کہ:

''میں بڑا تیز لکھنے والا ہوں اور خدا کے فضل سے بہت تیز لکھ سکتا ہوں۔ اور بھی تیز لکھنے والے ہوں گے لیکن میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ مجھ سے زیادہ تیز لکھ سکتا ہو میں مضمون کے سَو سَو اسّو صفحے ایک دن میں لکھ سکتا ہوں۔''

(خطبات محمود جلد 5 صفحہ 237)

## فن خطابت

حضور نے اپنے فن خطابت کے متعلق فرمایا:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے سلطان القلم قرار دیا تھا اس کے مقابلہ میں اس نے مجھے اتنا بولنے کا موقع دیا کہ مجھے اس نے سلطان البیان بنا دیا۔''

(خطبات محمود جلد دوم صفحہ 334)

## امام کی عظمت کا اقرار

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''1922ء یا 1928ء کے درس القرآن کے موقع پر میں نے عرش کے متعلق ایک نوٹ دوستوں کو لکھوایا جو اچھا خاصہ لمبا تھا مگر جب میں وہ تمام نوٹ لکھوا چکا تو شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی یا حافظ روشن علی صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک حوالہ نکال کر میرے سامنے پیش کیا اور کہا کہ آپ نے تو یوں لکھوایا تھا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں فرمایا ہے میں نے اس حوالہ کو دیکھ کر اسی وقت دوستوں سے کہہ دیا کہ میں نے عرش کے متعلق آپ لوگوں کو جو کچھ لکھوایا ہے وہ غلط ہے اور اسے اپنی کاپیوں میں سے کاٹ ڈالیں......اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمان کے مقابلہ میں بھی ہم اپنی رائے پر اڑے رہیں اور کہیں کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہی صحیح ہے اور اپنے نفس کی عزت کا خیال رکھیں تو اس طرح تو دین اور ایمان کا کچھ بھی باقی نہیں رہ سکتا۔''

(الفضل 3 ستمبر 1938ء)

☆☆☆☆☆

# عظیم الشان تحریکات وروحانی فتوحات

## پر ایک طائرانہ نظر

(مکرم فضل احمد شاہد صاحب)

☆100 کے قریب علمی، تربیتی اور روحانی تحریکات
☆ممالک بیرون میں 311 خانہ ہائے خدا کی تعمیر
☆46 ممالک میں احمدیہ مشنوں کا قیام
☆164 واقفین زندگی نے بیرونی ممالک میں (دعوت دین حق) کا فریضہ سرانجام دیا
☆16 زبانوں میں تراجم قرآن کی اشاعت
☆24 ممالک میں 74 تعلیمی مراکز کا قیام
☆28 دینی مدرسوں اور 17 ہسپتالوں کا قیام
☆40 کے لگ بھگ اخبارات ورسائل کا اجرا
☆حضور کی 225 کتب ورسائل کی تصنیف
☆10 ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی قرآنی تفسیر

سیدنا حضرت مصلح موعود کے دور خلافت کی تمام عظیم الشان تحریکات وروحانی فتوحات کا شمار تو ممکن نہیں۔ اس مضمون میں چند ایک اہم امور مختصراً ہدیہ قارئین ہیں۔ وہ بیج جو آپ نے بوئے تھے خداتعالیٰ کے فضل سے (دین حق) کے سرسبز وشاداب حسین باغوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔

### حضرت مصلح موعود کی تحریکات

### 1916ء تا 1925ء

نومبر 1916ء تا 1925ء۔ آنریری (مربیان) کے لئے تحریک
دسمبر 1916ء۔ خواتین کو (دعوت الی اللہ) فنڈ کی پہلی تحریک
7؍دسمبر 1917ء تحریک وقف زندگی
مئی 1922ء۔ حفظ قرآن کی تحریک
7؍مارچ 1923۔ شدھی کے خلاف جہاد کی تحریک
10؍فروری 1925ء۔ چندہ خاص کی تحریک
13؍فروری 1925ء۔ (دعوت) احمدیت کی خاص تحریک

### 1928ء

جولائی 1928ء۔ لاوارث بچوں اور عورتوں کی خبر گیری کی تحریک
خصوصی جلسہ ہائے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک
دسمبر 1928۔ گھروں میں درس جاری کرنے کی تحریک، تعلیم نسواں کی خاص تحریک
1928ء جہاد بالقرآن کی تحریک

### 1930ء

1930ء نفلی روزوں کی خاص تحریک۔ خود حفاظتی کی تحریک

### 1931ء

حضرت مسیح موعودؑ کی طرز تحریر اختیار کرنے کی تحریک
اتحاد بین المسلمین کی تحریک
صنعت وحرفت کی طرف توجہ کی تحریک
خواتین میں بہادری پیدا کرنے کی خاص تحریک
مسلم کانفرنس کے قیام کی تحریک
5؍فروری۔ اہل کشمیر کے لئے مالی وجانی قربانیوں کی پرزور تحریک
دسمبر۔ قادیان میں مکان بنانے کی تحریک

### 1932ء، 1933ء

8؍جنوری۔ پیغام احمدیت پہنچانے کی زبردست تحریک
8؍جنوری۔ تحریک مصالحت
1933ء۔ اردو سیکھنے کے لئے کتب حضرت مسیح موعودؑ پڑھنے کی تحریک

### 1934ء

4؍جنوری۔ احمدیوں کی تربیت کے لئے تحریک سالکین
23؍نومبر۔ تحریک جدید کا اجرا

### 1937ء

عالمگیر جنگ کی خبر اور خاص دعاؤں کی تحریک
نومبر۔ روایات (رفقاء) بانی سلسلہ احمدیہ محفوظ کرنے کی تحریک
دسمبر 1937ء۔ مستقل وقف کی تحریک

### 1940ء

غیر مبایعین کو (دعوت الی اللہ) کی خاص تحریک
29؍مارچ۔ (رفقاء) مسیح موعودؑ کو (دعوت) احمدیت میں سرگرم عمل ہونے کی تحریک

### 1942ء، 1943ء

22؍مئی۔ قادیان کے غرباء کے لئے غلہ کی تحریک
26؍جون۔ مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے دعا کی تحریک

جولائی۔ احمدی نوجوانوں کوفوج میں بھرتی ہونے کی تحریک
15رستمبر۔ بیرونی (مربیان) کے لئے خصوصی دعا کی تحریک
ستمبر۔ مربیان کوذکرالٰہی کی اہم تحریک
6راکتوبر۔ ہندوستان میں دعوت الی اللہ کی خاص تحریک
اکتوبر۔ 1943ء۔ دعوت الی اللہ کی خاص تحریک اور مباحثات سے ممانعت
وقف زندگی برائے دیہاتی مربیان

**1944ء**

مارچ۔ خاندان مسیح موعودؑ کووقف کی خاص تحریک
10رمارچ۔ وقف جائیداد کی تحریک
24رمارچ۔ وقف زندگی کی وسیع تحریک
مارچ۔ تعلیم الاسلام کالج کے لئے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی تحریک
ماہرین علوم پیدا کرنے کی تحریک
24راپریل حفاظ پیدا کرنے کی تحریک
مئی۔ رضاکارانہ دعوت الی اللہ کی ولولہ انگیز تحریک
مئی۔ تسبیح وتحمید اور درود شریف کی اہم تحریک
30رمئی۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے کی تحریک
23رجون۔ نوجوانوں کو باالتزام نماز تہجد کی تحریک
جولائی۔ ہندوستان میں سات مراکز اشاعت (دین حق) کی تحریک
اگست۔ بیویوں میں عدل وانصاف کی تحریک
20راکتوبر۔ مشہور زبانوں میں تراجم قرآن اور لٹریچر کی تحریک
21ردسمبر۔ کمیونسٹ تحریک کا مطالعہ کرنے کی تحریک
جماعت کو (رفقاء) حضرت مسیح موعودؑ کے وجود سے فائدہ اٹھانے کی تحریک

**1945ء، 1946ء**

19راکتوبر۔ جماعت میں اعلیٰ تعلیم کی توسیع کے لئے سکیم
خاندانی وقف کی تحریک
تحریک وقف تجارت
1946ء مسلمانان عالم کے لیے دعائے خاص کی تحریک
1946ء۔ نوجوانان احمدیت کوقربانیوں کی تحریک

**1947ء تا 1951ء**

فروری۔ حفاظت مرکز کیلئے مالی قربانیوں روزوں اور دعاؤں کی خاص تحریک
احمدی مہاجرین کے لئے کمبلوں، لحافوں اور توشکوں کی تحریک
اکتوبر۔ احمدیوں کو حفاظتی فنون سیکھنے کی تلقین
12راکتوبر۔ ذکرالٰہی کی تحریک
انڈونیشیا، ایبے سینیا اور سعودی حکومت سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کی تحریک
اشاعت (دین حق) کے لئے فقیرانہ رنگ پیدا کرنے کی ہدایت
1948ء۔ فتنہ صیہونیت کے مقابلہ کے لئے زبردست تحریک
29رجولائی 1949ء۔ قرآن کا اردو ترجمہ سیکھنے کی پرزور تحریک
18رنومبر 1949ء۔ منافق طبع لوگوں کی اصلاح کی تحریک
1950ء (دعوت دین حق) کے لئے جدید لٹریچر تیار کرنے کی تحریک
دفاع وطن کی تیاری کی پرزور تحریک
2رفروری 1951ء۔ دعاؤں کے چلہ کی خاص تحریک
مارچ 1951ء۔ (دعوت الی اللہ) کا حلقہ وسیع کرنے کی تحریک

**1952ء تا 1954ء**

جنوری۔ محاسبہ نفس کی دعوت
فروری۔ قوم کی بے لوث خدمات بجالانے کی تلقین
عالم اسلام کو دعوت اتحاد
تعلق باللہ اور دعاؤں کی خاص تحریک
4رجولائی۔ صبر وصلوٰۃ کی پرزور تحریک
اگست۔ (بیوت الذکر) کوذکرالٰہی سے معمور کرنے کی تحریک
یکم ستمبر۔ تحریک حج
خدمت پاکستان کی خصوصی تحریک
1953ء۔ سات روزے رکھنے کی تحریک
سچائی اختیار کرنے کی تحریک
دسمبر 1953ء۔ تحریک جدید میں شمولیت کی خاص تحریک
22راکتوبر 1954ء۔ پاکستان کے لئے تحریک دعا

**1955ء تا 1960ء**

28رجنوری فارغ التحصیل شاہدین کے لئے نئی سکیم
ضرورت زمانہ کے مطابق لٹریچر تیار کرنے کی تحریک
8رفروری۔ صدر انجمن احمدیہ کے لئے واقفین کی تحریک
مسلم فرقوں سے مغربی ممالک میں (دعوت الی اللہ) کی پرزور اپیل
1956ء۔ امریکہ میں نظام وصیت کے نفاذ کی پرزور تحریک
مارچ 1956ء۔ قادیان کے لئے تحریک وقف زندگی
1958ء۔ وقف جدید کی تحریک
10رجنوری 1958ء۔ صد سالہ جوبلی منانے کی تحریک
جولائی 1958ء۔ نوجوانان احمدیت کوسرگرم عمل رہنے کی تحریک
29راگست 1958ء۔ سینما بینی کے خلاف مؤثر آواز
16رنومبر 1960ء۔ ایک نئی الہامی دعا پڑھنے کی تحریک

(روزنامہ الفضل 15رفروری 1999ء)

❁❁❁❁❁





"میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں تم خلافت حقہ کومضبوطی سے پکڑ رکھو"

# دردمندانہ الوداعی پیغام احباب جماعت کے نام

مئی 1959ء میں جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعود نور اللہ مرقدہ کی علالت نے شدت اختیار کرلی تو حضور نے وصیت کے طور پر ایک نہایت اہم اور ضروری دردمندانہ پیغام احباب جماعت کے نام تحریر فرمایا تھا جو الفضل مؤرخہ 20رمئی 1959ء میں شائع ہوا۔ حضور نے فرمایا:

"ہم دوسرے انسانوں سے الگ قسم کے انسان نہیں تھے مگر اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے خبر دی کہ مسیح موعودؑ شاہی خاندان میں پیدا ہوگا اور اس کے ذریعہ سے پھر (دین حق کی) بادشاہت قائم ہوگی۔ اس کی وجہ سے باوجود نہایت نالائق ہونے کے ہم نے ایک لمبی سکھ کی زندگی بسر کی اور اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کے مطابق شاہی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ہماری اس میں کوئی خوبی نہیں تھی ہم ذلیل تھے۔ اس نے ہمیں دین کا بادشاہ بنادیا۔ ہم کمزور تھے اس نے ہمیں طاقتور کردیا اور (دین حق) کی آئندہ ترقیوں کو ہم سے وابستہ کر دیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے طفیل ہمیں اس قابل بنایا کہ ہم خدا تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پھیلائیں یہ وہ مشکل کام تھا جس کو بڑے بڑے بادشاہ نہ کر سکے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہم غریبوں اور بے بسوں کے ذریعہ سے یہ کام کروادیا اور اس بات کو سچا کردکھایا کہ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ (یعنی پاک ہے وہ خدا جس نے (دین حق) کے دشمنوں کو ذلیل کردیا) مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک (دین حق) کو برتری بخشتا رہے گا اور مجھے امید ہے کہ میری اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد ہمیشہ (دین حق) کے جھنڈے کو اونچا کرتی رہے گی اور اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی قربانی کے ذریعہ سے (دین حق) کے جھنڈے کو ہمیشہ اونچا رکھے گی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گی۔ میں اس دعا میں ہر احمدی کو شامل کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کا حافظ وناصر ہو اور ان کو اس مشن کے پورا کرنے کی توفیق دے۔ وہ کمزور ہیں لیکن ان کا خدا ان کے ساتھ ہے اور جس کے ساتھ خدا ہو اسے انسانوں کی طاقت کا کوئی ڈر نہیں ہوتا دنیا کی بادشاہتیں ان کے ہاتھ چومیں گی اور دنیا کی حکومتیں ان کے آگے گریں گی۔ بشرطیکہ نبیوں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق یہ لوگ نہ بھولیں اور (دین حق) کے جھنڈے کو اونچا رکھنے کی کوشش کرتے رہیں۔ خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو۔ ہمیشہ ان کی مدد کرتا رہے اور ہمیشہ ان کو سچا راستہ دکھاتا رہے۔ بے شک وہ کمزور ہیں تعداد کے لحاظ سے بھی

اور روپے کے لحاظ سے بھی اور علم کے لحاظ سے بھی لیکن اگر وہ خدائے جبار کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑیں گے تو خدا تعالیٰ کی پیشگوئیاں ان کے حق میں پوری ہوں گی اور (دین حق) کے غلبہ کے ساتھ ان کو بھی غلبہ ملے گا۔ اس دنیا میں بھی اور اگلی دنیا میں بھی ۔ خدا تعالیٰ ایسا ہی کرے اور قیامت کے دن نہ وہ شرمندہ ہوں نہ ان کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرمندہ ہوں، نہ خدا تعالیٰ شرمندہ ہو کہ اس نے ایسی نالائق جماعت کو کیوں چنا۔ یہ خدا تعالیٰ کا لگایا ہوا آخری پودا ہے جو اس پودے کی آبیاری کرے گا۔ خدا تعالیٰ قیامت تک اس پودے کے بیج بڑھاتا جائے گا اور وہ دونوں جہان میں عزت پائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اے عزیزو! 1914ء میں خدا تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت کا بوجھ مجھ پر رکھا تھا اور میری پیدائش سے بھی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ میری خبر دی تھی میں تو ایک حقیر اور ذلیل کیڑا ہوں ۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس نے مجھے نوازا اور میرے ذریعہ سے (دین حق) کو دنیا میں قائم کیا۔ جس خدا نے میرے جیسے حقیر انسان کے ذریعہ دنیا میں (دین حق) کو قائم کیا میں اسی خدائے قدوس کا دامن پکڑ کر اس سے التجا کرتا ہوں کہ وہ (دین حق) کو برتری بخشے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اگلے جہان میں ساری دنیا کے سردار ہیں اس جہان میں بھی ساری دنیا کا سردار بنائے بلکہ ان کے خدام کو بھی ساری دنیا کا بادشاہ بنائے مگر نیکی اور تقویٰ کے ساتھ نہ کہ ظلم کے ساتھ، توحید دنیا سے غائب ہے خدا کرے کہ پھر توحید کا پرچم اونچا ہو جائے اور جس طرح خدا غالب ہے اسی طرح اس کا جھنڈا بھی دنیا میں غالب رہے اور (دین حق) اور احمدیت دنیا میں توحید اور تقویٰ اور (دین حق) کی عظمت پھر دنیا میں قائم کر دیں اور قیامت تک قائم رکھتے چلے جائیں۔ یہاں تک کہ وہ وقت آجائے کہ خدا کے فرشتے آسمان سے نازل ہو کر خدا کے بندوں کی روحوں کو بلند کر کے آسمان پر لے جائیں اور ان میں ایک ایسا رشتہ قائم کر دیں جو ابد تک نہ ٹوٹے۔ آمین ثم آمین۔

بادشاہت سب خدا کا حق ہے مگر افسوس ہے کہ انسان نے اپنی جھوٹی طاقت کے گھمنڈ میں اس بادشاہت کو اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے اور خدا کے مسکین بندوں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے خدا تعالیٰ اس غلامی کی زنجیروں کو توڑ دے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کو نیکی پر ہمیشہ قائم رکھے اور اعتدال کے راستہ سے پھرنے نہ دے۔ اس سے یہ بات بعید نہیں گو انسان کی نظر میں یہ بات بڑی مشکل معلوم ہوتی ہے میں اس کے بندوں کی باگ اسی کے ہاتھ میں دیتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ ان کا خیر خواہ ثابت ہوگا اور قریب کی قیامت بلکہ دور کی قیامتوں کے موقع پر سچے (مومنوں) کی سرخروئی اور اعزاز کا موجب ہوگا۔ میں اپنے لڑکوں لڑکیوں اور بیویوں کو بھی اس کے سپرد کرتا ہوں۔ میری نرینہ اولاد موجود ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے سوا انسان کچھ نہیں کر سکتا اس لئے میں اولاد در





اولاد اور بیویوں اور ان کے وارثوں کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں جس کی حوالگی سے زیادہ مضبوط حوالگی کوئی نہیں۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام تھا۔

سپردم بتو مایہ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

(میں نے تو اپنی دولت تیرے سپرد کر دی ہے۔ کم و بیش کے حساب کو تو ہی جانتا ہے۔)

ہم نے اس الہام کی سچائی کو اکاون سال تک آزمایا ہے اور خدا تعالیٰ سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ دنیا کے آخر تک اس الہام کی سچائی کو ظاہر کرتا رہے گا۔ اس کا کلام ہمیشہ سچا ہی ثابت ہوتا رہے گا۔ اصل عزت وہی ہے جو مرنے کے بعد انسان کو ملے گی لیکن پھر بھی اس دنیا میں نیکی کا بیج قائم رکھنے سے انسان دعاؤں کا مستحق بن جاتا ہے اور اپنے پرائے اس کی بلندی کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں یہ خوبی کا مقام بھلایا نہیں جا سکتا اور میں اپنے خاندان کے مردوں عورتوں کیلئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو یہ مقام ہمیشہ عطا رکھے اور اسی طرح میرے بھائیوں اور بہنوں کی اولاد کو بھی۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی پیدا نہیں ہوا نہ آگے پیدا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں اور اگلے جہان میں بھی سردار مقرر کیا ہے خدا کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سرداری تا ابد قائم رہے اور ہم قیامت کے دن درود پڑھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان والا جھنڈا لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوں اور اپنے خدا سے بھی کہیں کہ اے خدا تو نے جس انسان کی عزت کو اپنی عزت قرار دیا تھا ہم اس کی عزت قائم کر کے آئے ہیں ہم پر بھی رحم کر اور اپنے فضلوں کا وارث بنا۔ آمین ثم آمین۔

## میری اولاد کے نام

میری نعش، میری اماں جان کی نعش اور میری بیویوں کی نعشوں کو قادیان پہنچانا تمہارا فرض ہے۔ میں نے ہمیشہ تمہاری خیر خواہی کی ۔تم بھی میری خواہش پوری کرنا اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو اور تمہیں عزت بخشے۔

میں ساری جماعت احمدیہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنی زندگیوں کو خدا اور رسولؐ کے لئے وقف کریں اور قیامت تک (دین حق) کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں ۔ خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو، ان کی مدد کرے اور اپنی بشارتوں سے ان کو نوازے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ یورپ کے نئے احمدی اپنی جان اور مال سے ایشیا کے پرانے احمدیوں کی مدد کریں گے اور (دعوت الی اللہ) کے فریضہ کو ادا کرتے رہیں گے ۔ یہاں تک کہ (دین حق) ساری دنیا پر غالب آجائے ۔ اگر لینن کے متبعین نے چند سال میں ساری دنیا پر اپنا سکہ جما لیا تھا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کام کیوں نہیں کر سکتے ۔ صرف عزم اور ارادہ کی پختگی کی ضرورت ہے ۔ خدا تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو وہ کبھی ظلم نہ کریں اور ہمیشہ خدا تعالیٰ کے بندوں کے سامنے عجز و انکساری کے ساتھ سر جھکائیں تا کہ خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں کی مدد ان کو ملتی رہے

اور (دین حق) کا سر ہمیشہ اونچا رہے اور قیامت کے دن خدا کا آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ خدائے واحد خود نہایت شوق سے اپنے ہاتھ پھیلا کر ان کی ملاقات کے لئے آگے بڑھے اور وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے خدا کی برکات کے وارث ہوں۔ میں احمدیت اور اس کے آثار کو بھی خدا کے سپرد کرتا ہوں وہی ان کا بھی محافظ ہو اور ان کی عزت کو قیامت تک قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

اے دوستو! میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں۔ نبوت ایک بیج بوتی ہے جس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دنیا میں پھیلا دیتی ہے۔ تم خلافت حقہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی برکات سے دنیا کو متمتع کرو تا خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے اور تم کو اس دنیا میں بھی اونچا کرے اور اس جہان میں بھی اونچا کرے تا مرگ اپنے وعدوں کو پورا کرتے رہو اور میری اولاد اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کو بھی ان کے خاندان کے عہد یاد دلاتے رہو۔ احمدیت کے (مربی دین حق) کے سچے سپاہی ثابت ہوں اور اس دنیا میں خدائے قدوس کے کارندے بنیں۔

کیا ہمارا خدا اتنی طاقت بھی نہیں رکھتا جتنا کہ حضرت مسیح ناصریؑ رکھتے تھے۔ مسیح ناصری علیہ السلام تو ایک نبی تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے سردار تھے خدا تعالیٰ ان کی سرداری کو دونوں جہان میں قائم رکھے اور ان کے ماننے والوں کا جھنڈا کبھی نیچا نہ ہو اور وہ اور ان کے دوست ہمیشہ سربلند رہیں۔ آمین ثم آمین۔

میں یہی نصیحتیں پاکستان سے باہر کے احمدیوں کو بھی کرتا ہوں وہ بھی خدا تعالیٰ کے ایسے ہی محبوب ہیں جیسے پاکستان میں رہنے والے احمدی اور جب تک وہ (دین حق) کو اپنا مطمح نظر قرار دیں گے خدا تعالیٰ ان کو بھی اور (دین حق) کو بھی دنیا میں بلند کرتا چلا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ خدا کرے احمدیوں کے ذریعہ سے کبھی دنیا میں ظلم کی بنیاد قائم نہ ہو۔ بلکہ عدل، انصاف اور رحم کی بنیاد قائم ہوتی چلی جائے اور ہمیشہ خدا تعالیٰ کے فرشتے ان کے دائیں بھی کھڑے ہوں اور بائیں بھی کھڑے ہوں اور کوئی شخص ان کی طرف نیزہ نہ پھینکے۔ جسے خدا تعالیٰ کے فرشتے آگے بڑھ کر اپنی چھاتی پر نہ لے لیں۔ آمین ثم آمین

آدم اول کی اولاد کے ذریعہ سے بالآخر دنیا میں بڑا ظلم قائم ہوا اب خدا کرے آدم ثانی یعنی مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے ذریعہ سے یہ ظلم ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے اور سانپ یعنی ابلیس کا سر کچل دیا جائے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت اسی طرح دنیا میں بھی قائم ہو جائے جس طرح آسمان پر ہے اور کوئی انسان دوسرے انسان کو نہ کھائے اور کوئی طاقت ور انسان کمزور انسان پر ظلم اور تعدی نہ کرے۔ آمین ثم آمین۔

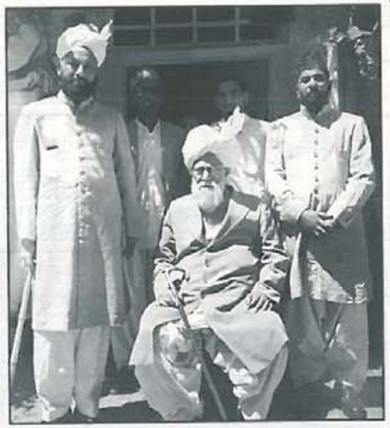
مرزا محمود

17 رمئی 1959ء

(الفضل 23 رنومبر 1965ء)

☆☆☆☆☆





قیام کوہ مری کے دوران
''خیبر لاج'' میں (1954ء)



لاہور کے بارش زدہ علاقوں کے امدادی کاموں
کا معائنہ فرماتے ہوئے (1954ء)



مقام اجتماع میں
تشریف لا رہے ہیں



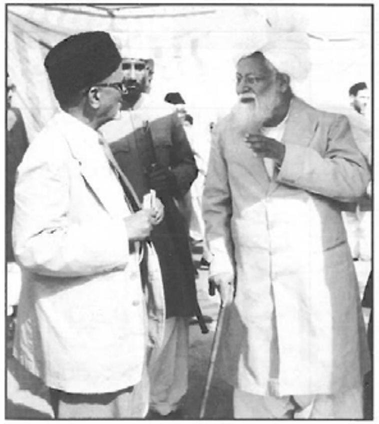
ماریشس کے احمدیوں کے ساتھ
جلسہ سالانہ کے موقع پر



کراچی میں مولانا عبدالمجید سالک صاحب،
ملک عبدالرحمٰن صاحب، شیخ اعجاز احمد صاحب
(علامہ اقبال کے بھتیجے) اور چوہدری عبداللہ خان صاحب
(امیر جماعت احمدیہ کراچی) حضرت مصلح موعود کے ساتھ



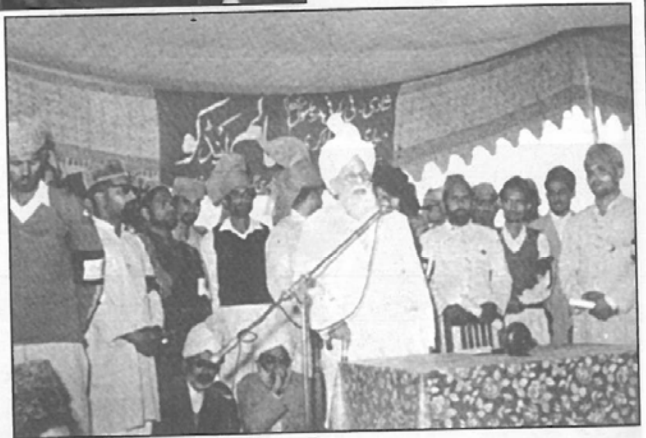
ملیر (کراچی) میں
جمعہ کی نماز کے بعد احباب جماعت کے ساتھ (1955ء)



کراچی میں میاں غلام محمد اختر صاحب سے گفتگو
فرماتے ہوئے (1958ء)



جابہ (ضلع خوشاب) میں



اجتماع خدام الاحمدیہ ربوہ 1958ء
کے موقع پر



سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ میں خطاب
فرماتے ہوئے (1959ء)

# آخری لمحات

(حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ))

ہمارے نہایت ہی پیارے امام، میرے محبوب روحانی اور جسمانی باپ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی کی بیماری کے آخری چند لمحات کی یاد ایک نہ مٹنے والا نقش ہے۔

شام سے طبیعت زیادہ خراب تھی اور مسلسل سانس کو درست رکھنے کے لئے آکسیجن دی جارہی تھی۔ چھاتی میں رسوب زیادہ بھر رہا تھا جسے بار بار نکالنے کی ضرورت پیش آتی تھی اور مکرم محترم ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب اور برادرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب بار بار معائنہ فرماتے اور رسوب کا اخراج خود اپنے ہاتھوں سے کرتے رہے۔

بچوں میں سے دو تو ڈیوٹی پر تھے اور باقی تمام ویسے ہی جمع تھے۔ خاندان کے بڑے چھوٹے سبھی کے دل اندیشوں کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے تاہم زبان پر کوئی کلمہ بے صبری کا نہ تھا اور امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا تھا۔ اندیشے دھوئیں کی طرح آتے اور جاتے تھے۔ توکل علی اللہ اور نیک امید غیر متزلزل چٹان کی طرح قائم تھے۔ وہ جو صاحب تجربہ نہیں شاید اس بظاہر متضاد کیفیت کو نہ سمجھ سکیں لیکن وہ صاحب تجربہ جو اپنے رب کی قضا کے اشاروں کو سمجھنے کے باوجود اس کی رحمت سے کبھی مایوس ہونا نہیں جانتے میرے اس بیان کو بخوبی سمجھ جائیں گے۔ پس افکار کے دھوئیں میں گھری ہوئی ایک امید کی شمع ہر دل میں روشن تھی اور آخر تک روشن رہی تاہم کبھی کبھی یہ فکر کا دھواں دم گھوٹنے لگتا تھا۔ دعائیں سب ہونٹوں پر جاری تھیں اور ہر دل اپنے رب کے حضور سجدہ ریز تھا۔

حضور پر کبھی غنودگی طاری ہوتی کبھی پوری ہوش کے ساتھ آنکھیں کھول لیتے اور اپنی عیادت کرنے والوں پر نظر فرماتے۔ ایک مرتبہ بڑی خفیف آواز میں برادرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کو بھی طلب فرمایا لیکن جیسا کہ مقدر تھا رفتہ رفتہ یہ غنودگی کی کیفیت ہوش کے وقفوں پر غالب آنے لگی اور جُوں جُوں رات بھیگتی گئی غنودگی بڑھتی رہی۔ اس وقت بھی گو ہماری تشویش بہت بڑھ گئی تھی لیکن یہ تو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ حضور کی یہ آخری رات ہے جو آپ ہمارے درمیان گزار رہے ہیں۔ تقریباً گیارہ بجے شب میں ذرا ستانے اور ایک لاہور سے تشریف لائے ہوئے مہمان کو گھر چھوڑنے گیا اور عزیزم انس احمد کو تاکید کر گیا کہ اگر ذرا بھی طبیعت میں کمزوری دیکھو تو اسی وقت بذریعہ فون مجھے مطلع کردو۔

نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر بستر پر لیٹے ابھی چند منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ فون کی دل دہلا دینے والی گھنٹی بجنے لگی۔ مجھے فوری طور پر پہنچنے کی تاکید کی جارہی تھی۔ اسی وقت جلدی سے وضو کر کے ایک ناقابل بیان کیفیت



دورہ حیدرآباد سندھ کے موقع پر لی گئیں چند یادگار تصاویر (22 فروری 1959ء)










میں وہاں پہنچا۔ قصر خلافت میں داخل ہوتے ہی مکرم ڈاکٹر مسعود احمد صاحب اور مکرم ڈاکٹر ذکی الحسن صاحب کے پژمردہ چہروں پر نظر پڑی جو باہر برآمدے میں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ حضور کے کمرہ میں پہنچا تو اور ہی منظر پایا۔ کہاں احتیاط کا وہ عالم کہ ایک وقت میں دو افراد سے زائد اس کمرہ میں جمع نہ ہوں اور کہاں یہ حالت کہ افراد خاندان سے کمرہ بھرا ہوا تھا۔ حضرت سیدہ ام متین اور حضرت سیدہ مہر آپا بائیں جانب سرہانے کی طرف اداسی کے مجسمے بنی ہوئی پٹی کے ساتھ لگی بیٹھی تھیں۔ برادرم حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب دائیں طرف سرہانے کے قریب کھڑے تھے اور حضرت بڑی پھوپھی جان اور حضرت چھوٹی پھوپھی جان بھی چارپائی کے پہلو میں ہی کھڑی تھیں۔ میرے باقی بھائی اور بہنیں بھی جو بھی ربوہ میں موجود تھے سب وہیں تھے اور باقی اعزاء واقرباء بھی سب اردگرد اکھٹے تھے۔ سب کے ہونٹوں پر دعائیں تھیں اور سب کی نظریں اس مقدس چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ سانس کی رفتار تیز تھی اور پوری بے ہوشی طاری تھی۔ چہرے پر کسی قسم کی تکلیف یا جدوجہد کے آثار نہ تھے۔ میں نے کسی بیمار کا چہرہ اتنا پیارا اور ایسا معصوم نظر آتا ہوا نہیں دیکھا۔ میں نہیں جانتا کہ اس حالت میں ہم کتنی دیر کھڑے رہے اور سانس کی کیفیت میں وہ کیا تبدیلی تھی جس نے ہمیں غیر معمولی طور چونکا دیا۔

اس وقت مجھے پہلی مرتبہ یہ غالب احساس ہوا کہ گو خدا تعالیٰ قادر مطلق اور حیّ وقیوم ہے اور ہر آن اپنی تقدیر کو بدل سکتا ہے لیکن وہ تقدیر جس سے ہمارے نادان دل گھبراتے تھے وہ تقدیر آ پہنچی ہے پس اسی وقت میں نے قرآن کریم طلب کیا اور اس مقدس وجود کی روحانی تسکین کی خاطر جس کی ساری زندگی قرآن کریم کے عشق اور خدمت میں صرف ہوئی سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع کردی۔ یہ ایک مشکل گھڑی تھی اور سر سے پاؤں تک میرے جسم کا ذرہ ذرہ کانپ رہا تھا۔ اس وقت مجھے صبر کی طنابیں ڈھیلی ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس وقت میں نے اپنے چاروں طرف سے گھٹی گھٹی سسکیوں کی آوازیں بلند ہوتی ہوئی سنیں۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ ہر سسکی دعاؤں میں لپٹی ہوئی اور ہر دعا آنسوؤں میں بھیگی ہوئی تھی۔

سورت یٰسین کی تلاوت کے دوران ہی میں سانس کی حالت اور زیادہ تشویشناک ہو چکی تھی اور تلاوت کے اختتام تک زندگی کی کشمکش کے آخری چند لمحے آپہنچے تھے۔ میں نے قرآن کریم ہاتھ سے رکھ دیا اور دوسرے عزیزوں کی طرح قرآنی اور دیگر مسنون دعاؤں میں مصروف ہوگیا۔ حضور نے ایک گہری اور لمبی سانس لی جیسے معصوم بچے روتے روتے تھک کر لیا کرتے ہیں اور ہمیں ایسا محسوس ہوا جیسے یہ آپ کی آخری سانس ہے۔ اسی وقت میں نے ایک ہومیو پیتھک دوا کے چند قطرے پانی میں ملا کر اپنی تشہد کی انگلی سے قطرہ قطرہ حضور کے ہونٹوں میں ٹپکانے شروع کیے اور ساتھ ہی بے اختیار ہونٹوں پر یہ دعا جاری ہوگئی کہ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ نَسْتَغِیْثُ ۔ اس وقت سانس بند تھی اور جسم





ٹھنڈا ہو رہا تھا اور بظاہر زندگی کا رشتہ ٹوٹ چکا تھا لیکن اچانک ہم نے حی وقیوم خدا کا ایک عظیم معجزہ دیکھا۔ مجھے حضرت پھوپھی جان کی بے قرار آواز سنائی دی کہ دیکھو ابھی پاؤں میں حرکت ہوئی تھی، اور ان الفاظ کے ساتھ ہی ہونٹوں میں بھی خفیف سی حرکت ہوئی اور سانس لینے کا سا اشتباہ ہوا۔ معاً شدید کرب اور بے چینی سکینت میں بدل گئے اور ہر طرف سے یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور جوں جوں ہم دعا کرتے رہے حضور کے سانس زیادہ گہرے ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ وہ ڈاکٹر بھی جو جسم کو بظاہر مردہ چھوڑ کر چلے گئے تھے واپس بلائے گئے اور بڑی حیرت سے اس معجزانہ تبدیلی کا مشاہدہ کرنے لگے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی زندگی کا بظاہر جسم کو چھوڑ دینے کے بعد معجزانہ طور پر پھر واپس لوٹ آنا محض ہمارے دلوں کو سکینت عطا کرنے کی خاطر تھا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے گویا ایک فضل واحسان کا پھایہ تھا جو ہمارے قلوب پر رکھا گیا۔

چنانچہ اس کے تقریباً بیس منٹ بعد حضور کو اپنے آسمانی آقا کا آخری بلاوا آ گیا۔ اس وقت کا منظر اور کیفیت ناقابل بیان ہیں۔ ہم نے آسمان سے صبر اور سکینت کو اپنے قلوب پر نازل ہوتے ہوئے دیکھا اور یوں محسوس ہوا جیسے ضبط وتحمل کی باگ ڈور رحمت کے فرشتوں کے ہاتھوں میں ہے۔ آنکھوں سے آنسو ضرور جاری تھے اور دلوں سے دعائیں بھی بدستور اٹھ رہی تھیں مگر سب دل کامل طور پر راضی برضا اور سب سر اپنے معبود خالق ومالک کے حضور جھکے ہوئے تھے، ہم ٹکٹکی لگا کر اسی طرح خدا جانے کب تک اس پیارے چہرے کی طرف دیکھتے رہے جسے موت نے اور بھی زیادہ معصوم اور حسین بنا دیا تھا۔ اس تقدس کے ماحول میں جس کی فضا ذکر الٰہی سے معمور تھی اور جس کی یاد کبھی فراموش نہیں کی جاسکتی۔ حضور کی نعش مبارک نور میں نہائی ہوئی ایک معصوم فرشتے کی طرح پڑی تھی۔ دل بے اختیار ہم سب کے دل وجان سے زیادہ پیارے آقا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد یہ کہتا تھا یَاۤاَیَّتُھَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً۔ (الفرقان دسمبر 1965ء)

۞۞۞۞۞

## خلافت کی اطاعت۔ سب سے بڑی فضیلت

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

ہزار دفعہ کوئی شخص کہے کہ میں مسیح موعود...... پر ایمان لاتا ہوں، ہزار دفعہ کوئی کہے کہ میں احمدیت پر ایمان رکھتا ہوں، خدا کے حضور اس کے ان دعووں کی کوئی قیمت نہیں ہوگی۔ جب تک وہ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیتا جس کے ذریعہ خدا اس زمانہ میں (دین حق) کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ جب تک جماعت کا ہر شخص پاگلوں کی طرح س کی اطاعت نہیں کرتا اور جب تک اس کی اطاعت میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ بسر نہیں کرتا اس وقت تک وہ کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حقدار نہیں ہوسکتا۔" (الفضل 15 نومبر 1946)

# دن ڈھل گیا تو دردنصیبوں کا قافلہ
## کاندھوں پہ آفتاب اٹھائے ہوئے چلا

(مکرم ذیشان منور صاحب)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود خدائی مقدرات کے ماتحت 77 سال تک بفضل اللہ تعالیٰ دنیا کو بے شمار فیوض و برکات سے نوازنے اور ایک عظیم الشان روحانی انقلاب سے ہمکنار کرنے کے بعد 7، 8/نومبر 1965ء بمطابق 13، 14/رجب 1385ھ کی درمیانی شب جو دوشنبہ کی رات تھی 2 بج کر 20 منٹ پر اس جہان فانی سے رحلت فرما کر اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

مؤرخہ 7/نومبر کو تاروں، ٹیلیفوں اور ریڈیو پاکستان سے حضور کی تشویشناک علالت کی خبر سننے کے بعد بیرون جات سے احباب ہوائی جہازوں، ریلوں، موٹروں اور بسوں وغیرہ کے ذریعہ کثیر تعداد میں ربوہ پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ پھر 8/نومبر کو ریڈیو پاکستان سے حضور کے وصال کی خبر نشر ہونے کے بعد آنے والے احباب کا ایک تانتا بندھ گیا۔ احباب ہزاروں کی تعداد میں (بیت) مبارک میں جمع ہو گئے اور فجر تک نوافل ادا کرتے رہے۔

نماز فجر کے معاً بعد حضور کو غسل دیا گیا جو حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ، حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب، محترم مولانا جلال الدین شمس صاحب ناظر اصلاح وارشاد، مکرم سید عبدالرزاق شاہ صاحب، مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب، مکرم صوفی غلام محمد صاحب ناظر بیت المال اور مکرم مولوی محمد احمد صاحب جلیل نے دیا۔ بعد ازاں تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔

حضور انور کے چہرۂ مبارک کی آخری زیارت کا سلسلہ مؤرخہ 8/نومبر کو صبح ساڑھے سات بجے سے لے کر مؤرخہ 9/نومبر کو اڑھائی بجے بعد دوپہر جنازہ اٹھانے کے وقت تک مسلسل 31 گھنٹے جاری رہا۔

مؤرخہ 9/نومبر کو جنازہ قصر خلافت سے ظہر و عصر کی باجماعت نمازوں کے بعد (جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے (بیت) مبارک میں جمع کر کے پڑھائیں) پونے تین بجے سہ پہر اٹھایا گیا۔ جنازہ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے افراد اپنے کندھوں پر اٹھا کر لائے اور چارپائی پر رکھا جس کے ساتھ لمبے لمبے بانس لگے ہوئے تھے تاکہ ہزاروں احباب بآسانی کندھا دینے کا شرف حاصل کر سکیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے قصر خلافت کے احاطہ میں تمام وقت جنازہ کو کندھا دیا۔ جنازہ احاطہ قصر خلافت کے غربی دروازہ سے (محلّہ دارالصدر غربی کی کوٹھیوں کی جانب) باہر سڑک پر لایا گیا اور پھر نصرت گرلز ہائی سکول سے ملحق ٹیوب ویل والی سڑک پر پہنچا وہاں سے سیدھا دفاتر صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کی بڑی سڑک پر سے ہوتا ہوا بہشتی مقبرہ پہنچا۔

نماز جنازہ سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مختصر خطاب کرتے ہوئے اس عہد کی تجدید کی کہ ہم انشاء اللہ وقت مقدر آنے پر حضرت (اماں جان)، حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد اور خاندان کے باقی افراد جو یہاں مدفون ہیں کے تابوتوں کو قادیان واپس لے جائیں گے۔ اس عہد کی تجدید کے وقت ایسا رقت اور سوز کا عالم طاری ہوا کہ صفوں میں کھڑے ہوئے احباب کی چیخیں نکل گئیں اور ہر طرف سے انشاء اللہ انشاء اللہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ دردو سوز اور رقت کے عالم میں 4 بج کر 40 منٹ پر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بہشتی مقبرہ ربوہ کے وسیع وعریض احاطہ میں نماز جنازہ پڑھائی جس میں تکبیر تحریمہ سمیت چھ تکبیریں تھیں۔ اس جنازہ میں ربوہ اور بیرون جات سے آئے ہوئے قریباً 50 ہزار احمدیوں نے شرکت کی۔ تابوت کو قبر کے اندر اتارنے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت سیدنا مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ کے دیگر فرزندان، خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے دیگر افراد، (رفقاء) حضرت مسیح موعودؑ میں سے علی الخصوص حضور کے دیرینہ طبی خادم حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب نے حصہ لیا۔ 6 بج کر 35 منٹ پر تدفین مکمل ہوئی۔ حضور کے جسد اطہر کو حضرت (اماں جان) نور اللہ مرقدھا کے مزار اقدس کے پہلو میں جانب شرق دفن کیا گیا۔ قبر تیار ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پرسوز، رقت آمیز دعا کروائی اور 6 بج کر 40 منٹ پر ہزاروں سوگوار احباب بہشتی مقبرہ سے واپس ہوئے۔

* * * * *

## اے فضل عمر تجھ کو جہاں یاد کرے گا

(مکرم عبدالسلام اختر صاحب)

اس دہر کا ہر پیر و جواں یاد کرے گا
اے فضل عمر تجھ کو جہاں یاد کرے گا

پائے گا وہ خود اپنی زباں میں بھی لطافت
جو بھی ترا اندازِ بیاں یاد کرے گا

اے صاحبِ اعجازِ قلم ، تجھ کو یہ عالم
جب تک ہے لہو دل میں رواں یاد کرے گا

ہر اہلِ سخن ، اہلِ نظر ، اہلِ تفکر
حسنِ نظر و فکر و بیاں یاد کرے گا

اے کوہِ وقار! عظمتِ انسان کے پیکر!
عظمت کو تیری کوہِ گراں یاد کرے گا

القصّہ ترے فیض ، ترے جود و کرم کو
جو شخص جہاں ہو گا وہاں یاد کرے گا

* * * * *

# ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

## دین کے عظیم خادم حضرت مصلح موعود کے بارہ میں اغیار کے تاثرات

(مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب)

حضرت مصلح موعود کی قوت فیصلہ، قوت عمل، عظم و ہمت، فہم وفراست، ذہانت وفطانت، قیادت ورہنمائی کے لیے آپ کی خدمات کا اعتراف موافق ومخالف، اپنوں اور بیگانوں سبھی نے کیا ہے۔ اس وقت برصغیر کی چند ممتاز شخصیات کے تاثرات اور ان کی آراء قارئین کے لئے درج کی جارہی ہیں۔

### ایک امریکی پادری کے تاثرات

1914ء میں ایک عالم فاضل امریکن پادری قادیان آیا۔ یہاں اس نے بعض احمدیوں کے سامنے چند مذہبی سوالات پیش کئے جونہایت اہم تھے اور ساتھ ہی کہا کہ میں امریکہ سے چل کر یہاں تک آیا ہوں اور میں نے کئی علماء کے سامنے یہ سوال کئے ہیں مگران سوالوں کا تسلی بخش جواب نہیں مل سکا۔ میں یہاں ان سوالوں کو آپ کے خلیفہ صاحب کے سامنے پیش کرنے کے لئے خاص طور پر آیا ہوں۔ دیکھئے خلیفہ صاحب ان سوالوں کا کیا جواب دیتے ہیں؟

مولوی عمرالدین شملوی صاحب کا بیان ہے:

''سوالات اتنے پیچیدہ اور عجیب قسم کے تھے کہ انہیں سن کر مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت صاحب ابھی بالکل نوجوان ہیں اور الٰہیات کی کوئی باقاعدہ تعلیم بھی انہوں نے نہیں پائی ۔ عمر بھی چھوٹی ہے اور واقفیت بھی بہت تھوڑی ہے وہ ان سوالوں کا جواب ہرگز نہیں دے سکیں گے اور اس طرح سلسلہ احمدیہ کی بڑی بدنامی اور سبکی ساری دنیا میں ہوگی ۔ کیونکہ جب حضرت صاحب اس کے سوالوں کے جواب نہ دے سکے تو یہ امریکن پادری واپس جا کر ساری دنیا میں اس امر کا پراپیگنڈا کرے گا کہ احمدیوں کا خلیفہ کچھ بھی نہیں جانتا اور عیسائیت کے مقابلہ میں ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔ وہ صرف نام کا خلیفہ ہے ورنہ علمیت خاک بھی نہیں رکھتا۔ اس صورت حال سے میں کافی پریشان ہوا اور میں نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ امریکن پادری حضرت صاحب سے نہ ملے اور ویسے ہی واپس چلا جائے مگر مجھے اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی۔

وہ امریکن اس بات پر مصر رہا کہ میں ضرور خلیفہ سے مل کر جاؤں گا۔ ناچار میں گیا اور میں نے حضرت صاحب سے کہا کہ امریکن پادری آیا ہے اور آپ سے کچھ سوالات پوچھنا چاہتا ہے اب کیا کریں؟ اس پر حضرت صاحب نے بغیر توقف کے اور بلا تامل فرمایا کہ ''بلالو'' ناچار میں اسے لے کر حضرت صاحب کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ ان دونوں کے درمیان ترجمان میں ہی تھا۔

امریکن پادری نے کچھ رسمی گفتگو کے بعد اپنے سوالات حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کئے جن کا ترجمہ میں نے آپ کو سنا دیا۔ حضرت صاحب نے نہایت سکون کے ساتھ ان سب سوالوں کو سنا اور پھر فوراً ان کے ایسے تسلی بخش جوابات دیئے کہ میں سن کر حیران ہو گیا۔ مجھے ہرگز بھی یقین نہ تھا کہ ان سوالوں کے حضرت صاحب پر معارف اور بے نظیر جواب دے سکیں گے۔ جب میں نے یہ جوابات انگریزی میں امریکن پادری کو سنائے تو وہ بھی حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے آج تک ایسی معقول گفتگو اور ایسی مدلل تقریر کسی کے منہ سے نہیں سنی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا خلیفہ بہت بڑا اسکالر ہے اور مذاہب عالم پر اس کی نظر بہت گہری ہے یہ کہہ کر اس نے بڑے ادب سے حضرت صاحب کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور واپس چلا گیا۔ (تاریخ احمدیت جلد پنجم ص 181 تا 183)

## اخبار ''فتی العرب'' دمشق

1924ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... جب یورپ تشریف لے گئے تو راستہ میں عرب ممالک میں بھی قیام فرمایا اس دوران عرب ممالک کے پریس نے بھی آپ کے متعلق اپنے تاثرات شائع کئے۔ چنانچہ اخبار ''فتی العرب'' دمشق اپنی 10/اگست 1924ء کی اشاعت میں لکھتا ہے۔

''یہ خلیفہ صاحب اپنی عمر کے چالیسویں سال میں ہیں منہ پر سیاہ کشادہ داڑھی رکھتے ہیں، چہرہ گندم گوں ہے اور جلال و وقار چہرہ پر غالب ہے۔ دونوں آنکھیں ذکاء و ذہانت اور غیر معمولی علم و عقل کی خبر دے رہی ہیں۔ آپ ان کے چہرہ کے خدوخال میں جبکہ وہ اپنی برف کی مانند سفید پگڑی پہنے کھڑے ہوں یہ دماغی قابلیتیں دیکھیں تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ آپ ایک ایسے شخص کے سامنے ہیں جو آپ کو قبل اس کے کہ آپ اسے سمجھیں خوب سمجھتا ہے اور آپ کے لبوں پر تبسم کھیلتا رہتا ہے جو کبھی ظاہر اور کبھی پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اگر آپ اس کیفیت کو دیکھیں تو آپ اس تبسم کے نیچے جو معنی ہیں اور جو اس میں جلال ہوتا ہے اس سے حیران ہو جائیں گے۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''خالد'' فروری 1965ص 21،20)

## مولانا محمد علی جوہر صاحب

پاکستان کے قیام، استحکام اور اس کی تعمیر و ترقی کے ہر مرحلہ پر حضرت مصلح موعود کی خدمات نمایاں تھیں مولانا محمد علی جوہر صاحب نے اس سلسلہ میں اپنے تاثرات اپنے اخبار ''ہمدرد'' 26 ستمبر 1927ء میں درج فرمائے۔ آپ لکھتے ہیں۔

''ناشکری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دی ہیں یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاست میں دلچسپی





لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم، تبلیغ و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وہ وقت دور نہیں جبکہ اس منظم فرقہ کا طرز عمل سواد اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمت اسلام کے بلند بانگ دور باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا۔''

(تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 614)

## جنرل محمد ایوب خاں صاحب

مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

''حضرت مصلح موعود کوئٹہ تشریف لے گئے۔ پاکستان بننے کے ابتدا میں یہ سفر اختیار کیا گیا تھا...... چند ماہ وہاں قیام بھی کرنا تھا۔ اس وقت سٹاف کالج کوئٹہ میں جنرل اختر ملک مرحوم بھی تھے (ان کا اس وقت کا عہدہ مجھے یاد نہیں) انہوں نے حضرت اباجان کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ سٹاف کالج کے جو افسران سپیشل کورسز کے لئے مقیم ہیں ان کو ''پاکستان کا دفاع'' کے موضوع پر خطاب کریں۔ شام کی چائے پر سب کو مدعو کیا جائے گا اس موقع پر آپ تقریر فرمائیں۔

حضرت اباجان نے پاکستان کے دفاع اور اس کے لیے مناسب اسلحہ وغیرہ پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی اور بعض تجاویز بھی پیش کیں جن میں تینوں سروسز یعنی آرمی، نیوی اور ایئر فورس کے مختلف زاویوں سے دفاع کی تفاصیل بیان فرمائیں۔ جنرل محمد ایوب خان ان دنوں سٹاف کالج میں کورس کر رہے تھے۔ بہرحال اختر مرحوم نے ایوب خان کو بھی دعوت نامہ دیا۔ انہوں نے معذرت کر دی کہ اس دن میں فارغ نہ ہوں گا اور اس لیے شامل نہ ہو سکوں گا۔ جنرل اختر ملک صاحب نے اپنے ایک دو مشترکہ دوستوں سے کہا کہ آپ ایوب خان صاحب سے کہیں کہ وہ دوسرا کام چھوڑ کر تشریف لے آئیں۔ اس پر وہ رضامند ہو گئے اور تقریب میں شمولیت کے لئے تشریف لے آئے۔ سب سے اگلی صف میں جو کرسیاں بچھی تھیں جنرل ایوب مرحوم انہی میں سے ایک پر بیٹھے تھے۔

تقریر کے اختتام پر چائے کی سروس شروع ہوئی۔ اختر مرحوم نے جنرل ایوب صاحب کا حضرت صاحب سے تعارف کرایا۔ کچھ دیر باتیں کرتے رہے اور بہت شکریہ ادا کیا کہ غیر معمولی علم کا حامل تھا آپ کا لیکچر۔ بعد میں اپنے دوستوں سے جنرل ایوب نے کہا کہ میں بڑا مشکور ہوں کہ مجھے وہاں آپ لوگ لے گئے۔ جب حضرت مرزا صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو میں نے خیال کیا کہ ایک مذہبی آدمی ڈیفنس کے متعلق کیا جانے، مولویوں والی تقریر ہوگی اس نے ہمیں کیا سکھانا اور کیا بتانا ہے لیکن جیسے جیسے تقریر آگے بڑھتی چلی گئی مجھے یوں لگ رہا تھا کہ میں ڈیفنس کے معاملہ میں ابھی طفل مکتب ہوں انہوں نے ایسی ایسی تجاویز بیان فرمائی تھیں کہ ہم لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔''

(ماہنامہ اخبار احمدیہ جرمنی۔ فروری 1998ء)

اسی طرح آپ نے حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہٗ کے وصال پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے نام دلی ہمدردی اور تعزیت کا برقی پیغام ارسال کیا جو یہ تھا۔

(اردو ترجمہ)

''مرزا ناصر احمد صاحب ربوہ

(حضرت) مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی افسوسناک وفات کی خبر سن کر مجھے صدمہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی روح پر سکینت نازل فرمائے اور آپ کو اور آپ کے افراد خاندان کو اور مرزا صاحب مرحوم کے متبعین کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔''

(روزنامہ الفضل 12 نومبر 1965ء)

## سرایمرسن گورنر پنجاب

1934ء کا سال جس میں احراریوں کی مخالفت کا زور تھا گورنمنٹ نے بھی پورا پورا زور لگا دیا کہ حضرت مصلح موعود کو کسی طرح قانونی گرفت میں لائیں مگر خدا تعالیٰ نے سب کو ان کے مذموم مقاصد کے حصول میں ناکام رکھا۔ چنانچہ مولانا شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگرمل) کا ایک بیان تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 457 پر شائع شدہ ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

''سرایمرسن گورنر (پنجاب) ہر ممکن کوشش میں تھے کہ کسی طرح موقع ملے تو حضرت اقدس کو زیر الزام لانے کا بہانہ تلاش کریں مگر وہ سراسر ناکام رہے ان ایام میں چونکہ حضور کا خطبہ جمعہ لمبا ہو جایا کرتا تھا اور اڑھائی بجے کے قریب گاڑی قادیان سے بٹالہ کے لئے روانہ ہوتی تھی اس لئے حضور کا خطبہ نوٹ کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے دو رپورٹر مقرر تھے ایک رپورٹر گاڑی چلنے سے پہلے کا مضمون نوٹ کر کے گاڑی پر چلا جایا کرتا تھا اور دوسرا خطبے کا بقیہ حصہ نوٹ کیا کرتا تھا۔ سرایمرسن حضرت اقدس کی خداداد ذہانت اور فراست دیکھ کر حیران تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ عجیب انسان ہے اپنی قوم کو بیدار کرنے اور ابھارنے کے لئے ایسی زبردست تقریر کرتا ہے جو سراسر قابل اعتراض ہوتی ہے مگر آخر میں ایک ہی فقرہ ایسا کہہ جاتا ہے کہ جس سے پہلی تقریر ساری کی ساری ناقابل اعتراض ہو کر رہ جاتی ہے اور ہم اس پر کوئی گرفت نہیں کر سکتے۔''

انہیں حالات کے ذکر میں ایک دفعہ حضرت مصلح موعود نے فرمایا:

سی آئی ڈی کا ایک چوٹی کا افسر ان دنوں مجھے لاہور میں ملا اس نے مجھ سے کہا حد ہو گئی حکومت کے آفیسرز اور گورنر ہر روز مشورہ کرتے ہیں کہ کسی طرح آپ کو کوئی چھوٹی سی بات بنا کر ہی پکڑ لیں مگر اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ (الفضل 16 نومبر 1946)

اسی صورت حال کے حوالے سے حضرت مصلح موعود کے متعلق مرزا معراج الدین صاحب انسپکٹر جنرل سی آئی ڈی کا تاثر بھی ملاحظہ ہو۔ انہوں نے ایک مشہور احمدی کو بتایا کہ:





''گزشتہ سالوں میں حکومت نے جو منصوبے آپ کی جماعت کے خلاف کئے تھے وہ اتنے بھیانک اور اتنے خوفناک تھے کہ ان کا تصور کر کے بھی انسان کا دل لرز جاتا ہے مگر جماعت کی زبردست قیادت نے ان سب کو ناکام بنا دیا اور اسی لئے میں امام جماعت احمدیہ کا گرویدہ ہو گیا ہوں۔

(تاریخ احمدیت جلد ہفتم صفحہ 438)

## خواجہ حسن نظامی دہلوی، مدیر اخبار ''منادی''

جب آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں آیا تو خواجہ حسن نظامی دہلوی کو حضور کی شخصیت کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا انہوں نے حضور کی قلمی تصویر کھینچتے ہوئے لکھا:

''مرزا محمود احمد دراز قد، دراز ریش، گندمی رنگ، بڑی بڑی آنکھیں، عمر چالیس سے زیادہ، ذات مغل، پیشہ امامت اور مسیح موعود کی خلافت اور تقریر و تحریر کے ذریعہ قادیانی جماعت کی پیشوائی، پنجاب کے قصبہ قادیان میں رہتے ہیں۔ ان کے والد نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ امام مہدی ہیں اور حضرت عیسیٰ بھی ہیں اور سری کرشن بھی ہیں۔ اب یہ اپنے والد کے قائمقام اور خلیفے ہیں۔ آواز بلند اور مضبوط ہے، عقل دور اندیش اور ہمہ گیر ہے۔ کئی بیویوں کے شوہر اور کئی بچوں کے باپ اور کثیر تعداد انسانوں کے راہنما ہیں اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں ان کی عملی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلی جوانمردی کو ثابت کر دیا اور یہ بھی کہ مغل ذات کارفرمائی کا سلیقہ رکھتی ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل و فہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں۔ یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں۔''

(سالنامہ ''منادی'' 1936ء صفحہ 178، 179
بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ 109)

## جناب سید حبیب صاحب

آپ ایک معروف صحافی تھے اور اخبار سیاست لاہور کے ایڈیٹر تھے آل انڈیا کشمیر کمیٹی جس کا قیام 25 جولائی 1931ء کو عمل میں آیا تھا جب حضرت مصلح موعود نے اس کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دیا تو سید حبیب صاحب نے اپنے اخبار ''سیاست'' لاہور کی اشاعت 18 مئی 1933ء میں لکھا:

''میری دانست میں اپنی اعلیٰ قابلیت کے باوجود ڈاکٹر اقبال اور ملک برکت علی صاحب دونوں اس کام کو چلا نہیں سکیں گے اور یوں دنیا پر واضح ہو جائے گا کہ جس زمانہ میں کشمیر کی حالت نازک تھی اس زمانہ میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا انہوں نے کام کی کامیابی کو زیر نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اس وقت اگر اختلافات عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو یہ تحریک بالکل ناکام رہتی اور امت مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا۔ میری رائے میں مرزا صاحب کی علیحدگی کمیٹی کی موت کے مترادف ہے مختصراً یہ کہ

ہمارے انتخاب کی موزونیت اب دنیا پر واضح ہو جائے گی۔''

(الفضل 28 مئی 1933ء)

## سردار ارجن سنگھ ایڈیٹر اخبار ''رنگین'' امرتسر

مارچ 1935ء کے آخری ایام تھے۔ حضرت مصلح موعود کو ایک مقدمہ میں شہادت کے لئے تین دفعہ گورداسپور جانا پڑا۔ اس موقع پر ہزار ہا کی تعداد میں احمدیوں کا اپنے امام کا دیدار کرنے کے لئے حاضر ہونے کے جو ایمان افروز نظارے دیکھنے میں آئے ان سے متاثر ہو کر سردار ارجن سنگھ صاحب نے اپنی کتاب ''خلیفہ قادیان'' میں لکھا:

''یہ بات تو ظاہر ہے کہ مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ آٹھ کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کے نمائندہ ہیں۔ برخلاف اس کے خلیفہ قادیان کے تابعدار ایک لاکھ کے قریب ہوں گے مگر ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ان تاریخوں پر جب کہ خلیفہ صاحب شہادت دینے کے لئے آتے رہے گورداسپور میں احمدیوں کی تعداد دس ہزار کے قریب ہوتی تھی۔ جبکہ دوسرے مسلمان شاید ایک سو بھی موجود نہ ہوتے تھے۔ اس سے خلیفہ صاحب اور مولوی صاحب کے اثر کا موازنہ ہو سکتا ہے کہ ایسی جماعت جس کے ارکان سارے پنجاب میں پچپن ہزار بیان کئے جاتے ہیں اپنے خلیفہ کے درشنوں کے لئے دس ہزار کی تعداد میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس جماعت جس کے ارکان صرف گورداسپور میں ہی دس ہزار سے زائد ہیں ایک سو بھی جمع نہیں ہوئے۔ حالانکہ مقدم الذکر صرف گواہ کی حیثیت سے آتے ہیں اور دوسرے بزرگ پر مقدمہ بھی چل رہا ہے۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کا دعویٰ حقیقت سے کوسوں دور ہے اور خلیفہ صاحب کے مریدان کے حقیقی جانثار اور سچے دل سے وفادار ہیں۔''

## مولانا ظفر علی خاں مدیر اخبار ''زمیندار'' لاہور

13 مارچ 1936ء کی بات ہے کہ امرتسر کی مسجد خیر الدین میں مولانا ظفر علی خاں نے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود کے مخالفوں اور حریفوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''کان کھول کر سن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے، قرآن کا علم ہے...... مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارے پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے...... مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں، مختلف علوم کے ماہر ہیں، دنیا کے ہر ایک ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔''

(ایک خوفناک سازش'' مصنفہ مولوی مظہر علی اظہر صفحہ 195، 196)

## علامہ نیاز فتح پوری صاحب مدیر ماہنامہ ''نگار''

علامہ صاحب نے جب حضرت مصلح موعود کی شہرہ آفاق ''تفسیر کبیر'' کا مطالعہ کیا تو آپ کی خدمت میں لکھا:

''تفسیر کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے





اور میں اسے بڑی نگاہ غائر سے دیکھ رہا ہوں اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک نیا زاویہ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کی تبحر علمی، آپ کی وسعت نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسن استدلال، اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا۔ کاش کہ میں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۂ ہود کی تفسیر میں حضرت لوط علیہ السلام پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے ھٰٓؤُلَاۤءِ بَنَاتِیْ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں خدا آپ کو تادیر سلامت رکھے۔'' (الفضل 17 نومبر 1963ء صفحہ 3)

## مولانا عبدالماجد دریا آبادی

مشہور مفسر قرآن علامہ عبدالماجد دریا آبادی مدیر صدق جدید نے حضور کی وفات پر ایک شذرہ تحریر کیا جس میں حضور کی خدمت قرآن کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرآن اور علوم قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی، اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا اللہ انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔'' (بحوالہ سوانح فضل عمر جلد سوم صفحہ 168)

## مولانا غلام رسول مہر

آپ 1885ء میں جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک محقق، مصنف، ادیب، صحافی اور مؤرخ تھے روزنامہ ''زمیندار'' سے منسلک رہے بعد میں مولانا عبدالمجید سالک کے ساتھ مل کر اخبار ''انقلاب'' لاہور سے جاری کیا۔ 1971ء میں وفات پائی۔ 20 اور 25 دسمبر 1966 کو مکرم جناب شیخ عبدالماجد صاحب آف لاہور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوران گفتگو حضرت مصلح موعود...... کے متعلق مولانا غلام رسول مہر صاحب فرمانے لگے کہ:

آپ لوگوں کی کسی کتاب میں اس عظیم الشان انسان کے کارناموں کی مکمل آگاہی نہیں ملتی۔ ہم نے انہیں قریب سے دیکھا ہے، کئی ملاقاتیں کی ہیں، پرائیویٹ تبادلہ خیالات کیا ہے، مسلم قوم کے لئے تو ان کا وجود سراپا قربانی تھا۔

فرمایا۔ ایک دفعہ مجھے راتوں رات قادیان جا کر حضرت صاحب سے مشورہ کرنا پڑا وہ سفر اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے انسانیت کے لئے اس شخصیت کے دل میں بڑا درد تھا اور جہاں کہیں مسلم قوم کی بہتری اور بہبودی کا معاملہ درپیش ہوتا آپ کی قابل عمل تجاویز ہمارا حوصلہ بڑھانے کا موجب بنتیں۔ ایسے مواقع پر آپ کا رواں رواں قومی درد سے تڑپ اٹھتا تھا۔ فرقہ بازی کا تعصب میں نے اس وجود میں نام کو نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب بلا

کے ذہین تھے۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

میں نے پاک و ہند میں سیاسی نہ مذہبی لیڈر ایسا دیکھا ہے جس کا دماغ Practical Politics (پریکٹیکل پالیٹکس) میں ایسا کام کرتا ہے جیسا مرزا صاحب کا دماغ کام کرتا تھا۔ بے لوث مشورہ واضح تجویز اور پھر صحیح خطوط پر لائحہ عمل یہ ان کی خصوصیت تھی مجھے ان کی وفات پر بڑا صدمہ ہوا۔

کہنے لگے میں نے محترم محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کو تعزیت کا خط لکھا ہے اور اس خط میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وہ حضرت صاحب سے متعلقہ تعزیتی فقرات کو شائع بھی کرا سکتے ہیں۔ افسوس! مسلمانوں نے مرزا صاحب کی قدر نہیں کی۔ سخت مخالفت کی آندھیوں کے باوجود میں نے مرزا صاحب کو کبھی افسردہ اور سرد مہر نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب کے دل کی شمع ہمیشہ روشن رہی۔ ہم یاس و افسردگی کی تصویر بنے ان سے ملاقات کے لئے جاتے اور جب باہر آتے تو یوں معلوم ہوتا کہ ناامیدی کے بادل چھٹ گئے ہیں اور مقصد میں کامیابی سامنے نظر آ رہی ہے۔ وزنی دلیل دیتے اور قابل عمل بات کرتے اور پھر اسی پر بس نہیں ہر نوع کی قربانی اور تعاون کی پیشکش بھی ساتھ ہوتی جس سے ہم میں جرأت اور حوصلہ کے جذبات پیدا ہوتے۔

(''ماہنامہ خالد'' ربوہ نومبر دسمبر 1978ء صفحہ 70، 71)

❋ ❋ ❋

## آہ وہ جلوۂ جمال

(مکرم ثاقب زیروی صاحب)

آیا یہ کون خوش خرام مثلِ نسیم مُشکبار
غم کدۂ حیات میں بس گئی نزہت بہار
قصرِ تصورات میں دَوڑ گئیں تجلیاں
دیدہ و دل چمک اُٹھے دیکھ رہا ہوں حُسنِ یار
مائل التفات ہے کون ادائے خاص سے
درد ہوا سکون زا، رُوح کو مل گیا قرار
غرق جمال ہو گئی ساری فضائے کائنات
اے مرے ذوق انتظار کون ہے تجھ سا کامگار
قلب و نظر کے رُوبرو آج وہی ہَیں ہو بہُو
شکل وہ ماہتاب سی اور وہی چشم سحر کار
آئینہ جمال صدق مظہر حق و العلاء
جَور و وفا کے دام میں آئے ہوؤں کا رستگار
دین ہدیٰ کا دردمند موعود پسر ارجمند
ہارے ہوؤں کا دستگیر رَوندے ہوؤں کا غمگسار
کس کی مجال دیکھ پائے میلی نگہ سے اس طرف
جیتے جی اس کے کر سکے دین محمدی پہ وار
کس نے چُرا لیا مگر دل کا سکون سرمدی
ناگہاں رُک گئی ہے کیوں نکہت و نُور کی پھوار
ہائے وہ منظر حسیں، آہ وہ جلوۂ جمال
ظلمت یاس بڑھ چلی، ٹوٹ گئے نظر کے تار
آنکھ جو کھل گئی تو تھا لب پہ یہ مصرعۂ حزیں
آہ وہ آنکھ پھیر دی جس نے عنان روزگار